سیرتِ معصومین علیہم السلام

احسن المقال جلد دوم

ترجمہ

منتھی الآمال

مؤلف

ثقۃ المحدثین آقائی شیخ عباس قمیؒ

ترجمہ

مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح

مولانا غلام رضا ناصر نجفی

ناشر

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور۔ 0321-4481214,042-37314311

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سیرتِ معصومینؑ۔احسن المقال جلد دوم

مؤلف۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ثقۃ المحدثین آقائی شیخ عباس قمی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا سید صفدر حسین نجفی رحمۃ اللہ علیہ

تصحیح۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مولانا محمد سعید الحسن

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔فضل عباس سیال (الحمد گرافکس لاہور)

سال اشاعت۔۔۔۔۔۔۔۔2014ء

ناشر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور

ہدیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ملنے کا پتہ

قرآن سینٹر 24 الفضل مارکیٹ اُردو بازار لاہور

فون نمبرز۔ 0321-4481214,042-37314311

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

قارئین کرام!۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ ! مصباح القرآن ٹرسٹ۔۔۔۔۔عرصہ دراز سے دورِ حاضر کی بعض عظیم ترین تفاسیر و تالیفات کی نشر و اشاعت کے سلسلہ میں ایک عظیم اور پُر وقار مرکز کی حیثیت سے اُمت مسلمہ کیلئے اپنی عاجزانہ خدمات انجام دے رہا ہے۔

زیرِ نظر کتاب ''سیرتِ معصومین علیہم السلام'' ثقۃ المحدثین علامہ شیخ عباس قمیؒ کی عظیم تصنیف ''منتھی الآمال'' ۔احسن المقال کا اُردو ترجمہ ہے۔کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے جس میں چہاردہ معصومین علیہم السلام کے حالات زندگی اور انکے کمالات و فضائل کا تفصیلی ذکر موجود ہے۔جبکہ دوسری جلد میں خلفائے راشدین اور بادشاہانِ بنو اُمیہ اور بنی عباس کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اس کتاب کا ترجمہ حجۃ الاسلام علامہ سیّد صفدر حسین نجفی نے کیا ہے، جو پہلے بھی بہت سی علمی کتب کے ترجے کر چکے ہیں۔یہ کتاب قارئین کرام کے لئے عموماً جبکہ خطیب حضرات کیلئے خصوصاً بے بہا علمی خزانہ ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ صاحبانِ علم و تحقیق حسبِ سابق ''مصباح القرآن ٹرسٹ'' کی اس کوشش کو بھی پسندیدگی کی نظر سے دیکھیں گے اور اس گوہرِ نایاب سے بھرپور علمی و عملی استفادہ فرمائیں گے۔اور ادارہ کو اپنی قیمتی تجاویز و آراء سے ضرور مستفید فرمائیں گے۔۔۔۔۔۔والسلام

اراکین

مصباح القرآن ٹرسٹ لاہور پاکستان

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ نمبر
حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام	12
آنجناب کی ولادت اسم مبارک کنیت اور لقب	12
امام موسی کاظم علیہ السلام کے مکارمِ اخلاق	15
اور آپ کی عبادت، سخاوت مناقب ومفاخر	15
پہلی روایت:	16
دوسری روایت:	17
تیسری روایت: ہارون کی کنیز کا آپؑ کی برکت سے عبادت گزار ہوجانا	18
چوتھی روایت:	18
پانچویں روایت: آپؑ کا منصور کے حکم سے نوروز کے دن تہنیت کے لیے بیٹھنا	19
چھٹی روایت: آپ کا والی کو خط لکھنا ایک مومن کے حق میں وصیت کرتے ہوئے	20
ساتویں روایت:	21
آٹھویں روایت: آپؑ کا بوڑھے آدمی کی اعانت میں اہتمام کرنا	22
نویں روایت: آپؑ کا ہارون کے دربار میں جانا اور اس کا آپ کی عزت وتوقیر کرنا	22
دسویں روایت: حدیث ہندی اور راہب وراہبہ کا آپ کے ہاتھ پر اسلام لانا	24
تیسری فصل	29
حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے چند واضح معجزات جو آپؑ کی امامت کے دلائل ہیں	29
پہلا معجزہ:	29
دوسرا معجزہ! شطیطہ نیشاپوریہ کی خبر کہ جس میں کئی ایک دلائل اور معجزات ہیں حضرتؑ کے	30
تیسرا معجزہ:	33
چوتھا معجزہ! حضرت کا خبر غیب دینا	34
پانچواں معجزہ! حضرت کا طئی الارض کے ذریعہ مدینہ سے بطن الرمہ میں آنا	35
چھٹا معجزہ! حضرت کا مغیات کی خبر دینا	36
ساتواں معجزہ! حضرت کا علی بن یقطین کو ہارون کے سر سے نجات دینا	36
آٹھواں معجزہ! حضرتؑ کا غیب کی خبر دینا	37
نواں معجزہ! پردہ پر بنی ہوئی شیر کی تصویر کو آپؑ کا حکم دینا کہ افسونگر کو چیر پھاڑ دو	38
دسواں معجزہ! آپؑ کا شیر سے گفتگو کرنا	39
گیارہواں معجزہ! شفیق بلخی کی خبر اور جو کچھ اس نے آپؑ کے دلائل ومعجزات دیکھے	40
بارہواں معجزہ! حضرتؑ کا غیب کی خبر دینا	42
تیرہواں معجزہ! علی بن مسیب ہمدانی کی خبر اور جو کچھ دلائل اس نے دیکھے	43

عنوان	صفحہ نمبر
چوتھی فصل	43
حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے کچھ کلمات شریفہ اور مواعظ بلیغہ کا ذکر	43
پانچویں فصل	49
حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی شہادت اور ان بعض مظالم کا بیان جو اس امامؑ مظلوم پر ہوئے	49
چھٹی فصل	61
حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی اولاد و اعقاب کا بیان	61
احمد بن موسیٰ کاظم معروف بشاہ چراغ و شیراز میں دفن ہے اور ان کے بھائی محمد بن موسیٰ کا تذکرہ	71
ذکر حمزہ بن موسیٰ الکاظم علیہ السلام	74
سلاطین صفویہ موسویہ کا تذکرہ	74
حضرت معصومہؑ مدفونہ قم کے حالات اور ان کی زیارت کے ثواب کا تذکرہ	81
ساتویں فصل	84
حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے چند اعاظم اصحاب کا تذکرہ	84
باب دہم: امام ثامن ضامن زبدہ اصفیاء و پناہ غرباء مولانا ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ آلاف التحیۃ والثنا کی تاریخ و سوانح	98
فصل اول: حضرت کی ولادت نام کنیت لقب اور نسب کا بیان	98
دوسری فصل	102
ثامن الآئمۃ علی بن موسیٰ الرضا کے مختصر مناقب مفاخر اور مکارم اخلاق	102
تیسری فصل	113
حضرت امام رضا علیہ السلام کے دلائل و معجزات	113
چوتھی فصل	124
امام رضا علیہ السلام سے نقل شدہ مختصر کلمات و اشعار حکمت آمیز کا بیان	124
پانچویں فصل	133
امام رضا علیہ السلام کا مدینہ سے مرو جانا اور مامون کا عہد ولایت آپؑ کے سپرد کرنا اور علماء ادیان کے ساتھ آپؑ کی مجلس مناظرہ کا تذکرہ	133
حضرت امام رضاؑ کا مرو میں داخل ہونا اور لوگوں کا عہد ولایت کے ساتھ آپؑ کی بیعت کرنا	139
حضرت امام رضا علیہ السلام کی علماء ملل و ادیان کے ساتھ ایک مجلس مناظرہ کا تذکرہ	144
چھٹی فصل	156
امام رضاؑ کی شہادت کے اخبار اور اس جگر گوشہ رسول خداؐ کی شہادت کی کیفیت	156
پہلی چیز	167
دوسری چیز	167
تیسری چیز	168
ساتویں فصل	169
امام رضاؑ کے چند اعاظم اصحاب اور حضرت کے مداح و عبل	

عنوان	صفحہ نمبر

بن علی خزاعی کا تذکرہ (درجہ اول کا شاعر)..... 169

گیارھواں باب 182

امام کل عاکف وحجۃ اللہ علیٰ جمیع العباد حضرت ابوجعفرؑ امام محمد تقی جوادصلوات اللہ علیہ وعلی اباء واولادہ الامجاد کی تاریخ سوانح 182

پہلی فصل: آپؑ کی ولادت اسم مبارک کنیت اور نسب کے بیان میں 182

دوسری فصل 185

حضرت جوادؑ کے فضائل مناقب اور علوم کا بیان نمبر ا حضرت کے دلائل واضح اور آنجنابؑ کے امتحان کے لیے مجلس مامون کا ذکر........................ 185

۲۔حضرت کا آئمہ علیہم السلام کی طرف سے طواف کرنے کا حکم........................ 189

۳۔حضرتؑ کا ان صدمات سے متفکر ہونا جو آپؑ کی والدہ گرامی حضرت فاطمہ علیہا السلام پر وادر ہوئے .. 190

۴۔ابوسائل اے المسائل کی روایت 190

۵۔حضرتؑ کا غیب کی خبر دینا................ 191

۶۔حضرت کا قدرت الٰہی کی طرف اشارہ کرنا... 191

۷۔حضرتؑ کا تین ہزار مسئلہ کا جواب دینا...... 192

تیسری فصل 192

حضرت امام تقی علیہ السلام کے دلائل ومعجزات 192

چوتھی فصل: حضرت امام محمد تقیؑ کے کچھ کلمات شریفہ اور مواعظ بلیغہ کا ذکر........................ 203

پانچویں فصل........................ 210

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شہادت کا بیان . 210

چھٹی فصل 214

حضرت جوادؑ کی اولاد کا ذکر!................ 214

حضرت جوادؑ کی بیٹی جناب حکمیہ کا ذکر......... 218

ساتویں فصل: حضرت جوادؑ کے اصحاب میں سے چند بزرگوں کا تذکرہ........................ 219

بارھواں باب........................ 227

پہلی فصل........................ 227

حضرتؑ کی ولادت اسم مبارک اور کنیت 227

دوسری فصل 228

امام علی نقی کے مختصر فضائل ومناقب ومکارم اخلاق 228

تیسری فصل 233

امام علی نقی علیہ السلام کے دلائل اور معجزات 233

چوتھی فصل........................ 243

حضرت ہادی علیہ السلام کے چند منقولہ کلمات... 243

پانچویں فصل........................ 250

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا مدینہ سے سامرہ کی طرف جانا اور مخالفین کی طرف سے آپؑ پر ہونے والے بعض ظلم وستم اور حضرتؑ کی شہادت 250

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت کا ذکر....... 258

چھٹی فصل 261

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ .. 261

عنوان	صفحہ نمبر
ساتویں فصل	264
حضرت ہادی علیہ السلام کے چند اصحاب کا تذکرہ	264
تیرہواں باب	268
گیارہویں امام سبط سید البشر والد امام منتظر علیہ السلام محبوب قلب ہر نبی ووصی حضرت ابومحمد حسن بن علی عسکری صلوات اللہ علیہ کی تاریخ وسوانح، اس میں چند فصول ہیں۔	268
پہلی فصل	268
آپؑ کی ولادت اسم ولقب وکنیت اور آپؑ کی والدہ کے حالات	268
دوسری فصل	270
حضرت امام حسن عسکریؑ کے مختصر مکارم اخلاق اور نو اور حالات کا تذکرہ اوراس میں چند خبریں ہیں	270
تیسری فصل	278
امام حسن عسکریؑ کے دلائل ومعجزات باہرات	278
چوتھی فصل	285
حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعض حکمت آمیز کلمات	285
پانچویں فصل	288
حضرت امام حسن عسکریؑ کی شہادت	288
چھٹی فصل	296
حضرت امام حسن عسکریؑ کے چند اصحاب کا تذکرہ	296
چودہواں باب	300
بارہویں امام حجۃ اللہ علی عبادہ وبقیتہ فی بلادہ کاشف الاحزان وخلیفۃ الرحمن حضرت حجۃ ابن الحسن صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ	300
پہلی فصل	300
حضرت صاحب الزماں علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور آنحضرتؑ کی والدہ کے حالات اور آپؑ کے بعض اسماء والقاب شریفہ اورشمائل مبارکہ کا بیان	300
باقی رہے حضرتؑ کے اسماء اور القاب	310
دوسری فصل	315
حضرت صاحب الزماں صلوات اللہ علیہ کے کچھ خصائص کا ذکر	315
تیسری فصل	322
بارہویں امام حضرت حجت علیہ السلام کے وجود کے اثبات اور آپؑ کی غیبت کے بیان میں	322
چوتھی فصل	330
صاحب الزماںؑ سے صادر ہونے والے معجزات باہرات و خوارق عادات	330
پانچویں فصل	347
امام زمان صلوات اللہ علیہ کی خدمت میں غیبت کبریٰ کے زمانہ میں جانے والوں کے واقعات وقصص اور حکایات کا ذکر	347
پہلا واقعہ: اسماعیل ہرقلی کا واقعہ ہے۔	347
دوسرا واقعہ:	351
تیسرا واقعہ: سید محمد جبل عامل کا حضرات سلام اللہ علیہ کی	

عنوان	صفحہ نمبر
ملاقات سے مشرف ہونا۔	352
چوتھا واقعہ: سید عطوہ حسنی کا آنجنابؑ کی ملاقات سے مشرف ہونا۔	354
پانچواں واقعہ: دعائے عبرات کا تذکرہ۔	354
چھٹا واقعہ: امیر اسحاق استرآبادی کا ہے۔	356
ساتواں واقعہ: جو دعائے فرج پر مشتمل ہے۔	357
آٹھواں واقعہ: شریف عمر بن حمزہ کا حضرت علیہ السلام کی ملاقات سے مشرف ہونا۔	361
نواں واقعہ: ابو راجح حمامی کا ہے۔	363
دسواں واقعہ: اس کاشی بیمار کا ہے کہ جس نے حضرت سلام اللہ علیہ کی برکت سے شفا پائی۔	365
گیارہواں واقعہ:	366
بارہواں واقعہ:	369
تیرہواں واقعہ: شیخ حر عاملی کا آنجناب سلام اللہ علیہ کی برکت سے اپنی بیماری سے شفا پانا۔	371
چودہواں واقعہ: حضرتؑ نے مقدس اردبیلی کی ملاقات کا واقعہ۔	372
پندرہواں واقعہ: آخوند ملا محمد تقی مجلسی کا واقعہ۔	373
سولہواں واقعہ: گل و خرابات کا واقعہ۔	374
سترہواں واقعہ: شیخ قاسم کا آنحضرتؑ کی ملاقات سے مشرف ہونا۔	375
اٹھارہواں واقعہ: ایک سنی مذہب شخص کا آنحضرتؑ سے استغاثہ کرنا اور آپؑ کا اس کی فریاد کو پہنچنا۔	376
انیسواں واقعہ: سید علامہ بحر العلوم کا مکہ میں حضرت سے ملاقات کرنا۔	377
بیسواں واقعہ:	378
اکیسواں واقعہ: حضرت کا بوڑھے باپ کی خدمت کی تاکید کرنا۔	379
بائیسواں واقعہ: شیخ حسین آل رحیم کا آنحضرت کی ملاقات سے مشرف ہونا۔	382
تیئسواں واقعہ: آنحضرتؑ کا عنیزہ کے عربوں کو زائرین کے راستہ سے ہٹانا۔	384
چھٹی فصل	388
چند وظائف و تکالیف کا تذکرہ کہ جو بندگان خدا امام عصر صلوات اللہ علیہ کی نسبت رکھتے ہیں	388
ساتویں فصل	400
حضرت صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ و اعلیٰ آباء الطاہرین کے بعض علامات ظہور کا بیان	400
آٹھویں فصل: حضرت صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ کے چار نُواب کا ذکر	413
حصہ دوم	421
تاریخ الخلفاء	421
حضرت ابوبکرؓ بن ابو قحافہ کی خلافت کا ذکر	425
حضرت عمرؓ بن الخطاب کی خلافت کا ذکر	425
حضرت عثمانؓ بن عفان کی خلافت	427
حضرت امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب کی خلافت	430

عنوان	صفحہ نمبر
جنگ جمل کا اجمالی ذکر	430
جنگ صفین اور شہادت عمار وغیرہ کا اجمالی ذکر	435
جنگ نہروان کا مختصر ذکر	442
محمد بن ابوبکر و مالک اشتر اور امیر المومنینؑ کی شہادت	445
امام حسنؑ مجتبیٰ سبط اکبر پیغمبر خدا کی خلافت کا ذکر	447
معاویہ بن ابوسفیان کی امارت اور اس کے ماں باپ کے مختصر حالات	448
یزید بن معاویہ لعنۃ اللہ کی حکومت و سلطنت اور اس کے قبیح اعمال کا مختصر ذکر	460
واقعہ حرہ اور خانہ کعبہ کے جلانے کا	462
تذییل وتبجیل	465
معاویہ بن یزید بن معاویہ اور عبداللہ بن زبیر کی خلافت کا ذکر	474
مروان بن حکم بن ابوالعاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف کی سلطنت کا ذکر	478
عبدالملک بن مروان کی سلطنت مختار اور زبیر کے دونوں بیٹے مصعب وعبداللہ کے ہونے کا ذکر	482
نظم	490
عمر بن عبدالعزیز بن مروان کی خلافت کا ذکر	502
یزید بن عبدالملک بن مروان کی خلافت کا ذکر	504
ہشام بن عبدالملک بن مروان کی سلطنت اور زید بن علی بن الحسین علیہما السلام کی شہادت کا ذکر	507
ولید بن یزید بن عبدالملک بن مروان کی حکومت اور یحییٰ بن زید رحمۃ اللہ کی شہادت کا ذکر	513
یحییٰ بن زید بن علی بن الحسین علیہما السلام	518
یزید و ابراہیم ولید بن عبدالملک بن مروان کے دو بیٹوں کی خلافت کا ذکر	520
مروان بن محمد مروان بن الحکم جعدی المنبو ر بالحمار کی سلطنت اور اس کے قتل کا ذکر	523
تزییل	530
خلفاء بنی عباس ان کے نوادر ایام ان کی سیرت و مختصر حالات آل ابو طالب کے شہید ہونے کے اور اعیان و مشاہیر اور معروف زمانہ لوگوں کی تاریخ وفات جو ان کے زمانہ خلافت میں ہوئے کا ذکر ابوالعباس سفاح عبداللہ بن محمدؑ بن علیؑ بن عبد اللہ بن عباس بن عبدالمطلب کی خلافت کا بیان	534
ابوجعفر عبداللہ منصور کی خلافت اس کے زمانہ کے حالات اور عبداللہ بن حسنؑ ان کے فرزندوں اور اہلِ بیتؑ کی شہادت کا ذکر	537
عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہما السلام اور ان کے اہلِ بیت رحمہم اللہ تعالیٰ کی شہادت کا ذکر	550
محمد بن عبداللہ بن حسن بن حسنؑ بن علی بن ابی طالب علیہ السلام ملقب بنفس زکیہ کی شہادت کا ذکر	556
ابراہیم بن عبداللہ بن حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہ السلام کے مقتل کا ذکر	559
جو قتیل باخمری مشہور ہے	559
مہدی عباسی محمد بن عبداللہ المنصور کی خلافت	567

عنوان	صفحہ نمبر
عیسیٰ بن زید بن علی بن الحسینؑ	575
موسیٰ بن مہد ملقب بہ ھادی کی خلافت کا ذکر ...	579
ہارون الرشید بن محمد بن منصور کی خلافت اور اس کے زمانے کے حالات کا ذکر........................	582
جعفر برمکی کے قتل اور حکومت برامکہ	593
کے ختم ہونے کا ذکر!	593
ابوموسیٰ محمد امین بن ہارون کی خلافت	598
اور اس کے قتل کی کیفیت کا ذکر	598
ابوالعباس عبداللہ بن ہارون ملقب بمامون کی خلافت اور ابو سرایا کی داستان کا ذکر......................	602
ابوالسرایا کے خروج اور مامون کے زمنہ میں بعض طالبین کے شہید ہونے کا ذکر........................	608
محمد بن امام جعفر صادق علیہ السلام کے خروج اور اس کے انجام کار کا ذکر	612
ہرثمہ کی خبر ابوسرایا کے ساتھ	613
ابواسحاق ابراہیم معتصم کی خلافت	632
اور اس کے زمانہ کے واقعات کا ذکر...........	632
ابوجعفر محمد بن قاسم حسینی علوی کی قید کا ذکر	633
ابوجعفر ہارون واثق کی خلافت کا ذکر...........	640
جعفر بن محمد بن ہارون ملقب بمتوکل کی	643
حکومت کے زمانہ کا ذکر......................	643
منتصر باللہ محمد بن جعفر متوکل کی خلافت کا ذکر...	654
مستعین باللہ احمد بن محمد بن معتصم کی خلافت کا ذکر	656
معتز باللہ بن متوکل کی خلافت کا ذکر	661
مھتدی باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر	663
معتمد علی اللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر.........	667
معتضد باللہ احمد بن طلحہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر	675
مکتفی باللہ علی بن معتضد کی خلافت	681
جعفر بن احمد مقتدر باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر	684
محمد بن احمد قاھر باللہ کی خلافت کا ذکر	692
محمد بن جعفر راضی باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر	693
ابراہیم بن مقتدر المتقی باللہ کی...............	699
خلافت کے زمانہ کا ذکر	699
صورت توقیع شریف	700
عبداللہ بن علی مستکفی باللہ کی خلافت...........	706
مطیع اللہ فضل بن جعفر کی خلافت کے دنوں کا ذکر!	707
دیالمہ کی سلطنت وحکومت کا ذکر..............	713
عبدالکریم بن مطیع طائع اللہ کی خلافت.........	716
ابوالعباس احمد قادر باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر	720
عبداللہ بن قادر القائم بامراللہ................	732
کی خلافت کے دنوں کا ذکر	732
عبداللہ بن قائم مقتدی بامراللہ کی خلافت کا ذکر .	742
احمد بن مقتدی مستظہر باللہ..................	743
کی خلافت کے دنوں کا ذکر	743
راشد باللہ کی خلافت کے زمانہ کا ذکر...........	749
ابوعبداللہ محمد مقتفی لاامراللہ	750

عنوان	صفحہ نمبر	عنوان	صفحہ نمبر
کی خلافت کے زمانہ کا ذکر	750	بارہویں صدی کے واقعات	818
یوسف بن محمد مستنجد باللہ کی خلافت	756	تیرہویں صدی کے واقعات	823
مستضیئ بنور اللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر	758		
احمد بن مستفیئ ناصر الدین اللہ	759		
کی خلافت کے دنوں کا ذکر	759		
محمد بن ناصر ظاہر بامر اللہ کی خلافت	768		
مستنصر باللہ کی خلافت کے دنوں کا ذکر	769		
مستعصم باللہ کی خلافت اور بنی عباس	772		
کی حکومت کے زوال کا ذکر	772		
خاتمہ کتاب	774		
حصہ سوم	775		
کتاب طبقات	775		
پہلی صدی کے واقعات	776		
دوسری صدی کے واقعات	779		
تیسری صدی کے واقعات	781		
چوتھی صدی کے واقعات	785		
پانچویں صدی کے واقعات	788		
چھٹی صدی کے واقعات	790		
ساتویں صدی کے واقعات	792		
آٹھویں صدی کے واقعات	797		
نویں صدی کے واقعات	802		
دسویں صدی کے واقعات	805		
گیارہویں صدی کے واقعات	810		

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

باب الحوائج الی اللہ جناب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی تاریخ وسوانح اور اس کی چند فصول ہیں۔

پہلی فصل: آنجناب کی ولادت اسم مبارک کنیت اور لقب

آپؑ کی ولادت باسعادت اتوار کے دن ماہ صفر کی سات تاریخ ۱۲۸ھ ایک سو اٹھائیس ہجری مقام ابوا میں جو کہ ایک منزل کا نام ہے مکہ و مدینہ کے درمیان واقعہ ہوئی۔ آپ کا اسم مبارک موسیٰ اور مشہور کنیت ابوالحسن اور ابوابراہیم ہے اور آپؑ کے القاب کاظم، صابر، صالح اور امین ہیں۔ آپؑ کا مشہور لقب وہی کاظم ہے یعنی خاموش اور غصہ کو پی جانے والا۔ کیونکہ آپؑ نے دشمنوں کے ہاتھ سے بہت مصیبتیں اٹھائیں لیکن ان کے لیے بددعا اور نفرین نہیں کی یہاں تک کہ آپؑ کی قید کے زمانہ میں کئی دفعہ کمین گاہ میں آبیٹھے، لیکن انہوں نے ایک لفظ بھی خشم آمیز نہ سُنا اور ابن اثیر جو کہ ایک متعصب سُنی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت کو کاظمؑ کا لقب دیا گیا، کیونکہ آپ ہر اس شخص سے نیکی کرتے جو آپؑ سے برائی کرتا اور آپؑ کی ہمیشہ کی عادت تھی لیکن آپؑ کے اصحاب تقیہ کی وجہ سے کبھی عبد صالح کبھی فقیہ یا علم وغیرہ سے تعبیر کرتے اور آپ لوگوں کے درمیان باب الحوائج کے نام سے مشہور ہیں اور حضرت کی طرف شفاء امراض اور ظاہری و باطنی بیماریوں اور اعضاء و جوارح کے دردوں کے کے لیے خصوصاً آنکھ کے درد کے لیے متوسل ہونا مجرب ہے اور آپؑ کا نقش خاتم حسبی اللہ اور دوسری روایت ہے الملک للہ وحدہ تھا اور آپؑ کی والدہ علیا مخدرہ حمیدہ مصفاۃ ہیں جو کہ اشراف اعاظم میں سے تھیں۔ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ حمیدہ خاتون ہر قسم کی ناپاکی سے عمدہ سونے کی طرح صاف و شفاف ہے ہمیشہ ملائکہ اس کی حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ وہ مجھ تک پہنچی بسبب اس کرامت کے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لیے اور میرے بعد کی حجت کے لیے ہے۔

شیخ کلینی قطب راوندی اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ ابن عکاشہ اسدی امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ان کی خدمت میں کھڑے تھے۔ حضرت نے ابن عکاشہ کی عزت و تکریم کی اور اس کے لیے انگور منگوائے۔ گفتگو کے دوران ابن عکاشہ نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ آپ کیوں جناب جعفر علیہ السلام کی شادی نہیں کرتے ،حالانکہ وہ شادی کے سن کو پہنچ چکے ہیں۔ آپؑ کے پاس سونے کی تھیلی رکھی ہوئی تھی آپؑ نے فرمایا بہت جلدی ایک بردہ فروش اہل بربر میں سے آئے گا اور میمون کے مقام پر قیام کرے گا اور اس زر سے اس کے لیے ایک کنیز خریدوں گا۔

راوی کہتا ہے کہ چند دنوں کے بعد میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ اس بردہ فروش کی بات تمہیں بتاؤں کہ جس کے متعلق میں نے کہا تھا کہ میں اس سے جعفرؑ کے لیے ایک کنیز خرید کرونگا۔ اب وہ آچکا ہے، جاؤ اور اس تھیلی

کے ساتھ اس سے ایک کنیز خرید کر لے آؤ۔ جب ہم اس بردہ فروش کے ہاں گئے تو وہ کہنے لگا جو کنیزیں میرے پاس تھیں میں وہ سب بیچ چکا ہوں، اب میرے پاس صرف دو کنیزیں رہ گئی ہیں کہ جن میں سے ایک دوسری سے بہتر ہے۔ ہم نے کہا کہ انہیں لے آؤ تا کہ ہم دیکھیں جب وہ انہیں لے آیا تو ہم نے کہا کہ یہ کنیز جو زیادہ خوبصورت ہے کتنے میں بیچو گے، کہنے لگا اس کی آخری قیمت ستر دینار ہے۔ اس نے کہا کہ احسان کرو ہم اس قیمت سے کچھ کم کرو، کہنے لگا بالکل کم نہیں کروں گا، ہم نے کہا کہ جو کچھ اس تھیلی میں ہے اس سے ہم خرید کرتے ہیں، ایک سفید پوش بزرگ اس کے ساتھ تھا، وہ کہنے لگا اس کی مہر توڑ کر اس کو شمار کرو، بردہ فروش کہنے لگا فضول ہے اس کو کھولنا اگر ستر دینار سے ایک دانہ بھی کم ہوا تو میں نہیں بیچوں گا۔ وہ بوڑھا کہنے لگا مہر توڑ کر شمار کرو۔ جب ہم نے شمار کیا تو ستر دینار تھے نہ کم نہ زیادہ، پس وہ کنیز لے کر ہم حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام آپؑ کے پاس کھڑے تھے اور جو کچھ واقعہ گزرا تھا وہ ہم نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا، حضرت نے ہماری تعریف کی اور کنیز سے پوچھا تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کہا میرا نام حمیدہ ہے، فرمایا تو دنیا میں پسندیدہ اور آخرت میں تیری حمد وتعریف کی جائے گی۔ مولف کہتا ہے کہ جو کچھ میرے لیے بعض روایات سے ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ مخدرہ اتنی فقیہ اور احکام ومسائل کو جاننے والی تھیں کہ حضرت صادق علیہ السلام عورتوں کو حکم دیتے کہ اخذ مسائل اور احکام دین میں جناب حمیدہ کی طرف رجوع کرو۔

شیخ کلینی وصفار اور دوسرے علماء ابوبصیر سے روایت کی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ جس سال حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے تو میں حضرت صادق علیہ السلام کی معیت میں سفر حج پر جا رہا تھا، جب ہم منزل ابواء میں پہنچے تو حضرت نے ہمارے لیے صبح کا کھانا منگوایا تو زیادہ اور عمدہ کھانا لے آئے، کھانے کے دوران حمیدہ کی طرف سے قاصد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ جناب حمیدہ کہہ رہی ہیں کہ مجھ میں وضع حمل کے آثار ظاہر ہو رہے ہیں اور آپؑ نے فرمایا تھا کہ جب اثر ظاہر ہو تو مجھے خبر دینا، کیونکہ یہ بچہ دوسرے بچوں کی طرح نہیں ہے، پس حضرت شاد و خوشحال اٹھے اور حرم کے خیمہ کی طرف متوجہ ہوئے اور تھوڑی دیر کے بعد شگفتہ اور ہنستے ہوئے آستین الٹی ہوئیں تشریف لائے، ہم نے عرض کیا خدا ہمیشہ آپ کے لبوں کو ہنستے ہوئے اور دل کو خوش رکھے، حمیدہ کی حالت کیسی ہے، حضرت نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے ایسا بیٹا عطا فرمایا ہے جو کہ بہترین خلق خدا ہے اور حمیدہ نے اس کے متعلق چند امور کی خبر دی کہ جن پر میں اس کی نسبت زیادہ مطلع تھا، ابوبصیر نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں حمیدہ نے آپؑ کو کیا بتایا ہے، آپ نے فرمایا حمیدہ نے کہا ہے کہ جب وہ مولود مبارک زمین پر آیا ہے تو اس نے اپنے ہاتھ زمین پر رکھ دیئے اور اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا ہے، میں نے اس سے کہا ہے کہ ایسے ہی ہے حضرت رسولؐ اور ہر اس امام کی ولادت کی علامت جو کہ آپؑ کے بعد ہیں۔

شیخ برقی نے منہال قصاب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں مکہ سے نکلا مدینہ سے مشرف ہونے کے قصد سے جب میں ابواء سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ خداوند عالم نے حضرت صادق علیہ السلام کو مولود عطاء فرمایا ہے، پس میں حضرت سے پہلے مدینہ میں وارد ہوا اور حضرت مجھ سے ایک دن بعد تشریف لائے، پس آپؑ نے تین دن تک لوگوں کو کھانا کھلایا اور میں ان لوگوں میں سے ایک تھا جنہوں نے حضرت کا کھانا کھایا اور اتنا کھانا کھاتا تا کہ دوسرے دن تک کھانے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی کہ پھر آپؑ کے دسترخوان پر

آ کے کھاتا اور تین دن تک میں نے آپؑ کے کھانے سے اتنا کھایا کہ میرا پیٹ پر ہو جاتا اور کھانے کے بوجھ سے تکیہ کا سہارا لیتا اور پھر دوسرے دن کوئی چیز نہ کھاتا۔روایت ہے کہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپؑ کو اپنے بیٹے موسیٰؑ سے کتنی محبت ہے،فرمایا اتنی محبت ہے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ میرا اس کے علاوہ کوئی دوسرا بیٹا نہ ہوتا تو میری پوری محبت اسی کے لیے ہوتی اور اس میں کوئی دوسرا شریک نہ ہوتا۔

شیخ مفید نے یعقوب سراج سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں دیکھا کہ آپؑ اپنے بیٹے ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کے سراہنے کھڑے ہیں اور وہ گہوارے میں ہیں۔پس آپ اس سے طویل وقت تک راز و نیاز کی باتیں کرتے رہے میں بیٹھ گیا،یہاں تک کہ آپ فارغ ہوئے،پس میں اٹھ کر آپؑ کے پاس گیا تو فرمایا جاؤ اور اپنے مولا کو سلام کرو۔میں ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کے قریب گیا اور ان کو سلام کیا تو انہوں نے فصیح زبان میں مجھے سلام کا جواب دیا۔اس کے بعد فرمایا جا کر اپنی لڑکی کا نام تبدیل کرو جو تم نے کل رکھا تھا،کیونکہ وہ ایسا نام ہے جسے خدا مبغوض رکھتا ہے،یعقوب کہتا ہے کہ خداوند عالم نے مجھے ایک بیٹی کرامت فرمائی تھی اور میں نے اس کا نام حمیرا رکھا تھا،حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا اطاعت کرو اپنے مولا کے حکم کی تا کہ رشد یعنی راہ راست تمہیں نصیب ہو،پس میں اپنی لڑکی کا نام بدل دیا۔

دوسری فصل

امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے مکارمِ اخلاق اور آپ کی عبادت، سخاوت مناقب ومفاخر کے مختصر واقعات

کمال الدین بن طلحہ شافعی آپؑ کے حق میں کہتا ہے وہ امام ہیں بڑی قدر ومنزلت والے عظیم الشان کثیر التہجد اطاعت خدا میں زیادہ جدوجہد کرنے والے عبادت کے ساتھ مشہور اور اطاعت پر دوام پابندی اور مواظت رکھنے والے کرامات کے ساتھ مشہور ساری رات سجدہ وقیام میں گزار دینے والے اور دن کو صدقہ اور روزے میں بسر کرنے والے اور بہت زیادہ علم والے اور تقصیر کرنے والوں کے جرم سے درگزر کرنے کے سبب ان کے حق میں کاظم کہا گیا ہے اور جو آپؑ سے برائی کرتا ہے اسے اچھائی اور نیکی کی جزا دیتے اور جو آپؑ سے زیادتی اور جنایت کرتا اسے عفو کرتے اور زیادہ عبادات کی وجہ سے ان کا نام عبد صالح ہو گیا اور عراق میں باب الحوائج الی اللہ کے لقب سے مشہور ہیں کیونکہ جو شخص آپؑ سے متوسل ہوا اس نے اپنی حاجت پائی، ان کی کرامات پر عقلیں حیران اور فیصلہ کرتی ہیں کہ انہیں خدا کے ہاں قدم صدق کا مقام حاصل ہو گیا ہے جو نہ پھسلتا ہے اور نہ اپنی جگہ سے ہٹتا ہے۔ انتہی

خلاصہ یہ کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اپنے اہل زمانہ سے زیادہ عابد سب سے سخی اور تمام لوگوں سے گرامی قدر تھے اور روایت ہے کہ آپؑ رات کے وقت نوافل کے لیے کھڑے ہوتے اور مسلسل نماز پڑھتے رہتے، نماز صبح تک اور جب صبح کی واجب نماز پڑھ لیتے تو سورج نکلنے تک تسبیحات پڑھتے رہتے پھر سجدہ الٰہی میں جاتے اور مسلسل سجدہ اور خدا کی حمد میں رہتے اور سر نہ اٹھاتے، قریب زوال تک اور یہ دعا بہت پڑھتے اللھم انی اسئلك الراحته عند الموت والعفو عند الحساب اور بار بار یہ کہتے اور نیز یہ بھی آپ کی دعا تھی عظم الذنب من عبدك فليحسن العفو من عندك اور خوف خدا سے اتنا گریہ کرتے کہ آنسوؤں سے آپؑ کی ریش مبارک تر ہو جاتی اور تمام لوگوں کی نسبت آپؑ کا صلہ رحم اور احسان اپنے اہل وعیال اور ارحام کے لیے زیادہ تھا اور فقراء مدینہ کی پرستاری فرماتے جب رات ہوتی تو اپنی پشت پر زنبیل اٹھا لیتے جن میں سونا چاندی کے درہم و

دینار، آٹا خرمے ہوتے اور وہ ان کے لیے لے جاتے اور فقراء کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ چیزیں کس کی طرف سے ہیں اور وہ بزرگوار کریم تھے اور ہزار غلام آزاد کئے تھے اور ابوالفرج کہتا ہے کہ جب حضرت کو یہ خبر ملتی کہ فلاں شخص پریشان اور بدحال ہے تو آپؑ اس کے لیے دیناروں کی تھیلی بھیجتے اور آپؑ کی تھیلیاں تین سو اور دو سو دینار کے درمیان تھیں اور آپؑ کی وہ تھیلیاں زیادتی مال کے لحاظ سے مشہور تھیں اور لوگوں نے حضرت سے روایت وہ اپنے زمانہ کے زیادہ فقیہ اور سب سے زیادہ حافظ قرآن تھے جو آپؑ کی تلاوت سنتا تو گریہ کرنے لگتا اور مدینہ کے لوگ آپؑ کو زین المجتہدین کہتے اور غصہ پی جانے اور جو ظالمین کی طرف سے آپؑ پر ظلم ہوتا اس پر صبر کرنے کی وجہ سے آپ کا نام کاظم ہو گیا یہاں تک کہ وہ قید و بند میں شہید ہو کر رخصت ہوئے اور فرماتے تھے کہ میں ہر روز پانچ ہزار دفعہ استغفار کرتا ہوں اور خطیب بغدادی (جو کہ اعاظم اہل سنت اور ان کے موثق اور قدیم مورخین میں سے ہے) کہتا ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو شدت عبادت اور کوشش و اجتہاد کی وجہ سے عبد صالح کہتے تھے اور کہتا ہے کہ روایت ہوئی ہے کہ حضرت مسجد نبوی میں داخل ہوئے اور اول شب سر سجدہ میں رکھا میں لوگوں نے سنا کہ مسلسل کہہ رہے تھے۔**عظم الذنب من عبدك فليحسن العفو من عندك** اور یہ بار بار کہا یہاں تک کہ صبح ہو گئی اور اس روایت میں ہے کہ جو مامون نے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ہارون الرشید کے پاس جانے کے سلسلے میں نقل کی ہے، مامون کہتا ہے کہ اچانک میرے باپ کے ہاں ایک سن رسیدہ بزرگ آئے کہ جن کا چہرہ شب بیداری اور عبادت سے زرد اور متورم رنجور اور لاغر کر دیا تھا یہاں تک کہ وہ خشک مشک کی طرح ہو گئے تھے اور سجدوں کی کثرت نے ان کے چہرہ اور ناک کو زخمی کر دیا تھا اور آپ پر جو صلوات بھیجی جاتی ہے اس میں آپ کی توصیف میں کہا گیا ہے اے طویل سجدوں اور زیادہ آنسوؤں والے۔

مولف کہتا ہے کہ مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں چند روایات حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے مناقب و مفاخر کی بیان کروں۔

پہلی روایت: رات دن آپؑ کے سجدے اور عبادت کا بیان

شیخ صدوق نے عبداللہ قزوینی سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں فضل بن ربیع کے پاس گیا وہ اپنے مکان کی چھت پر بیٹھا تھا جب اس کی نگاہ مجھ پر پڑی تو اس نے مجھے بلایا جب میں اس کے قریب گیا تو کہنے لگا! اس روشن دان سے اس مکان میں دیکھو تمہیں کیا نظر آتا ہے میں کہا زمین پر پڑا ہوا ایک کپڑا مجھے نظر آتا ہے۔اس نے کہا اچھی طرح دیکھو جب میں نے غور کیا تو کہا کہ کوئی شخص سجدہ میں پڑا ہے، کہنے لگا کہ کیا اسے پہچانتے ہو میں نے کہا کہ نہیں، اس نے کہا کہ یہ تیرا آقا و مولا ہے میں نے کہا میرا مولا کون ہے، وہ کہنے لگا کہ تو میرے سامنے تجاہل کرتا ہے، میں نے کہا کہ میں کسی کو اپنا مولا گمان نہیں کرتا، اس نے کہا یہ موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام ہیں، میں رات دن ان کے حالات کی دیکھ بھال کرتا ہوں لیکن انہیں نہیں دیکھتا مگر اسی حالت میں جو تم دیکھ رہے ہو جب صبح کی نماز پڑھ لیتے ہیں تو سورج نکلنے تک تعقیبات میں مشغول ہیں پھر سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور مسلسل زوال شمس تک سجدہ میں رہتے ہیں اور کسی کو

موکل کیا ہے کہ جب سورج زوال کرے تو وہ انہیں خبر دے، جب سورج زوال کرتا ہے تو کھڑے ہوجاتے ہیں اور تجدید وضو کئے بغیر نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں تو ہم جانتے ہیں کہ وہ سجدہ میں سوئے نہیں تھے، جب ظہر وعصر کی نماز نوافل کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں تو پھر غروب آفتاب تک سجدہ میں چلے جاتے ہیں اور جب شام ہوجاتی ہے تو نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں اور حدث کئے اور تجدید وضو کئے بغیر نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں اور مسلسل نماز وتعقیبات میں رہتے ہیں یہاں تک کہ نماز عشاء کا وقت ہوجاتا ہے اور وہ نماز عشاء ادا کرتے ہیں اور جب نماز عشاء کے تعقیبات سے فارغ ہوتے ہیں تو بریانی سے افطار کرتے ہیں، جوان کے لیے لے آتے ہیں پھر تجدید وضو کرتے ہیں اور اس کے بعد سجدہ بجالاتے ہیں اور جب سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لیے بستر خواب پر استراحت کرتے ہیں پھر کھڑے ہوکر تجدید وضو کرتے ہیں اور مسلسل عبادت نماز دعا اور تضرع وزاری میں صبح تک رہتے ہیں اور صبح طلوع کرتی ہے تو نماز صبح میں مشغول ہوجاتے ہیں اور جب سے انہیں میرے پاس لے آئے ہیں ان کی یہی عادت ہے اور اس حالت کے علاوہ میں نے ان سے کوئی چیز نہیں دیکھی، جب میں نے اس سے یہ باتیں سنیں تو میں نے کہا کہ خدا سے ڈرو اور کوئی بُرا ارادہ ان کے متعلق نہ کرنا ورنہ وہ تمہاری نعمت کے زوال کا سبب ہوگا، کیوں کے جس شخص نے بھی ان سے برائی کی ہے وہ بہت جلدی دنیا میں اپنی جزا کو پہنچا ہے، فضل کہنے لگا بارہا میرے پاس پیغام بھیجا ہے کہ میں انہیں شہید کروں لیکن میں نے یہ پیش کش قبول نہیں کی اور انہیں بتادیا ہے کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا، اور اگر مجھے قتل بھی کردیں تو بھی جس چیز کی توقع مجھ سے رکھتے ہیں میں وہ نہیں کروں گا۔

دوسری روایت:

حضرت کی اس دعا میں ہے جو قید سے چھٹکارا کے متعلق ہے اور نیز روایت کی ہے ماجیلویہ سے علی بن ابراہیم سے اس کے باپ سے وہ کہتا ہے میں نے بعض اصحاب سے سنا وہ کہتا تھا کہ جس وقت ہارون الرشید نے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو قید کیا تو رشید کی طرف سے آپؑ کو یہ خبر پہنچی تھی کہ وہ انہیں قتل کردے گا جب رات ہوئی تو آپؑ نے تجدید وضو کی اور قبلہ رخ ہوکر چار رکعت نماز پڑھی پس یہ دعا زبان پر جاری کی ''یا سیدی بجنی من حبس هارون رشید و خلصنی من یده یا مخلص الشجر من بین رمل وطین وماءٍ ویا مخلص اللبن من بین فرث ودم و یا مخلص الولد من بین مشیمة ورحم ویا مخلص النار من بین الحدید والحجر ویا مخلص الروح من بین الاحشاء والامعاء خلصنی من یدی هارون''

وہ کہتا ہے کہ جب امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے یہ دعا پڑھی تو سیاہ رنگ کا مرد ہارون کو عالم خواب میں نظر آیا اس کے ہاتھ میں ننگی تلوار تھی اور اس کے سرہانے کھڑا اور کہہ رہا تھا اے ہارون موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو رہا کردے ورنہ تیری گردن اس تلوار سے اڑا دوں گا۔ ہارون ڈرا اور حاجب کو بلایا اور کہا کہ زندان میں جاؤ اور موسیٰؑ کو رہا کردو، حاجب باہر آیا اور زندان کا دروازہ کھٹکھٹایا، زندانبان کہنے لگا کون ہے، کہنے لگا خلیفہ موسیٰؑ کو بلا رہا ہے، زندانبان نے کہا اے موسیٰ خلیفہ آپؑ کو بلا رہا ہے ہیں، حضرت ڈرتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا مجھے رات کے وقت کسی برائی کے علاوہ نہیں بلایا، پس آپ غمناک ہارون کے پاس آئے اور

سلام کیا، ہارون نے سلام کا جواب دیا اور کہا آپؑ کو خدا کی قسم دیتا ہوں کیا اس رات کوئی دعا آپؑ نے مانگی ہے فرمایا، ہاں۔ کہنے لگا کیا دعا مانگی ہے فرمایا تجدید وضو کر کے چار رکعت نماز پڑھی ہے اور آنکھیں آسمان کی طرف بلند کی ہیں اور میں نے کہا ہے کہ اے میرے سید و سردار مجھے ہارون کے ہاتھ اور شر سے نجات دے۔

ہارون نے کہا کہ خداوند عالم نے آپؑ کی دعا قبول کی ہے پس آپؑ کو تین خلعتیں دیں اور اپنا گھوڑا سواری کے لیے دیا اور آپؑ کی عزت و تکریم کی اور اپنا ندیم بنایا۔ پھر کہنے لگا وہ دعا کے کلمات مجھے تعلیم کیجئے پھر انہیں حاجب کے سپرد کیا کہ انہیں ان کے گھر پہنچا دو اور موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس شریف و کریم ہوئے اور ہر جمعرات کو اس کے پاس آتے تھے یہاں تک کہ دوبارہ آپؑ کو قید کر دیا اور پھر رہا نہیں کیا یہاں تک کہ آپؑ کو سندی بن شاہک کے سپرد کیا اور اس ملعون نے آپؑ کو زہر سے شہید کر دیا۔

تیسری روایت: ہارون کی کنیز کا آپؑ کی برکت سے عبادت گزار ہو جانا

روایت ہے کہ ہارون رشید نے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس ایک عقلمند اور صاحب جمال کنیز کو زندان میں بھیجا، جب کہ آپؑ قید میں تھے اور ظاہراً اس کے بھیجنے کا مقصد یہ تھا کہ شاید حضرت اس کنیز کی طرف میل و رغبت کریں تو آپؑ کی قدر و منزلت لوگوں کی نظر میں کم ہو جائے یا حضرت کو ختم کرنے کا کوئی بہانہ مل سکے اور ایک خادم بھیجا جو حالات کی جستجو کرے اس خادم نے دیکھا کہ وہ کنیز مسلسل سجدہ الٰہی میں ہے اور سر نہیں اٹھاتی اور وہ کہتی ہے قدوس قدوس، سبحانک سبحانک سبحانک سبحانک، پس اس کنیز کو ہارون کے پاس لے گئے تو دیکھا کہ وہ خوف خدا کے مارے کانپ رہی ہے اور اس کی نگاہیں آسمان کی طرف ہیں اور وہ نماز میں مشغول ہو گئی۔ اس سے کہا گیا کہ یہ کیسی حالت ہے جو تجھ میں پیدا ہو گئی ہے وہ کہنے لگی کہ میں عبد الصالح کو اسی طرح دیکھا ہے اور ہمیشہ وہ کنیز اسی حالت میں رہی یہاں تک کہ اس کی وفات ہوئی اور ابن شہر آشوب نے اس روایت کو زیادہ تفصیل سے ذکر کیا ہے اور علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے جلاء العیون میں لکھا ہے۔

چوتھی روایت: حضرت کا عمری بدکردار کے ساتھ حسن خلق

شیخ مفید اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ مدینہ طیبہ میں ایک شخص خلیفہ دوم کی اولاد میں سے رہتا تھا جو ہمیشہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو تکلیف دیتا اور آپؑ کو برا بھلا کہتا اور جب حضرت کو دیکھتا تو امیر المومنین کو گالیاں دیتا تھا یہاں تک کہ آپؑ کے متعلقین میں سے کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم اس فاجر کو قتل کر دیں۔ آپؑ نے انہیں سختی کیساتھ اس کام سے منع کیا اور انہیں جھڑک دیا اور پوچھا کہ وہ شخص کہاں ہے عرض کیا گیا مدینہ کی فلاں طرف زراعت میں مشغول ہے حضرتؑ سوار ہوئے اور مدینہ سے اسے دیکھنے کے لیے تشریف لے گئے، جب پہنچے تو وہ اپنے کھیت میں کھڑا تھا۔ حضرت اسی طرح گدھے پر سواری کی حالت میں اس کے کھیت میں داخل ہو گئے وہ شخص چلانے لگا کہ ہماری زراعت کو خراب نہ کرو اور اسی راستہ سے نہ آؤ، حضرتؑ جس طرح جا رہے تھے

چلتے رہے یہاں تک کہ اس کے قریب جا کر بیٹھ گئے اور اس سے کشادہ روئی کے ساتھ ہنستے ہوئے باتیں کرنے لگے اور اس سے سوال کیا کہ تو نے اس کھیت پر کتنا خرچ کیا ہے کہنے لگا کہ سو اشرفی، آپ نے فرمایا کتنی امید ہے کہ اس سے حاصل کرے، کہنے لگا میں غیب نہیں جانتا، آپؑ نے فرمایا میں نے کہا کتنی آمدنی کی تجھے امید ہے کہنے لگا امید ہے کہ دو سو اشرفی آمدنی ہوگی۔

پس آپ نے کیسہ زر نکالا کہ جس میں تین سو اشرفیاں تھیں اور اس کو دے دیا اور فرمایا اسے لے لو اور تیری زراعت بھی تیرے لیے ہے اور خدا تجھے اس سے روزی دے گا کہ جس کی تو امید رکھتا ہے، عمری کھڑا ہو گیا اور اس نے آپ کے سر کا بوسہ لیا اور حضرت سے درخواست کی کہ اس کی تقصیرات سے درگزر کرتے ہوئے اسے معاف کریں۔ حضرت نے تبسم کیا اور واپس تشریف لائے پھر اسی عمری کو مسجد میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے دیکھا کہ جب اس کی نگاہ حضرت پڑی تو کہنے لگا **اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ** خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں قرار دے رہا ہے اس کے ساتھیوں نے اس کہا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے تو پہلے تو کچھ اور کہتا تھا ، کہنے لگا تم نے سُنا ہے جو میں نے کہا اب پھر سنو۔ پس اس نے آپؑ کو دعا دینا شروع کی اس کے ساتھیوں نے اس سے جھگڑا کیا وہ بھی اس سے جھگڑتا رہا، پس حضرت نے اپنے متعلقین سے کہا کہ کون سا طریقہ بہتر ہے وہ جو تم نے ارادہ کیا تھا یا وہ جو میں نے ارادہ کیا ۔ میں نے تھوڑی سی رقم سے اس کے معاملہ کی اصلاح کر دی ہے اور اس سے اس کے شر کو روک دیا ہے۔

پانچویں روایت: آپؑ کا منصور کے حکم سے نوروز کے دن تہنیت کے لیے بیٹھنا

ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ نوروز کا دن تھا کہ منصور دوانقی نے امام موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ حضرت مجلس تہنیت میں بیٹھیں اور لوگ انہیں مبارک باد دینے کے لیے آئیں اور اپنے ہدیے اور تحفے ان کے پاس لے آئیں اور آنجناب وہ اموال قبض کریں۔ حضرت نے فرمایا میں نے ان اخبار میں تفتیش و نظر کی ہے جو میرے جد رسولؐ خدا سے وارد ہوئی ہیں اس عید کے لیے مجھے کوئی چیز نہیں ملی اور یہ عید اہل فارس کی سنت ہے اور اسلام نے اسے محو کر دیا ہے اور میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں کہ ایسی چیز کا احیاء کروں جسے اسلام نے محو کر دیا ہو۔

منصور کہنے لگا کہ یہ لشکر کی سیاست کے لیے ہے اور آپؑ کو خدائے عظیم کی قسم دیتا ہوں کہ اس کو قبول کرتے ہوئے آپ مجلس میں بیٹھیں، پس حضرت نے قبول کیا اور مجلس تہنیت میں بیٹھ گئے امراء اور اعیان لشکر آپؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور آپؑ کو تہنیت و مبارک باد دینے لگے اور اپنے ہدیے اور تحفے آپؑ کی خدمت میں پیش کرنے لگے، منصور نے ایک خادم کو موکل کیا ہوا تھا جو آپؑ کے پاس کھڑا تھا اور وہ ان اموال کو ایک رجسٹر میں ثبت کرتا جا رہا تھا جب سب لوگ آ چکے تو ان کے آخر میں ایک بوڑھا شخص وارد ہوا، اس نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں ایک فقیر آدمی ہوں میرے پاس مال تو نہیں تھا جو آپ کے پاس بطور تحفہ پیش کرتا البتہ آپ کے لیے تین بیت کا تحفہ لایا ہوں جو میرے جد نے آپ کے جد امام حسین علیہ السلام کے مرثیہ میں کہے ہیں اور وہ تین بیت یہ ہیں۔

عجبت لمصقول علاك فرنده
یوم الهیاج وقد علاك غبار
ولاسهم ففذتك دون حرائر
یدعون جدك والدموع غزار
الا تقضقضت السهام دعا قها
عن جسمك الا جلال والا كبار

مجھے تعجب ہے صیقل شدہ تلوار سے جنگ کے دن جس کا جوہر تیرے اوپر تھا اور تیرے اوپر گردوغبار تھا اوران تیروں سے جو شریف زادیوں کے سامنے تیرے جسم کے آر پار تھے وہ اپنے جد بزرگوار کو پکارتی تھیں اور کثرت سے آنسو بہہ رہے تھے تیر کیوں نہیں ٹوٹ گئے اور تیرے جسم سے اجلال و بزرگی نے انہیں کیوں نہیں روکا، حضرت نے فرمایا میں تیراہدیہ قبول کیا بیٹھ جاؤ ''بارك الله فيك'' خدا تجھے برکت دے، پس آپ نے منصور کے خادم کی طرف سر بلند کیا اور فرمایا امیر کے پاس جاؤ اور اسے خبر کردو کہ اتنا مال جمع ہوا ہے اس مال کا کیا کرنا ہے، خادم گیا اور واپس آ کر کہنے لگا منصور کہہ رہا ہے کہ میں نے یہ تمام مال آپؑ کو بخشا ہے جہاں چاہیں اسے خرچ کریں تو آپ نے اس بوڑھے شخص سے کہا کہ یہ تمام مال اٹھالو اور اپنے قبضہ میں کرلو یہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

چھٹی روایت: آپ کا والی کو خط لکھنا ایک مومن کے حق میں وصیت کرتے ہوئے

علامہ مجلسی نے بحار میں امام موسیٰ بن جعفرؑ حالات میں کتاب فضاء حقوق المومنین سے نقل کیا ہے کہ اس نے اپنی سند کے ساتھ اہل رَے کے ایک شخص سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ یحییٰ بن خالد کے محتسبوں میں سے ایک شخص ہم پر والی بنا اور بادشاہ کی طرف سے میری گردن پر خراج کا اتنا بقایا تھا کہ اگر وہ مجھ سے لیتے تو میں فقیر و محتاج ہوجاتا۔ جب وہ شخص والی ہوا تو مجھے خوف ہوا کہ کہیں وہ مجھے بلائے اور مال ادا کرنے پر مجبور کرے، بعض لوگوں نے کہا کہ یہ والی اس مذہب سے تعلق رکھتا ہے اور دعویٰ تشیع رکھتا ہے پھر بھی میں ڈرتا تھا کہ شاید وہ شیعہ نہ ہو اور جب میں اس کے پاس جاؤں تو وہ مجھے قید کرلے گا اور مال کا مطالبہ کرے اور مجھے کچھ آسیب و آزار پہنچائے مجبوراً میری یہ پختہ رائے ہوئی کہ اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگوں اور اپنے امامؑ زمانہ کی خدمت میں مشرف ہوکر اپنا حال آپؑ سے عرض کروں تاکہ وہ میرے لیے کوئی چارہ کریں۔ پس میں نے حج کا سفر کیا اور اپنے مولا حضرت صابر یعنی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے حالات کی شکایت کی اور اپنا چارہ کار آپؑ سے طلب کیا، حضرت نے اس والی کے لیے خط لکھا اور مجھے عطا فرمایا تاکہ اس تک پہنچاؤں اور خط میں آپ نے یہ کلمات تحریر فرمائے تھے۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ اعلم ان لله تحت عرشه ظلا يسكنه الاّمن اسدى الى اخيه معروفاً اونفس عنه كربةً اَوادخل علىٰ قلبه سُروراً وهذا

اخوك والسلام۔

یعنی جان لو کہ عرش کے نیچے خدا کا ایک سایہ رحمت ہے کہ جس میں جگہ نہیں ملے گی مگر اس شخص کو جو نیکی و احسان کرے اپنے بھائی کے ساتھ یا اس کے دکھ درد اور تکلیف کو دور کرے یا اس کے دل میں خوشی اور سرور داخل کرے اور یہ تیرا بھائی ہے، والسلام۔

پس جب میں حج سے واپس آیا تو رات کے وقت والی کے مکان پر گیا اور اجازت چاہی اور میں نے کہا کہ والی کی خدمت میں عرض کرو کہ ایک شخص حضرت صابر علیہ السلام سے آپؑ کے لیے پیغام لایا ہے، جب یہ خبر اس والی خدا پرست کو ملی تو وہ خود خوشی میں ننگے پاؤں دروازے تک آیا، دروازہ کھولا، مجھے بوسے دیئے اور مجھ سے بغل گیر ہوا اور بار بار میری آنکھوں درمیان کے بوسہ دیتا اور بار بار امام علیہ السلام کے حالات پوچھتا اور جب میں اسے آپؑ کی سلامتی کی خبر دیتا تو وہ خوش ہوتا اور شکر خدا بجالاتا۔ پس مجھے گھر کے اندر لے گیا صدر مجلس میں بیٹھایا اور میرے مدمقابل بیٹھ گیا، پس میں نے امام کا خط نکالا اور اسے دیا جب اس نے اس خط کو لیا تو کھڑا ہو گیا اور اسے چوما پڑھا اور جب اس کے مضمون پر مطلع ہوا تو اس نے اپنا مال ولباس منگوایا اور جو کچھ درہم و دینار اور لباس تھا وہ برابر برابر مجھ پر تقسیم کیا اور جس مال کی تقسیم ممکن نہیں تھی اس کی قیمت مجھے ادا کی اور جس چیز کو میرے ساتھ تقسیم کرتا اس کے بعد کہتا اے بھائی میں نے تجھے خوش کیا ہے؟ میں کہتا ہاں خدا کی قسم آپؑ نے مجھے خوش کیا ہے، پھر مطالبات کا دفتر اور رجسٹر منگوایا اور جو کچھ میرے نام تھا اسے مٹا دیا اور مجھے ایک تحریر برائت نامے کی دی اس مال سے جو بادشاہ مجھ سے چاہتا تھا، پس میں اس سے وداع ہوا اور اس کی خدمت سے باہر آیا اور اپنے دل میں کہا کہ اس شخص نے جو کچھ میرے ساتھ احسان و نیکی کی ہے میں اس کا بدلہ دینے کی قدرت تو نہیں رکھتا بہتر ہے کہ میں سفر حج پر جاؤں اور موسم حج میں اس کے لیے دعا کروں اور اپنے مولا کی خدمت میں بھی شرفیاب ہوں اور اس شخص کے احسان کو جو اس نے مجھ سے کیا ہے وہ حضرت کے سامنے نقل کروں تا کہ آنجناب بھی اس کے لیے دعا کریں۔ پس میں حج کے لیے گیا اور اپنے مولا کی خدمت میں پہنچا، میں نے اس شخص کا سارا واقعہ بیان کرنا شروع کیا میں بات کرتا تھا اور بار بار آپؑ کا چہرہ خوشحالی اور سرور سے چمک اٹھتا میں نے عرض کیا اے مولا کیا اس کے کاموں نے آپ کو مسرور کیا ہے۔ امیر المومنین کو مسرور کیا ہے خدا کی قسم میرے جد امجد رسول خداؐ کو مسرور کیا ہے اور بیشک خداوند عالم کو مسرور کیا ہے مولف کہتا ہے کہ حدیث شیخ احمد بن فہد نے کتاب عدۃ الداعی میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ یقطین حسن بن علی بن یقطین کے دادا سے روایت کی ہے اور فرمایا ہے کہ وہ اہواز میں تھا اور صابر کی جگہ صادق علیہ السلام مذکور ہے اور علامہ مجلسی نے بحار کی کتاب عشرت میں ابن فہد کی روایت کی طرف اشارہ کیا ہے اور فرمایا کہ یہ روایت جو حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے مروی ہے زیادہ ظاہر ہے۔

ساتویں روایت: حضرت کا بشر حافی کی توبہ کا سبب بننا

علامہ حلی نے منہاج الکرامتہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ہاتھ پر بشر حافی نے توبہ کی اور اس کا

سبب یہ ہوا کہ ایک دن حضرت بغداد میں اس کے گھر کے دروازے کے پاس سے گزرے تو آپؑ نے سنا کہ ساز وغنا اور لے ورقص کی آواز اس کے گھر سے آرہی ہے، پس اس گھر سے ایک کنیز نکلی کہ جس کے ہاتھ میں کوڑا کرکٹ تھا وہ اس نے گھر کے دروازے پر پھینک دیا۔حضرت نے اس سے فرمایا اے کنیز اس مکان کا مالک آزاد ہے یا غلام، اس نے کہا کہ آزاد ہے، فرمایا سچ کہتی ہوا گر غلام ہوتا تو اپنے آقا سے ڈرتا، کنیز جب لوٹ کر گئی تو بشر شراب نوشی پر تھا اس نے پوچھا کیا وجہ ہے تو نے دیر کی، کنیز نے بشر سے حکایت بیان کی، بشر ننگے پاؤں باہر کی طرف بھاگا اور حضرتؑ کی خدمت میں جا کر معذرت کی اور گریہ کیا اور اظہار شرمندگی کے ساتھ اپنی خوشی سے حضرت کے دست شریف پر توبہ کی۔مولف کہتا ہے کہ بشر کی تین بہنیں تھیں جو اس کے طریق پر سالک تھیں اور اہل تصوف کو اس سے بڑی عقیدت ہے اور اسے حافی کہتے تھے اس لیے کہ وہ ہر وقت ننگے پاؤں رہتا تھا۔اس کے ننگے پاؤں رہنے کی ظاہراً وجہ یہ تھی ،چونکہ وہ پابرہنہ دوڑ کر امام موسیٰؑ کی خدمت میں گیا اور سعادت عظمیٰ تک پہنچا تھا اور بعض نے نقل کیا ہے کہ خود اس سے ننگے پاؤں رہنے کا راز پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا، **واللہ جعل لکم الارض بساطاً** خدا نے زمین کو تمہارے لیے فرش بنایا ہے یہ ادب نہیں کہ بادشاہوں کے فرش پر انسان جوتے کے ساتھ رہے، اس کی وفات ۲۲۶ ہجری میں ہوئی۔

آٹھویں روایت: آپؑ کا بوڑھے آدمی کی اعانت میں اہتمام کرنا

زکریا اعور سے روایت ہے کہ وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن موسی علیہ السلام کو نماز کے لیے کھڑے ہوئے دیکھا آپ نماز پڑھ رہے تھے اور آپؑ کے پہلو میں ایک بوڑھا تھا اس نے اپنی جگہ سے اٹھنے کا ارادہ کیا، وہ صاحب اعصا تھا اور چاہتا تھا کہ اپنا اعصا ہاتھ میں لے حضرت نے باوجود یکہ نماز میں تھے خم ہو کر اس بوڑھے کا اعصا اٹھا کر اسے دیا، پھر اپنی نماز کی جگہ کو پلٹے۔

مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کتنا زیادہ اہتمام کرنا چاہیے بوڑھے شخص کے لیے اور اس کی اعانت و تجلیل وتوقیر میں، اسی لیے روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص بوڑھے آدمی کی عزت کرے اس کے سفید بالوں کی وجہ سے تو خداوند عالم قیامت کے دن کے بڑے خوف سے اسے مامون قرار دے گا اور ایسے شخص کی تجلیل کرنا جس نے اسلام میں اپنے بال سفید کئے ہیں خدا کی تجلیل و احترام ہے اور حضرت رسولؐ خدا سے مروی ہے، آپ نے فرمایا کہ بوڑھوں کی عزت کرو کیوں کہ بوڑھوں کی عزت کرنا خدا کی تجلیل وعزت ہے، نیز روایت ہے آپؐ نے فرمایا برکت تمہارے بوڑھوں کے ساتھ ہے اور بوڑھا آدمی اپنی قوم میں مثل پیغمبر کے ہے۔

نویں روایت: آپؑ کا ہارون کے دربار میں جانا اور اس کا آپ کی عزت وتوقیر کرنا

شیخ صدوق نے عیون میں سفیان بن نزار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں مامون کے سرہانے کھڑا تھا کہنے لگا تم

جانتے ہو کہ مجھے تشیع اور شیعیت کس نے سکھائی ہے سب کہنے لگے خدا کی قسم ہم نہیں جانتے کہنے لگا رشید نے مجھے سکھایا ہے وہ کہنے لگے یہ کیسے ہوسکتا ہے، حالانکہ رشید تو اہل بیتؑ کو قتل کرتا تھا کہنے لگا وہ تو ملک وسلطنت کے لیے قتل کرتا تھا ملک عقیم ہے (عقیم اُسے کہتے ہیں جس کے ہاں اولاد نہ ہوتی ہو یعنی ملک وسلطنت میں نسب کوئی فائدہ نہیں دیتا، کیوں کہ انسان اس کی طلب میں بھائی ، باپ، چچا اور بیٹے کو قتل کردیتا ہے) پھر مامون کہتا ہے کہ میں اپنے باپ رشید کے ساتھ ایک سال حج کے لیے گیا جب وہ مدینہ میں پہنچا تو اپنے دربان سے کہا کہ میرے ہاں اہل مکہ ومدینہ مہاجروانصار کی اولاد بنی ہاشم اور باقی قریش میں سے کوئی شخص نہ آنے پائے جب تک کہ وہ اپنا حسب ونسب بیان نہ کرے پس جو شخص آتا وہ کہتا کہ میں فلاں بن فلاں ہوں اپنے آخری جد ہاشم یا قریش مہاجر یا انصار تک شمار کرتا تو رشید اسے پانچ ہزار زرسرخ یا اس سے کم دوسو سرخ تک اس کے آباؤاجداد کے شرف ومہاجرت کے لحاظ سے عطا کرتا، پس میں ایک دن بیٹھا ہوا تھا کہ فضل بن ربیع آیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین دروازے پر ایک شخص کھڑا ہے اور وہ یہ اظہار کرتا ہے کہ وہ موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہے۔ میرے والد نے ہماری طرف رخ کیا (میں امین اور تم موتمن اور باقی سرداران لشکر جو کہ اس کے سرہانے کھڑے تھے) اور کہنے لگا اپنی حفاظت کرنا یعنی کوئی نامناسب حرکت نہ کرنا پھر کہنے لگا انہیں اجازت دو اور وہ نہ اتریں مگر میرے فرش پر، ہم اسی حالت میں تھے کہ ایک بوڑھا آدمی داخل ہوا کہ زیادہ شب بیداری اور عبادت نے اس کا رنگ زرد اور قسم کو بوجھل اور چہرہ متورم کردیا تھا اور عبادت نے اسے لاغر کردیا تھا اور سجدہ نے اس کے چہرہ اور ناک کو زخمی کیا ہوا تھا جب رشید کو دیکھا تو اپنے گدھے سے اُترنے لگا رشید نے بلند آواز سے کہا لا واللہ میرے فرش پر ہی پیادہ ہونا پس دربان اسے پیادہ ہونے سے مانع ہوئے، ہم سب نظر اجلال واعظام کے ساتھ اس کی طرف دیکھ رہے تھے اور وہ اسی طرح گدھے پر سوار آرہا تھا سب افسر اس کے گرداگرد آگئے تھے، پس فرش تک آکر وہ اترا اور رشید کھڑا ہوگیا اور آخر فرش تک اس کا استقبال کیا اور اس کے چہرے اور دونوں آنکھوں کا بوسہ لیا اور اس کے ہاتھ پکڑا کر اسے صدر مجلس میں لاکر اپنے پہلو میں بٹھایا، اس سے باتیں کرنے لگا اور رشید کا منہ اس کی طرف تھا اور اس سے حالات پوچھ رہا تھا پس اس نے کہا اے ابوالحسنؑ آپؑ کے اہل وعیال کتنے ہیں فرمایا پانچ سو سے زیادہ ہیں کہنے لگا یہ سب آپؑ کی اولاد ہیں فرمایا نہیں اکثر موالی اور خادم ہیں باقی رہی میری اولاد تو وہ تیس اور کچھ کم ہیں ان میں سے اتنے بیٹے اور اتنی بیٹیاں، کہنے لگا اپنی بیٹیوں کی شادی ان کے نبی اعمام اور ان کے اکفاء سے کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا اتنی دسترس نہیں کہنے لگا آپ کی جائداد اور زراعت کا کیا حال ہے فرمایا کبھی کچھ ہوجاتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا کہنے لگا، کتنا۔ فرمایا اندزہ دس ہزار دینار ہے کہنے لگا اے ابن عم تو میں اس قدر آپ کو مال دوں گا کہ جس سے آپ اپنے بیٹوں کی شادی کرسکیں اور بیٹوں کو دلہن بنائیں اور آپ کے کھیت آباد ہوسکیں۔

حضرت نے اسے دعا دی اور اس کام میں ترغیب دلائی اس وقت فرمایا اے امیر! خداوند عالم نے اپنے اپنے زمانہ کے والیوں یعنی ملوک وسلاطین پر واجب کیا ہے کہ وہ امت کے فقیروں کو خاک سے اٹھائیں اور قرض خواہوں سے انہیں نجات دلائیں اور عیالداروں کی دستگیری کریں اور ننگوں کو لباس دیں، تنگدستی اور زحمت ومحنت کے جکڑے ہوئے لوگوں سے محبت ونیکی کریں تو اُن سے

اُولیٰ ہے کہ یہ کام کرے۔

کہنے لگا اے ابوالحسنؑ میں یہ کام ضرور کروں گا اس کے بعد آپؑ کھڑے ہو گئے اور رشید بھی آپؑ کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور دونوں آنکھوں اور چہرہ کا بوسہ لیا پھر میری (مین موتمن کی) طرف رخ کیا اور کہنے لگا اے عبداللہ، اے محمد، اے ابراہیم اپنے چچا اور سید وسردار کے ساتھ جاؤ اور ان کی رکاب پکڑ کر انہیں سوار کرو اور ان کے لباس کو درست کرو اور ان کی ان کے گھر تک مشایعت کرو، پس ہم نے ایسا ہی کیا جیسا ہمارے باپ نے کہا تھا راستہ میں جب کہ ہم ان کی مشایعت کر رہے تھے حضرت ابوالحسن نے چھپ کر میری طرف رخ کیا اور مجھے خلافت وحکومت کی بشارت دی اور فرمایا جب اس امر کا مالک ہو جائے تو میرے بیٹے کے ساتھ نیکی کرنا، پس ہم واپس آگئے اور میں باقی بیٹوں کی نسبت باپ کے سامنے زیادہ جرات رکھتا تھا، جب مجلس خالی ہوئی تو باپ نے کہا۔

''اے امیرالمومنین یہ شخص کون تھا کہ جس کی آپ نے تعظیم وتکریم کی اور اس کے لیے اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور اس کا استقبال کیا، اسے صدر مجلس میں بٹھایا اور خود اس سے نیچی جگہ بیٹھے اس کے بعد ہمیں حکم دیا تو ہم نے اس کی رکاب تھامی''

کہنے لگا یہ لوگوں کا امام مخلوق پر اس کی حجت اور اس کے بندوں کے درمیان اس کا خلیفہ ہے میں نے کہا اے امیرالمومنین کیا ایسا نہیں کہ جو صفات آپؑ نے بیان کی ہیں وہ سب آپ کے لیے ہیں، کہنے لگے میں اس گروہ کا ظاہراً اور قہر غلبہ سے امام ہوں اور موسیٰ بن جعفر علیہ السلام امام حق ہے خدا کی قسم اے میرے بیٹے وہ مقام رسولؐ کا مجھ سے اور تمام لوگوں سے زیادہ حق دار ہے اور خدا کی قسم اگر تو بھی اس امر میں یعنی حکومت وخلافت میں مجھ سے نزاع کرے تو تیرا سر کہ جس میں تیری دونوں آنکھیں ہیں قلم کر دوں، کیونکہ ملک عقیم ہے اور جب چاہا کہ مدینہ سے مکہ کی طرف کوچ کرے تو حکم دیا کہ سیاہ تھیلی میں دوسو دینار رکھو اور فضل کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا یہ موسیٰ بن جعفرؑ کے پاس لے جاؤ اور کہو کہ امیرالمومنین کہہ رہے ہیں کہ ہم اس وقت تنگ دست ہیں ہمارا عطیہ اس کے بعد آپ کے پاس آئے گا۔

میں اُٹھا اور آگے بڑھا اور کہا اے امیرالمومنین آپ نے مہاجرین وانصار کی اولاد اور باقی قریش اور بنی ہاشم کو اور انہیں کہ جس کا حسب ونسب بھی تجھے معلوم نہیں پانچ ہزار دینار اور اس سے کم دیا ہے اور موسیٰ بن جعفر کو دوسو دینار دے رہے ہیں جو کہ کم ترین تیرا عطیہ ہے جو تو لوگوں پر کرتا ہے، حالانکہ ان کا اتنا اکرام واجلال واعظام کیا تھا، کہنے لگا اسکت لا امر لك خاموش رہو تمہاری ماں نہ ہو، اگر زیادہ مال اسے دوں تو اس سے مامون نہیں کہ کل ایک لاکھ اپنے شیعہ اور تابعین کی تلواریں میرے منہ پر لگائے اور اگر وہ اور اس کے اہل بیت تنگدست اور پریشان رہے تو یہ بہتر ہے میرے لیے اور تمہارے لیے اس سے کہ ان کا ہاتھ اور آنکھیں فراخ ہوں۔

دسویں روایت: حدیث ہندی اور راہب وراہبہ کا آپ کے ہاتھ پر اسلام لانا

شیخ کلینی نے یعقوب بن جعفر سے روایت کی ہے کہ میں ابوابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے پاس تھا کہ آپؑ کے پاس

نجران یمن میں سے عیسائیوں کا ایک راہب آیا کہ جس کے ساتھ ایک راہبہ عورت بھی تھی پس ان کے حاضر خدمت ہونے کی فضل بن سوار نے اجازت چاہی، امام علیہ السلام نے اس کے جواب میں فرمایا جب کل کا دن ہوتو اُنہیں اُم الخیر کے کنویں کے پاس لے آنا، راوی کہتا ہے کہ دوسرے دن ہم وہاں آ گئے انہیں دیکھا کہ وہ آئے ہوئے ہیں، پس امام علیہ السلام نے حکم دیا تو خرمے کے پتوں سے بنا ہوا ایک بوریا لے آئے اور زمین پر اسے بچھا دیا، پس حضرتؑ تشریف فرما ہوئے اور وہ بھی بیٹھ گئے اس عورت نے بہت سے سوال و مسائل پوچھے اور حضرتؑ نے ان سب کا جواب دیا اس کے بعد حضرت نے اس عورت سے کچھ سوال کئے تو اس کے پاس اُن کا کوئی جواب نہ تھا جو وہ دیتی پس وہ اسلام لے آئی، پھر اس راہب نے سوال کرنے شروع کئے اور حضرت نے ان سب سوالوں کا جواب دیا پس راہب نے کہا کہ میں اپنے دین میں محکم و پختہ تھا اور میں نے روئے زمین پر کوئی عیسائی نہیں چھوڑا کہ جس کا مجھے علم ہوا ہو کہ وہ عالم ہے اور میں اس کے پاس نہ پہنچا ہوں، بتحقیق میں نے سُنا کہ ہند میں ایک شخص ہے کہ جب وہ چاہتا ہے ایک ہی رات دن کے اندر بیت المقدس سے ہو کر واپس اپنے گھر ہندوستان میں چلا جاتا ہے پس میں نے پوچھا کہ یہ شخص ہندوستان میں کس جگہ رہتا ہے بتایا گیا کہ سندان میں، میں نے اس شخص سے پوچھا کہ جس نے اس کے حالات بتائے تھے کہ اس شخص نے یہ قدرت کہاں سے پائی ہے کہنے لگا کہ اس نے وہ اسم سیکھا ہے کہ جو اس آصف وزیر سلیمان کے پاس تھا جس کی وجہ سے وہ اس تخت کو لے آیا تھا جو شہر سبا میں تھا کہ جس کا ذکر خداوند عالم نے تمہاری کتاب میں اور ہمارے لیے کہ ہم صاحب دین ہیں ہماری کتابوں میں کیا ہے، پس حضرت امام موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ خدا کے ایسے کتنے نام ہیں جو پلٹائے نہیں جاتے اس معنی میں کہ (ان سے) ضرور دعا قبول ہوتی ہے راہب کہنے لگا کہ خدا کے نام تو بہت ہیں لیکن ان میں سے محتوم و حتمی کہ جن کے ساتھ سوال کرنے والے کا سوال کرنے والے کا سوال رد نہیں ہوتا اور وہ ناامید نہیں ہوتا وہ سات ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ ان میں سے جو تجھے یاد ہیں وہ بتاؤ۔

راہب کہنے لگا قسم ہے اس خدا کی جس نے موسیٰؑ پر توراۃ نازل کی اور عیسیٰؑ کو عالمین کے لیے عبرت اور شکر گزار صاحبان عقل کے لیے امتحان بنایا اور محمدؐ کو برکت و رحمت بنایا اور علیؑ کو عبرت و بصیرت بنایا یعنی لوگوں کے لیے عبرت کا سبب اور دین میں ان کی بینائی و بصیرت کا ذریعہ اور اوحیاء علیہم السلام کو محمد و علیؑ کی نسل میں قرار دیا کہ میں ان سات اسماء کو نہیں جانتا اور اگر وہ مجھے معلوم ہوتے تو میں ان کی تلاش میں آپ کے کلام کا محتاج نہ ہوتا اور نہ میں آپؑ کے پاس آتا اور نہ آپؑ سے سوال کرتا۔

پس حضرت نے اس سے فرمایا کہ اس ہندوستانی کے ذکر کی طرف پلٹو، راہب کہنے لگا کہ میں نے وہ نام سُنے لیکن ان کے باطن و ظاہر کو نہیں جانتا ہوں کہ وہ کیا ہیں اور کیسے ہیں اور ان کے پڑھنے کا مجھے علم نہیں تھا، پس میں روانہ ہوا یہاں تک کہ میں ہندوستان کے سندان شہر میں پہنچا تو میں نے اس شخص کے حالات پوچھے لوگوں نے بتایا کہ اس نے پہاڑ میں ایک گرجا بنایا ہوا ہے اور وہ باہر نہیں آتا اور اسے دیکھا نہیں جا سکتا مگر سال میں دو مرتبہ اور اہل ہندوستان کا گمان یہ ہے کہ خداوند عالم نے اس کے گرجے میں پانی کا چشمہ جاری کیا ہے اور گمان رکھتے ہیں کہ اس کے لیے بیج ڈالے بغیر زراعت اُگتی ہے اور کام کیے بغیر اس کی کاشت ہوتی ہے۔

پس میں گیا یہاں تک کہ اس کے مکان کے دروازے پر پہنچ گیا اور میں وہاں تین دن تک رہا نہ میں نے اس کا دروازہ

کھٹکھٹایا اور نہ ہی دروازہ کھولنے کے لیے کوئی چارہ کیا جب چوتھا دن ہوا تو خداوند عالم نے دروازہ کھول دیا، ہوا یوں کہ ایک گائے آئی جس کے اوپر جلانے کی لکڑیاں تھیں اور وہ اپنے پستانوں کو ان کے بڑے ہونے کی وجہ سے کھینچ رہی تھی قریب تھا کہ اس کے پستانوں سے دودھ باہر نکل آئے پس اس نے زور سے دروازے کو دھکیلا تو دروازہ کھل گیا میں بھی اس کے پیچھے جا کر اندر داخل ہو گیا تو میں نے اس شخص کو بیٹھے ہوئے دیکھا وہ آسمان کی طرف دیکھ کر گریہ کرتا اور زمین کی طرف دیکھ کر روتا اور پہاڑوں کو دیکھ کر رونے لگتا پس میں نے کہا سبحان اللہ تجھ جیسے افراد اس زمانہ میں کتنے تھوڑے ہیں۔

وہ کہنے لگا خدا کی قسم کہ میں تو اس شخص کی نیکیوں میں سے ایک نیکی ہوں کہ جسے تو اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہے جب کہ تو اس طرف متوجہ ہوا (یعنی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام) پس میں نے اس سے کہا کہ مجھے لوگوں نے بتایا ہے کہ اسماء خدا میں سے ایک اسم تیرے پاس ہے کہ جس کی مدد سے تو شب وروز میں بیت المقدس جا کر اپنے گھر واپس لوٹ آتا ہے وہ کہنے لگا کیا تو بیت المقدس کو پہچانتا ہے میں نے کہا کہ میں تو کسی بیت المقدس کو نہیں پہچانتا سوائے اس کے کہ جو شام میں ہے۔

وہ کہنے لگا وہ بیت المقدس نہیں ہے بلکہ وہ تو بیت ہے جو مقدس و پاکیزہ قرار دیا گیا ہے اور وہ آل محمدؐ کا گھر ہے میں نے اس سے کہا جو کچھ آج تک میں نے سنا ہے بیت المقدس وہی ہے جو شام میں ہے وہ کہنے لگا وہ تو انبیاء کے محراب ہیں اور اس جگہ کو خطیرہ المحاریب کہتے ہیں یعنی وہ احاطہ کہ جس میں انبیاء کے محراب ہیں یہاں تک کہ فترت کا زمانہ آیا اور وہ زمانہ جو واسطہ ہے محمد اور عیسیٰ علیہما السلام کے درمیان اور اہل شرک سے بلا ومصیبت قریب ہوئی اور عذاب شیاطین کے گھروں میں وارد ہوئے اور بعض نے جلت النغمات ج وغ کے ساتھ پڑھا ہے یعنی بلند وواضح ہوئیں، باتیں شیاطین کے گھروں میں آہستہ ہوئی تھیں یعنی بدعتیں اور باطل شبہے مدارس ومجالس علماء اہل ضلالت میں پس انہوں نے منتقل کیا اور پھیر دیا ناموں کو ان کی جگہ سے دوسری جگہوں کی طرف اور ناموں کو دوسرے ناموں سے تبدیل کر دیا اور یہی ہے خدا کے اس ارشاد کا مقصد ان ھی الا اسماء سمیتموھا انتم واباؤکم ما انزل اللہ بھا من سلطان نہیں ہیں یہ مگر نام جو تم نے اور تمہارے اباؤ اجداد نے رکھے ہیں، خدا نے تمہارے لیے کوئی برہان نازل نہیں فرمایا۔

آیت کا باطن آل محمدؐ کے لیے ہے اور اس کا ظاہر مثال ہے پس میں نے اس شخص ہندوستانی سے کہا کہ میں نے تیری طرف دور کے شہر سے سفر کیا ہے اور تیری طرف آتے ہوئے میں نے غم واندوہ اور خوف برداشت کئے ہیں اور رات دن مایوسی کی حالت میں گردش کرتا پھرتا ہوں تا کہ اپنی حاجت پر کامیابی حاصل کروں۔

وہ کہنے لگا کہ جب تیری والدہ تجھ سے حاملہ ہوئی تو میں دیکھتا ہوں کہ اس کے پاس ایک ملک کریم آیا اور میں دیکھتا ہوں کہ جب تیرا والد تیری والدہ کے ساتھ ہمبستری کرنے لگا تو اس نے غسل کیا اور تیری والدہ کے پاس پاکیزگی کی حالت میں گیا ہے اور میرا گمان صرف یہ ہے کہ تیرے باپ نے انجیل کا چوتھا سفر یا تورات کو پڑھا تھا اس رات بیداری کی حالت میں تا کہ اس کی اور تیری عاقبت بخیر ہو۔

پس چلا جا جہاں سے آیا ہے اور چلتا رہ یہاں تک کہ مدینہ محمدؐ میں پہنچ جائے کہ جسے طیبہ کہتے ہیں اور زمانہ جاہلیت میں اس کا نام یثرب تھا پس اس جگہ کی طرف متوجہ ہو کر جسے بقیع کہتے ہیں اور سوال کر کہ دار مروان کسے کہتے ہیں وہاں رہائش اختیار کر اور وہاں تین دن تک ٹھہرے رہنا تا کہ جلد بازی سے کہیں وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ تم کس لیے آئے ہو، پس سوال کر واس کالے رنگ کے بوڑھے سے جو اس مکان کے دروازے پر بیٹھ کر چٹائیاں بناتا ہے اور ان کے شہروں میں بوڑھے کا نام خصف ہے، پس اس بوڑھے کے ساتھ شفقت اور مہربانی سے پیش آؤ اور اس سے کہنا کہ مجھے تمہارے گھر اس شخص نے بھیجا ہے کہ جو تم سے مکان لیا کرتا تھا اور جو تمہارے مکان کے کنارے کے اس کمرے میں ٹھہرتا تھا جس میں چار لکڑیاں ہیں یعنی جس کا دروازہ نہیں ہے اور اس سے سوال کر و فلاں بن فلاں فلانی کے حالات کے متعلق یعنی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اور اس سے پوچھو کہ ان کی مجلس کہاں ہیں اور وہ اس مجلس میں کس وقت جاتے ہیں تو ضرور وہ بوڑھا یا تو وہ شخص تجھے دکھائے گا یا تجھے اس کی نشانیاں بتائے گا اور تو اسے ان نشانیوں کے ذریعہ پہچان لے گا اور میں تیرے لیے اس کی صفت بیان کرتا ہوں۔

میں نے اس سے کہا کہ جب میں اس کی ملاقات کروں تو پھر میں کیا کام کروں تو وہ کہنے لگا، اس سے سوال کر ان چیزوں کے متعلق جو ہو چکی ہیں اور ان کے متعلق جو ہونے والی ہیں اور معالم دین کے متعلق جو کہ ہو چکے ہیں یا جو باقی رہنے ہیں جب راہب کی گفتگو یہاں تک پہنچی تو حضرت ابو ابراہیم موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ بیشک تجھے نصیحت کی ہے تیرے دوست نے کہ جس کی تو نے ملاقات کی ہے، راہب کہنے لگا کہ اس کا نام کیا ہے، فرمایا متمم بن فیروز جو عجم کی اولاد ہے اور وہ ان اشخاص میں سے ہے جو خدائے یکتا پر ایمان لائے ہیں کہ جس کا کوئی شریک نہیں اور جو کہ اخلاص و یقین سے اس کی پرستش کرتے اور اپنی قوم سے ڈر کے مارے بھاگے ہوئے ہیں کہ وہ کہیں ان کے دین کو ضائع و برباد نہ کر دیں، پس اس کے پروردگار نے اسے حکمت عنایت کی اور سیدھے راستے کی ہدایت کی اور اسے متقیوں میں سے قرار دیا اور اس کے اور اپنے مخلص بندوں کے درمیان شناسائی اور پہچان کرائی اور وہ ہر سال مکہ کی زیارت اور حج کے لیے آتا ہے اور ہر مہینہ عمرہ بجالاتا ہے اور اپنی جگہ سے جو ہندوستان میں ہے خدا کے فضل و اعانت سے مکہ آتا ہے اور خدا شکر کرنے والوں کو ایسی ہی جزا دیتا ہے، پس راہب نے حضرت سے بہت سے مسائل پوچھے اور حضرت نے ان کا جواب دیا اور کچھ چیزیں حضرت نے راہب سے پوچھیں کہ جن کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا تو حضرت نے ان کا بھی اسے جواب دیا، اس کے بعد راہب نے عرض کیا کہ مجھے ان آٹھ حروف کی خبر دیجئے جو آسمان سے نازل ہوئے ہیں، لیکن ان میں سے چار تو زمین پر ظاہر ہوئے اور چار فضا میں معلق ہیں راہب نے کہا کہ کس پر نازل ہوں گے وہ چار حروف جو فضا میں ہیں اور کون ان کی تفسیر کرے گا، آپ نے فرمایا ہمارا قائم علیہ السلام خداوند عالم وہ حروف ان پر نازل فرمائے گا اور وہ اس کی تفسیر کریں گے اور ایسی چیز بھی نازل فرمائے گا جو صدیقین مرسلین اور ہدایت شدہ لوگوں پر نازل نہیں ہوئی، پس راہب نے کہا کہ ان چار حروف میں سے دو کی مجھے خبر دیجئے جو زمین میں ہیں وہ کیا ہیں، فرمایا میں تجھے ان چار حروف کی ہی خبر دیتا ہوں، ان میں سے پہلا ہے لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ باقیاً اور دوسرا ھے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلصاً یعنی پہلا حرف توحید ہے جو کہ ہر حالت میں

باقی ہے دوسرا رسالت پناہ کی رسالت ہے، تیسرا یہ کہ ہم اہل بیتؑ پیغمبر ہیں اور چوتھا یہ کہ ہمارے شیعہ ہم میں سے ہیں اور ہم رسول خدا سے اور رسول اللہ خدا سے ایک سبب کی وجہ سے یعنی یہ اتصال اور تعلق شیعوں کا ہم سے اور ہمارا پیغمبر سے اور پیغمبرؐ کا خدا سے ایک رسی کی وجہ سے ہے کہ جس سے مراد دین ہے ولایت و محبت کے ساتھ پس راہب نے کہا اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له وان محمدا رسول اللهؐ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ خدائے یکتا کے علاوہ کوئی مستحق عبادت نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ وہ خدا کی طرف سے لے کر آئے ہیں وہ حق ہے اور یہ کہ آپؐ خدا کے برگزیدہ ہیں مخلوقات میں سے اور یہ کہ آپؐ کے شیعہ پاکیزہ ہیں اور ان کے لیے عاقبت ہے جو خدا نے قرار دی ہے اور فرمایا ہے کہ "والعاقبة للمتقين" یعنی انجام اچھا ہو جو کہ ظفر و نصرت ہے دنیا میں اور نعمت سے پرشدہ بہشت آخرت میں اور حمد و ستائش ہے اس خدا کے لیے جو عالمین کا پالنے والا ہے، پس حضرت نے خز کا جبہ کوہستانی پیراہن، طیلسان اور جوتا اور ٹوپی منگوا کر اس کو دی اور ظہر کی نماز پڑھی اور اس شخص سے فرمایا کہ اپنا ختنہ کرو وہ کہنے لگا میرا ساتویں دن ختنہ کیا گیا تھا۔

مولف کہتا ہے کہ فاضل نبیل جناب خلیل شرح کافی مین راہب کے کلام کی تشریح میں کہتے ہیں کہ خدا کے مختومی اسماء کہ جن کے واسطہ سے سوال کرنے والے کی دعا رد نہیں ہوتی سات ہیں ،فرمایا سات ناموں سے مراد سات امام علیؑ، حسنؑ، حسینؑ، علیؑ، محمد جعفرؑ موسیٰ علیہ السلام ہیں پس اس زمانہ میں بارہ اسم ہیں اور کتاب التوحید میں تیئسویں باب کی چوتھی حدیث میں گزر چکا ہے کہ نحن والله الاسماء الحسنى التي لا يقبل الله من العباد عملا الا المعرفتنا فقیر کہتا ہے اچھا تھا کہ وہ جناب سات اسم سے مراد تمام معصومین لیتے ، کیونکہ ان کے نام سات ہیں اور اس سے تجاوز نہیں کرتے اور وہ اسماء مبارکہ یہ ہیں ۔محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ، حسینؑ، جعفرؑ، اور موسیٰ علیہم السلام اور یہی تاویل ہوئی ہے سبع مثانی کی خدا کے اس قول میں ولقد اتيناك سبعاً من المثاني والقرآن العظيم باقی رہا اس آیت کا معنی ان هي الا اسماء سميتموها انتم واباءكم ما انزل الله بها من سلطان اس کا باطن و ظاہر یہ ہے کہ یہ آیت مبارکہ سورہ النجم میں ہے اور اس سے پہلے یہ آیات ہیں۔

افرايتم اللات والعزى ومنات الثالثة الاخرى الكم الذكر وله الانثى تلك اذا قسمة ضيزى ان هي الا اسماء سيتموها الاية۔اس کا ماحصل یہ ہے کہ مشرکین کے تین بت تھے، ہر ایک کا انہوں نے ایک ایک نام رکھا ہوا تھا، ایک کا لات دوسرے کا عُزیٰ اور تیسرے کا منات اور ان ناموں کا اطلاق ان پر اس اعتبار سے تھا کہ اس کے پاس کھڑے ہو کر عبادت کریں اور عُزیٰ اس قابل ہے کہ اسے معزز و مکرم سمجھیں اور منات اس لائق ہے کہ اس کے پاس قربانی کا خون بہایا جائے۔خداوند عالم فرماتا ہے کہ یہ بت جنہیں تم نے اپنا خدا قرار دیا ہے یہ تو صرف اسماء ہیں بغیر مسمی کے کہ جن کے تم نے اور تمہارے اباؤ اجداد نے نام رکھے ہیں خدا نے تو ان کی سچائی کی کوئی برہان و دلیل نازل نہیں کی اور اس آیت کا تتمہ یہ ہے ان يتبعون الا الظن وما تهوى الا نفس ولقد جاء هم من ربهم الهدى یعنی مشرکین صرف گمان کی پیروی کرتے ہیں اور جن

چیزوں کی ان کے نفوس خواہش کرتے ہیں اور بیشک اُن کے پروردگار کی طرف سے وہ کچھ آیا ہے جو ان کی ہدایت کا سبب ہے ظاہر آیت تو معلوم ہوا ظاہری بتوں کے متعلق ہے اور باقی رہا اس کا باطن تو وہ خلفاء جور اور تین بڑے بتوں کے متعلق ہے کہ جن کے لیے انہوں نے اسماء بے مسمی اور بیوجہ نام رکھ دیئے ہیں مثلاً امیر المومنین جو کہ شاہ ولایت کا آسمانی لقب ہے اسے دوسری جگہ پھیر دیا ہے۔

تیسری فصل

حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے چند واضح معجزات جو آپؑ کی امامت کے دلائل ہیں

پہلا معجزہ: حضرت کا ہشام بن سالم کے دل کی بات بتانا

شیخ کشی نے ہشام بن سالم سے روایت کی ہے کہ میں اور مومن الطاق حضرت صادق علیہ السلام کی وفات کے بعد مدینہ میں تھے اور لوگوں کا اجتماع ہو رہا تھا کہ حضرت کا بیٹا عبداللہ باپ کے بعد امام ہے، میں اور ابو جعفر بھی اس کے پاس گئے ہم نے دیکھا کہ لوگ اس کے گرد جمع ہیں اس وجہ سے انہوں نے روایت کی ہے کہ امر امامت بڑے بیٹے میں ہوتا ہے جب تک وہ صاحب عاہت و آفت نہ ہو، ہم داخل ہوئے اور اس سے مسئلہ پوچھا جیسا کہ اس کے والد سے پوچھا کرتے تھے، پس ہم نے پوچھا کہ زکوۃ کتنی مقدار میں واجب ہے وہ کہنے لگا دوسو درہم میں پانچ درہم، ہم نے کہا سو درہم میں کیا کرے، وہ کہنے لگا اڑھائی درہم زکوۃ دے، ہم نے کہا خدا کی قسم مرحبیہؑ بھی یہ بات نہیں کہتے جو تو کہہ رہا ہے۔عبداللہ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کئے اور کہنے لگا خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ مرحبیہؑ کیا کہتے ہیں، ہم اس کے ہاں سے ضلالت و گمراہی کی حالت میں باہر نکلے میں اور ابو جعفر مدینہ کے ایک کوچہ میں بیٹھے گریان و حیران تھے، نہیں جانتے تھے کہ کہاں جائیں اور کس کا قصد کریں، ہم کہتے تھے مرحبیہ کی طرف جائیں یا قدریہ یا زیدیہ یا معتزلہ یا خوارج کی طرف، ہم اس حالت میں تھے کہ میں ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ جسے میں نہیں پہچانتا تھا، اس نے مجھے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ ادھر آؤ مجھے خوف ہوا کہ کہیں وہ منصور کا جاسوس نہ ہو کیونکہ اس نے مدینہ میں اپنے جاسوس چھوڑے ہوئے تھے کہ وہ دیکھیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے شیعہ جس شخص پر اتفاق کرلیں اس کی گردن اڑادیں، لہذا مجھے خوف ہوا کہ یہ ان میں سے نہ ہو میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے کہا کہ تم دور ہو جاؤ کیوں کہ مجھے اپنے اور تمہارے بارے میں خوف ہے، اس شخص نے مجھے بلایا ہے نہ کہ تمہیں

لہذا دور ہو جاؤ تا کہ بلا وجہ قتل ہونے کے حوالہ نہ کرو، ابو جعفر کچھ دور ہو گیا اور میں اس شیخ کے ہمراہ چل پڑا، مجھے یہ خوف تھا کہ میں اس سے چھٹکارا حاصل کر سکوں گا، وہ مجھے موسیٰ بن جعفرؑ کے دروازے پر چھوڑ کر چلا گیا۔ پس میں نے دیکھا کہ ایک خادم دروازے پر موجود ہے اس نے مجھ سے کہا کہ اندر چلے جاؤ، خدا تم پر رحمت کرے۔

میں اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت ابو الحسن موسیٰ علیہ السلام موجود ہیں۔ آپ نے ابتداً فرمایا نہ مرجبہ کی طرف نہ قدریہ نہ زیدیہ معتزلہ اور نہ خوارج کی طرف جاؤ بلکہ میری طرف میری طرف آؤ۔

میں نے عرض کیا آپ پر فدا ہو جاؤں آپ کے والد اس دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں، فرمایا ہاں، عرض کیا کیا موت سے گئے ہیں، فرمایا ہاں، میں نے کہا کہ آپ پر قربان جاؤں ہمارے لیے ان کے بعد کون ہے، فرمایا اگر خدا نے تمہاری ہدایت چاہی تو وہ تمہیں ہدایت کرے گا، میں نے عرض کیا قربان جاؤں عبداللہ کا یہ گمان ہے کہ باپ کے بعد وہ ہے، فرمایا یزید **عبداللہ "ان لا یعبداللہ"** عبداللہ چاہتا ہے کہ خدا کی عبادت نہ کی جائے، دوبارہ میں نے پوچھا کہ آپ کے باپ کے بعد کون ہے، حضرت نے وہی پہلا سا جواب دیا، میں نے کہا آپؑ امام ہیں فرمایا میں یہ نہیں کہتا، میں نے دل میں کہا کہ میں نے سوال ٹھیک نہیں کیا لہذا میں نے عرض کیا، قربان جاؤں آپؑ پر، کوئی امام ہے، فرمایا کہ نہیں پس اتنی ہیبت اور عظمت حضرت کی مجھ پر طاری ہوئی کہ جسے خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔ اس سے بھی زیادہ جوان کے والد سے مجھ پر طاری ہوتی تھی جب ہم ان کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے میں نے عرض کیا میں آپؑ سے وہ سوالات کروں جو آپؑ کے والد سے کرتا تھا۔ فرمایا سوال کرو اور جواب سنو لیکن اسے فاش نہ کرو، کیونکہ فاش کیا تو قتل ہونے کا اندیشہ ہے، ہشام کہتا ہے کہ میں نے حضرت سے سوالات کئے تو معلوم ہوا کہ علم کا دریا ہے میں نے عرض کیا قربان جاؤں آپؑ کے شیعہ گمراہی اور ضلالت میں مبتلا ہیں آیا آپؑ کی بات لوگوں پر القاء کروں اور انہیں آپؑ کی امامت کی طرف بلاؤں۔ فرمایا جس میں رشد و صلاح کے آثار تجھے نظر آئیں انہیں اطلاع دو اور ان سے عہد و پیمان لو کہ وہ پوشیدہ رکھیں اور اگر فاش کیا تو پھر ذبح ہے اور اشارہ کیا ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف، پس ہشام باہر نکلا اور اس نے مومن طاق مفضل بن عمر ابو بصیر اور باقی شیعوں کو اطلاع دی تو شیعہ آپکی خدمت میں آتے اور آپؑ کی امامت کا یقین کر لیتے اور لوگوں نے عبداللہ کے پاس جانا چھوڑ دیا اور بہت تھوڑے ہی لوگ اب اس کے پاس جاتے تھے۔ عبداللہ نے اس کے سبب کی تحقیق کی تو لوگوں نے اسے کہا کہ ہشام بن سالم نے لوگوں کو تجھ سے متفرق کیا ہے، ہشام کہتا ہے کہ عبداللہ نے کچھ لوگوں کو معین کیا کہ جب مجھے دیکھیں تو مجھے ماریں۔

دوسرا معجزہ! شطیطہ نیشاپوریہ کی خبر کہ جس میں کئی ایک دلائل اور معجزات ہیں حضرتؑ کے

ابن شہر آشوب نے ابو علی بن راشد وغیرہ سے ایک طویل خبر میں روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ نیشاپور کے شیعہ جمع ہوئے

اورانہوں نے سب میں سے محمد بن علی نیشا پوری کا انتخاب کیا اور تیس ہزار دینار اور پچاس ہزار درہم اور دو ہزار پارچے کپڑا اسے دیا کہ وہ انہیں امام موسیٰ علیہ السلام کے لیے لے جائے اور شطیطہ نے جو کہ ایک مومنہ خاتون تھی ایک درہم صحیح اور کچھ کچے سوت کا کپڑا دیا جو اس نے اپنے ہاتھ سے کا تا تھا اور جس کی قیمت چار درہم تھی اور کہنے لگی انّ اللہ لا یستحیی عن الحق ،یعنی یہ جو میں بھیج رہی ہوں اگر چہ تھوڑا ہے لیکن حق امام کے بھیجنے سے حیا نہیں کرنا چاہیے، وہ کہتا ہے کہ فشنیتُ درھما میں نے اس کے درہم کو موڑ کر لپیٹ دیا، پس وہ لوگ ایک دستہ کاغذات لے آئے کہ جن پر سوالات تھے اور اس میں ستر ورقے تھے ہر ورق پر ایک سوال لکھا تھا اور باقی ورق سفید چھوڑا ہوا تھا تا کہ اس سوال کا جواب اس کے نیچے لکھا جائے اور دو ورقوں کو ایک دوسرے پر رکھا ہوا تھا۔

اور کمر بند کی طرح تین بند اس پر چسپاں کئے ہوئے تھے اور ہر بند پر مہر لگائی ہوئی تھی تا کہ کوئی انہیں کھولے نہیں اور کہنے لگے کہ یہ دستہ کاغذوں کا رات کو امامؑ کو دینا اور اس رات کی صبح کو لے لینا، پس جب دیکھو کہ مہریں صحیح وسالم ہیں تو ان میں سے پانچ مہریں توڑ کر دیکھنا کہ اگر مہریں توڑے بغیر مسائل کا جواب دیا ہوا ہے تو وہ امام اور مال کے مستحق ہیں، لہذا یہ سب مال انہیں دے دینا ورنہ ہمارے پاس واپس لے آنا، وہ شخص مدینہ میں مشرف ہوا اور عبداللہ افطح کے پاس گیا، اس کا امتحان کیا تو سمجھا کہ یہ تو امام نہیں ہیں وہاں سے باہر آیا اور اس نے کہا رب اھدنی الی سوآء الصراط۔اے پروردگار مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت کر وہ کہتا ہے میں اسی اثناء میں بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک ایک لڑکا میں نے دیکھا جو کہہ رہا تھا کہ چلو اس شخص کے پاس کہ جسے چاہتے ہو وہ تمہیں بلا رہا ہے، پس وہ مجھے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے دروازے پر لے گیا اور جب حضرت نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے ابوجعفر کیوں ناامید ہوتے ہو اور کیوں یہود و نصاریٰ کی طرف جانے کا ارادہ کرتے ہو میری طرف آؤ میں ہوں حجت خدا اور ولی خدا، کیا ابوحمزہ نے میرے جد بزرگوار کی مسجد کے دروازے پر پہنچوایا نہیں پھر فرمایا کہ میں نے ان مسائل کا مکمل جواب دیا ہے جو کاغذوں کے پلندے میں ہیں تمام ان کا کہ جن کے تم محتاج ہو، پس انہیں لے آؤ اور شطیطہ کا درہم بھی لے آؤ کہ جس کا وزن ایک درہم اور دو وانق ہے اور وہ اس کیسہ میں ہیں کہ جس میں چار سو درہم واز داری ہیں، اور اس کا کپڑا بھی لے آؤ جو اہل بلخ کے دو بھائیوں کے کپڑے کے پشتوارہ میں ہے۔

راوی کہتا ہے کہ حضرت کی گفتگو سے میری عقل اڑ گئی اور وہ سب کچھ لے آیا جو آپؑ نے فرمایا تھا اور آپؑ کے سامنے رکھ دیا، پس آپؑ نے شطیطہ کا درہم اس کے پارچے کے ساتھ اٹھایا اور میری طرف رخ کر کے فرمایا ان اللہ لا یستحیی عن الحق بیشک خدا حق سے شرم وحیا نہیں کرتا، اے ابوجعفر شطیطہ کو میرا اسلام پہچانا اور اسے یہ ہمیانی دے دینا اور اس میں چالیس درہم تھے پس فرمایا کہ اس سے کہنا کہ ہم نے یہ ہدیہ بھیجا ہے تیرے لیے اپنے کفن کا ایک ٹکڑا کہ جس کا سوت ہماری اپنی زمین قریہ صیدا کا ہے جو جناب فاطمہ زہرا کی بستی ہے اور میری بہن حلیمہ حضرت صادقؑ کی بیٹی نے اسے کا تا ہے اور شطیطہ سے کہنا کہ ابوجعفر اور کپڑا اور درہم کے پہنچنے کے انیس دن بعد تک وہ زندہ رہے گی، پس اس تھیلی میں سے سولہ درہم اپنے او پر خرچ کرنا او ور اس میں سے چوبیس درہم اپنا صدقہ اور جو کچھ تیری طرف سے ضروری ہے قرار دینا اور میں خود تیری نماز

جنازہ آکر پڑھاؤں گا، پھر آپؑ نے اس شخص سے فرمایا، اے ابوجعفر جب مجھے دیکھوتومخفی رکھنا، کیوں کہ یہ تمہاری نگہبانی کے لیے بہتر ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ مال اس کے مالکوں کو واپس کر دینا اور ان مہروں کوتوڑ و جو کاغذوں کے پلندے پر ہیں اور دیکھو کہ آیا میں نے مسائل کا جواب دیا ہے کہ نہیں، اس سے پہلے کہ تم میرے پاس آتے وہ کہتا ہے کہ میں نے مہریں دیکھیں تو وہ صحیح وسالم تھیں اور کس کا ہاتھ انہیں لگا تھا، پس میں نے ان میں سے کہ وسط میں سے ایک کو دیکھا کہ جس میں تحریر تھا عالم کا کیا فرمان ہے اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے میں نے خدا کے لیے نذر کی ہے کہ ہر قدیم غلام کو آزاد کروں گا، حالانکہ اس کی ملکیت میں کئی ایک غلام ہیں یعنی اس میں سے کون سا غلام آزاد ہوگا، حضرت نے اپنے خط شریف میں لکھا تھا۔

جواب، ہر وہ غلام آزاد ہونا چاہیے کہ جو چھ ماہ سے پہلے اس کی ملک میں ہے اور اس کی صحت کی دلیل خدا کا یہ ارشاد ہے ''والقمر قدرناہ منازل حتیٰ عاد کاالعرجون القدیم ''مقصد یہ ہے کہ خداوند عالم نے اس آیت میں چاند کوتشبیہ دی ہے بعداس کے کہ وہ اپنی منازل میں سیر کرے خوشہ خرما کی پرانی لکڑی کے ساتھ اور اسے قدیم کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور چونکہ خوشہ خرما کی لکڑی چھ ماہ کی مدت میں ہلالی شکل پیدا کرتی ہے، پس قدیم وہ ہے کہ جس پر چھ ماہ گزر جائیں اور تازہ جو قدیم کے خلاف ہے وہ ہے کہ جسے اس کے ملک میں چھ ماہ نہ گزرے ہوں۔

راوی کہتا ہے پھر میں نے دوسری مہر توڑی تو میں نے دیکھا اس میں لکھا تھا، عالم کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے خدا کی قسم میں مال کثیر صدقہ کروں گا تو وہ کتنی مقدار صدقہ دے۔

حضرت نے سوال کے نیچے اپنے خط مبارک سے لکھا تھا، جواب: جس شخص نے قسم کھائی ہے اگر اس کا مال گوسفند ہیں تو چوراسی گوسفند صدقہ کرے اور اگر اونٹ ہیں تو چوراسی اونٹ دے اور اگر درہم ہے تو چوراسی درہم دے اور اس کی دلیل خدا کا یہ ارشاد ہے ''ولقد نصر کم اللہ فی مواطن کثیرۃ ''یعنی بیشک خدا نے تمہاری بہت سے مقامات پر مدد کی ،ہم نے رسول خداؐ کے مواطن اس آیت کے نزول سے پہلے کے شمار کئے تو وہ چوراسی تھے کہ جنہیں خداوند عالم نے لفظ کثیر سے موصوف کیا۔

راوی کہتا ہے پس میں تیسری مہر توڑی تو دیکھا اس میں لکھا تھا کہ جناب عالم کیا فرماتے ہیں اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے اگر مردہ کی قبر اکھاڑی اور اس کا سر قلم کرلیا اور اس کا کفن چرایا، تو آپؑ نے اپنے خط سے لکھا، جواب اس شخص کا ہاتھ قلم کیا جائے گا چونکہ اس نے حرز سے چوری کی ہے اور دیت کی سو اشرفی اس کو دینی پڑے گی، سر کاٹنے کی بناء پر کیونکہ ہم نے مردہ کو اس بچہ کی طرح قرار دیا ہے جو کہ مادر شکم میں ہو، اس سے پہلے کہ اس میں روح پھونکی جائے۔ پس وہ شخص خراسان کی طرف لوٹ گیا، جب خراسان پہنچا تو دیکھا کہ جن لوگوں کے مال آپؑ نے قبول نہیں کئے تھے اور رد کر دیئے تھے وہ فطحی مذہب کے ہو چکے تھے، البتہ شطیطہ مذہب حق پر باقی تھی، پس حضرتؑ کا سلام، درہموں کی تھیلی اور کفن کا ٹکڑا جو حضرت نے اس کے لیے دیا تھا وہ اسے پہنچایا، پس وہ انیس دن زندہ رہی جیسا کہ حضرت نے فرمایا تھا، جب اس کی

وفات ہوئی تو حضرت اس کی تجہیز کے لیے تشریف لائے درآنحالیکہ آپؑ اونٹ پرسوار تھے اور جب اس کے معاملہ سے فارغ ہوئے تو اپنے اونٹ پرسوار ہوکر بیابان کی طرف لوٹے اور فرمایا کہ اپنے ساتھیوں کو خبر دینا اور انہیں میرا سلام کہنا اور یہ بتانا کہ میں اور جو آئمہ علیہم السلام میں سے میری طرح ہیں ہم مجبور ہیں کہ تمہارے جنازے میں حاضر ہوں تم جس کسی شہر میں ہو پس اپنے معاملہ میں خدا سے ڈرو اور تقویٰ اختیار کرو۔

مولف کہتا ہے کہ میت کے سرقلم کرنے کے سوال کے جواب کو جو حضرت نے دیا پورے طور پر روایت میں نقل نہیں کیا گیا، اس سلسلہ میں حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ جس کے ذکر کرنے سے کاظم علیہ السلام کا جواب بھی معلوم ہوجائیگا اور وہ روایت اس طرح ہے کہ

ابن شہر آشوب نے نقل کیا ہے کہ ربیع حاجب منصور کے پاس گیا جب کہ وہ خانہ کعبہ کے طواف میں مصروف تھا اور کہنے لگا، اے امیر المومنین کل رات آپ کا فلاں غلام فوت ہوگیا ہے اور مرنے کے بعد اس کا سرقلم کرلیا گیا ہے، منصور سیخ پا ہوگیا اور غضب ناک ہوا اور ابن ابی لیلیٰ اور دوسرے فقہا کی ایک جماعت سے پوچھا کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں اس مسئلہ میں سب کہنے لگے ہمارے پاس اس مسئلہ میں کچھ نہیں ہے اور منصور کہتا تھا کہ جس نے یہ کام کیا ہے میں اسے قتل کردوں یا نہ کروں، اسی اثناء میں منصور سے کہا گیا کہ جعفرؑ بن محمد علیہ السلام سعی میں داخل ہوئے ہیں، منصور نے ربیع سے کہا کہ جا کر ان سے یہ مسئلہ پوچھو، ربیع نے جب آپؑ سے پوچھا تو جواب میں فرمایا کہ جا کر کہو کہ اس شخص کو سو دینار دینا پڑے گا۔

جب ربیع نے منصور سے آکر کہا تو فقہا کہنے لگے کہ یہ بھی اس سے پوچھئے کہ کیوں سو اشرفی دے، حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ نطفہ کی دیت بیس دینار ہے اور علقہ ہوجانے کی بیس دینار اور مضغہ میں بیس دینار اور ہڈیاں اُگنے میں بیس دینار اور گوشت آجانے کے بعد بیس دینار یعنی ہر مرتبہ کے لیے بیس دینار زیادہ ہوتے جائیں گے۔

یہاں تک کہ اس کی خلقت تمام ہوجائے اور ابھی روح داخل نہ ہو تو سو دینار ہوجاتے ہیں اور ان اطوار کے بعد حق تعالیٰ اس میں روح پھونک دیتا ہے اور دوسری خلق ہوجاتا ہے اور مردہ بچہ کی طرح ہے جو شکم میں ہو کہ جس نے ان مراتب کی سیر کی ہو، لیکن ابھی اس میں روح نہ پھونکی گئی ہو، ربیع واپس آیا اور حضرت کا جواب نقل کیا، سب اس جواب سے خوش ہوئے۔

اس وقت کہنے لگا، واپس جا کر پوچھو کہ اس میت کی دیت کس کو ملے گی، ورثا کا مال ہے یا نہیں۔ حضرت نے جواب میں فرمایا اس میں ورثا کا کوئی حق نہیں، کیونکہ یہ دیت اس چیز کے مقابلہ میں ہے جو اس کے بدن کو ملحق ہوئی ہے اس کے مرنے کے بعد اس مال سے میت کے لیے حج کرائی جائے یا اس کی طرف سے صدقہ دیا جائے یا اسے کسی اور کار خیر میں صرف کیا جائے۔

تیسرا معجزہ:

ابوخالد زبالی کی روایت ہے اور جو کچھ اس نے حضرت کے دلائل میں سے دیکھے، شیخ کلینی نے ابوخالد کی زبالی سے روایت

کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب امام موسیٰ ؑ کومہدی عباس کے پاس لے جار ہے تھے اور یہ پہلی دفعہ تھی جب حضرت کومدینہ سے عراق لے گئے تو حضرت نے زبالہ میں قیام کیا، پس میں آپ سے گفتگو کر رہا تھا کہ حضرت نے مجھے غمناک دیکھا،حضرت نے فرمایا اے ابوخالد کیا ہوگیا ہے کہ میں تجھے غمناک دیکھ رہا ہوں میں نے عرض کیا کسی طرح غمناک نہ ہوں، حالانکہ آپ ؑ کواس ظالم بیباک کے پاس لیے جارہے ہیں اور مجھے معلوم نہیں کہ آپ ؑ کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔

فرمایا مجھے کوئی خطرہ نہیں جب فلاں مہینہ کا فلاں دن ہوتو پہلے میل پر میرا استقبال کرنا، ابوخالد کہتا ہے کہ مجھے کوئی ہم وغم نہیں تھا سوائے مہینوں اور دنوں کے گننے کے کہ یہاں تک کہ وہ موعود دن آگیا، پس میں نے میل کے پاس گیا اور میں وہاں رہا یہاں تک کہ غروب آفتاب قریب آگیا اور شیطان نے میرے سینہ میں وسوسہ ڈالا اور مجھے خوف ہوا کہ کہیں شک میں نہ پڑ جاؤں اس میں جو کہ حضرت نے فرمایا تھا کہ اچانک میری نگاہ قافلہ کی سیاہی پر پڑی جو عراق کی طرف سے آرہا تھا، پس میں نے ان کا استقبال کیا تو دیکھا امامؑ اونٹوں کی قطار کے آگے خچر پرسوار آرہے تھے،آپ نے فرمایا ایہا ابا خالدُ اور بتاؤ اے ابوخالد۔

میں نے عرض کیا لبیک اے فرزند رسول، فرمایا شک نہ کرنا البتہ شیطان دوست رکھتا تھا کہ تجھے شک میں ڈالے میں نے حضرت سے عرض کیا حمد ہے خدا کی جس نے آپ ؑ کوان ظالموں سے نجات دی، فرمایا میرے لیے ان کے پاس دوبارہ جانا ہے کہ پھر ان سے چھٹکارا حاصل نہیں کرسکوں گا۔

چوتھا معجزہ! حضرت کا خبرغیب دینا

نیز کلینی نے سیف بن عمیرہ سے اسحاق بن عمار سے روایت کی ہے وہ کہتا کہ میں نے عبدصالح یعنی حضرت امام موسیٰ علیہ السلام سے سنا، آپ نے ایک شخص کو مرنے کی خبر دی، میں نے استبعاد کے طور پر اپنے دل میں کہا کہ وہ جانتے ہیں کہ ان کے شیعوں میں سے وہ مرد فلاں دن مرے گا۔

جب یہ خیال میرے دل میں گزرا تو حضرت نے میری طرف غصہ والے شخص کی طرح دیکھا اور فرمایا اے اسحاق رشید حجری کوموتوں اور ابتلا آت کا علم تھا، امام تو زیادہ حق رکھتا ہے کہ وہ یہ چیزیں جانتا ہو، اس کے بعد آپ نے فرمایا اے اسحاق جو کچھ کرنا چاہتے ہو کرلو، کیونکہ تمہاری زندگی ختم ہورہی ہے اور دو سال اور تم زندہ رہ کر مرجاؤ گے اور تمہارے بھائی اور خاندان والے تمہارے بعد تھوڑے ہی دنوں میں آپس میں مختلف الکلم ہو جائیں گے اور بعض بعض سے خیانت کریں گے یہاں تک کہ ان پر ان کے دشمن شماتت کریں۔ فرمایا یہی تمہارے دل میں تھا نا، اسحاق نے کہا جو کچھ میرے سینے میں آیا ہے میں اس سے استغفار کرتا ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد اسحاق تھوڑے ہی دنوں میں مرگیا اور اس کے بھائی چند دنوں میں فقیر ہو گئے اور ان کی زندگی دوسرے لوگوں کے اموال پر تھی یعنی بعنوان قرض ومضاربہ اور اس قسم سے زندگی بسر کرتے تھے بعد اس کا کہ پہلے ان کے پاس بہت سا مال تھا۔

پانچواں معجزہ! حضرت کا طئی الارض کے ذریعہ مدینہ سے بطن الرمہ میں آنا

شیخ کشی نے اسماعیل بن سلام اور فلان بن حمید سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ علی بن یقطین نے ہمیں پیغام بھیجا کہ دواونٹ خرید کرو اور متعارف راستہ سے دور ہوکر غیر معروف راستہ سے مدینہ جاؤ اور ہمیں کچھ اموال اور خطوط دیئے اور کہنے لگا یہ ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کو پہنچا دو، کوئی شخص تمہارے کام سے مطلع نہ ہو، پس ہم کوفہ میں آئے، دواونٹ خرید کئے، زادوتوشہ سفر لیا، کوفہ سے نکلے اور راستہ سے ہٹ کر ہم جارہے تھے یہاں تک ہم بطن الرمہ میں پہنچے، وہ ایک وادی ہے نجد کے اوپر والے حصہ میں کہتے ہیں کہ وہ مدینہ کی راہ میں ایک منزل ہے کہ اہل بصرہ اور کوفہ وہاں آکر ملتے ہیں تو ہم اپنی سواریوں سے اتر پڑے اور انہیں باندھ کر ان کے سامنے گھاس ڈالی اور کھانا کھانے بیٹھے کہ اچانک ایک سوار آتا ہوا نظر آیا اور اس کے ساتھ ایک غلام تھا جب ہمارے قریب پہنچا اور ہم نے دیکھا کہ وہ امام موسیٰ علیہ السلام ہیں، پس ہم حضرت کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوگئے اور سلام کیا اور خطوط و اموال جو ہمارے پاس تھے وہ حضرت کی خدمت یں پیش کئے پس آپ نے اپنی آستین سے خطوط نکالے اور ہمیں دیکھ کر فرمایا یہ تمہارے خطوں کے جواب ہیں، ہم نے عرض کیا کہ ہمارا زادوتوشہ توختم ہوگیا ہے، پس اگر آپؑ اجازت دیں تو مدینہ میں داخل ہوکر حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کرلیں اور زادراہ بھی لے لیں، فرمایا جو کچھ زادراہ میں سے تمہارے پاس ہے وہ لے آؤ ہم نے اپنا توشہ باہر نکالا اور حضرت کی خدمت میں لے آئے، آپؑ نے اپنے ہاتھ میں لے کر اسے الٹ پھیر کیا اور فرمایا یہ تمہیں کوفہ تک پہنچا دے گا، باقی رہے رسولؐ خدا تو تم نے انہیں دیکھ لیا ہے، بیشک میں نے ان کے ساتھ صبح کی نماز ادا کی ہے اور نماز ظہر بھی انہیں کے ساتھ جاکر پڑھوں گا خدا کی حفظ وامان میں چلے جاؤ۔

مولف کہتا ہے حضرت کا یہ فرمان کہ تم نے رسول خداؐ کو دیکھ لیا ہے اس کے دو معنی ہیں، ایک تو یہ کہ مدینہ کے قریب پہنچ چکے ہو اور قرب زیارت حکم زیارت میں ہے اور دوسرا یہ کہ مجھے دیکھنا رسول اللہؐ کو دیکھنے کے برابر ہے جب تم نے مجھے دیکھ لیا تو رسول خداؐ کو دیکھ لیا اور یہ معنی صحیح ہے اگر وہ جگہ کہ جہاں وہ تھے مدینہ سے دور ہو۔

علامہ مجلسی نے فرمایا ہے کہ پہلا معنی اظہر ہے اور احقر کا یہ گمان ہے کہ دوسرا معنی اظہر ہے اور اسی معنی کی موئد ہے، وہ روایت جو ابن شہرآشوب نے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ ابوحنیفہ حضرت امام صادق علیہ السلام کے دروازے پر آیا تاکہ حضرت سے حدیث سُنے، حضرت گھر سے اس حالت میں نکلے کہ اعصا پر سہارا لیا ہوا تھا، ابوحنیفہ کہنے لگا اے فرزند رسولؐ آپ عمر کی اس حد تک نہیں پہنچے کہ آپؑ کو اعصا کی ضرورت ہو، حضرت نے فرمایا ایسا ہی ہے جیسا تم کہہ رہے ہو، لیکن یہ تو رسول خدا کا اعصا ہے میں نے چاہا کہ اس سے تبرک حاصل کروں پس ابوحنیفہ جھپٹا اس عصا کی طرف اور اجازت چاہی کہ اس کا بوسہ لے۔

حضرت نے اپنے بازو سے آستین الٹ دی اور اس سے فرمایا خدا کی قسم تجھے معلوم ہے کہ یہ رسولؐ کی کھال اور یہ رسولؐ کے بال ہیں، لیکن ان کا تو بوسہ نہیں لیتا اور اعصا کا بوسہ لے رہا ہے۔

چھٹا معجزہ! حضرت کا مغیات کی خبر دینا

حمیری نے موسیٰ بن بکیر سے روایت کی ہے کہ حضرت امام موسیٰ علیہ السلام نے مجھے ایک رقعہ دیا کہ جس میں کچھ ضروریات لکھی تھیں اور آپؑ نے مجھ سے فرمایا کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کرو، میں نے اسے مصلے کے نیچے رکھ دیا اور اس میں سستی کی پھر میں حضرت کے نزدیک سے گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ رقعہ آپ کے دست مبارک میں ہے، آپؑ نے مجھ سے پوچھا کہ وہ کہاں ہیں میں نے عرض کیا گھر میں ہے، فرمایا اے موسیٰ جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو اس پر عمل کرو ورنہ میں تم پر غضب ناک ہوں گا، پس میں نے سمجھا کہ وہ رقعہ آپؑ کو جنات کے کسی بچے نے لا کر دیا ہے۔

ساتواں معجزہ! حضرت کا علی بن یقطین کو ہارون کے سر سے نجات دینا

حدیقۃ الشیعہ میں امام موسیٰ علیہ السلام کے معجزات میں مذکور ہے کہ آپؑ کے معجزات میں سے دو چیزیں علی بن یقطین ہارون رشید کے وزیر سے متعلق واقع ہوئی ہیں جو کہ مخلص شیعوں میں سے تھا، ایک یہ کہ ایک دن رشید نے ایک قیمتی کپڑا جو بہت نفیس تھا علی مذکور کو دیا، چند دنوں کے بعد علی نے وہ کپڑا بہت سے مال کے ساتھ حضرتؑ کی خدمت میں بھیج دیا، امام نے باقی مال قبول کر لیا وہ کپڑا واپس کر دیا کہ اس کی حفاظت کرنا کیونکہ تمہیں اس کی ضرورت پڑے گی، علی کے دل میں آیا کہ اس کا کیا سبب ہوگا، لیکن چونکہ اسے حکم دیا گیا تھا، لہذا اس کی محافظت کی، کچھ مدت کے بعد ایک ایسے غلام کو جو اس کے حالات سے باخبر تھا کسی گناہ کی وجہ سے چند ڈنڈے لگائے، غلام ہارون رشید کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ علی بن یقطین ہر سال اپنے مال کا خمس تحفہ تحائف اور ہدیوں کے ساتھ موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس بھیجتا ہے اور ان چیزوں میں سے کہ جو اس سال بھیجی ہیں ایک وہ قیمتی کپڑا بھی ہے جو خلیفہ نے اسے عنایت کیا تھا رشید آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا، اگر یہ بات سچ نکلی تو اس کو سخت سزا دوں گا، فوراً علی کو بلایا اور کہنے لگا کہ فلاں کپڑا جو اس دن میں نے تجھے دیا تھا وہ کہاں ہے اُسے لے آؤ کہ اس سے ایک غرض متعلق ہے علی کہنے لگا کہ اسے خوشبو لگا کر ایک صندوق میں رکھ دیا ہے اسے اس قدر دوست رکھتا ہوں کہ میں اسے نہیں پہنتا، رشید کہنے لگا اسی وقت اسے حاضر کرو، علی نے اپنے ایک غلام کو بلایا اور کہنے لگا کہ فلاں صندوق جو فلاں کمرے میں رکھا ہے لے آؤ، جب وہ لے آیا تو رشید کے سامنے کھولا، رشید نے اسے اسی طرح دیکھا کہ جیسا علی نے کہا تھا، زینت اور خوشبو میں بسا ہوا دیکھا تو اس کا غصہ فرو ہوا اور کہنے لگا اسے اس کی جگہ پلٹا دو اور سلامتی کے ساتھ رہو کہ اس کے بعد کسی کی بات تمہارے حق میں قبول نہیں کروں گا۔ جب علی چلا گیا تو اس غلام کو بلا کر حکم دیا کہ اسے ایک ہزار تازیانے لگائے جائیں، جب تازیانے کی تعداد پانچ سو کو پہنچی تو وہ غلام مر گیا اور علی بن یقطین پر واضح ہو گیا کہ اس کپڑے کے واپس کرنے کا مقصد کیا تھا اس کے بعد خاطر جمعی سے اُسے حضرتؑ کی خدمت میں بھیج دیا۔

دوسری یہ کہ علی بن یقطین نے حضرت کو لکھا کہ روایات وضو کے متعلق مختلف ہیں، میں چاہتا ہوں کہ مجھے اپنے خط مبارک

سے لکھ کر عالم فرمائے کہ میں کس طرح وضو کیا کروں، امام علیہ السلام نے اسے لکھا کہ میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ تین مرتبہ منہ دھویا کرو اور ہاتھوں کو انگلیوں کے سروں سے لے کر کہنی تک تین مرتبہ دھولو اور پورے سر کا مسح کرو اور دونوں کانوں کے ظاہری حصہ کو مسح کرو اور پنڈلی تک پاؤں کو دھوؤ جس طرح حنفی کرتے ہیں۔

جب یہ نوشتہ علی کے پاس پہنچا تو اس نے تعجب کیا اور دل میں کہنے لگا یہ تو آپؑ کا مذہب نہیں ہے اور مجھے یقین ہے کہ ان اعمال میں سے کوئی بھی حق کے موافق نہیں، لیکن چونکہ امامؑ نے مجھے مامور کیا ہے، لہٰذا مخالفت نہیں کروں گا، جب تک کہ اس کا راز نہ کھل جائے اور اس کے بعد اسی طرح وضو کرتا تھا یہاں تک کہ مخالفین اور دشمنوں نے ہارون سے کہا کہ علی بن یقطین رافضی ہے اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے فتویٰ کے مطابق عمل پیرا ہے اور اس کے حکم سے تخلف نہیں کرتا، رشید نے خلوت میں اپنے خواص میں سے ایک شخص سے کہا کہ علی کی خدمت میں کوئی کمی نہیں، لیکن اس کے دشمن سختی سے کہتے ہیں وہ رافضی ہے اب میں نہیں جانتا کہ اس کا امتحان کس طرح کروں اور میرا دل مطمئن ہو جائے، وہ شخص کہنے لگا کہ شیعہ سُنی سے جتنا وضو کے مسئلہ میں مخالفت رکھتے ہیں ایسی مخالفت کسی مسئلہ میں نہیں ہے، اگر اس کا وضو ان سے موافق نہیں تو لوگوں کی بات سچ ہے ورنہ نہیں۔

رشید کو یہ بات معقول معلوم ہوئی ایک دن اسے بلایا اور اپنے مکان کے ایک کمرے میں کسی کام اور شغل میں لگایا تا کہ تمام شب و روز اپنے اوقات اس میں صرف کرے، حکم دیا کہ اس سے باہر نہ جاؤ اور ایک غلام کے علاوہ اس کے پاس کسی کو نہ رہنے دیا علی کی یہ عادت تھی کہ وہ نماز علیحدگی میں ادا کرتے تھے جب غلام وضو کا پانی لے آیا تو اسے حکم دیا کہ کمرے کا دروازہ بند کر کے چلے جاؤ اور خود کھڑے ہو گئے اور جس طرح انہیں حکم دیا گیا تھا وضو کیا اور نماز پڑھنے لگا اور رشید خود اس سوراخ سے جو کمرے کی چھت میں تھا وہاں سے دیکھ رہا تھا، بعد اس کے کہ اسے معلوم ہوا کہ علی نماز سے فارغ ہو گیا ہے رشید آیا اور اس سے کہنے لگا، اے علی جو شخص تجھے رافضی سمجھتا ہے وہ جھوٹا ہے اور اب کے بعد میں تیرے متعلق کسی کی بات قبول نہیں کروں گا۔

اور اس واقعہ کے دو دن بعد امامؑ کی تحریر اسے پہنچی کہ جس میں صحیح وضو مذہب معصومین کے موافق مذکور تھا اور اسے حکم دیا تھا کہ اس کے بعد اس طریقہ پر وضو کیا کرو، کیونکہ جس چیز کا مجھے تمہارے بارے میں خوف تھا وہ گزر چکی ہے اطمینان رکھو اور اس طریقہ کی خلاف ورزی نہ کرو۔

آٹھواں معجزہ! حضرتؑ کا غیب کی خبر دینا

نیز حدیقہ، فصول المہمہ اور کشف الغمہ سے منقول ہے کہ جس وقت ہارون نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کو قید رکھا تھا تو ابو یوسف اور محمد بن الحسن نے جو اس وقت مذہب اہل سنت کے مجتہد اور ابوحنیفہ کے شاگرد تھے، آپس میں مشورہ کیا کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے پاس جائیں اور ان سے مسائل علمی پوچھیں اور اپنے اعتقاد کے مطابق آپؑ سے بحث و مناظرہ کریں اور حضرت کو لاجواب کر دیں۔

جب آپ علیہ السلام کی خدمت میں پہنچے، ابھی یہ پہنچے ہی تھے کہ وہ شخص جو سندی بن شاہک کی طرف سے آپؑ پر موکل تھا، آیا اور کہنے لگا میری نوبت اور باری ختم ہوگئی ہے اور میں اپنے گھر جا رہا ہوں، اگر آپؑ کو کوئی کام ہو تو مجھے فرمائیے تاکہ دوبارہ جب میری باری ہو تو میں وہ کام کر کے آؤں۔

امام علیہ السلام نے فرمایا تم جاؤ کوئی خدمت اور کوئی کام میرا نہیں ہے، جب وہ شخص چلا گیا تو آپؑ نے ان کی طرف رخ کیا اور فرمایا کیا تم اس شخص پر تعجب نہیں کرتے کہ یہ آج رات مر جائے گا اور آیا اس لیے ہے کہ یہ کل میری ضرورت پوری کرے، پس دونوں کھڑے ہو کر باہر چلے گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ ہم تو ان کے پاس اس لیے آئے تھے کہ ان سے مسائل فرض وسنت سنیں اور وہ خود بخود غیب کی خبر دینے لگے ہیں اور کسی کو انہوں نے بھیجا جو اس کے گھر کے دروازے پر خبر کا منتظر بیٹھے جب آدھی رات ہوئی تو اس گھر سے نالہ وفریاد کی آواز بلند ہوئی اور جب اس نے پوچھا کہ کیا ہوا تو انہیں نے بتایا کہ وہ شخص اچانک بغیر کسی بیماری کے مر گیا ہے، پس وہ ان کا بھیجا ہوا شخص ان دونوں کے پاس گیا اور انہیں خبر دی تو وہ دونوں دوبارہ امام علیہ السلام کی خدمت میں آئے اور پوچھنے لگے ہم چاہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہو کہ آپ نے ی علم کہاں سے حاصل کیا ہے، آپؑ نے فرمایا وہ علم ہے جو رسول خداؐ نے علی مرتضیٰؑ کو تعلیم کیا تھا اور یہ ان علوم سے نہیں کہ جس میں دوسرے لوگوں کے لیے کوئی راستہ ہو، دونو متحیر اور مبہوت ہو گئے، انہوں نے چاہا کہ کوئی اور بات کریں لیکن نہ کر سکے اور دونوں اُٹھ کر شرمندہ ہو کر واپس چلے گئے اور چھپانے کی برداشت بھی ان میں نہ تھی اور خود روایت کی اور نقل کیا ہے تاکہ قیامت کے دن ان پر حجت ہو۔

نواں معجزہ! پردہ پر بنی ہوئی شیر کی تصویر کو آپؑ کا حکم دینا کہ افسونگر کو چیر پھاڑ دو

ابن شہر آشوب نے علی بن یقطین سے روایت کی ہے ایک دفعہ ہارون الرشید نے ایک شخص کو بلایا تاکہ اس کے ذریعہ سے ابوالحسن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے امر کو باطل کرے اور مجلس عام میں آپؑ کو شرمسار کرے، پس اس کام کے لیے ایک جادوگر نے حامی بھر لی، جب دسترخوان بچھایا گیا تو اس جادوگر نے روٹی میں کوئی حیلہ کیا، پس اس طرح ہوا کہ جب حضرت کا خادم ارادہ کرتا کہ روٹی اٹھا کر حضرت کے پاس رکھے تو روٹی اس سے اڑ جاتی تھی، ہارون اس کام سے اتنا خوش ہوا اور اسے ہنسی آئی کہ وہ اپنے اوپر قابو نہ رکھ سکا اور وہ آپے سے باہر ہو گیا، پس اسی اثناء میں امام موسیٰ علیہ السلام نے سر بلند کیا اس شیر کی تصویر کی طرف جو کہ ایک پردہ پر بنی ہوئی تھی فرمایا اے اللہ کے شیر پکڑ لو اس دشمن خدا کو۔

پس وہ تصویر بہت بڑے شیر کی طرح اُچھلی اور اس جادوگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے، ہارون اور اس کے ندیم یہ امر عظیم دیکھ کر غش کھا گئے اور منہ کے بل گر پڑے اور جو کچھ انہوں نے دیکھا اس کے ہول سے ان کے ہوش اڑ گئے، جب ہوش میں آئے تو کافی دیر کے بعد ہارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا کہ میں اپنے حق کی آپؑ کو قسم دیتا ہوں جو آپؑ پر ہے اس تصویر سے خواہش کریں کہ وہ اس شخص کو واپس نگل دے۔

امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے جادوگروں کی رسیاں اور لاٹھیاں اُگل دی ہوتیں جو وہ نگل گیا تھا تو یہ تصویر بھی اس شخص کو اگل دیتی کہ جیسے نگل گئی ہے۔ مولف کہتا ہے بعض فضلاء نے شاید کہ وہ سید اجل آقائے سید حسین مفتی ہیں جنہوں نے شیخ بھائی سے یہ حدیث روایت کی ہے اس طرح سے فرمایا ہے کہ حدیث بیان کی مجھ سے شیخ نے جمعہ کی رات سات جمادی الاخری ۱۰۳۰ہجری میں دو اماموں امام موسیٰؑ بن جعفرؑ اور ابوجعفرؑ جواد کی ڈیوڑھی کے سامنے اپنے والد شیخ حسین سے اپنے مشائخ واساتذہ سے پھران کے نام لیے شیخ صدوق تک ابن ولید سے صفار اور سعد بن عبداللہ سے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے حسن بن علی بن یقطین سے ان کے بھائی حسین سے اپنے باپ علی بن یقطین سے اور اس روایت کے سب راوی ثقات اور شیوخ طائفہ میں سے ہیں، پھر گذشتہ حدیث کو بیان کیا ہے جس طرح کہ ذکر ہو چکی ہے اور اس حدیث سے کوئی مخالفت نہیں رکھی سوائے اس کے اس میں خادم کا ذکر نہیں بلکہ اس میں ہے کہ حضرت خود روٹی اٹھانا چاہتے تھے اور دوسرا یہ کہ تصویر اس مکان کے ایک صحن میں تھی نہ کہ پردہ کے اوپر اور باقی حدیث دونوجگہ ایک جیسی ہے اور اس روایت کے بعد کہا کہ شیخ بھائی ادام اللہ ایامہ نے میرے سامنے امام موسیٰ علیہ السلام اور امام جواد کی مدح میں تین شعر کہے اور وہ تین شعر یہ ہیں جوان بزرگوروں کی شان میں کہے گئے ہیں۔

الا یا قاصد الزّوراء عرج علی لغربی من تلك المغانی و نعلیك اخلعن واسجد خضوعًا اذا لاحت لدیك القبتان فتحتهما لعمرک ناز موسیٰ ونور محمد مقارنان اے زوراء کا قصد رکھنے والے توقف اور رغبت کروان منازل میں سے مغربی حصہ کے گھروں پر اور اپنے جوتے اتارلو اور خضوع وخشوع سے سجدہ کرو جب دو گنبد تجھے نظر آئیں تیری جان کی قسم ان کے نیچے موسیٰ کی آگ اور محمد کا نور ملے ہوئے ہیں۔

دسواں معجزہ! آپؑ کا شیر سے گفتگو کرنا

نیز ابن شہر آشوب نے علی بن ابی حمزہ بطائنی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ایک راستہ پر جا رہا تھا کہا ایک شیر نے ہمارا رخ کیا اور اس نے اپنا اگلا پاؤں حضرت کے خچر کے زین یا سرین پر رکھ دیا کہ جس پر حضرت سوار تھے، پس حضرت اس کے لیے رک گئے اس شخص کی طرح جو غور سے اس کی آواز سن رہا ہو پس شیر چلا گیا اور راستہ کے کنارے کھڑا ہو گیا اور حضرت ابوالحسنؑ نے اپنا رخ قبلہ کی طرف کیا اور دعا پڑھی کہ جسے میں نہ سمجھ سکا، اس کے بعد آپؑ نے شیر کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا کہ جاؤ تو شیر نے طویل ہمہمہ کیا اور حضرت فرماتے تھے آمین، آمین۔ اس وقت شیر چلا گیا میں نے حضرت سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں مجھے آپؑ کے اس شیر کے واقعہ سے تعجب ہوا۔

آپؑ نے فرمایا یہ شیر میرے پاس آیا تھا اور اس نے اپنی شیرنی کی دردزہ کی سختی سے شکایت کی اور مجھ سے درخواست کی کہ میں خدا سے دعا کروں کہ وہ اسے کشائش عطا فرمائے تو میں نے اس کے لیے دعا کی اور میرے دل میں القاء ہوا کہ ہونے والا بچہ نر ہے پس میں نے اسے یہ خبر دی تو شیر نے مجھ سے کہا کہ خدا کی حفظ وامان میں جایئے، خدا آپ پر آپؑ کی ذریت واولاد اور شیعوں پر کسی

درندے کو مسلط نہ کرے، میں نے کہا آمین۔

اور اس معجزہ کو بعض شعراء نے شعر میں اپنے اس قول میں ضبط کیا ہے۔

واذکر اللیث حین القی یدیه فسعیٰ نحوہ وزاروز مجر۔ ثم لمارای الامام اتاہ۔ وتجافیٰ عنه وهاب واکبر۔وهو لحاد ثلاثاً هذا اهو الحقُّ ومالم اقله اوفی واکثرُ۔

گیارہواں معجزہ! شفیق بلخی کی خبر اور جو کچھ اس نے آپؑ کے دلائل و معجزات دیکھے

شیخ اردبلی نے شفیق بلخی سے روایت کی ہے کہ میں ۱۴۹ ہجری میں حج پر گیا، جب قادسیہ پہنچا تو میں نے دیکھا کہ بہت سے لوگ حج کے لیے آرہے ہیں اور تمام صاحب زینت ومال تھے، پس میری نگاہ ایک خوشرو نوجوان پر پڑی جو کمزور اور گندم گوں تھا اور پشمینہ کا کپڑا اس کے لباس کے اوپر تھا اور اوپر ردا اوڑھے ہوئے اور جوتے پاؤں میں پہنے ہوئے تھا اور لوگوں سے کنارہ کش ہو کر اکیلا بیٹھا تھا، میں دل میں کہا کہ یہ نوجوان صوفی ہے اور چاہتا ہے کہ لوگوں بوجھ بنے اور اس راستہ میں اپنا بوجھ لوگوں پر ڈالے۔ خدا کی قسم میں اس کے پاس جا کر اس کی سرزنش کرتا ہوں جب میں اس کے قریب گیا اور اس جوان نے مجھے دیکھا تو فرمایا ''شفیق احبتنو کثیرۃ من الظن ''اے شفیق بہت سے گمانوں سے اجتناب کرو کیوں کہ بعض گمان گناہ ہیں۔ یہ کہہ کر آگے بڑھ گیا، میں نے اپنے آپ سے کہا کہ یہ امر عظیم ہے کہ اس جوان نے وہ کچھ بتایا جو میرے دل میں گزر رہا تھا اور میرا نام بھی لیا ہے یہ جوان خدا کا کوئی صالح بندہ ہی ہے، پس اس کے پاس جا کر اس سے سوال کروں کہ مجھے معاف کردے میں اس کے پیچھے چلا جتنی تیزی میں نے کی میں اسے نہ پاسکا، یہ موقعہ گزرا یہاں تک کہ ہم منزل واقعہ میں پہنچے، وہاں میں اس بزرگوار کو دیکھا کہ نماز پڑھ رہا ہے اور اس کے اعضاء وجوارح مضطرب ہیں اور آنسو جاری ہیں میں نے کہا کہ یہ وہی میرا ساتھی ہے کہ یں جس کی تلاش میں تھا جا کر اس سے معافی مانگوں، میں نے صبر کیا یہاں تک کہ وہ نماز سے فارغ ہوا میں اس کی طرف گیا جب مجھے دیکھا تو فرمایا۔

یاشفیق وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحاً ثم اهتدیٰ ،اے شفیق بیشک میں بخشنے والا ہوں اس کو جو توبہ کرے اور ایمان لائے اور نیک عمل کرے اور پھر راہ ہدایت پر چلے، یہ کہہ کر وہ چل دیا، میں نے کہا کہ یہ نوجوان ابدال میں سے ہے کیونکہ دو مرتبہ اس نے میرے دل کی بات بتائی، پھر دوبارہ میں نے اسے دیکھا یہاں تک کہ ہم منزل زبالہ میں پہنچے میں نے دیکھا کہ لوٹا اس نوجوان کے ہاتھ میں ہے اور کنویں کے پاس کھڑا ہے اور پانی نکالنا چاہتا ہے اچانک وہ لوٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر کنوئیں میں گر پڑا، میں نے دیکھا کہ اس نے اپنا سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا ''انت ربی اذا اظمت الیٰ الماو قوتی اذا اردت الطعایا'' تو مجھے سیراب کرنے والا ہے جب میں پیاسا ہوتا ہوں اور تو میری روزی ہے جب میں کھانے کا ارادہ کرتا ہوں۔

پھر عرض کیا اے میرے معبود وآقا میرے پاس اس لوٹے کے علاوہ کچھ نہیں ہے مجھ سے یہ نہ لے، شفیق کہتا ہے خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ کنوئیں کے پانی میں جوش آیا اور وہ اوپر کو آیا اس جوان نے اپنا ہاتھ پانی کی طرف دراز کیا اور کوزہ اٹھا کر پانی سے پر کر کے وضو کیا اور چار رکعت نماز پڑھ کر ریت کے ایک ٹیلے کی طرف گیا اور اس میں سے کچھ ریت لے کر اس لوٹے میں ڈال دی اور اسے ہلا کر پیا، جب میں نے یہ دیکھا تو اس کے قریب گیا اور سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دیا، پس میں نے کہا مجھے اس میں سے کچھ دیجئے جو خدا نے آپؑ پر احسان نعمت کیا ہے۔

فرمایا اے شفیق ہمیشہ خدا کی نعمت ظاہر اور باطن میں ہمارے ساتھ ہے، پس اپنے پروردگار کے متعلق اچھا گمان رکھو، پھر وہ کوزہ آپؑ نے مجھے عنائت فرمایا جب میں نے پی کر دیکھا تو ستو اور شکر تھی، خدا کی قسم میں نے اس سے زیادہ لذیذ وخوشبودار نہیں پیا تھا، پس میں اتنا سیر وسیراب ہوا کہ کئی دن تک مجھے کھانے پینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی پھر میں نے اس بزرگوار کو نہیں دیکھا یہاں تک کہ ہم مکہ میں وارد ہوئے۔آدھی رات کے وقت میں نے اسے دیکھا کہ وہ قبۃ السراب کے پاس مشغول نماز ہے اور مسلسل گریہ ونالہ میں مشغول رہا اور پورے خشوع وخضوع سے نماز پڑھتا رہا، یہاں تک کہ طلوع فجر ہوا تو اس نے اپنے مصلیٰ پر بیٹھ کر تسبیح پڑھی، پھر اٹھ کر صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد سات چکر کا طواف خانہ کعبہ کے گرد کیا اور باہر آیا میں اس کے پیچھے گیا تو میں نے دیکھا کہ اس کے حاشیہ نشین اور غلام ہیں، اس کیفیت کے برخلاف جو میں نے راستہ میں دیکھی تھی یعنی وہ بہت صاحب جلالت و عظمت ہیں اور لوگ ان کے گرد جمع ہیں اور ان کو سلام کر رہے ہیں، پس میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ نوجوان کون ہے تو لوگوں نے بتایا کہ موسیٰ بن جعفرؑ بن محمد بن علیؑ بن حسینؑ بن علیؑ بن ابی طالبؑ ہیں۔میں نے کہا جو عجائب وغرائب میں نے ان سے دیکھے ہیں، اگر کسی اور سے ہوتے تو تعجب تھا لیکن چونکہ ان بزرگوار سے ہیں، لہذا کوئی تعجب نہیں۔

مولف کہتا ہے کہ شفیق بلخی مشائخ طریقت میں سے ایک ہے ابراہیم ابن ادہم سے اس کی مصاحبت تھی اور اس نے اس سے طریقت کو اخذ کیا ہے اور یہ حاتم اصم کا استاد ہے اور ۱۹۴ ہجری میں غزوہ کولان میں ترک کے علاقہ میں قتل ہوا اور کشکول بھائی وغیرہ سے منقول ہے کہ شفیق بلخی ابتداء میں صاحب ثروت وقدرت تھا اور بہت سے سفر تجارت کے سلسلہ میں اس نے کئے تھے، پس ایک سال ترک ملک کا سفر کیا اس شہر میں گیا کہ جس کے رہنے والے بت پرست تھے ان بت پرستوں میں سے ایک بڑے بوڑھے سے کہا یہ عبادت جو تم بتوں کے لیے کرتے ہو یہ باطل ہے یہ خدا نہیں ہیں اور اس مخلوق کا ایک خالق ہے کہ جس کی مثل و مانند کوئی چیز نہیں ہے اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے اور وہ ہر چیز کو روزی دیتا ہے وہ بت پرست کہنے لگا، تیرا قول تیرے فعل کے مخالف ہے شفیق نے کہا کہ وہ کس طرح وہ کہنے لگا تو کہتا ہے کہ تیرا ایک خالق ورازق ہے جو مخلوق کو روزی دیتا ہے اس اعتقاد کے باوجود تو اپنے آپ کو مسافرت کی مشقت میں ڈالے ہوئے ہے کہ تو سفر کر کے یہاں تک روزی کی تلاش میں آیا ہے۔

شقیق اس کی اس بات سے بیدار ہوا اور اپنے شہر کی طرف پلٹ گیا اور جو مال اس کی ملکیت میں تھا وہ صدقہ میں دے دیا اور جب تک زندہ رہا علماء وزہاد کی ملازمت وخدمت میں رہا اور معلوم رہے کہ یہ حکایت جو شقیق نے موسیٰ بن جعفرؑ نے نقل کی ہے کئی ایک

علماء شیعہ وسنی نے اسے نقل کیا ہے اور اشعار میں بھی نظم کیا ہے۔(اس کے بعد مولف نے گذشتہ واقعہ کے متعلق اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم ذکر نہیں کر رہے۔مترجم)

بارہواں معجزہ! حضرتؑ کا غیب کی خبر دینا

شیخ عقرقوفی نے شعیب سے روایت کی ہے کہ میں ایک دن حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ اچانک آپ نے ابتداًا اپنی طرف سے فرمایا۔اے شعیب کل اہل مغرب میں سے ایک شخص تم سے ملاقات کرے گا اور میرے متعلق تم سے سوال کرے گا اور تم اسے جواب میں کہنا اور تم اُسے کہنا کہ خدا کی قسم وہ وہی امام ہے کہ حضرت صادق نے جس کی ہمیں خبر دی ہے اور وہ حلال وحرام کے متعلق جو بھی سوال کرے تم میری طرف سے اسے جواب دیتے رہنا میں نے عرض کیا قربان جاؤں اس مغربی کی کیا نشانی ہے، فرمایا وہ شخص طویل القامت وجسم اور اس کا نام یعقوب ہے، جب تمہاری اس سے ملاقات ہو تو بے پرواہو کر اسے جواب دینا جو کچھ بھی وہ تم سے پوچھے، کیونکہ وہ وہ اپنی قوم کا یگانہ و بے نظیر شخص ہے اور اگر وہ میرے پاس آنا چاہے تو اسے لے آنا، شعیب کہتا ہے کہ دوسرے دن میں طواف میں تھا کہ ایک شخص طویل وجسیم میری طرف رخ کر کے کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ تجھ سے تیرے صاحب کے متعلق سوال کروں میں نے کہا کہ کس صاحب کے متعلق، وہ کہنے لگا فلاں بن فلاں یعنی حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام، میں نے کہا تمہارا کیا نام ہے کہنے لگا یعقوب، میں نے کہا کہاں کے رہنے والے ہو کہنے لگا اہل مغرب میں سے ہوں، میں نے کہا کہ تو نے مجھے کیسے پہچانا تو اس نے کہا، میں نے عالم خواب میں دیکھا ہے کہ کس نے مجھ سے کہا کہ شعیب سے ملاقات کرو اور جو چاہو اس سے پوچھو، جب میں بیدار ہوا تو میں نے تیرے متعلق پوچھا تو لوگوں نے مجھے تیری نشانی دی ہے۔

پس میں نے کہا کہ ذرا یہیں بیٹھ جاؤ، یہاں تک کہ میں طواف سے فارغ ہو کر تمہارے پاس آؤں، پس میں نے طواف کیا اور اس کے پاس گیا اور اس سے گفتگو کی اور اسے میں نے عقلمند پایا اور اس نے مجھ سے خواہش کی کہ میں اسے موسیٰؑ بن جعفرؑ کی خدمت میں لے چلوں، میں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا اور اجازت چاہی، جب اجازت ملی تو ہم حضرتؑ کے مکان کے اندر داخل ہوئے، جب امام علیہ السلام کی نگاہ اس مرد پر پڑی تو فرمایا اے یعقوب تم کل یہاں آئے ہو اور تمہارے بھائی کے درمیان فلاں مقام پر جھگڑا ہوا اور معاملہ یہاں تک پہنچا کہ تم نے ایک دوسرے کو گالیاں دیں حالانکہ یہ ہمارا طریقہ اور ہمارے اباؤاجداد کا دین نہیں ہے اور کسی کو ان چیزوں کی اجازت اور حکم نہیں دیتے، پس خدا یگانہ اور بے شریک سے ڈرو اور عنقریب تمہارے اور تمہارے بھائی کے درمیان جدائی ڈالی جائے گی اور تمہارا بھائی اسی سفر میں مرجائے گا اس سے پہلے کہ وہ اپنے ہم وطنوں میں پہنچے اور تم بھی اپنے کئے پر پشیمان ہوگے اور یہ اس سبب سے ہوا کہ تم نے قطع رحمی کی خدا نے تمہاری عمر قطع کر دی۔

اس شخص نے پوچھا قربان جاؤں میری اجل کب آئے گی، فرمایا تمہاری اجل بھی نزدیک آ گئی تھی، لیکن چونکہ فلاں منزل میں تم نے اپنی پھوپھی سے صلہ رحمی کی اور اپنے رحم کو وصل کیا تو بیس سال تمہاری عمر بڑھ گئی ہے۔شعیب کہتا ہے کہ اس واقعہ

کے ایک سال بعد میں نے حج کے راستہ میں اس شخص کو دیکھا اور اس سے حالات پوچھے تو اس نے بتایا کہ اس کا بھائی وطن میں پہنچنے سے پہلے وفات پا گیا اور راستہ میں دفن ہوا، اور قطب راوندی سے یہی حدیث علی بن ابی حمزہ سے اسی طرح روایت کی ہے۔

تیرہواں معجزہ! علی بن مسیب ہمدانی کی خبر اور جو کچھ دلائل اس نے دیکھے

محقق بہبہانی رحمۃ اللہ علیہ نے رجال کبیر کے تعلیقہ میں کہا ہے علی بن مسیب ہمدانی کے حالات میں فرمایا ہے کہ بعض کتب معتمدہ میں ہے کہ اسے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ساتھ گرفتار کیا گیا اور بغداد کے اسی قید خانے میں قید کیا کہ جس میں امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام قید تھے، جب اس کی قید کی مدت قلیل ہوئی اور اس میں اہل وعیال کی ملاقات کا شوق شدت پکڑ گیا تو حضرت نے فرمایا کہ غسل کرو، جب اس نے غسل کیا تو آپؑ نے فرمایا آنکھیں بند کرلو، پھر فرمایا آنکھیں کھول دو جب اس نے آنکھیں کھول دیں تو خود کو امام حسین علیہ السلام کی قبر کے پاس دیکھا پس وہاں نماز پڑھی اور آپؑ کی زیارت کی، پھر فرمایا آنکھیں بند کرو اور اس کے بعد فرمایا کھول دو، جب آنکھیں کھولیں تو آپ کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مدینہ میں دیکھا فرمایا یہ قبر پیغمبر ہے، پس جاؤ اپنے اہل وعیال سے تجدید عہد کرو اور میرے پاس واپس آجاؤ وہ گیا اور واپس آ گیا۔ فرمایا آنکھیں بند کرو پھر فرمایا کہ کھولو، جب آنکھیں کھولیں تو خود کو حضرت کے ساتھ کوہ قاف کے اوپر دیکھا اور وہاں اولیاء اللہ میں سے چالیس افراد دیکھے کہ سب نے امام علیہ السلام کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس کے بعد فرمایا آنکھیں بند کرلو اور کھولو تو اپنے آپ کو حضرتؑ کے ساتھ قید خانے میں دیکھا۔ مولف کہتا ہے کہ اصحاب امام رضاؑ کے حالات میں زکریا ابن آدم کے احوال میں علی بن مسیب مذکور کا تذکرہ بھی ہوگا۔

چوتھی فصل

حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے کچھ کلمات شریفہ اور مواعظ بلیغہ کا ذکر

پہلا ارشاد: آپ قبر کے پاس جب کھڑے تھے تو فرمایا بیشک وہ چیز کہ جس کا آخر یہ ہو وہ اس لائق ہے کہ اس کے اوّل میں رغبت ومیلان نہ کیا جائے اور بیشک وہ چیز کہ جس کی ابتداء ی ہو (یعنی آخرت کہ جس کی پہلی منزل قبر ہو) وہ اس لائق ہے کہ اس کے آخر سے خوف کیا جائے۔

مولف کہتا ہے کہ قبر کی وحشت اور ہولنا کی عظیم ہے۔کتاب من لا یضرہ الفقیہ میں ہے کہ میت کو جب قبر کے قریب لے جائیں تو اچانک اسے قبر میں داخل نہ کریں، کیونکہ قبر کی ہولنا کیاں بڑی ہیں اور میت کو اٹھانے والا مطلع کے ہول سے خدا سے پناہ مانگے اور میت کا سر قبر کے نزدیک رکھے اور تھوڑی دیر کے لیے صبر کرے تا کہ وہ قبر میں جانے کے لیے تیار ہو جائے پھر اسے تھوڑا سا اور آگے لے جائے اور تھوڑی دیر صبر کرے، اس وقت اسے قبر کے کنارے رکھے۔

مجلسی اوّل نے اس کی تشریح میں فرمایا ہے اگر چہ روح بدن سے جدا ہو جاتا ہے اور روح جوانی مرجاتا ہے، لیکن نفس ناطقہ زندہ ہے اور اس کا تعلق بدن سے بالیکلہ زائل نہیں ہوتا اور فشار قبر کا خوف اور سوال منکر ونکیر ہے اور رومان فتان قبور اور عذاب برزخ ہے، حالانکہ وہ دوسروں کے لیے عبرت ہیں کہ وہ فکر کریں کہ اس قسم کا واقعہ انہیں در پیش ہے۔

اور حدیث حسن میں یونس سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے ایک حدیث سنی ہے کہ جو گھر میرے دل میں آتا ہے کہ یہ وسیع اور کھلا ہے وہ میرے لیے تنگ ہو جاتا ہے اور یہ اس طرح ہے کہ آپ نے فرمایا جب میت کو قبر کے پاس لے جاؤ تو اسے کچھ دیر مہلت دو تا کہ وہ سوال منکر ونکیر کے لیے تیار ہو جائے۔

برائین عازب سے روایت ہے جو کہ مشہور صحابہ میں سے ہے کہ ہم رسول خداؐ کی خدمت میں حاضر تھے، آپ نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک جگہ پر جمع ہیں تو پوچھا کہ یہ لوگ کیوں جمع ہیں تو بتایا گیا کہ یہ قبر کھودنے کے لیے جمع ہیں، براء کہتا ہے کہ جب حضرتؐ نے قبر کا نام سُنا تو آپ جلدی سے اس طرف گئے یہاں تک کہ قبر تک پہنچ گئے، پس زانو ٹیک کر قبر پر بیٹھ گئے، میں دوسری طرف حضرت کے چہرہ کے سامنے گیا تا کہ دیکھوں کہ حضرت کیا کر رہے ہیں میں نے دیکھا کہ حضرت گریہ کر رہے ہیں یہاں تک کہ آپ کے آنسوؤں نے زمین کو تر کر دیا، اس کے بعد آپ نے ہماری طرف رخ کیا اور فرمایا ''اخوانی المثل ھذا فاعدُوا'' یعنی میرے بھائیو اس جیسی جگہ کے لیے تیاری کرو اور آمادہ رہو۔

شیخ بھائی نے نقل کیا ہے، لوگوں نے ایک حکیم کو دیکھا کہ وہ اپنی موت کے وقت دریغ وحسرت کھا رہا تھا، اس سے کہا گیا کہ یہ کیسی حالت ہے کہ جو ہم تجھ سے دیکھ رہے ہیں وہ کہنے لگا کہ اس شخص کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے جو طویل سفر پر توشہ وزاد کے بغیر جارہا ہے اور وحشت ناک قبر میں بغیر مونس کے رہے گا اور حاکم عادل کے دربار میں بغیر حجت ودلیل کے جائے گا۔

قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ جناب مریمؑ کو ان کے مرنے کے بعد پکارا اور کہا کہ اے مادر گرامی مجھ سے بات کرو آیا تم چاہتی ہو کہ دنیا کی طرف واپس آجاؤ، وہ کہنے لگیں کہ ہاں تا کہ خدا کی بہت سرد رات میں نماز پڑھوں اور گرم ترین دن کو روزہ رکھوں، اے میرے بیٹے یہ راستہ خوفناک ہے۔

اور روایت ہے کہ جناب فاطمہ زہراؑ سلام اللہ علیہا نے امیر المومنین کو وصیت میں کہا جب میری وفات ہو جائے تو آپ خود مجھے غسل دیں، تجہیز کریں اور نماز جنازہ پڑھیں، قبر میں اتاریں، لحد میں رکھیں اور میرے اوپر خاک ڈالیں اور میرے سرہانے چہرہ کے سامنے بیٹھ کر میرے لیے قرآن اور دعا زیادہ پڑھیں، کیونکہ یہ وقت ہے کہ جب مردہ زندہ سے انس حاصل کرنے کا محتاج ہے۔

اور سید ابن طاؤس نے حضرت رسول اکرمؐ سے روایت کی ہے کہ میت کے لیے کوئی وقت قبر کی پہلی رات سے زیادہ سخت نہیں ہوتا، پس رحم کرو اپنے مردوں پر صدقہ دے کر اور اگر تمہارے پاس کوئی چیز صدقہ دینے کے لیے نہ ہو تو پھر تم میں سے کوئی شخص دو رکعت نماز نفل پڑھے اور پہلی رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ الکتاب اور تین مرتبہ قل ھو اللہ احد اور دوسری رکعت میں ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور دس مرتبہ الھکم التکاثر پڑھے اور سلام دینے کے بعد کہے اللھم صلی علی محمد و آل محمد وابعث ثوابھا الیٰ قبر ذلك المیت فلاں بن فلاں پس خداوند عالم اس وقت اس میت کی قبر کی طرف ہزار فرشتہ بھیجتا ہے کہ ہر فرشتہ کے پاس ایک جام اور ایک حلہ بہشتی ہوتا ہے اور اس کی قبر کی تنگی کو وسعت دیتا ہے صور پھونکنے کے دن تک اور عطا فرماتا ہے نماز پڑھنے والے کو جتنی چیزوں پر سورج چمکتا ہے ان کی تعداد کے برابر حسنات اور نیکیاں اور اس کے چالیس درجہ بلند کئے جاتے ہیں اور کتاب من لا یحضرہ الفقیہ میں ہے کہ جب ذر ابن ابوذر کے بیٹے کی وفات ہوئی تو ابوذر رضی اللہ عنہ اس کی قبر پر کھڑے ہو گئے اور قبر پر ہاتھ پھیر کر کہا، اے ذر خدا تجھ پر رحم کرے خدا کی قسم تو میری نسبت نیکوکار تھا اور فرزندی کے فرائض تو نے ادا کئے اب جس وقت تم کو مجھ سے لے لیا گیا تو میں تیرے اوپر خوش ہوں خدا کی قسم تیرے چلے جانے کی مجھے کوئی پرواہ نہیں اور کوئی نقصان مجھے نہیں پہنچا و مالی الی احد سوی اللہ من حاجۃ اور مجھے خدا کے علاوہ کسی کی ضرورت نہیں اور اگر اس عالم کی خوفناک جگہیں جو موت کے بعد دیکھا جاتا ہے کا خوف نہ ہوتا تو بیشک میں خوش ہوتا کہ تیری جگہ میں چلا جاتا، لیکن میں چاہتا ہوں کہ چند دن جو کچھ مجھ سے فوت ہوا ہے اس کی تلافی کر لوں اور اس عالم کے لیے تیاری کر لوں اور بیشک وہ اندوہ جو تیرے لیے ہے اس نے مجھے مشغول کر دیا ہے تجھ پر غم واندوہ کرنے سے، یعنی میں ہمیشہ اس فکر میں ہوں کہ ایسی عبادات اور اطاعتیں کروں جو تیرے لیے نفع مند ہوں اور اس چیز نے مجھے روک دیا ہے کہ اس وقت تیرے مرنے اور جدائی کا غم کروں، خدا کی قسم میں نے تجھ پر گریہ کیا ہے کہ تیری حالت کیسی ہوگی اور تجھ پر کیا گزرے گی، فلیت شعری ماقلت وماقیل لك کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تو نے کیا کہا ہے اور تجھے کیا کہا گیا ہے۔ خدایا میں نے اسے وہ حقوق بخش دیئے ہیں جو تو نے میرے لیے اس پر واجب کئے تھے اب تو بھی اسے بخش دے وہ حقوق جو اپنے تو نے اس پر واجب کئے تھے، کیونکہ تو جود وکرم کا مجھ سے زیادہ لائق وسزاوار ہے۔

دوسرا ارشاد: آپ نے علی بن یقطین سے فرمایا بادشاہ کی ملازمت کا کفارہ اپنے دینی بھائیوں سے نیکی کرنا ہے۔

تیسرا ارشاد: فرمایا جب لوگ ایسے گناہ کرنے لگیں جو انہیں یاد ہی نہیں تھے تو خداوند عالم ایسی مصیبتوں میں انہیں مبتلا کر دے گا کہ جنہیں یہ مصیبت اور بلا نہیں سمجھتے تھے، مولف کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں اس کلام کی سچائی اچھی طرح معلوم ہو گئی ہے، کیونکہ نئے گناہ اور نافرمانیاں لوگوں میں ظاہر ہوئی ہیں اور تازہ بدعتیں پیدا ہوئی ہیں اور لوگوں نے جادہ شریعت واطاعت الٰہی سے پاؤں باہر رکھے ہیں اور اپنا کمال بعض گناہوں اور معاصی کے ارتکاب میں سمجھتے ہیں اور امر بالمعروف اور نہی از منکر درمیان سے اٹھ گئے ہیں اور خداوند عالم نے بھی لوگوں کو قسم قسم کی بلاؤں اور مصیبتوں میں مبتلا کر رکھا ہے جو کسی وقت بھی ان کے دل میں نہ آتیں تھیں اور جن کا وہ گمان ہی نہ کرتے تھے اور وہ اس آیت کا مصداق ہو گئے ہیں۔

وضرب اللہ مثلاً قریۃ کانت آمنۃ مطمئنۃ یاتیھا رزقھا رغداً من کل مکان فکفرت بانعم اللہ فاذاقھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانو یصنعون۔

خدا نے کفران نعمت کرنے والوں کو مثال دی ہے اس بستی والوں کے ساتھ جو امن وآسائش میں تھے اور انہیں فراخ روزی پہنچتی تھی، اطراف و جوانب سے پس انہوں نے خدا کی نعمتوں کا کفران کیا اور شکر نہ بجالائے پس چکھایا انہیں خداوند عالم نے بھوک اور خوف کا لباس، کیونکہ وہ ناشائستہ اعمال کرتے تھے۔

چوتھا ارشاد: فرمایا صبر کرنے والے کے لیے ایک مصیبت ہے اور جزع وفزع اور آپے سے باہر آجانے والے کے لیے دو ہیں، فقیر کہتا ہے کہ حضرت ہادی (علی نقی) کے کلمات میں یہ جملہ آئے گا اور اس کی مراد بھی۔

پانچواں ارشاد: فرمایا جور وظلم کی شدت اور سختی کو وہی جانتا ہے کہ جس کے حق میں حکم جور ہوا ہے، مولف کہتا ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ سے روایت ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ بادشاہ زمین میں خدا کا سایہ ہے کہ جس کی پناہ میں مظلوم جگہ لیتے ہیں، پس جو بادشاہ عدالت کرے تو اس کے لیے اجر ہے اور رعیت کے لیے شکر کرنا اور جو بادشاہ ظلم کرتا ہے تو اس کے لیے ہے وزر اور گناہ رعیت پر ہے صبر کرنا یہاں تک کہ ان کی کشائش ہو (مولف نے سعدی کے کچھ اشعار لکھے ہیں جنہیں ہم ترک کر رہے ہیں۔مترجم)

چھٹا ارشاد: فرمایا خدا کی قسم معونہ بقدر مئونہ نازل ہوتی ہے (یعنی اعانت الٰہی انسان کے اخراجات کے مطابق ہوتی ہے) اور صبر بقدر مصیبت نازل ہوتی ہے اور جو شخص قناعت کرے اس پر نعمت باقی رہتی ہے اور جو شخص اسراف اور فضول خرچی کرے نعمت اس سے زائل ہوجاتی ہے امانت کو ادا کرنا اور سچ بولنا روزی کو لے آتا ہے اور خیانت کرنا اور جھوٹ بولنا فقراء نفاق کو لاتے ہیں اور جب خدا چیونٹی پر مصیبت بھیجنا چاہتا ہے تو اس کے دو پر اُگ آتے ہیں وہ چیونٹی اڑتی ہے اور فضا کے پرندے اس کو کھا جاتے ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ یہ آخری جملہ شاید اشارہ ہو اس طرف کہ شکستہ پردوں والا کمزور حالت والا انسان سلامتی میں ہے، اور جب مال واعوان پیدا کرلیتا ہے تو سرکش ہوجاتا ہے اور پھر جو اس پر بالا دستی رکھتے ہیں وہ اس کا سر رگڑتے اور اُسے ہلاک کردیتے ہیں، ابوالعتاہیہ نے اسی چیز کو نظم کیا ہے وہ کہتا ہے واذا استوت للنمل اجنحۃ حتی تطیر فقد دنا عتبہ جب چیونٹی کے پر مکمل ہوجاتے ہیں اور وہ اڑنے لگتی ہے تو اس کی ہلاکت وتباہی آجاتی ہے، کہتے ہیں کہ ہارون الرشید برامکہ کی تباہی کے زمانہ میں یہ شعر بار بار پڑھتا تھا۔

ساتواں ارشاد: فرمایا اس سے بچو کہ اپنے مال کو اطاعت خدا میں خرچ کرنے سے روکو ورنہ ویسا ہی مال خدا کی نافرمانی میں خرچ کروگے۔

آٹھواں ارشاد: جس شخص کے دو دن یعنی گزشتہ دن اور وہ دن کہ جس میں وہ ہے مساوی ہوں تو وہ خسارہ میں ہے اور جس کا

دوسرا دن اس کے پہلے دن سے یعنی گزشتہ دن سے بدتر ہوتو وہ ملعون ہے اور جو شخص اپنے نفس میں زیادتی نہیں محسوس کرتا وہ نقصان میں ہے اور جو نقصان کی طرف بڑھ رہا ہو تو اس کی موت اس کی زندگی سے بہتر ہے۔

نواں ارشاد: کتاب درہ باہرہ سے کاظم علیہ السلام سے روایت ہے کہ احسان ونیکی ایک طوق ہے اس شخص کی گردن میں کہ جس کے ساتھ احسان کیا گیا ہے کہ جسے اس کی گردن سے نہیں نکال سکتی مگر مکافات یعنی جس نے احسان کیا ہے اس سے احسان کرنا یا اس کا شکرادا کرنا۔

۲۔ اگر اجلیں ظاہر ہوجائیں تو امیدیں رسوا ہوجائیں۔

۳۔ جو شخص فقروفاقہ میں پیدا ہوا ہے اسے تونگری سرکش بنادے گی۔

۴۔ جس سے برائی کی جائے اور وہ اس سے نہ جلے اور نہ غمگین ہو تو اس سے نیکی کرنے کا بھی کوئی موقع ومحل نہیں۔

۵۔ جب دو انسان ایک دوسرے کو گالیاں دیں تو جو بلند مرتبہ ہے وہ پست کے رتبہ میں آجائے گا۔

دسواں ارشاد: آپؑ نے اپنے ایک فرزند سے فرمایا اے بیٹا اس سے بچ کر رہو کہ خدا تمہیں اس گناہ پر دیکھے کہ جس سے اس نے تمہیں منع کیا ہے اور اس سے بچو کہ خدا تمہیں اس نیکی کے پاس نہ دیکھے کہ جس کا اس نے تجھے حکم دیا ہے اور تجھ پر لازم ہے کوشش و جدوجہد کرنا اور ایسا نہ سمجھنا کہ تو عبادت واطاعت خدا میں کوتاہی کرنے سے نکل چکا ہے، کیونکہ خدا کی ویسی عبادت نہیں کی گئی کہ جیسے اس کے شایان شان ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ یہی معنی مراد ہے حضرتؑ کی اس دعا سے جو آپؑ نے فضل بن یونس کی تعلیم فرمائی ہے۔

اللھم لا تجعلنی من المعارین ولا تخرجنی من التقصیر، خدایا مجھے ان لوگوں میں سے نہ قرار دے کہ جنہیں دین وایمان عارتیہ دیا گیا ہے اور مجھے تقصیر وکوتاہی سے نکال۔ فرمایا اور بچو مزاح کرنے سے کیونکہ مزاح وتمسخر نور ایمان کو لیجاتا ہے اور تیری مروت کو سبک اور ہلکا کردیتا ہے اور سستی سے بچ، کیونکہ یہ تجے تیرے دنیا وآخرت کے حصہ اور نصیب سے روک دیں گے۔

مولف کہتا ہے کہ آپ کا مزاح سے نہی کرنا ظاہراً اس سے مراد مزاح وشوخی میں حد سے بڑھ جانا ہے جو سُبکی وبے وقار ہونے کا سبب ہے اور سقوط ہیبت وحصول ذلت کا ذریعہ ہے اور جو دل کو مردہ کردیتی ہے اور آخرت سے غافل بنادیتی ہے اور بسا اوقات عداوت ودشمنی کا باعث ہوجاتی ہے یا مومن کے آزردہ خاطر ہونے اور اس کی خجالت وشرمندگی کا سبب بن جاتی ہے لہذا کہا گیا ہے کہ ہر چیز کا بیج ہوتا ہے اور عداوت ودشمنی کا بیج مزاح وشوخی ہے اور اس کے مفاسد میں سے یہ ہے کہ انسان اپنے منہ کو فضول ہنسنے میں کھولتا ہے اور زیادہ ہنسنا دل کو تاریک اور آبرو ووقار کو ختم کردیتا ہے لیکن مخفی نہ رہے کہ اگر مزاح میں افراط وزیادتی نہ ہو اور مفاسد مذکورہ اس سے پیدا نہ ہوں تو پھر مذموم نہیں بلکہ ممدوح ہے اور بارہا حضرت رسول اکرمؐ اور امیرالمومنینؑ سے مزاح صادر ہوا ہے اس حد تک کہ منافقین نے تو مزاح کو حضرت امیرالمومنینؑ کا عیب شمار کیا ہے اس طرح ہنسنا جو مذموم ہے وہ قہقہہ ہے جو آواز کے ساتھ ہو نہ کہ تبسم جو کہ قابل تعریف ہے اور اس کا ذکر سرکار رسالت کے اوصاف میں مشہور وعام ہے۔

گیارہواں ارشاد! فرمایا مومن ترازو کے پلڑے کی طرح ہے جتنا اس کا ایمان زیادہ ہوتا ہے اتنی اس کی مصیبت بڑھ جاتی ہے۔

بارہواں ارشاد! روایت ہے کہ ایک دن آپؑ نے اپنی اولاد کو جمع کیا اور ان سے فرمایا اے میرے بیٹوں میں تمہیں ایک وصیت کرتا ہوں کہ جو اس وصیت کو یاد رکھے وہ کبھی بھی خوفزدہ اور بے آرام نہیں ہوگا، اس وصیت کی وجہ سے (یا وہ تباہ ہلاک نہیں ہوگا) اور ہو وصیت یہ ہے کہ جب کوئی شخص آئے اور تمہارے دائیں کان میں سر رکھ کر تم سے ایسی باتیں کرے جو ناخوش اور ناپسندیدہ ہوں، پھر بائیں کان پر سر رکھ کر عذرخواہی کرے اور کہے کہ میں نے نہیں کہا تو اس کا عذر قبول کرو یعنی اس سے بدخلقی نہ کرو اور نہ کہو مثلاً کہ تو جھوٹ کہتا ہے کس قدر بے شرم ہے ابھی تو تو نے میرے کان میں برا بھلا اور ناپسند باتیں کہی ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ حضرت جواد علیہ السلام کے مواعظ کی فصل میں آئے گی وہ چیز جو اس مطلب کے مناسب ہے قریب قریب اسی مضمون کو سید رضی نے اپنے شعر میں (حکم) وارد کیا جہاں وہ فرماتے ہیں۔

کُن فی الا نام بلا عین ولا اُذن
اولا فعش ابد الایام مصدوراً
والناس اسدٌ تحاصی عن فرآئسها
اما عقرت واما کنت معقوراً

لوگوں میں بغیر آنکھ اور کان کے رہو ورنہ پس ہمیشہ اس طرح زندگی بسر کرو کہ تمہارے منہ پر مارا جائے گا اور لوگ مثل شیر کے ہیں جو اپنے شکاروں سے دوسروں کو روکتے ہیں یا تو کاٹے گا کسی کو اور یا کاٹا جائے گا، معلوم رہے کہ سید ابن طاؤس نے نقل کیا ہے کہ کچھ لوگ خواص اہل بیت اور امام موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے شیعوں میں سے تھے جو آپؑ کی مجلس میں حاضر ہوتے اور ان کے پاس آبنوس کی تختیاں اور لوہے کی قلمیں ہوتیں، پس جس وقت حضرت کوئی کلمہ کہتے یا کسی مسئلہ میں فتویٰ دیتے تو وہ ان تختیوں پر لکھ لیتے جو کچھ کہ وہ حضرت سے سنتے اور حضرت کے کلمات میں سے وہ طویل وصیت ہے جو آپؑ نے ہشام کو فرمائی اور اس میں جمع ہیں قلیل حکمتیں اور عظیم فوائد جو اس کا طالب ہے وہ تحت العقول اور اصول کافی وغیرہ کی طرف رجوع کرے۔

پانچویں فصل

حضرت موسیٰ ؑ بن جعفر ؑ کی شہادت اوران بعض مظالم کا بیان جو اس امام ؑ مظلوم پر ہوئے

زیادہ مشہور آپ ؑ کی تاریخ شہادت میں یہ ہے کہ آنحضرت ؑ کی شہادت پچیس رجب ۱۸۳ ہجری میں بغداد میں سندی بن شاہک کی قید میں واقع ہوئی اور بعض نے ماہ مذکور کی پانچ تاریخ کہی ہے اور آپ ؑ کی عمر شریف اس وقت پچپن (۵۵) سال اور کافی کی روایت کے مطابق چون (۵۴) سال تھی آپ کی عمر بیس سال تھی جب امامت آپ کی طرف منتقل ہوئی اور آپ کی امامت کی مدت پینتیس (۳۵) سال تھی کہ جس میں سے کچھ کو تو منصور کی حکومت کے بقیہ دنوں میں اور بظاہر وہ آپ ؑ سے معترض نہیں ہوا اور اس کے بعد دس سال اور کچھ دن مہدی کی خلافت کے زمانہ کے تھے اس نے حضرت کو عراق بلایا اور قید میں رکھا، لیکن بہت سے معجزات دیکھنے کی بناء پر وہ آپ ؑ کو اذیت وتکلیف دینے کی جرات نہ کرسکا اور حضرت ؑ کو مدینہ واپس بھیج دیا اور اس کے بعد ایک سال اور کچھ دن ہادی کی خلافت وحکومت کے تھے وہ بھی حضرت کو کوئی تکلیف نہیں دے سکا۔

صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ ہادی نے حضرت ؑ کو گرفتار کرکے قید میں رکھا تو امیرالمومنین کو عالم خواب میں دیکھا کہ آپ ؑ نے اس سے فرمایا فھل عسیتم ان تولیتم ان تفسدو فی الاض و تقطعوا ارحامکم پس کیا یہ امر قریب ہے کہ اگر تم والی ہو گئے تو زمین پر فساد کروگے اور قطع رحمی کروگے۔

جب بیدار ہوا تو حضرت ؑ کا مقصد سمجھ لیا تو حکم دیا اور امام موسیٰ ؑ کو قید سے رہا کردیا گیا، کچھ مدت کے بعد دوبارہ اس نے چاہا کہ حضرت ؑ کو قید کرے لیکن اجل نے اسے مہلت نہ دی اور وہ ہلاک ہو گیا اور جب ہارون الرشید کو حکومت ملی تو وہ آپ ؑ کو بغداد لے آیا اور ایک مدت تک آپ ؑ کو قید رکھا اور اپنی حکومت کے چودہویں سال حضرت کو زہر سے شہید کیا اور باقی رہا ہارون کا آپ ؑ کو گرفتار کرنے اور عراق کی طرف بھیجنے کا سبب تو جیسا کہ شیخ طوسیٰ ابن بابویہ اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے وہ یہ تھا کہ جب ہارون نے چاہا کہ امر خلافت اور اولاد کے لئے محکم کرے تو اسنے اپنے چودہ بیٹوں میں تین کا انتخاب کیا پہلے اس نے محمد امین کو جو زبیدہ کا بیٹا تھا اپنا ولی عہد بنایا اور اس کے بعد عبداللہ مامون کے لیے اور اس کے بعد قاسم موتمن کے لیے خلافت قرار دی، اور چونکہ اس نے فعفر بن محمد بن اشعت کو زبیدہ کے بیٹے کا مربی مقرر کیا تھا تو یحیی برمکی جو کہ ہارون کا وزیراعظم تھا، اس نے سوچا کہ اگر ہارون کے بعد خلافت محمد امین

کی طرف منتقل ہوگئی تو ابن اشعث اس کے اختیارات کا مالک ہو جائے گا اور حکومت میری نسل سے خارج ہو جائے گی، لہذا وہ ابن اشعث کی تباہی کے درپے ہوا اور بار بار وہ ہارون کے سامنے اس کی برائی کرتا، یہاں تک کہ اسے تشیع اور امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی امامت کے اعتقاد کی نسبت دی اور کہا کہ وہ محب و موالی ہے موسیٰ بن جعفرؑ کا اور اسے خلیفہ عصر سمجھتا ہے اور جو کچھ اس کے پاس آتا اور اس کا خمس حضرت کے ہاں بھیجتا ہے اور ان شرانگیز باتوں سے ہارون کو حضرت کی فکر میں ڈالا یہاں تک کہ ہارون نے ایک دن یحییٰ اور دوسرے لوگوں سے پوچھا کہ کیا تم آل ابوطالب میں سے کسی ایسے شخص کو جانتے ہو کہ جسے میں بلاؤں اور موسیٰ بن جعفرؑ کے کچھ حالات اس سے پوچھوں تو انہوں نے علی (محمد) بن اسماعیل بن جعفرؑ کو (جو آپ کا بھتیجا تھا اور آپؑ اس پر بہت احسان فرماتے تھے اور وہ آپؑ کے مخفی حالات سے واقف تھا) معین کیا، پس خلیفہ کے حکم سے انہوں نے اسماعیل کے بیٹے کی طرف خط لکھا اور اسے بلایا، جب آنجناب اس چیز سے باخبر ہوئے تو آپؑ نے اسے بلایا اور فرمایا کہ میں تیرا قرض ادا کروں گا اور تیرے اخراجات کا کفیل ہونگا، اس نے قبول نہ کیا اور کہنے لگا مجھے کوئی وصیت کیجئے۔

آپؑ نے فرمائی میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ میرے خون میں شریک نہ ہونا اور میری اولاد کو یتیم نہ کرنا، دوبارہ اس نے کہا کہ وصیت کریں۔

حضرتؑ نے دوبارہ یہی وصیت فرمائی تین مرتبہ تک، پس تین سو دینار طلائی اور چار ہزار درہم اسے عطا فرمائے، جب وہ چلا گیا تو حضرتؑ نے حاضرین سے فرمایا کہ خدا کی قسم یہ میرا خون بہانے میں کوشش کرے گا اور میرے بچوں کو یتیمی میں مبتلا کرے گا۔

لوگوں نے عرض کیا فرزند رسولؐ اگر ایسا ہے تو پھر کیوں اس کے ساتھ آپؑ احسان کرتے ہیں اور اتنا زیادہ مال اسے دیتے ہیں، تو فرمایا: **حدّثنی ابی عن ابائه عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ان الرحم اذا قطعت فوصلت قطعها الله**

روایت کا ماحصل یہ ہے کہ میرے اباؤ اجداد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے کہ جب انسان اپنے کسی رحم کے ساتھ احسان کرے اور وہ اس کے مقابلہ میں بدی کرے اور یہ شخص اس سے اپنے احسان کو قطع نہ کرے تو خداوند عالم اس سے اپنی رحمت کو منقطع کر دیتا ہے اور اسے اپنے عقاب و عقوبت میں گرفتار کر دیتا ہے۔ بہرحال جب علی بن اسماعیل بغداد میں پہنچا تو یحییٰ بن خالد برمکی اسے اپنے گھر لے گیا اور اس سے طے کیا کہ وہ جب ہارون کے دربار میں جائے تو حضرتؑ کی طرف چند ایسی چیزوں کی نسبت دے کہ جس سے ہارون کو غصہ آ جائے، پس اسے ہارون کے پاس لے گئے جب وہ اس کے دربار میں حاضر ہوا تو سلام کیا اور کہنے لگا کہ میں نے ہرگز نہیں دیکھا کہ ایک وقت میں دو خلیفہ ہوں آپ اس شہر میں خلیفہ ہیں تو موسیٰ بن جعفر علیہ السلام مدینہ میں خلیفہ ہیں، لوگ اطراف عالم سے اس کے لیے خراج لے آتے ہیں اس نے خزانے جمع کر لیے ہیں اور ایک جائیداد اس نے تیس ہزار درہم کی خرید کی ہے اور اس کا نام یسیرہ رکھا ہے۔

پس ہارون نے دو لاکھ درہم کا حوالہ دیا کہ وہ اسے دیئے جائیں جب وہ بدبخت اپنے گھر لوٹا تو اس کے حلق میں درد پیدا ہوا

اور وہ ہلاک ہو گیا اور اس زر و مال سے نفع نہ اٹھا سکا۔

اور دوسری روایت ہے کہ چند دن کے بعد اسے پیچش عارض ہوئے اور اس کی تمام آنتیں باہر نکل آئیں اور جس وقت اس کے لیے زر و مال لے آئے تو وہ حالت نزع میں تھا اور اس رقم سے حسرت دیا س کے علاوہ اس کو کچھ نہ ملا اور وہ رقم دوبارہ خلیفہ کے خزانہ میں چلی گئی، بہر حال اسی سال جو کہ ۱۷۹ ہجری تھا ہارون اپنی اولاد کی خلافت مستحکم کرنے لیے امام موسیٰ علیہ السلام کی گرفتاری کے ارادہ سے حج کے لیے آیا اور اطراف ملک میں فرمان جاری کئے کہ علماء و سادات اعیان و اشراف سب مکہ میں حاضر ہوں تا کہ وہ ان سے بیعت لے اور اس کی اولاد کی ولی عہدی اس کی قلمرو کے تمام شہروں میں پھیل جائے، پہلے وہ مدینہ طیبہ میں آیا۔

یعقوب بن داؤد روایت کرتا ہے کہ جب ہارون مدینہ میں آیا تو میں ایک رات یحییٰ برمکی کے گھر گیا اور اس نے نقل کیا کہ آج میں نے سُنا کہ ہارون رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کے پاس گیا اور ان سے خطاب کر کے کہنے لگا میرے ماں باپ آپؐ پر قربان جائیں اے اللہ کے رسولؐ میں معذرت چاہتا ہوں اس امر میں کہ جس کا میں نے موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے معاملہ میں ارادہ کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اُسے قید کر دوں، چونکہ مجھے خوف ہے کہ وہ فتنہ وفساد برپا کرے گا کہ جس سے آپؐ کی امت کا خون بہے گا۔

یحییٰ کہنے لگا مجھے یہی خیال ہے کہ کل انہیں گرفتار کرے گا، جب دن ہوا تو ہارون لعین نے فضل بن ربیع کو بھیجا جب کہ حضرت اپنے جدّ بزرگوار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس نماز پڑھ رہے تھے، اثنائے نماز آپؑ کو گرفتار کر کے کھینچتے ہوئے مسجد سے باہر لے گئے اور حضرتؑ اپنے جد بزرگوار کی طرف متوجہ ہوئے اور کہنے لگے اے خدا کے رسولؐ میں آپ سے شکایت کرتا ہوں اس چیز کی جو آپؐ کی امت بدکردار سے آپؐ کے اہلبیت باوقار کو پہنچ رہی ہے، لوگوں نے ہر طرف سے آواز گریہ و نالہ و فغان بلند کی جب اس امام مظلومؑ کو ہارون کے پاس لے گئے تو اس نے آنجناب کو بہت بُرا بھلا کہا (نعوذ باللہ) اور حکم دیا کہ حضرتؑ کو قید کیا جائے اور دو محمل ترتیب دیئے تا کہ یہ معلوم نہ ہو کہ آنجناب کو کس طرف لے جا رہے ہیں ایک محمل کو بصرہ کی طرف اور دوسرا بغداد کی جانب روانہ کیا اور حضرت اس محمل میں تھے کہ جو بصرہ کی طرف بھیجا تھا اور حسان سروی کو آپؑ کے ہمراہ بھیجا تھا تا کہ وہ آپؑ کو بصرہ میں عیسیٰ بن جعفر بن ابو جعفر منصور (جو کہ بصرہ کا امیر اور ہارون کا چچا زاد بھائی تھا) کے سپرد کرے ذی الحج کی سات تاریخ کو ترویہ سے ایک دن پہلے آپؑ کو بصرہ میں داخل کیا گیا اور دن کے وقت علی الاعلان عیسیٰ دے سپرد ہوئے، عیسیٰ نے حضرت کو اپنے مکان کے ایک کمرے میں جو کہ اس کے دیوان خانہ کے قریب تھا قید کر دیا اور عید کی فرخ وسرور و خوشی میں مشغول ہوا۔ دن میں دو مرتبہ اس کمرے کا دروازہ کھولتے تھے ایک دفعہ اس لئے کہ آپ باہر آ کر وضو کر لیں اور دوسری دفعہ جب کہ آپؑ کے لیے کھانا لاتے تھے۔

محمد بن سلیمان نوفلی کہتا ہے کہ عیسیٰ کا ایک منشی جو کہ عیسائی تھا اور بعد میں اس نے اظہار اسلام کر لیا تھا میرا دوست تھا ایک دفعہ کہنے لگا کہ یہ عبد صالح اور خدا کے شائستہ بندے یعنی موسیٰ بن جعفر علیہ السلام جن دنوں اس مکان میں قید تھے تو آپؑ نے لہو ولعب ساز و سوز اور قسم قسم کے خواہش ومنکرات سنے کہ میں گمان نہیں کرتا کہ ان چیزوں نے کبھی بھی آپؑ کے دل میں خطور کیا ہو۔

بہرحال ایک سال تک آپؑ عیسیٰ کی قید میں رہے بار ہا ہارون نے اسے لکھا کہ وہ آنجناب کو زہر دے دے، اس نے جرات نہ کی کہ اس امر قبیح پر اقدام کرے اور اس کے کچھ دوستوں نے بھی اسے اس چیز سے منع کیا جب آپؑ کی قید کی مدت اس کے ہاں طویل ہوگئی تو عیسیٰ نے ہارون کو خط لکھا کہ موسیٰؑ کی قید کی مدت میرے ہاں طویل ہوگئی ہے اور میں اس کے قتل کا اقدام نہیں کروں گا، میں جتنا بھی اس کے حالات کا تفحص و جستجو کرتا ہوں تو سوائے عبادت تفرع وزاری اور ذکر و مناجات یا قاضی الحاجات کے کچھ نہیں سنتا اور میں نے ہرگز نہیں سنا کہ آپ پر یا مجھ پر یا کسی اور شخص پر اس نے نفرین کی ہو یا ہماری کسی برائی کو یاد کیا ہو، بلکہ وہ تو ہمیشہ اپنے کام کی طرف متوجہ ہے وہ دوسرے کی طرف التفات نہیں کرتا، کسی کو بھیج دو تاکہ میں آنجنابؑ کو اس کے سپرد کردوں ورنہ میں انہیں رہا کردوں گا۔ اب مزید انہیں قید میں رکھنا تکلیف دینا میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا۔

عیسیٰ کا ایک جاسوس جو حضرتؑ کے حالات کی نگرانی پر موکل تھا بیان کرتا ہے کہ دنوں کو زیادہ تر آپؑ سے سنتا کہ مناجات قاضی الحاجات میں عرض کرتے خدایا میں ہمیشہ تجھ سے سوال کرتا تھا کہ زاویہ خلوت اور گوشہ تنہائی اور فراغ خاطر اپنی عبادت و بندگی کے لیے مجھے عطا فرما، اب میں تیرا شکر ادا کرتا ہوں کہ تو نے میری دعا کو شرف قبولیت بخشا ہے، جو کچھ میں چاہتا تھا تو عطا فرمایا ہے۔

جب عیسیٰ کا خط ہارون کو ملا تو اس نے کسی کو بھیجا جو آپؑ کو بصرہ سے بغداد لے گیا اور فضل ربیع کے پاس قید کردیا اور اس مدت قید میں ہمیشہ آپؑ عبادت میں مشغول رہتے اور زیادہ تر آپ سجدہ میں رہتے۔

شیخ صدوق نے ثوبانی سے روایت کی ہے کہ جناب امام موسیٰ علیہ السلام دس سال سے زیادہ عرصہ تک ہر روز سورج نکلنے کے بعد سر سجدہ میں رکھتے اور سورج کے زوال تک دعا و تضرع میں مشغول رہتے اور جس دنوں آپؑ قید تھے بعض اوقات ہارون اس مکان کی چھت پر جاتا اور اس کمرے میں نگاہ کرتا کہ جس میں حضرت قید تھے تو ایک کپڑا دیکھتا کہ زمین پر پڑا ہے اور کوئی شخص اسے نظر نہ آتا، ایک دن ربیع سے کہنے لگا کہ یہ کپڑا کیسا ہے جو کہ میں اس کمرے میں دیکھتا ہوں، ربیع نے کہا یہ کپڑا نہیں بلکہ موسیٰؑ بن جعفرؑ ہے جو سورج نکلنے کے بعد سجدہ میں چلا جاتا ہے اور زوال تک سجدہ میں رہتا ہے۔

ہارون کہنے لگا بیشک یہ شخص راہب و عابد بنی ہاشم ہے ربیع نے کہا کہ جب آپ جانتے ہیں کہ وہ ایسا ہے تو پھر کیوں اسے تنگ قید خانے میں رکھا ہوا ہے۔

کتاب درالنظیم میں ہے فضل بن ربیع اپنے باپ سے نقل کرتا ہے کہ اس نے کہا مجھے ہارون رشید نے موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کے پاس ایک پیغام دے کر بھیجا جب کہ آپ سندی بن شاہک کی قید میں تھے میں قید خانے میں گیا تو دیکھا کہ آپ نماز میں مشغول ہیں آپؑ کی ہیبت نے مجھے بیٹھنے نہ دیا مجبوراً میں تلوار کی ٹیک لگا کر کھڑا رہا میں نے دیکھا کہ آپؑ مستقل نماز میں مشغول ہیں اور میری کوئی پرواہ نہیں کررہے، ہر دو رکعت نماز کا جب سلام پھیرتے تو بلا فاصلہ دوسری نماز کے لیے تکبیر کہتے اور نماز میں داخل ہوجاتے۔

جب میرے توقف نے طول کھینچا اور مجھے ڈر ہوا کہ ہارون مجھ سے مواخذہ کرے گا تو جب آپؑ سلام پھیرنے لگے تو

میں نے گفتگو شروع کر دی اس وقت حضرت نماز میں مشغول نہ ہوئے اور کان لگا کر میری بات سننے لگے اور میں نے ہارون کا پیغام آپؑ کو پہنچایا اور وہ پیغام یہ تھا کہ ہارون نے مجھ سے کہا تھا کہ حضرتؑ سے یہ نہ کہنا کہ مجھے امیر المومنین نے بھیجا ہے، بلکہ یہ کہنا کہ مجھے آپؑ کے بھائی نے آپؑ کی طرف بھیجا ہے اور اس نے آپؑ کو سلام کہا ہے اور وہ کہتا ہے کہ مجھے آپؑ کی طرف سے کچھ چیزیں پہنچیں تھیں کہ جنہوں نے مجھے مضطرب اور پریشان کر دیا تھا، لہذا میں آپؑ کو مدینہ سے لے آیا اور آپؑ مجھ سے کہا گیا تھا وہ سب جھوٹ تھا پس میں نے غور وفکر کی ہے کہ آپؑ کو آپؑ کے گھر کی طرف واپس بھیج دوں یا آپؑ میرے پاس رہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپؑ کا میرے پاس رہنا میرے سینہ کو آپؑ کی عداوت سے بہتر طور پر خالی رکھ سکتا ہے اور آپکے بدگوئی کرنے والوں کے جھوٹ کو زیادہ ظاہر کر سکتا ہے لہذا میں آپ کا یہیں رہنا مناسب سمجھا لیکن ہر شخص کے لیے کوئی خاص وجہ موافق ہوتی ہے، اور اس کے ساتھ اس کی طبیعت کو اُلفت ہوتی ہے اور شاید آپؑ مدینہ میں کچھ غذاؤں کی طرف میل فرماتے ہوں اور ان کی عادی ہوں اور یہاں کوئی ایسا شخص آپؑ کو نہ ملا ہو جو آپؑ کے لیے وہ درست کرے، میں نے فضل کو حکم دیا ہے کہ وہ آپ کے لیے تیار کرے جو کچھ آپ کی رغبت ہو، پس اسے حکم دیجئے جو کچھ آپؑ پسند کریں اور منبسط اور کشادہ رو رہیں۔

راوی کہتا ہے کہ حضرتؑ نے میری طرف التفات وتوجہ کیے بغیر دو فقروں میں جواب دیا۔

لا حاضر لی مالی فینفعنی ولم اخلق سولا اللہ اکبر، یعنی میرا مال میرے پاس موجود نہیں جو مجھے نفع دے یعنی جو چاہوں حکم دوں اور میرے لیے درست کرے اور خدا نے مجھے سوال کرنے والا پیدا نہیں کیا، یہ فرما کر آپ نے اللہ اکبر کہا اور نماز میں مشغول ہو گئے۔

راوی کہتا ہے کہ میں ہارون کے پاس لوٹ کر گیا اور اس سے کیفیت بیان کی، کہنے لگا اس کے بارے میں تمہیں کیا مصلحت نظر آتی ہے۔

میں نے کہا اے میرے آقا اگر زمین پر خط کھینچ دو اور موسیٰؑ بن جعفرؑ اس کے درمیان بیٹھ جائیں اور کہیں کہ میں اس سے خارج نہیں ہوگا تو وہ سچ کہتے ہیں اور اس سے وہ باہر نہیں جائیں گے، وہ کہنے لگا کہ ایسا ہی ہے جیسا تو کہتا ہے لیکن اس کا میرے پاس رہنا مجھے زیادہ محبوب ہے اور روایت ہے کہ ہارون نے اس سے کہا کہ یہ واقعہ کسی سے نہ کرنا۔

وہ کہتا ہے کہ جب تک ہارون زندہ رہا میں نے کسی سے نہیں کہا۔

شیخ طوسی نے محمد بن غیاث سے روایت کی ہے کہ ہارون رشید نے یحییٰ بن خالد سے کہا کہ موسیٰؑ بن جعفرؑ کے پاس جاؤ اور اس سے لوہا (طوق وزنجیر) اتار دو اور میرا سلام اسے کہو کہ تیرا چچازاد بھائی کہہ رہا ہے کہ مجھ سے پہلے ایک قسم کھائی جا چکی ہے کہ میں آپؑ کو نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ آپؑ میرے سامنے یہ اقرار نہ کریں کہ آپؑ نے برائی کی ہے اور مجھ سے معافی چاہیں اس سے جو کچھ آپؑ سے ہوا ہے اور اس برائی کے اقرار میں آپؑ کے لیے کوئی عار نہیں ہے اور نہ ہی اس خواہش وسوال میں کوئی نقصان ہے اور یہ یحییٰ بن خالد ثقہ ومیرا محل اعتماد اور میرا وزیر وصاحب امر ہے۔ اس سے سوال اور خواہش کر و اتنی مقدار میں کہ جس سے میری قسم اور پوری

ہو جائے اور مجھ سے خلاف قسم نہ ہو، پھر جہاں چاہو صحت وسلامتی کے ساتھ چلے جاؤ۔

محمد بن غیاث راوی کہتا ہے کہ مجھے موسیٰ بن یحییٰ بن خالد نے خبر دی ہے کہ موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے یحییٰ کے جواب میں فرمایا اے ابوعلی میری وفات قریب ہے اور میری اجل میں سے ایک ہی ہفتہ باقی رہ گیا ہے اور روایت ہوئی ہے کہ جب آپؑ فضل بن ربیع کی قید میں تھے، فضل کہتا ہے کہ بارہا میرے پاس پیغام پہنچا کہ میں انہیں شہید کردوں میں نے قبول نہیں کیا اور میں نے انہیں واضح کردیا کہ یہ کام مجھ سے نہیں ہوگا اور جب ہارون سمجھ گیا کہ فضل بن ربیع حضرتؑ کے قتل پر اقدام نہیں کرتا تو انہیں فضل بن یحییٰ برمکی کے ہاں قید کیا اور فضل ہر رات ایک کھانے کا طشت آنجناب کے لیے بھیجتا، اور کسی جگہ سے آپؑ کے لیے کھانا نہیں آنے دیتا تھا۔ چوتھی رات جب طشت طعام لے آئے تو اس امام مظلومؑ نے سر آسمان کی طرف بلند کیا اور عرض کیا خداوند عالم تو جانتا ہے کہ اگر آج سے پہلے ایسا کھانا کھاتا تو البتہ اپنی ہلاکت پر اعانت کرنے والا ہوتا اور آج رات یہ کھانا کھانے میں مجبور ومعذور ہوں۔

جب آپ نے وہ کھانا کھایا تو زہر کا اثر آپؑ کے بدن شریف میں ظاہر ہوا اور آپؑ رنجور و بیمار ہو گئے، جب دن ہوا تو آپؑ کے لیے ایک طبیب لے آئے، جب طبیب نے آپؑ سے حالات پوچھے تو آپؑ نے کوئی جواب نہ دیا، جب اس نے زیادہ مبالغہ واصرار کیا تو آپؑ نے اپنا ہاتھ نکال کر اسے دکھایا اور فرمایا میری بیماری یہ ہے، طبیب نے نگاہ کی تو دیکھا کہ آپؑ کی ہتھیلی سبز ہو چکی ہے اور جو زہر حضرت کو دیا گیا ہے وہ وہاں جمع ہے پس وہ طبیب کھڑا ہو گیا اور ان بدبخت وشقی القلب خبیثوں کے پاس گیا اور کہنے لگا، خدا کی قسم وہ تم سے بہتر جانتا ہے اس چیز کو جو تم نے اس سے کی ہے اور اسی بیماری سے آپؑ جوار رحمت الٰہی کی طرف انتقال کر گئے اور دوسری روایت ہے کہ جتنا بھی فضل بن ربیع کو حضرتؑ کے قتل کرنے پر مجبور کیا گیا، اس نے اقدام نہ کیا بلکہ آپؑ کی تکریم وتعظیم کرتا تھا اور جب ہارون مقام رقہ میں گیا تو اس کو خبر دی گئی کہ آنجنابؑ فضل بن یحییٰ کے پاس مکرم ومعظم ہیں۔ وہ آپ کی نسبت اھانت وآسیب کو جائز نہیں سمجھتا تو مسرور خادم کو دو خط دے کر فوراً بغداد کی طرف بھیجا کہ خبر کئے بغیر اچانک فضل کے گھر جا کر آنجناب کے حالات کا مشاہدہ کرے اور اگر ایسا ہی ہو جیسا کہ لوگ کہتے ہیں تو ایک خط عباس بن محمد اور دوسرا سندی بن شاہک کو دو کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے اس پر عمل کریں۔

پس مسرور اچانک خبر کئے بغیر بغداد میں داخل ہوا اور فضل کے گھر گیا اور کسی کو معلوم نہیں تھا کہ وہ کس کام سے آیا ہے جب اس نے دیکھا کہ حضرت اس کے گھر میں معظم ومکرم ہیں اسی وقت باہر نکلا اور عباس بن محمد کے گھر گیا اس کو ہارون کا خط دیا، جب خط کھولا تو فضل بن یحییٰ کو بلایا اور اسے عقابین میں سو تازیانے لگائے اور جو کچھ واقع ہوا مسرور خادم نے ہارون کو لکھ بھیجا، جب خط کے مضمون پر مطلع ہوا تو خط لکھا کہ حضرت کو سندی بن شاہک کے سپرد کر دیں اور اپنے دیوان خانہ کی مجلس میں بلند آواز سے کہنے لگا کہ فضل بن یحییٰ نے میرے حکم کی مخالفت کی ہے میں اس پر لعنت کرتا ہوں تم بھی اس پر لعنت کرو تو تمام اہل مجلس نے بلند آواز سے اس پر لعنت کی۔

جب یہ خبر یحییٰ برمکی کو پہنچی تو وہ بہت مضطرب ہوا اور ہارون کے گھر آیا اور دوسرے غیر متعارف راستے سے داخل ہو کر

ہارون کے پیچھے سے آ کر اس کے کان میں کہنے لگا، اگر میرے بیٹے فضل نے تیری مخالفت کی ہے تو میں تیری اطاعت کرتا ہوں اور جو چاہو عمل میں لاتا ہوں، پس ہارون یحییٰ اور اس کے بیٹے سے راضی ہوگیا اور اہل مجلس کی طرف دیکھ کر کہنے لگا فضل نے میری مخالفت کی تھی میں نے اس پر لعنت کی، اب اس نے توبہ وانابہ کرلیا میں نے اس کی تقصیر وکوتاہی سے درگزر کیا ہے تم اس پر راضی ہو جاؤ۔سب (جی حضوری) کہنے لگے ہم اس کے دوست ہیں جس کے آپ دوست ہیں اور ہر اس شخص کے دشمن ہیں جس کے آپ دشمن ہیں۔

پس یحییٰ فوراً بغداد کی طرف آیا اس کے آنے سے لوگ مضطرب ہوگئے اور ہر ایک کوئی نہ کوئی بات کہتا، لیکن اس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ قلعہ کی تعمیر اور کام کرنے والوں کی دیکھ بھال کے لیے اس طرف آیا ہے، چند روز ان چیزوں میں مشغول رہا، پس سندی بن شاہک کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ اس امام معصومؑ کو مسموم اور زہر سے شہید کرے اور چند کھجور کے دانے زہر آلود کر کے ابن شاہک کو دیئے کہ وہ حضرتؑ کے پاس انہیں لے جائے اور ان کے کھانے میں مبالغہ واصرار کرے اور جب تک وہ حضرتؑ کھا نہ لیں ان سے دست بردار نہ ہو، ابن شاہک وہ کھجور کے دانے حضرتؑ کے پاس لے آیا آپ نے مجبوراً وہ کھا لیے۔

اور ایک روایت کے مطابق سندی لعین نے زہر آلود خرمے آپؑ کے پاس بھیجے اور خود آیا تاکہ دیکھے کہ آپؑ نے کھا لیے ہیں کہ نہیں وہ اس وقت پہنچا جب حضرت ان میں سے دس دانے کھا چکے تھے کہنے لگا اور تناول کیجئے، آپؑ نے فرمایا جتنے میں نے کھائے ان میں تیرا مقصد پورا ہوگیا ہے اب مزید کھانے کی ضرورت نہیں۔

پس آپ کی وفات سے چند دن پہلے قاضیوں اور عادلوں کو حاضر کیا اور حضرتؑ کو ان کے سامنے پیش کیا گیا اور کہنے لگا یہ کہتے ہیں کہ موسیٰؑ بن جعفرؑ تنگی اور سختی میں ہے تم لوگ اس کے حالات کو دیکھو اور گواہ رہو کہ اسے کوئی تکلیف اور اذیت نہیں دی گئی اور ہم نے اس پر تنگی نہیں کی ہوئی۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ اے لوگو! گواہ رہنا کہ تین دن ہوگئے کہ انہوں نے مجھے زہر دیا ہے اور بظاہر میں صحیح معلوم ہوتا ہوں لیکن زہر نے میرے اندر اثر کر رکھا ہے اور آج کے دن کے آخر میں میرا رنگ سرخ ہو جائے گا، سخت قسم کی سرخی اور کل انتہائی زرد ہوگا اور تیسرے دن میرا رنگ سفیدی مائل ہوگا اور میں رحمت الٰہی سے جا ملوں گا، تیسرے دن کے آخر میں آپؑ کی روح مقدس ملاء اعلیٰ میں انبیاء وصدیقین وشہدا کے ساتھ جا ملحق ہوئی اور بمقتضائے آیت **واما الذین ابیضت وجوههم ففی رحمة الله** روسفید ہوکر رحمت الٰہی کی طرف منتقل ہوئے۔**صلوات الله علیه**

شیخ صدوق وغیرہ نے حسن بن محمد بن بشار سے روایت کی ہے کہ ایک سن رسیدہ بزرگ جو قطیعة الربیع کا رہنے والا اور مشاہیر عامہ میں سے بہت موثق تھا کہ جس کے قول پر ہمیں اعتماد تھا اس نے مجھے بتایا کہ ایک دن سندی بن شاہک نے مجھے مشاہیر علماء کی ایک جماعت کے ساتھ جمع کیا کہ مجموعہ ہم اسی (۸۰) افراد تھے اور اس مکان میں لے گیا جس میں امام موسیٰ بن جعفرؑ تھے جب ہم بیٹھ گئے تو سندی بن شاھک کہنے لگا ذرا اس شخص کی طرف دیکھو (یعنی موسیٰؑ بن جعفرؑ) کیا اسے کوئی تکلیف پہچائی گئی ہے کیونکہ لوگ یہ

کہتے ہیں کہ ہم نے اسے بہت اذیتیں دی ہیں اور انہیں شدت وسختی میں رکھا ہوا ہے اور اس سلسلہ میں لوگ بہت باتیں کرتے ہیں، ہم نے تو اسے اس قسم کے کشادہ مکان میں فرش زیبا پہ بٹھایا ہوا ہے اور خلیفہ اس کی نسبت کوئی بُرا ارادہ نہیں رکھتا اس لیے اس نے اسے یہاں رکھا ہوا ہے تا کہ اس کے ساتھ گفتگو اور مناظرہ کرے، یہ دیکھو وہ صحیح وسالم بیٹھا ہے اور کسی معاملہ میں ہم نے اس پر کوئی تنگی نہیں کی ہوئی آپؑ کے سامنے موجود ہے اس سے پوچھ لو اور گواہ رہو وہ سچ کہتا ہے کہ تمام مجلس میں ہماری ہمت تو اس امام بزرگوار کی طرف دیکھنے اور آثار فضل وعبادت وانوار سیادت ونجابت اور سیمائے نیکی وزہادت جو آپؑ کی جبیں مبین سے ساطع ولامع کے ملاحظہ کرنے میں تھی۔

پس حضرت نے فرمایا، اے گروہ مردم یہ جو اس نے بیان کیا ہے وسعت مکان ومنزل اور رعایت ظاہری کے سلسلہ میں وہ تو ویسا ہی ہے جیسا اس نے بیان کیا ہے، لیکن جان لو اور گواہ رہو اس نے مجھے خرمے کے نو دانوں میں زہر کھلایا ہے اور کل میرا رنگ زرد ہو جائے گا اور پرسوں رنج وتکلیف کے گھر سے دار بقاء اور رفیق اعلیٰ سے جا ملحق ہونگا جب حضرتؑ نے یہ بات کی تو سندی بن شاہک لعین سے سوال کیا کہ میرے غلام کو میرے پاس بلاؤ تا کہ میرے مرنے کے بعد میرے حالات کا کفیل بنے۔ وہ ملعون کہنے لگا مجھے رخصت دیجئے کہ اپنے مال میں سے آپؑ کو کفن دوں، حضرتؑ نے قبول نہ کیا اور فرمایا ہماری عورتوں کا حق مہر اور حج کی رقم اور ہمارے مرنے والوں کے کفن ہمارے پاک وپاکیزہ مال سے ہوتے ہیں اور میرا کفن میرے پاس موجود ہے۔

جب حضرت کی دنیا سے رحلت ہو چکی تو سندی بن شاہک نے فقہاء واعیان بغداد کو بلایا تا کہ وہ دیکھیں کہ حضرت کے بدن پر زخم کا کوئی نشان نہیں ہے اور لوگوں کو گمراہ کریں کہ حضرتؑ کے فوت ہونے میں ہارون کی کوئی تقصیر نہیں۔ پس حضرتؑ کو پُل بغداد پر رکھ دیا اور آپؑ کے چہرے سے کپڑا اہٹا دیا اور لوگوں میں منادی کی کہ یہ موسیٰؑ بن جعفرؑ ہے کہ رافضی جس کے متعلق یہ گمان رکھتے ہیں کہ وہ نہیں مرے گا، اس نے دنیا سے رحلت کی ہے آؤ اسے دیکھ لو لوگ آئے اور آپؑ کے رخ انور کو دیکھتے تھے۔

شیخ نے عمر بن واقد سے روایت کی ہے کہ ایک رات سندی بن شاہک نے کسی کو بھیج کر مجھے بلایا اور میں بغداد میں تھا تو میں ڈرا کہ کوئی بُرا ارادہ میرے متعلق نہ رکھتا ہو کہ مجھے رات کے اس وقت میں بلا رہا ہے پس میں نے اپنے اہل وعیال کو وصیت کی ان چیزوں میں کہ جن کی مجھے ضرورت تھی اور میں نے کہا کہ انا للہ وانا الیہ راجعون اور سوار ہو کر سندی بن شاہک کے ہاں گیا، جس وقت میں اس کے سامنے پہنچا تو کہنے لگا۔

''اے ابوحفص شاید ہم نے تمہیں خوف وپریشانی میں مبتلا کیا ہے میں نے کہا ہوں۔ وہ کہنے لگے یہ بلانا اچھائی اور خیر کے لیے ہے میں نے کہا کہ پھر کسی کو میرے مکان پر بھیجو جو میرے اہل خانہ کو میری اطلاع کرے، کہنے لگا ہاں، پھر اس نے کہا سے ابوحفص کیا تجھے معلوم ہے کہ میں نے تجھے کیوں بلایا ہے میں نے کہا کہ نہیں، کہنے لگا کیا موسیٰ بن جعفرؑ کو پہچانتے ہو، میں نے کہا ہاں خدا کی قسم میں انہیں جانتا ہوں اور کچھ مدت سے میرے اور ان کے درمیان دوستی اور رفاقت ہے۔

کہنے لگا، بغداد میں کون سے ایسے اشخاص ہیں جو انہیں پہچانتے ہوں ان لوگوں میں سے جس کا قول ان کے بارے میں

قابل قبول ہو۔

میں نے کچھ لوگوں کے نام لیے اور میرے دل میں آیا کہ موسیٰؑ بن جعفرؑ فوت ہو گئے ہیں، پس اس نے کسی کو بھیجا اور ان لوگوں کو لے آیا۔ جب صبح ہوئی تو پچاس اور کچھ افراد سندی کے گھر میں جمع ہو چکے تھے ان اشخاص میں سے جو جناب موسیٰؑ بن جعفرؑ کو پہچانتے تھے اور کی مصاحبت سے مشرف ہو چکے تھے۔

پس سندی کھڑا ہوا اور مکان کے اندر چلا گیا اور ہم لوگوں نے نماز ادا کی اس وقت اس کا منشی کچھ کاغذات لے کر باہر آیا اور اس نے ہمارے نام پتے علامات اور مشاغل و کردار لکھے۔ اس کے بعد وہ سندی کے پاس گیا اور سندی باہر آیا اور مجھ پر ہاتھ مار کر کہنے لگا اے ابوحفص اٹھو، میں اور دوسرے لوگ جو موجود تھے اٹھ کھڑے ہوئے اور ہم مکان کے اندر گئے اور کہنے لگا، اے ابوحفص موسیٰ بن جعفرؑ کے چہرہ سے کپڑا ہٹاؤ، میں نے کپڑا ہٹایا تو دیکھا کہ وہ حضرت فوت ہو چکے ہیں، میں رویا انا اللہ کہا، اس کے بعد باقی لوگوں سے اس نے کہا کہ تم بھی دیکھ لو ایک ایک آیا اور اس نے دیکھا۔

پس کہنے لگا کہ تم گواہ ہو یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں، ہم نے کہا کہ ہاں، کہنے لگا اس کی شرمگاہ پر کپڑا ڈال کر باقی جسم کو برہنہ کر دو اس نے ایسا کیا، کہنے لگا آیا اس کے جسم پر کوئی ایسا نشان تمہیں نظر آتا ہے کہ جو تمہیں معلوم نہ ہو، تم نے کہا کہ ہم کچھ نہیں دیکھ رہے سوائے اس کے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔

کہنے لگا اس جگہ رہو تا کہ اسے غسل دو، کفن پہناؤ اور دفن کرو، ہم وہیں رہے یہاں تک کہ آپؑ کو غسل دیا گیا اور کفن پہنایا گیا اور آپؑ کا جنازہ اُٹھا، سندی بن شاہک نے آپؑ کی نماز جنازہ پڑھی اور آپؑ کو دفن کر کے ہم واپس لوٹ آئے۔

اور صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ آپؑ کی شہادت کے دنوں ہارون شام چلا گیا اور یحییٰ بن خالد نے سندی بن شاہک لعین کو آپؑ کے قتل کا حکم دیا، پس کہا گیا ہے کہ آپؑ کو زہر دیا گیا اور ایک قول یہ ہے کہ آپ کو ایک بساط اور فرش پر بٹھا کر اسے اتنا لپیٹا گیا کہ آپ شہید ہو گئے، پس آپؑ کا جنازہ لوگوں کے سامنے لے آئے تا کہ وہ دیکھیں کہ آپؑ کے جسم پر کوئی زخم کا نشان نہیں ہے اور محضر مکمل کیا (یعنی لوگوں سے گواہیاں لیں) کہ حضرتؑ نے طبعی موت سے وفات پائی ہے اور تین دن تک حضرتؑ کو لوگوں کے راستہ میں رکھا گیا تا کہ جو بھی وہاں سے گزرے وہ آپ کو دیکھے اور محضر نامے مین اپنی گواہی لکھے، پس مقابر قریش میں آپؑ کو دفن کیا گیا۔ انتھی۔

اور ایک روایت ہوئی ہے کہ جب سندی بن شاہک نے آپ کا جنازہ اٹھایا کہ مقابر قریش کی طرف منتقل کریں تو کسی کو معین کیا جو جنازہ کے آگے ندا کرتا جائے کہ **هذا امام الرافضة فاعرفوه** یعنی یہ رافضیوں کے امام ہیں انہیں پہچان لو، پس اس جنازہ شریفہ کو لا کر بازار میں رکھ دیا اور منادی نے ندا کی کہ یہ موسیٰؑ بن جعفرؑ ہیں جو اپنی طبعی موت سے مرے ہیں، آگاہ رہو اور انہیں دیکھ لو، لوگ آپؑ کے گرد جمع ہو گئے اور انہوں نے دیکھا کہ زخم اور گلا گھونٹنے کا ان میں کوئی اثر نہیں ہے اور آپ کے پاؤں میں حنا کا اثر نظر آیا ہے پس علماء و فقہاء کو حکم کیا گیا کہ وہ اس سلسلہ میں اپنی شہادت لکھیں، سب نے لکھ دی سوائے احمد بن حنبل کے کہ جتنا بھی اسے ڈرایا دھمکایا گیا اس نے کچھ نہ لکھا۔

اور روایت ہے کہ جس بازار میں آپؑ کا جنازہ رکھا گیا تھا اس کا نام سوق الریاحسین ہو گیا اور وہاں ایک عمارت کی تعمیر کی گئی اور اس کا ایک دروازہ بنایا گیا تا کہ لوگ وہاں پاؤں نہ رکھیں بلکہ اس سے تبرک حاصل کریں اور اس جگہ کی زیارت کریں مولیٰ اولیاء اللہ صاحب تاریخ مازندران سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں کئی دفعہ اس جگہ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں اور اس مقام کا بوسہ لیا ہے۔

شیخ مفیدؒ نے فرمایا ہے کہ آپؑ کا جنازہ باہر لائے اور پُل بغداد پر رکھ دیا اور منادی کی کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں جو وفات پا گئے ہیں آکر انہیں دیکھو، لوگ آتے آپؑ کے چہرہ مبارک پر نگاہ کرتے اور دیکھتے کہ آپؑ فوت ہو گئے ہیں اور ابن شہرآشوب نے کہا ہے کہ سندی بن شاہک آپؑ کا جنازہ باہر لایا اور پُل بغداد پر رکھ کر منادی کرائی کہ یہ موسیٰ بن جعفرؑ ہیں کہ جن کے متعلق رافضیوں کا یہ گمان تھا کہ وہ مریں گے نہیں پس آکر انہیں دیکھو اور یہ چیز اس لیے کہتے تھے کہ طبقہ نے یہ اعتقاد کر لیا تھا کہ حضرت ہی امام قائم ہیں اور آپؑ کی قید کو غیبت فرض کرتے تھے، پس اسی حالت میں کہ سندی اور لوگ پُل پر جمع تھے سندی بن شاھک کا گھوڑا بدکا اور اسے دریا میں پھینک دیا، پس سندی پانی میں غرق ہو گیا اور خداوند عالم نے یحییٰ بن خالد کے اجتماع کو پراگندہ کر دیا، اور شیخ صدوق کی روایت میں ہے کہ جنازہ وہاں لائے جہاں مجلس شرطہ تھی یعنی رات کو پہرہ دینے والوں اور شہر کے حاکم کے نوکروں کی جگہ تھی اور چار افراد کو مقرر کیا کہ وہ منادی کریں کہ اے لوگو جو موسیٰؑ بن جعفرؑ کو دیکھنا چاہتا ہے وہ باہر آئے پس شہر میں شور و غلغلہ مچ گیا۔ سلیمان بن جعفر ہارون کے چچا کا محل دریا کے کنارہ پر واقع تھا جب اس نے لوگوں کے شور و غل کرنے والوں دور ہٹایا، سلیمان نے اپنا عمامہ سر سے پھینک دیا، گریبان چاک کیا اور برہنہ پا آپ کے جنازہ کے ساتھ روانہ ہوا اور حکم دیا کہ جنازہ کے آگے آگے یہ منادی کی جائے کہ جو شخص طیب بن طیب (پاک اور پاک کے بیٹے) کی طرف دیکھنا چاہیے تو وہ موسیٰؑ بن جعفرؑ کے جنازہ کو آ کر دیکھے۔ پس بغداد کے سب لوگ جمع ہو گئے اور شیون وفغان کی آواز زمین سے آسمان تک جانے لگی، جب آپ کا جنازہ مقابر قریش میں لے آئے تو حسب ظاہر سلیمان خود حضرتؑ کے غسل حنوط کفن کی طرف متوجہ ہوا اور جو کفن اس نے اپنے لیے بنا رکھا تھا اور جس پر دو ہزار پانچ سو دینار صرف ہوئے تھے اور پورا قرآن اس پر لکھا گیا تھا آنجناب کو پہنایا اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ آپؑ کو مقابر قریش میں دفن کر دیا۔

جب یہ خبر ہارون کو ملی تو بحسب ظاہر لوگوں کے طنز و تشنیع کو دور کرنے کے لیے سلیمان کو تحسین کا خط لکھا اور تحریر کیا کہ سندی بن شاہک نے جو کچھ کام کئے ہیں وہ میری رضامندی کے بغیر ہوئے ہیں اور تم سے میں خوش ہوا ہوں کہ اس کے کام تکمیل کو نہیں پہنچنے دیئے۔

شیخ کلینی نے امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ایک خادم سے روایت کی ہے کہ جب حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کو مدینہ سے عراق کی طرف لے جا رہے تھے تو آنجناب نے امام رضاؑ کو حکم دیا کہ ہر رات آپ کا بستر گھر کی دہلیز میں ہم بچھاتے تھے اور نماز عشاء کے بعد آپ آتے اور گھر کی دہلیز میں صبح تک رات بسر کرتے جب صبح ہوتی تو گھر میں تشریف لے جاتے اور چار سال تک آپ کا یہی دستور رہا، یہاں تک کہ ایک رات ہم نے آپؑ کا بستر بچھایا لیکن آپؑ تشریف نہ لائے اس سے اہل وعیال کے دل وحشت زدہ ہوئے اور ہم بھی حضرت کے نہ آنے سے صبح تک خوف زدہ اور دہشت ناک رہے جب صبح ہوئی تو خورشید رفعت وجلالت طلوع ہوا اور گھر میں

تشریف لے گئے اور احمد اُم خاتون خانہ کے پاس گئے اور فرمایا وہ امانت لے آؤ جو میرے پدر بزرگوار نے سپرد کی ہے۔

اُم احمد نے جب یہ بات سنی تو نوحہ وزاری شروع کردی اور سینہ پر درد سے آہ سرد کھینچی کہ خدا کی قسم وہ مونس دل دردمندان اور انیس جان مستمندان اس دار فانی سے الوداع کر گیا، پس حضرت نے اسے تسلی دی اور نوحہ وزاری و بیقراری سے منع فرمایا اس راز کو فاش نہ کرو، اس حسرت کی آگ کو سینہ میں پنہاں رکھو، جب تک کہ حضرتؑ کی شہادت کی خبر والی مدینہ کو نہ پہنچے۔

اُم احمد نے وہ ودائع اور امانتیں جو اس کے پاس تھیں حضرتؑ کے سپرد کیں اور عرض کیا کہ جب اس گُل بوستان نبوت وامامت نے مجھ سے وداع فرمایا تو یہ امانتیں میرے سپرد کی تھیں اور مجھے فرمایا تھا کہ اس راز سے کسی کو باخبر نہ کرنا اور جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے بیٹوں میں سے جو کوئی تمہارے پاس آئے اور ان کا مطالبہ کرے تو اس کے سپرد کر دینا اور جان لینا کہ اسوقت میں دنیا سے وداع کر چکا ہوں گا۔ پس حضرت نے وہ امانتیں لے لیں اور حکم دیا کہ ان کے پدر بزرگوار کی شہادت سے زبان بند رکھیں یہاں تک کہ خبر آ پہنچے۔

پھر آپؑ گھر کی دہلیز میں کبھی نہ سوئے، روای کہتا ہے کہ چند دن کے بعد آپؑ کی شہادت کی خبر مدینہ میں پہنچی، جب ہم نے معلوم کیا تو اسی رات آپؑ کی شہادت واقع ہوئی تھی کہ جس میں امام رضاؑ تائیدالٰہی سے مدینہ سے بغداد پہنچے اور اپنے والد ماجد کی تجہیز وتکفین میں مشغول ہوئے تھے اس وقت امام رضاؑ اور اہل بیتؑ عصمت نے امام موسیٰ بن جعفرؑ کے مراسم ماتم وعزا کا قیام کیا۔

مولف کہتا ہے کہ سید ابن طاؤس نے مصباح الزائر میں امام موسیٰ علیہ السلام کی ایک زیارت کے سلسلہ میں یہ صلوات آپؑ کے لیے نقل کی ہے جو حاوی ہے آپ کے کچھ فضائل ومناقب عبادات ومصائب پر اور مناسب ہے کہ میں اسے یہاں نقل کروں۔

اللھم صل علیٰ محمد واھل بیته الطاھرین وصل علیٰ موسیٰ بن جعفرؑ وصی الابرار وامام الاخیارو عیبة الانوار ووارث السکینة والوقار والحکم والآثار الذی کان یحییٰ اللیل بالسھر الی السحر بمواصلة الاستغفار حلیف السجدة الطویلة والدموع الغزیرة والمناجات الکثیرة والضراعات المتصلة ومقرالنھیٰ والعدل والخیروالفضل والندیٰ والبذل ومالف البلویٰ والبصر والمضطھه باالظم والمقبور بالجور المعذب فی قعر السجون وظلم المطامیر ذی اساق المرضوض بحلق القیود والجنازه المنادی علیھا بذل الا ستخفاف والوارد علیٰ جده

المصطفیٰ وابیه المرتضیٰ وامة سیدة النساء بأرث مغصوب وولا ء
مسلوب وامر مغلوب ودم مطلوب وسم مشروب اللهم و كما صبر علی
غليظ المحن و تجرع غصص الكرب واستلم لرضاك واخلص الطاعة لك
و محض لاخشوع واستشعر الخضوع وعادی البدعة واهلها ولم يلحقه فی
شئی من اوامرك ونواهيك لومة لائم صل علیٰ صلوة نامية منفية ذا كية
توجب له بها شفاعة امم من خلقك و قرون من برایاك وبلغه عنا تحية
وسلا ماو اتنا من لدنك فی موالاته فضلاً و احسانا ومغفرة و رضواناً انك
ذوالفضل العميم والتجاوز العظيم برحمتك يا ارحم الراحمين۔

اور بہت سی روایات میں وارد ہوا ہے کہ حضرت کی زیارت رسول اکرمؐ کی زیارت کی طرح ہے اور ایک روایت میں ہے اس طرح ہے کہ جیسے رسول وامیر المومنین صلوات اللہ علیہما کی زیارت ہو اور دوسری روایت ہے کہ ایسے ہے کہ جیسے امام حسینؑ کی زیارت ہو اور ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص حضرت کی زیارت کرے تو اس کے لیے بہشت ہے۔ خطیب نے تاریخ بغداد میں علی بن خلال سے نقل کیا ہے کہ کوئی امر دشوار مجھے پیش نہیں آیا کہ جس کے بعد میں موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کی قبر کے پاس جا کر متوسل ہوا ہوں، مگر یہ کہ خداوند عالم نے وہ میرے لیے آسان کر دیا۔

چھٹی فصل

حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ کی اولاد واعقاب کا بیان

معلوم ہوا ہے کہ موسیٰ بن جعفرؑ کی اولاد کی تعداد میں اختلاف ہے اور ابن شہر آشوب نے کہا ہے کہ آپؑ کی صرف تیس (۳۰) اولادیں ہیں اور صاحب عمدۃ الطالب کہتا ہے کہ آپؑ کی ساٹھ اولادیں ہیں سینتس (۳۷) بیٹیاں اور تیئیس (۲۳) بیٹے اور شیخ مفید فرماتے ہیں کہ وہ کل سینتیس (۳۷) ہیں اٹھارہ (۱۸) بیٹے اور انیس (۱۹) بیٹیاں اور ان کے نام اس طرح ہیں۔حضرت علیؑ بن موسیٰؑ الرضا علیہ السلام وابراہیم وعباس وقاسم واسمٰعیل وجعفر وہرون وحسن واحمد ومحمد وحمزہ وعبداللہ واسحاق وعبیداللہ وزید وحسین وفضل وسلیمان وفاطمہ کبریٰ وفاطمہ صغریٰ ورقیہ وحکیمہ واُم ابیہا ورقیہ صغریٰ وکلثوم واُم جعفر ولبانہ وزینب وخدیجہ وعلیہ وآمنہ وحسنہ وبریہہ وعائشہ (عباسہ نسخہ) واُم سلمہ ومیمونہ واُم کلثوم۔

اور عمدۃ الطالب میں شیخ ابونصر بخاری سے نقل کیا ہے کہ شیخ تاج الدین نے کہا ہے کہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی نسل آپؑ کی تیرہ اولادوں سے چلی ہے کہ جن میں سے چار کی اولاد تو بہت ہے اور وہ حضرت رضاؑ وابراہیم مرتضیٰ ومحمد عابد وجعفر ہیں، اور دوسرے آپؑ کے چار بیٹے ایسے ہیں کہ جس کی اولاد نہ بہت زیادہ اور نہ بہت کم اور وہ زید النار وعبداللہ وعبیداللہ وحمزہ ہیں اور پانچ اور حضرات کی اولاد تھوڑی ہے اور وہ ہیں عباس وہارون واسحاق وحسین وحسن۔

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ کاظم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہر ایک کے لیے فضل ومنقبت مشہور ہے۔

ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اور اس کی اولاد کے بارے میں شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ابراہیم شخص سخی وکریم تھا اور مامون کے زمانہ میں محمد بن محمد بن زید علی بن الحسینؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کی طرف سے کہ جس کی ابوالسرایا نے بیعت کر لی تھی یمن کا امیر ہوا اور جس وقت ابوالسرایا مارا گیا اور طالبین پراگندہ اور چھپ گئے تو مامون نے ابراہیم کو امان دیدی۔

مولف کہتا ہے کہ تاج الدین ابن زہرہ حسینی کتاب غایۃ الاختصار میں سید مرتضیٰ ورضی کے اجداد کا ذکر کرتے ہوئے ابراہیم ابن امام موسی کاظم کے حالات میں کہتا ہے کہ امیر ابراہیم المرتضیٰ سید جلیل وامیر نبیل اور عالم فاضل تھا اپنے اباؤ اجداد سے روایت حدیث کرتا ہے اور یمن کی طرف گیا اور ابوالسرایا کے زمانہ میں وہاں اس کا غلبہ ہوگیا اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ لوگوں کو اپنے بھائی امام رضا علیہ السلام کی امامت کی طرف دعوت دیتا تھا، یہ خبر مامون کو پہنچی تو لوگوں نے اس کی شفاعت کی، مامون نے شفاعت قبول کر لی اور اسے امان دیدی اس سے معترض نہ ہوا، اس کی وفات بغداد میں ہوئی اور اس کی قبر مقابر قریش میں باپ کے قریب ہے۔

علیحدہ تربت میں جو کہ مشہور ہے اور اس کے بیٹے ابوسبحہ موسیٰؑ بن ابراہیم کے متعلق کہا ہے کہ وہ اہل اصلاح وعبادت وورع

میں سے فاضل شخص تھا وہ روایت حدیث کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اس کے پاس سلسلۃ الذہب میں کتاب میں دیکھی ہے اس سے موالف ومخالفت کرتا ہے روایت کرتا ہے، وہ کہتا ہے مجھے میرے باپ ابراہیم نے خبر دی، وہ کہتا ہے مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ موسیٰ کاظمؑ نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے والد صادق جعفرؑ بن محمد نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے باپ امام محمد باقرؑ نے، وہ کہتے ہیں ہیں مجھ سے میرے باپ زین العابدینؑ نے، وہ کہتے ہیں مجھے میرے باپ حسینؑ شہید کربلا نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے میرے والد امیر المومنین علی بن طالب علیہ السلام نے، وہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حدیث بیان کی رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، وہ کہتے ہیں مجھ سے جبریل نے خداوند جلیل سے حدیث بیان کی کہ اس کا ارشاد ہے کہ لا الہ الا اللہ میرا حصار اور قلعہ ہے پس جو یہ کہہ دے وہ میرے حصار میں داخل ہو گیا، جو میرے حصار میں داخل ہو جائے وہ میرے عذاب سے مامون ہے۔

ابو سُبحہ نے بغداد میں وفات پائی اور اس کی قبر مقابر قریش باپ اور دادا کے جوار میں ہے میں نے اس کی قبر کا تفحص کیا تو مجھے لوگوں نے اس جگہ کی رہبری کی اور وہ چھوٹے حجرے کی دہلیز میں ہے جو کہ ملک ومنازل ہے ہندی جوہری کا انتھی فقیر کہتا ہے کہ صاحب عمدۃ الطالب نے نقل کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دو ابراہیم نامی بیٹے تھے۔ ابراہیم اکبر جس کے صاحب اولاد ہونے میں اختلاف ہے اور ابونصر بخاری نے کہا ہے کہ یہ وہی ہے کہ جس نے ابو السرایا کے زمانہ میں یمن میں خروج کیا تھا اور اس کی اولاد نہیں ہے اور دوسرا ہے ابراہیم اصغر کہ جس کا لقب مرتضیٰ تھا۔ اور اس کی والدہ کنیز تھی اہل نوبہ وزنگبار سے اور اس کا نام پختہ تھا اور اس کی نسل دو بیٹوں سے ہے موسیٰ ابو سبحہ اور جعفر لیکن ابوعبداللہ بن طباطبا نے کہا ہے کہ اس کی نسل تین بیٹوں سے تھی، موسیٰ و جعفر و اسماعیل اور اسماعیل کی اولاد اس کے بیٹے محمد سے ہے اور محمد بن اسماعیل کی اولاد دو اعقاب وینور نامی علاقہ میں ہیں کہ جن میں سے ایک ہے، ابو القاسم حمزہ بن علی بن حسین بن احمد بن محمد بن اسماعیل بن ابراہیم بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام اور میں نے اسے دیکھا ہے اور وہ اچھا انسان تھا، اس کی وفات قزوین میں ہوئی ہے اور اس کے بھائی اور چچا تھے۔

یہ تھا ابن طباطبا کا کلام، لیکن شیخ تاج الدین کہتے ہیں کہ ابراہیم کی نسل صرف موسیٰ اور جعفر سے ہے اور موسیٰ سُبحہ کی تو بہت ہی اولاد ہے اور اس کے آٹھ بیٹوں سے نسل چلی ہے کہ جن میں سے چار کی اولاد تو تھوڑی تھی اور وہ عبیداللہ، عیسیٰ، علی اور جعفر اور دوسرے چار کثیر الاولاد ہیں اور وہ ہیں، محمد اعرجہ واحمد اکبر وابراہیم عسکری، اور حسین قطعی اور کہا ہے کہ محمد اعرجہ کی اولاد صرف موسیٰ اصغر سے ہے جو معروف ہے ابرش کے نام سے اور موسیٰ کی اولاد تین بیٹوں سے ہے، ابو طالب محسن اور ابو احمد حسین اور ابو عبداللہ احمد اور ابو طالب محسن صاحب اولاد ہیں اور انہیں میں سے ہیں، احمد جو بصرہ میں پیدا ہوا اور باقی رہا ابو احمد حسین بن موسیٰ ابرش تو وہ طاہر ذو المناقب والدسیدین (مرتضیٰ رضی) نقیب تھے۔

نقل ہوا ہے کہ ابو القاسم علی بن محمد کی معاش اس کے اہل وعیال کے اخراجات کی کفایت نہیں کرتی تھی، لہٰذا اس نے تجارت کے لیے سفر کیا اور ابو احمد مذکور کی ملاقات کی، ابو احمد نے پوچھا گھر سے باہر کس لیے آئے ہو وہ کہنے لگا تجارت کے لیے نکلا ہوں، ابو احمد نے کہا ''یکفیك من المتحب لقائی'' یعنی کافی ہے تجھے تجارت سے میری ملاقات کرنا اور ابو احمد آخر عمر میں نابینا ہو گیا ہے اور

۴۰۰ھ ہجری میں بغداد میں وفات پائی اوران کا سن نوے سال سے اوپر تھااوراپنے گھر ہی میں انہیں دفن کیا گیا،اس کے بعدان کا جنازہ کربلا معلیٰ لے گئے اورمشہد حسینی میں حضرت کی قبر کے قریب دفن کیا،ان کی قبرمشہوراورظاہر ہےاورشعراءنے ان کے بہت سے مرثیے کہے ہیں منجملہ ان کے جنہوں نے اس کا مرثیہ کہا ہے،اس کے دونوں فرزندرضی ومرتضیٰ ہیں اورمہیار کاتب اورابوالعلامعری ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ میں نے ابواحمد کے دوفرزندسیدین کے حالات توکتاب فوائدالرضویہ فی احوال علماءالمذہب الجعفریہ میں تحریر کئے ہیں۔اوراس مقام میں ان کے تذکرہ کی گنجائش نہیں،لیکن اس خیال سے کہ یہ کتاب ان کے ذکر سے خالی نہ رہے،کتاب مجالس المومنین میں سے چندسطروں پراکتفا کرتا ہوں اوراولادامام زین العابدین کے تذکرہ میں عمراشرف کے حالات کے ذیل میں ان کی والدہ جلیلہ کی جلالت شان کی طرف مختصراشارہ کرچکاہوں وہاں رجوع کیا جائے۔

ذکرسیدمرتضیٰ اوررضی رضوان اللہ علیہما،سیدمرتضیٰ فہوالسید الاجل التحریر الثمانینی ذوالمجدین ابوالقاسم الشریف المرتضیٰ علم الہدیٰ علی بن الحسین الموسوی شریف عراق مجتہدعلی الاطلاق اورمرجع فضلاءآفاق تھے۔وہ رہنما کہ جس کے معارج ہدایت اورمدارج ولایت میں علامت قدراورانشراح صدراتنا ظاہر ہوا ہے کہ اپنے جدامجد ولایت پناہ سے علم الہدیٰ جیسا شریف لقب انہیں ملا اور صاحب دولت اتنا کہ مجاورین مدارس وصوامع روزی کا نوالہ ان کے خوان احسان سے کھاتے اورمسافرین مراحل مسائل توشہ تحقیق اور ارمغان تدقیق ان کے خرمن فضل سے خوشہ چینی کرکے لے جاتے طالبین راہ ایمان اورسالکین مسالک ایقان مدرسہ شرع اورمحکمہ عقل میں ان کی روش رائے سے استفتاءکرتے اوراپنی مشکلات کے زنگ کوان کے صیقل ہدایت سے دورکرتے،مدت مدید تک امارت حج (جوکہ اعظم اموراسلام اورمرتبہ خلیفہ وامام ہے)لوائے ریاست دین ودنیا لہراتے رہےاورحجر یمانی کی گود میں جوکہ مقام رکن ایمانی ہے مراسم اسلام بجالاتے اورعرفات عرفان میں قدم صدق رکھےاورصفہ صفااورمروہ مروت کارخ کیا،ایۃ اللہ علامہ حلی نے کتاب خلاصہ میں کہا ہے کہ میری کی تصانیف بہت ہیں کہ جنہیں ہم نے کتاب کبیر میں ذکرکیا ہےاورعلماءامامیہ ان کے زمانہ سے لے کرہمارے زمانہ تک جوکہ ۶۹۳ھ ہجری ہے،ان کتابوں سے استفادہ کرتے رہے ہیں اوروہ بزرگواران کے ستون اورمعلم ہیں،قدس اللہ روحہ و جزاہ عن اجدادہ خیرالجزا،اوران کے علم الہدیٰ کے لقب سے ملقب ہونے کی وجہ جس طرح کہ شیخ اجل شہید نے رسالہ چہل حدیث وغیرہ میں بیان کی ہے،یہ ہے کہ علم الہدیٰ کے لقب سے ملقب ہونے کی وجہ جس طرح کہ شیخ اجل شہید نے رسالہ چہل حدیث وغیرہ میں بیان کی ہے،یہ ہے کہ محمد بن الحسین بن عبدالرحیم(جوکہ وزیرتھا قادرعباس کا)۴۲۰ھ ہجری میں بیمارہوا،اس کی بیماری طول پکڑ گئی یہاں تک کہ اس نے حضرت امیرالمومنین کوعالم خواب میں دیکھا،آپ اس سے فرمارہے ہیں کہ علم الہدیٰ سے کہوکہ تمہارے لیے دعا کرے تاکہ تمہیں شفا حاصل ہو۔

محمد مذکور کہتا ہے میں نے حضرتؑ سے پوچھا کہ علم الہدیٰ کون ہے توفرمایا کہ علی بن الحسین اموسوی،تواس نے ایک رقعہ جو مشتمل تھا التماس دعا اجابت الموسوی میری کی خدمت میں لکھ بھیجا اوراس میں وہی نقب جوخواب میں دیکھا تھادرج کیا،جب وہ تحریرسید کے زیرنظرآئی توکسرنفسی کرتے ہوئے خودکواس لقب کے لائق نہ سمجھا اوروزیر کے جواب میں لکھا اللہ اللہ فی امری فان قبولی؛

لهذا اللقب شناعة علیّ، میرے معاملہ میں خوف خدا کرو، میرا اس لقب کو قبول کرنا میرے لیے باعث قبح وعیب ہے۔

وزیر نے عرض کیا کہ خدا کی قسم میں نے آپ کی خدمت میں نہیں لکھا مگر وہ جو حضرت امیر المومنین نے مجھے حکم دیا ہے، بعد اس کے کہ وزیر میر مرتضیٰ کی دعا کی برکت سے شفایاب ہوا تو اس نے صورت واقعہ قادر خلیفہ عباسی کے سامنے پیش کی اور مرتضیٰ کا اس لقب سے انکار کرنا بیان کیا۔

قادر نے میر مرتضیٰ سے کہا کہ اے امیر مرتضیٰ قبول کرو اس لقب کو جس کے ساتھ تمہارے جد امجد نے تم کو ملقب کیا ہے اور حکم ہوا کہ منشیان بلاغت نشان اسے میر کے القاب میں داخل کریں اور اس زمانہ سے اس لقب کے ساتھ مشہور ہوئے اور آنجناب کی توصیف ثمانینی کے لفظ کے ساتھ اس وجہ سے ہے کہ وفات کے بعد آپ اسی ہزار کتابیں مقرؤات (پڑھی ہوئیں) مصنفات اور محظوظات میں سے چھوڑ گئے اور آپ نے ایک کتاب تصنیف کی کہ جس کا نام ثمانین تھا، اور آپ نے دنیا میں اکیاسی سال زندگی گزاری اور عمدۃ الطالب میں ہے کہ میں نے بعض تواریخ میں دیکھا ہے کہ سید کی کتابوں کا خزانہ مشتمل تھا اسی ہزار جلد کتاب پر اور میں نے اس کی مثل نہیں سُنا، مگر یہ حکایت ہوئی ہے صاحب بن عباد کے متعلق کہ جسے فخر الدولۃ بن بویہ نے وزارت کے لیے بلایا تھا تو اس نے جواب میں لکھا کہ میں طویل الذیل شخص ہوں اور میری کتابیں اٹھانے کے لیے سات سو اونٹ کی ضرورت ہے، اور شیخ یافصی نے کہا ہے کہ اس کی کتابیں ایک لاکھ چودہ ہزار تھیں اور قاضی عبدالرحمن شیبانی فاضل کا کتب خانہ سب سے بڑھ گیا اور وہ ایک لاکھ چالیس ہزار کتب پر مشتمل تھا اور نقل ہوا ہے کہ مستنصر نے کتب خانہ منتصر یہ میں اسی ہزار کتاب سپرد کی تھی اور ظاہراً اس میں سے کوئی چیز باقی نہیں رہی واللہ الباقی۔

بہرحال سید مرتضیٰ کی طرف ان کے بھائی سید رضی کی وفات کے بعد نقابت شرفاء امارت حاج اور قضا قضات منتقل ہوئی اور تین سال کی مدت تک اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ ۴۳۶ ہجری میں وفات پائی اور آنجناب کی ایک بیٹی تھی نقیہ جلیلہ جو اپنے چچا سید رضی سے روایت کرتی ہے اور اس سے شیخ عبدالرحیم بغدادی (جو کہ ابن اخوہ کے نام سے مشہور اور قطب راوندی کے مشائخ اجازہ میں سے ایک ہے) روایت کرتا ہے۔

اور سید رضی فہو الشریف الاجل محمد بن الحسین الموسوی، ان کی کنیت شریف ابوالحسن لقب مرضی رضی اور ذوالحسبین ہے بھائی ہیں میر مرتضیٰ علم الہدی نقیب علویہ واشراف بغداد کے بلکہ قطب فلک ارشاد اور مرکز دائرہ ارشاد تھے، بزرگی و جلالت ان کی گوش ملک نے سنی ہے اور آوازہ ان کے فضل و بلاغت کا ایوان فلک تک پہنچا اور ان کے اشعار ولپذیر کا دست تصرف دامن فصاحت آرائی تک پہنچا ہے اور پائے ترقی حضیض بلاغت گستری سے ذروہ شاہق معجزہ پروری پر رکھا ہے، پایہ ان کے فضل و کمال ومعالی وافضال کا اس سے گزر رہا ہے، کہ زبان ثنا وبیان مدحت ان کے کنہ رفعت کو عبارت میں لے آئے، کیوں کہ ظاہر ہے کہ جب حُسن و جمال زیادہ ہو تو مشاطہ کا ہاتھ بیکار ہو جاتا ہے اور جب بزرگی کمال کو پہنچ جائے تو تعریف کرنے والوں کا بازار گرجاتا ہے۔

زروے خوب تو مشاطہ دست بازکشید

کہ شرم داشت کہ خورشید را بیاراید

ابن کثیر شامی نے کہا ہے کہ میر رضی الدین اپنے والد کے بعد بغداد میں نقیب علویہ تھے اور وہ شخص فاضل وہ دین دار تھے اور فنون علم میں ماہر تھے، سخی جواد و پرہیز گار تھے اور شاعر بے نظیر تھے یہاں تک کہ کہا گیا ہے کہ وہ قریش میں سب سے بڑے شاعر تھے، پانچ محرم ۴۰۶ھ ہجری میں ان کی وفات ہوئی اور فخر الملک سلطان بہاء الا دلہ ویلمی کے وزیر اور قضاۃ واعیان آپ کی نماز جنازہ پر حاضر تھے اور وزیر مذکور نے نماز جنازہ پڑھائی اور ان کی وفات کے بعد منصب نقابت دوسرے مناصب علیہّ شرعیہ کے ساتھ مثلاً امارت حج وغیرہ ان کے بڑے بھائی میر مرتضیٰ کے سپرد ہوئے اور میر مرتضیٰ وابوالعلا معری اور بہت سے افاضل شعراء نے ان کے مرثیہ میں جوب اچھے اشعار کہے ہیں، معری کے مرثیہ کا ایک شعر یہ ہے۔

تکبیر تان حیال قبرک للفتی

محسوبتاں بعمرۃ و طواف

انسان تیری قبر کے گرد جو دو تکبیریں کہہ لے وہ عمرہ اور طواف کا ثواب رکھتی ہیں۔

آنجناب کی تصانیف انتہائی عمدہ اور ممتاز ہیں، ان میں سے حقائق التنزل مجازات القرآن ومجازات النبویہ وخصائص الائمہ اور کتاب نہج البلاغہ ہے کہ جس کے اجازت میں اسے اخ القرآن کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں جیسا کہ صحیفہ سجادیہ کو اخت القرآن کہتے ہیں اور اس کی بہت سی شرحین ہوئی ہیں۔ الیٰ غیر ذلک

ثعالبی نے سید رضی کی توصیف میں کہا ہے کہ تیس سال کی عمر کے بعد تھوڑی سی مدت میں قرآن یاد کرلیا اور فقہ وفرائض کے عارف تھے، عرجان قوی اور لغت وعربیت میں تو امام وپیشوا تھے۔

ابوالحسن عمری کہتا ہے کہ میں نے ان کی تفسیر قرآن دیکھی ہے اور اسے سب تفسیروں سے بہتر واحسن پایا ہے اور وہ ابوجعفر طوسی کی تفسیر کے حجم میں تھی یا اس سے بڑی، اور آنجناب صاحب ہیبت وجلاست وورع وعفت تھے اور تنگی میں زندگی گزارتے تھے اور اپنے اہل وقبیلہ کا لحاظ وخیال رکھے تھے اور وہ پہلے طالبی ہیں کہ جنھوں نے سیاہ لباس پہنا وہ جناب عالی ہمت اور شریف النفس تھے، کسی کا صلہ یا جائزہ قبول نہیں کرتے تھے اور بنی بویہ کے بادشاہوں نے جتنی کوشش کی کہ ان کی عطیہ یا جائزہ قبول کریں، قبول نہ فرمایا اور وہ خوش ہوجاتے تھے اپنے اصحاب کے اعزاز سے۔ انتھی

معلوم ہو کہ لفظ نقیب لغت میں کفیل ضامن اور کسی قوم کو پہچاننے والے کے معنی میں ہیں اور نقیب سے مراد جو کہ سیدین اور ان کے والد کے حالات میں ذکر ہوا ہے وہ شخص ہے جو امور سادات وشرفاء طالبین کی کفالت کرتا اور ان کے انساب کو اس سے محفوظ رکھتا ہو کہ کوئی ان کے سلسلہ سے خارج نہ ہوجائے، یا کوئی خارج ان میں داخل نہ ہو۔

اور یہ بھی معلوم رہے کہ سید کا ایک فرزند ہے، بہت جلیل وعظیم الشان جس کا نام عدنان ہے قاضی نور اللہ نے اس کی توصیف

میں کہا ہے کہ السید الشریف المرضی ابواحمد، عدنان بن الشریف الرضی الموسوی شریف بطحائے فضل وکرم اورنقیب مشہد دانش تھااورلوائے علوشان وسمومکان اس کا سماء رفعت اورسماک علونسبت احمدی کو پہنچا۔

تفاخر نمودہ باوآل ہاشم
تظاہر فزودہ باد آل حیدر
باجداد او عزبطحا ء ویثرب
باسلاف اور فخر محراب و منبر

اپنے چچا میر مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد نقابت علویہ کے متولی ہوئے، سلاطین آل بویہ ان کی بہت تعظیم کرتے تھے، ابن حجاج شاعر بغدادی کے ان کی مدح میں بہت سے قصائد ہیں۔

اورعبداللہ احمد بن موسیٰ ابرش برادر ابواحمد نقیب والد سیدین کی اولاد میں سے ہے سید جلیل ابوالمظفر ہبۃ اللہ ابن ابومحمد حسن بن ابوالبرکات سعد اللہ بن حسین بن ابومحمد حسن بن ابوعبداللہ احمد بن موسیٰ ابرش بن محمد بن ابوسُبحہ موسیٰ بن ابراہیم بن امام موسیٰ کاظمؑ جو کہ عالم فاضل صالح عابد اور محدث کامل صاحب کتاب مجموع الرائق من ازھا والحدائق تھا۔ اور علامہ حلی کے ہمعصر ہیں۔

صاحب عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ ابوالمظفر ہبیۃ اللہ سادات موسوی بغداد کے جد ہیں اور یہ جلیل القدر گھرانہ ہے، لیکن انہوں نے اپنا نسب خراب کرلیا ایسے لوگوں سے ایک عورت لے کر جوان کے مناسب نہیں تھے اور اولاد احمد اکبر بن موسی ابوسُبحہ بن ابراہیم بن امام موسیٰ کاظمؑ میں سے شمار ہوتا ہے۔

سید احمد رفاعی جو کہ مشائخ طریقہ شافعیہ میں سے اصحاب کرامات میں سے شمار ہے اور اس کی وفات ۲۲ ء جمادی الاوّل ۵۷۸ ہجری میں اُم عبیدہ میں ہوئی جو کہ واسطہ کے قریب ایک گاؤں ہے اور وہ اپنے نانا شیخ یحییٰ کبیر بخاری انصاری کے گنبد کے نیچے دفن ہوا، اور ابراہیم عسکری بن موسی ابوسُبحہ کی اولاد میں سے ہے، ابواسحاق ابراہیم بن حسن بن علی بن محسن بن ابراہیم عسکر کے جسے شرف الدولہ بن عضد الاولہ نے ولایت نقابت طالبین دی تھی اور اسے نقیب النقباء کہتے ہیں اور اس کی اولاد دو اعقاب ہیں اور انہیں سے ہے احمد بن اسحاق کہ جس کی اولاد قم اور آبہ میں ہے اور احتمال ہے کہ جو قبر قم میں مسجد امام کے شمالی دروازے کے مدمقابل بازار میں ہے اور معروف ہے احمد بن اسحاق کی قبر، اس سے مراد یہی احمد بن اسحاق موسوی ہو نہ کہ احمد بن اسحاق اشعری جس کی قبر حلوان میں ہے جو کہ مشہور ہے پل ذہاب کے نام سے اور جس کا ذکر اصحاب حضرت عسکری علیہ السلام میں آئے گا اور حسین قطعی کی نسل میں سے ہے، آقا سید صدرالدین عاملی اور مناسب ہے کہ ہم اس جگہ ان کے مختصر حالات کی طرف اشارہ کریں۔

ذکر سید جلیل وعالم نبیل آقا سید صدرالدین عمل اصفہانی وہوالسید الشریف محمد بن سید صالح بن محمد ابراہیم شرف الدین بن

زین العابدین بن نورالدین ن علی نورالدین بن حسین بن محمد حسین علی بن محمد بن ابوالحسن تاج الدین عباس بن محمد بن عبداللہ بن احمد حمزہ الصغیرین سیداللہ بن حمزہ کبیر بن محمد ابوالسعادات بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن ابوالحسن علی بن عبداللہ بن ابوالحسن محمد محدث بن ابوالطیب طاہر بن حسین قطعی بن موسیٰ ابوسبحہ بن ابراہیم مرتضیٰ بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سید الفقہاء الکاملین وسند العلماء الراسخین افضل المتاخرین واکمل المتجرین نادرۃ الخلف وبقیہ السلف ذوالبیت العالی العماد والحسب الرفیع الاباء والاجداد ان کی والدہ شیخ علی بن شیخ محی الدین شیخ علی سبط شہید ثانی کی بیٹی ہیں اوران کے والد سید سندورکن معتمد آقا سید صالح سبط شیخنا الاجل شیخ عاملی ہیں، کیونکہ ان کے والد ماجد آقا سید محمد نے شیخ عامل کی شاگردی اوران کی صاحبزادی سے شادی کی تھی اور انہیں خداوند عالم نے اس مخدرہ جلیلہ سے سید صالح عطا فرمایا جو کہ اپنے زمانہ کے علماء اعلام اورشام کے شہروں کے مراجع ریاست امامیہ میں سے تھے اوران کی ولادت ۱۱۲۲ ہجری میں ہوئی اور جبل عامل سے ان کی ہجرت احمد جزار کے ظلم وتعدیات سے ۱۱۹۷ ہجری میں ہوئی اور نجف اشرف میں سکونت اختیار کر لی اور ۱۲۱۷ ہجری میں وفات پائی، نیز شیخ حر عاملی کی صاحبزادی سے پیدا ہوئے۔سید صالح کے بھائی سید محمد شرف الدین ابولستادہ الاشراف آل شرف الدین جبل عامل کے شہروں میں رہتے ہیں اور انہیں میں سے ہے سید جلیل عامل کے شہروں میں رہتے ہیں اور انہیں میں سے ہے سید جلیل عالم فاضل محدث کامل آقا سید عبدالحسین بن شریف یوسف بن جواد بن اسماعیل بن محمد شرف الدین جو کہ صاحب مصنفات فائقہ اور مولفات نافعہ جلیلہ ہے کہ جن میں سے ہے فصول المھمہ فی تالیف الامتہ اور الکلمۃ الغراء فی تفصیل الزہرا علیہا السلام جو صیدا میں چھپی ہے۔وغیر ذلک

اور میں نے اس سید شریف کی بیروت میں زیارت کی ہے ادام الباری برکات و جودہ الشریف واعانہ لنصرۃ الدین الحنیف اور سید صدرالدین کے بھائی سید جلیل و عالم نبیل آقا سید محمد علی والد سید علامہ آقا سید ہادی ہے جو کہ والد ہے، سید سند محدث جلیل و عالم فاضل کامل نبیل بحر زاخر سحاب ماطر بارع خبیر ماہر کنز الفضائل و بہر ہا الجاری شیخنا الاجل السید ابومحمد حسن بن ہادی کا کہ جس کے حالات میں نے فوایدالرضویہ میں تحریر کئے ہیں۔

بہر حال سید صدرالدین نے اپنے والد کی گود میں تربیت پائی اور ۱۱۹۷ ہجری جبل عامل سے اپنے والد کے ساتھ عراق میں اوراور نجف اشرف میں ساکن ہو گئے اور ۱۲۰۵ ہجری میں جب کہ ان کی عمر بارہ سال تھی زیارت کربلا سے مشرف ہوئے اور استاد اکبر آقائے بہبہانی اور علامہ طباطبائی بحر العلوم کے درس میں حاضر ہوئے، کہتے ہیں کہ سید بحر العلوم اس وقت کتاب درہ کے نظم کرنے میں مشغول تھے جو کچھ نظم کرتے تو ان کے سامنے پیش کرتے،ان کے فن شعر وادب میں ماہر ہونے کی وجہ سے اور ۱۲۱۰ ہجری میں صاحب ریاض سے اجازہ طلب کیا اور سید ریاض نے انہیں اجازہ دیا اور احکام میں ان کے اجتہاد کی تصریح کی اور شیخ اکبر صاحب کاشف الغطاء نے اپنی بیٹی کی اس سے شادی کر دی اور خداوند عالم نے آقا سید محمد علی جو آقا مجتہد کے نام سے مشہور رنادر عصر اور یگانہ دہر تھے،اس مخدرہ سے انہیں مرحمت فرمائے کچھ وقت کے بعد جبکہ نجف اشرف میں مقیم تھے تو امام رضاؑ کی زیارت کے قصد سے خراسان کا سفر کیا اور واپسی کا راستہ یزد اور اصفہان کو قرار دیا اور جب اصفہان پہنچے تو وہیں قیام کر لیا اور مرجع تدریس وقضا ہو گئے،علماء کی ایک جماعت

نے ان کا تلمذ وشاگردی کی جن میں سے شیخ الطائفہ علامہ انصاری اور سید صاحب روضات اوران کے بھائی اورآقا سید محمد شفیع صاحب روضہ ہیں اور یہ سید جلیل بہت گریہ کن اور کثیر المناجات تھے۔

مشہور ہے کہ ماہ رمضان کی ایک رات حرم امیر المومنین میں داخل ہوئے اور زیارت کے بعد سر مقدس کی پُشت والی طرف بیٹھ کر دعائے ابوحمزہ پڑھنی شروع کی، جب یہ جملہ پڑھنا شروع کیا''الهی لا تو دینی بعقوبتك'' تو ان پر گریہ طاری ہوا اور مسلسل بار بار یہی جملہ کہتے تھے اور روتے تھے یہاں تک کہ انہیں غشی طاری ہوگئی اور لوگ انہیں حرم مطہر سے باہر لے آئے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر میں بہت کوشاں تھے، اصفہان میں حدود جاری کرتے تھے اور معصیت وگناہ ان کی نظر میں اتنا عظیم تھا کہ کہتے ہیں یوں اتفاق ہوا کہ یہ ایک مجلس میں حاضر ہوئے جو سید الشہد اامام حسین علیہ السلام ارواحناہ فداہٗ عزاداری میں منعقد ہوئی تھی اور اس مجلس میں اعیان واشراف کی ایک جماعت موجود تھی اچانک اس مجلس میں ایک شہزادہ بھی آ گیا کہ جس کی داڑھی منڈی تھی جب ان کی نظر اس پر پڑی تو فرمایا۔

حلق اللحية من شعار المجوس و صار من عمل اهل الخلاف داڑھی منڈوانا مجوسیوں کا شعار ہے اور اہل سنت کا عمل بھی ہوگیا ہے اب یہ شخص داڑھی منڈوا کر اس مجلس میں آیا جو امام حسینؑ سید الشہد اکی عزاداری میں منعقد ہوئی ہے مجھے ڈر ہے کہ جب مجلس پڑھنے والا منبر پر جائے اور یہ شخص یہاں موجود ہو تو اس مکان کی چھت گر پڑے، پس وہ اس مجلس میں نہ بیٹھے اور باہر چلے گئے۔

اور یہ بزرگوار زاہد قانع اور کثیر العیال تھے جس طرح نجف میں زندگی بسر کرتے تھے اسی طرح اصفہان میں بھی زندگانی گزارتے اور آخری عمر میں کمزوری اور اعضاء میں ڈھیلا پن جالج کی مانند انہیں عارض ہوا اور عالم خواب میں حضرت امیر المومنین کو دیکھا کہ انہیں فرمارہے ہیں، تم نجف میں ہمارے مہمان ہو، وہ سمجھے کہ میری وفات کا وقت قریب آ گیا، اصفہان سے نجف اشرف کی طرف چل پڑے اور ۱۲۶۲ ہجری میں وہاں وفات پائی اور اس حجرہ میں جو مغربی کونے میں ہے صحن مطہر کے باب سلطانی کے پاس دفن ہوئے اور اسی حجرہ میں اکابر علماء اعلام وفقہا عالی مقام مدفون ہیں۔

مثل مرحوم خلد مقام عالم ربانی وزندہ جاودانی جناب الحاج ملا فتح علی سلطان آبادی اور مرحوم ومغفور الحاج مرزا مسیح تہرانی قمی کہ جن کی وفات سید کی وفات والے سال میں ہوئی ہے اور جناب شیخ اجل اکمل عالم زاہد جامع فنون عقلیہ ونقلیہ حاوی فضائل علمیہ وعملیہ صاحب نفس قدسیہ وسمات ملکوتیہ ومقامات عالم ربانی ابوذر ثانی آقا شیخ محمد حسین اصفہانی والد شیخنا الاجل طور لفضل والادب وارث العلم عن اب فاب جناب آقا شیخ محمد رضا اصفہانی دام ظلہ اور آقائے صدر الدین کی تصانیف بہت ہیں جو کہ روضات الجنات اور فوائد رضویہ میں مذکور ہیں اور صاحب روضات نے ان کے حالات تحریر کئے ہیں اور کہا ہے کہ مجھ پر بہت شفقت رکھتے تھے اور روضات کی تصنیف میں میری مدد کی تھی۔

بہر حال اپنے والد ماجد اپنے جد سید مجھ سے شیخ حر عاملی سے روایت کرتے ہیں اور میں روایت کرتا ہوں اپنے شیخ ثقة

الاسلام نوری سے علامہ انصاری سے اس بزرگوار سے، پس میری روایت صاحب وسائل سے ان کے طریق پانچ واسطہ سے ہے اور ان کی اولاد واخفاد علماء وفقہاء وافاضل تھے اور چونکہ ان سب کے تذکرہ کی مقام میں گنجائش نہیں لہذا میں ان کے فرزند جلیل مرحوم حجۃ الاسلام آقائے صدر کے ذکر پر اکتفاء کرتا ہوں اوران کے تذکرہ میں بھی اس پر اختصار کرتا ہوں کہ جسے سیدنا الاجل ابومحمد آقا سید حسن نے تکملہ امل الامل میں تحریر کیا ہے،فرمانے ہیں السید اسماعیل بن سید صدرالدین اس کتاب کے مولف کے والد چچازاد حجۃ الاسلام معروف بآقاسید اسماعیل حکام دینیہ میں مراجع امامیہ میں سے ایک ہیں، فاضل فقیہ اصولی محقق فکور (زیادہ مفکر) ہیں ۱۲۸۵ھ ہجری میں پیدا ہوئے (ظاہراً ۱۲۵۸ھ ہجری ہونا چاہیے) ان کے والد کی ۱۲۶۴ھ ہجری میں وفات ہوئی، انہوں نے اپنے بڑے بھائی آقا مجتہد کی گود میں تربیت حاصل کی اور پاکی طنیت حسن استعداد اور علوفہم کو دیکھتے ہوئے تھوڑے ہی زمانہ میں حجۃ الاسلام آقائے شیخ محمد باقر بن شیخ محمد تقی کے درس میں حاضر ہوئے اور شیخ نے پوری ہمت ان کی تربیت میں صرف کی یہاں تک کہ اپنے ہم عصر لوگوں پر فوقیت حاصل کرلی، پس ۱۲۸۱ھ ہجری مین نجف اشرف کی طرف ہجرت کی اور جناب حجۃ الاسلام مرزا شیرازی وشیخ رازی اور شیخ مہدی آل کاشف الغطا کی شاگردی اختیار کی اور شیخ رازی کی وفات کے بعد تمام مشغلہ ان کا مرزا مرحوم کے درس میں حاضر ہونا تھا یہاں تک کہ اپنے اقران وامثال سے علم میں بڑھ گئے اور جس وقت مرزا مرحوم نے سامرہ کی طرف ہجرت کی، انہوں نے بھی ان کے ساتھ ہجرت کی اور یہ اسی طرح رہے یہاں تک کہ ۱۳۱۲ھ ہجری میں کربلا کی طرف ہجرت کی اور اس جگہ کو اب تک کے لیے اپنا وطن بنایا اوران کی اولاد مذکور میں سے ہے آقائے سید مہدی عالم فاضل جلیل ادیب اور سید فاضل ومہذب کامل آقا سید صدرالدین نزیل مشہد رضوی اور ان کے علاوہ زاداللہ فی توفیقہم۔انتھی

اور عباس بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام تو اس کے والد موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے وصیت نامہ کے نسخہ کو دیکھتے ہوئے جو کہ عیون اخبار الرضا میں ہے اس کی قدح اور اپنے امام زمانہ امام رضاؑ کی قلت معرفت معلوم ہوتی ہے، اگر مقام میں گنجائش ہوتی تو اس وصیت نامہ کو میں ذکر کرتا، لیکن اس مختصر مقام پر اس کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔ واللہ العالم

اور جناب سید العلماء والفقہاء آقائے سید مہدی قزوینی نے فلک النجاۃ میں فرمایا ہے کہ اولاد آئمہ میں سے دو قبریں مشہور ہیں، مشہد امام موسیٰؑ میں جو آپ کی اولاد ہیں، لیکن وہ معروف نہیں ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ ان دو قبروں میں سے ایک عباس ابن امام موسیٰؑ کی ہے کہ جس کے حق میں قدح وارد ہوئی ہے۔انتھی

اور عباس کی نسل صرف اس کے بیٹے قاسم بن عباس سے ہے، صاحب عمدۃ الطالب نے نقل کیا ہے کہ قاسم بن عباس بن موسیٰؑ کی قبر مقام شوش سواد کوفہ میں ہے اور وہ فضل کے ساتھ مذکور ہے۔

اور قاسم بن موسیٰ بن جعفرؑ پس وہ سید جلیل القدر تھے اور کافی ہے ان کی جلالت شان میں وہ خبر جو ثقۃ الاسلام کلینی نے کافی میں در باب اشارہ ونص پر حضرت رضاؑ سے نقل کی ہے۔

یزید بن سلیط اور حضرت امام کاظم علیہ السلام سے مکہ کے راستہ میں اور اس خبر میں مذکور ہے کہ کہ حضرت نے اس سے فرمایا

میں تمہیں خبر دوں اے ابا عمارہ، میں اپنے گھر سے نکلا تو میں نے اپنا وصی قرار دیا اپنے فلاں بیٹے کو یعنی امام رضاؑ کو اور میں نے اپنے باقی بیٹوں کو ظاہر وصیت میں اس کے ساتھ شریک قرار دیا اور باطن میں اس کو وصیت کی اور صرف اس کا ارادہ کیا اور اگر معاملہ میرے ہاتھ میں ہوتا تو میں امامت اپنے بیٹے قاسم کے لیے قرار دیتا بسبب اس محبت کے جو مجھے اس سے ہے اور جو مہربانی و نوازش میں اس سے رکھتا ہوں، لیکن یہ امر خدا کی طرف راجع ہے وہ جہاں چاہتا ہے قرار دیتا ہے، الخ (ظاہراً یہ روایت اصول مذہب کے خلاف ہے، مترجم)

اور شیخ کلینی نے روایت کی ہے کہ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کے ایک بیٹے کی موت کی حالت رونما ہوئی تو حضرت نے قاسم سے فرمایا کہ بیٹے اٹھو اور اپنے بھائی کے پاس بیٹھ کر سورہ والصافات پڑھو، قاسم نے وہ سورہ پڑھنا شروع کیا جب اس آیت پر پہنچا انتم اشد خلقاً ام من خلقنا تو اس کے بعد بھائی کو سکرات موت سے راحت ہوئی اور اس نے جان دے دی، ان دو خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام موسیٰؑ قاسم پر بہت عنایت فرماتے تھے، قاسم کی قبر حلہ سے آٹھ فرسخ کے فاصلہ پر ہے اس کا مزار شریف عامہ خلق کی زیارت گاہ ہے اور علماء و اخیار اس کی زیارت کو اہمیت دیتے ہیں، سید ابن طاؤس نے اس کے زیارت کی ترغیب دی ہے اور عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ قاسم کی اولاد نہیں ہے۔

اسماعیل بن موسیٰ کاظمؑ پس وہ جلیل القدر ہے اگر چہ علماء رجال نے ان کی جلالت کی طرف اشارہ نہیں کیا، لیکن کافی ہے اس کی مدح میں وہ روایت جو شیخ کشی نے ثقہ جلیل القدر صفوان بن یحییٰ کے حالات میں نقل کی ہے کہ جب صفوان نے سنہ ۲۱۰ ہجری میں مدینہ میں رحلت کی ہے تو امام محمد تقیؑ نے کفن اور حنوط اس کے لیے بھیجا اور اسماعیل بن موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اس کی نماز جنازہ پڑھائے۔

اور استاد اکبر آقائے بہبہانی نے تعلیقہ میں فرمایا ہے کہ اسماعیل کی تصانیف کی کثرت اس کی مدح کی طرف اشارہ کرتی ہے اور شاید مرحوم کی مراد کثرت تصانیف سے کتاب جعفریات ہو جو کہ جملہ کتب فقہ اور اس کی جمیع احادیث پر سوائے قلیل کے مشتمل ہے اور اس کی ایک ہی سند ہے تمام کی تمام اپنے اباؤ اجداد سے اور رسول خداؐ سے روایت کی ہے۔ شیخ مرحوم محدث نوری طاب ثراہ نے خاتمہ مستدرک میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور وہ کتاب نہایت معتبر ہے اور مکمل مستدرک وسائل میں درج ہے۔

یہ اسماعیل مصر میں رہتے تھے ان کی اولاد وہیں تھی، ان کا بیٹا ابوالحسن موسیٰ علماء مولفین میں سے ہے اور محمد بن محمد بن اشعث کوفی مصر میں کتاب جعفریات اس کے باپ اسماعیل سے روایت کرتا ہے اور موسیٰ کا بیٹا علی بن موسیٰ وہی ہے کہ جسے مہتدی کے زمانہ میں عبداللہ بن عزیز عامل طاہر نے محمد بن حسین بن محمد بن عبدالرحمن بن قاسم بن حسن بن زید بن حسن بن علی بن ابی طالب علیہم السلام کے ساتھ سامرہ کی طرف روانہ کیا اور وہاں انہیں قید کر دیا گیا یہاں تک کہ دونوں قید خانہ میں وفات پا گئے۔

اور اسماعیل بن موسیٰ کا ایک اور بیٹا ہے محمد نامی کہ جو طویل عمر رکھتا تھا اتنی حد تک کہ کتاب غیبت شیخ طوسی میں اس کی تعریف میں ہے ''وکان اسن شیخ من ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم'' کہ اولاد رسولؐ میں سب سے زیادہ سن

رسیدہ ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس نے امام زمانہؑ سے مسجدین کے درمیان (ظاہراً مسجد کوفہ وسہلہ مراد ہیں۔مترجم) ملاقات کی ہے۔

احمد بن موسیٰؑ کاظم معروف بشاہ چراغ وشیراز میں دفن ہے اوران کے بھائی محمد بن موسیٰ کا تذکرہ

شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ احمد بن موسیٰؑ سید کریم وجلیل اور صاحب ورع تھے اور حضرت ابوالحسن موسیٰؑ ان سے محبت رکھتے تھے اورانہیں مقدم رکھتے تھے اور ایک ٹکڑا زمین کا اس کے پانی کے ساتھ جو یُسیرہ کے نام سے مشہور تھا اُسے بخشا ہوا تھا۔

نقل ہوا ہے کہ احمد نے ہزار غلام اپنے مال سے آزاد کئے ،خبر دی مجھے شریف ابو محمد حسن بن محمد بن یحییٰ نے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے بیان کیا میرے دادا نے ،وہ کہتا ہے کہ میں اسماعیل بن موسیٰ سے سنا، وہ کہتا ہے کہ میرے والد اپنی تمام اولاد کے ساتھ مدینہ میں اپنے ایک ملک کی طرف گئے اور اسماعیل نے اس ملک کا نام لیا لیکن یحییٰ بھول گیا، اسماعیل کہتا ہے کہ ہم اس جگہ تھے اور احمد بن موسیٰ کے ساتھ میرے والد کے خدم وحشم میں سے بیس افراد تھے کہ اگر احمد کھڑا ہوجاتا تو وہ کھڑے ہوجاتے اور اگر وہ بیٹھ جاتا تو وہ بھی بیٹھ جاتے اور اس کے علاوہ ہمیشہ میرے والد کی نظر اس پر رہتی اور اس کا پاس ولحاظ رکھتے اور اس سے غافل نہ رہتے اور ہم وہاں سے نہ لوٹے جب تک احمد واپس نہ آیا۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ احمد شاہ چراغ کے نام سے مشہور ہیں اور شہر شیراز کے اندر مدفون ہیں اور ظاہری طور پر بھی گنبد وصحن وضریح و خدام وغیرہ کے لحاظ سے احترام وتعظیم رکھتے ہیں اور اس احقر نے ۱۳۱۹ ہجری بیت اللہ الحرام سے واپسی پر شیراز سے گزر کیا اور اس شہر میں ان کی تربت پاک کی زیارت کی ہے اور اس بزرگوار کے باطن سے مدد طلب کی اور ان کی قبر کے پاس ایک اور مزار ہے جو معروف ہے کہ میر سید محمد حضرت کا بھائی ہے۔

صاحب روضات الجنات نے کہا ہے کہ بعض کتب رجالیہ میں ہے کہ احمد شیراز میں دفن اور سید السادات سے موسوم ہیں اور اس زمانہ میں شاہ چراغ کے نام سے مشہور ہیں اور بیشک تواتر تک پہنچے ہوئے ہیں وہ کرامات جو ان کے مرقد طاہر سے ظاہر ہوئے پھر نقل کئے ہیں ان علماء کے کلمات جنھوں نے تصریح کی ہے کہ احمد بن موسیٰؑ شیراز میں مدفون ہیں۔

اور محمد بن موسیٰ احمد کے سگے بھائی بھی مرد جلیل القدر صاحب فضل وصلاح ہیں اور ہمیشہ باوضو طہارت ونماز میں مشغول رہتے اور راتوں کو وضو ونماز میں رہتے اور جب نماز سے فارغ ہوتے تو کچھ دیر ستاتے اور دوبارہ نیند سے بیدار ہوتے تو طہارت ونماز میں مشغول ہوجاتے اور پھر کچھ دیر سوجاتے اور پھر کھڑے ہوجاتے ،وضو کرتے اور نماز میں مشغول ہوجاتے اور طلوع صبح تک ان کی یہی عادت رہتی ،چنانچہ ہاشمیہ کنیز رقیہ بنت امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نقل کرتی اور کہتی ہے کہ میں نے جب کبھی محمد کو دیکھا تو وہ کتاب خدا کی اس آیت کا ذکر کرتے کانوا قلیلاً من اللیل ما یھجعون وہ لوگ رات کو کم سوتے تھے۔

صاحب روضات الجنات نے احمد کے باب میں سید جزائری کی کتاب انوار سے نقل کیا ہے سید کہتے ہیں کہ احمد بن موسیٰ کریم تھا اور امام موسیٰ علیہ السلام اس سے محبت کرتے تھے اور محمد بن موسیٰ صالح تھا، اور دونوں شیراز میں دفن ہیں اور شیعہ حضرات ان کی قبور سے تبرک حاصل کرتے ہیں اور ان کی بہت زیارت کرتے ہیں میں نے بھی بہت دفعہ ان کی زیارت کی ہے۔

مولف کہتا ہے کہ محمد بن موسیٰ علیہ السلام کو کثرت عبادت کی وجہ سے محمد عابد کہتے تھے اور ان کی نسل ان کے بیٹے ابراہیم سے ہے کہ جسے ابراہیم مجاب کہتے ہیں اور اس کا مجاب نام ہونے کا سبب جیسا کہ سید تاج الدین بن زہرہ نے کہا ہے کہ وہ حرم سید الشہدا میں داخل ہوا اور عرض کیا السلام علیک یا ابا، اس کے جواب میں یہ آواز سنی گئی، وعليك السلام يا ولدی، اس کی قبر شریف حائر مقدس حسینی میں ہے۔

اور ابراہیم کی نسل اس کے تین بیٹوں سے ہے، محمد حائری اور احمد قصر ابن ہبیرۃ میں اور علی سیرجان میں ہے اور محمد حائری کی اولاد میں سے ہے سید سند نسابہ، علامہ امام الاوباء شمس الدین، شیخ اشرف، ابوعلی فخار بن احمد بن محمد بن ابوالغنائم محمد بن حسین بن محمد اطائری بن ابراہیم الجاب بن محمد العابدین امام موسیٰ الکاظم علیہ السلام جو کہ اکابر مشائخ واعظام و اعاظم فقہاء کرام صاحب کتاب ''الحجة علی الذهب الی تکفیر ابی طالب'' ہے۔

ابن ابی الحدید جو سید فخار کا ہم عصر ہے اور علماء اہل سنت میں سے ہے شرح نہج البلاغہ کی چودھویں جلد میں کہتا ہے اس زمانہ کے بعض طالبین نے یعنی سید فخار نے اسلام ابوطالب میں کتاب تصنیف کی ہے اور میرے پاس بھیجی ہے اور مجھ سے خواہش کی ہے کہ میں اپنے خط میں اس کی صحت و وثاقت میں شعر یا نثر میں کچھ لکھوں اور میں چونکہ اسلام ابوطالب میں توقف رکھتا تھا میں نے جائز نہ سمجھا کہ ان کے اسلام کا قطعی حکم کروں اور یہ بھی جرات نہیں رکھتا تھا کہ ان کی مدح اور تعظیم میں سکوت اختیار کروں، کیونکہ میں جانتا تھا کہ اگر ابوطالب نہ ہوتے تو اسلام قائم نہ ہوسکتا اور میں جانتا ہوں کہ ابوطالب کا حق مسلمان پر لازم ہے جو کہ قیامت تک دنیا میں کام آئے گا، پس میں نے اس کتاب کی پشت پر یہ لکھا۔

ولو لا ابوطالب وابنه لما
مثل الدين شخصل فقاما
فذاك بمكة اوی وحانی
وذاك بيثرب حبس الحماما

یعنی اگر ابوطالب اور ان کے بیٹے امیر المومنین نہ ہوتے تو دین شکل وصورت پیدا کرے قائم نہ ہوتا، پس ابوطالب نے مکہ میں پناہ دی اور حمایت کی پیغمبر اکرمؐ کی اور امیر المومنین نے یثرب میں موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالیں یعنی نصرت پیغمبر اور اسلام کی مدد میں تلوار چلائی اور جہاد کیا،

یہاں تک کہ دین اسلام ابوطالب اور علی بن ابی طالب کی وجہ سے قائم ہوا۔
بہر حال سید فخار سے علامہ کے والد و سید احمد بن طاؤس اور محقق علی روایت کرتے ہیں اور وہ خود شیخ جلیل فقیہ شاذان بن جبریل قمی سے عماد الدین طبری سے مفید ثانی سے شیخ الا طائفہ ابوجعفر طوسی رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں اور ان کے والد سید شریف ابوجعفر نقیب طاہر صاحب جاہ عریض و بسط عظیم و تمکن تام تھے اور یہ وہی ہیں جنہوں نے شط فلوجہ پر بند باندھا تھا۔ ابو جعفر نقیب بصرہ نے اپنے اشعار میں ان کی مدح کی ہے اور جب ان کی وفات ہوئی تو نظامیہ میں ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور حائر میں دفن ہوئے اور سید فخار ان کے بیٹے نے ان کا مرثیہ کہا ان الفاظ میں۔ ابا جعفر

ابا جعفر اما تویت فقد ثوی
بمشواك علم الدين والحزم والفهم
سيبكيك جل المشكل الصعب حله
بشجود سيبكيك البلاعة والعلم

جب تو قبر میں دفن ہوا ہے تو تیری قبر میں علم دین، ہوشمندی اور فہم وفراست دفن ہوئے ہیں، عنقریب اکثر مشکلات کہ جس کا حل کرنا سخت ہے دکھ سے روئیں گی اور بلاغت وعلم تجھ پر گریہ کریں گے اور ان کا بیٹا نسابہ وزینت مسند نقابہ، جلال الدین، عبدالحمید بن فخار والد عالم جلیل علم الدین المرتضی علی بن عبدالحمید استاد ابن استاد شیخ شہید ہے اور نیز محمد حائری کی اولاد میں سے ہے سید شمس الدین، محمد بن جمال الدین احمد استاد قدس سرہ، جیسا کہ سید محمد بن حسن بن ابوالرضا علوی شاگرد شیخ نجیب الدین یحییٰ بن سعید حلی کے اجازہ میں مذکور ہے اور وہ اجازہ یہ ہے۔

استخرت الله تعالیٰ و اجزت للسيد الكبير المعظم الفاضل الفقيه الحامل لكتاب الله شرف العترة الطاهرة مفخر الاسرة النبوية شمس الدين محمد بن السيد الكريم المعظم الحسيب النسيت جمال الدين احمد بن ابي المعال جعفر بن على انى القاسم بن على ابى الحسن بن على ابى القاسم بن محمد ابى الحمر بن على ابى القاسم بن على ابى الحسن اطائرى بن محمد ابى جعفر بن ابراهيم المجاب الصهرا العمرى ابن محمد الصالح ابن الامام موسیٰ الكاظم صلوات الله عليه۔

ذکر حمزہ بن موسیٰ الکاظم علیہ السلام اور ان کی بعض اولاد کا ذکر

حمزہ بن موسیٰ ؑ سید جلیل الشان تھے اور شاہزادہ عبدالعظیم کے پاس ایک قبر ہے عظیم گنبد کے ساتھ جوان کی طرف منسوب اور عامتہ الناس کی زیارت گاہ ہے، نجاشی کی روایت میں ہے کہ جس زمانہ میں حضرت عبدالعظیم ری میں چھپ کر رہتے تھے تو وہ دن کو روزہ رکھتے اور راتوں کو نمازیں پڑھتے اور چھپ کر باہر نکلتے اور اس کی قبر کی زیارت کرتے جوان کی قبر کے سامنے ہے اور دونوں کا راستہ مشترک ہے اور کہتے تھے کہ یہ قبر امام موسیٰ علیہ السلام کے ایک بیٹے کی ہے۔

علامہ مجلسی رحمتہ اللہ علیہ نے تحفۃ الزائر میں فرمایا ہے کہ قبر شریف امام زادہ فرزند امام موسیٰؑ حضرت عبدالعظیم کی قبر کے پاس ہے اور ظاہراً یہ وہی امام زادہ ہے کہ حضرت عبدالعظیم جس کی زیارت کرتے تھے، لہذا اس مرقد منور کی بھی زیارت کرنی چاہیے۔انتھی

اور صاحب مجدی سے نقل ہوا ہے اس نے کہا کہ حمزہ بن امام موسیٰ ؑ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور اس کی قبر اصطخر شیراز میں معروف ومشہور اور زیارت گاہ نزدیک ودور ہے اور تاریخ عالم آراء سے منقول ہے اس نے کہا ہے کہ نسب سلسلہ جلیلہ صفویہ حضرت حمزہ بن موسیٰ علیہ السلام تک منتھی ہوتا ہے اور ان کا مدفن شیراز کی ایک بستی میں ہے اور سلاطین صفویہ نے ان کے لیے بقعہ عالیہ بنوایا ہے اور موقوفات زیادہ قرار دیئے ہیں اور ترشیر کے متعلق بھی ایک گروہ کا اعتقاد ہے کہ وہاں امام زادہ حمزہ کا مقبرہ ہے۔

فقیر کہتا ہے کہ بلدۃ طیبہ قم میں ایک مزار ہے مشہور بشاہزادہ حمزہ اور جلالت قدر کے ساتھ معروف ہے اور اہل شہر کو اس سے بڑی عقیدت ہے اس کے احترام واکرام میں بڑی کوشش کرتے ہیں اور اس کا صحن وگنبد بارگاہ ہے اور صاحب تاریخ قم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بزرگوار وہی حمزہ بن موسیٰ ہیں، جیسا کہ سادات رضائیہ کی تاریخ کے دوران (جو کہ قم میں تھے اور وہیں دفن ہوئے) کہتا ہے کہ یحییٰ صوفی نے قم میں قیام کیا اور میدان ذکریہ بن آدم علیہ الرحمتہ میں مشہد حمزہ بن موسیٰ بن جعفرؑ کے قریب اقامت کی تھی۔

اور واضح ہو کہ حمزہ بن موسیٰؑ کی کنیت ابوالقاسم ہے اور ان کی اولاد بلاد عجم میں ان کے دو بیٹوں قاسم اور حمزہ سے بہت زیادہ ہے، باقی رہا علی بن حمزہ تو صاحب عمدۃ الطالب نے کہا ہے کہ اس کی اولاد نہیں ہوئی اور بغیر اولاد کے دنیا سے گیا۔وہ شیزاز میں باب اصطخر سے باہر دفن ہے اور اس کا مشہد ہے کہ جس کی زیارت کی جاتی ہے وہ خراسان میں مقدم اور بڑے مرتبہ والے تھے اور قام بن حمزہ کی نسل محمد وعلی واحمد سے ہے اور محمد کی اولاد میں سے سلاطین صفویہ ہیں اور مناسب ہے کہ ہم ان کے اسماء شریفہ اور ان کی تاریخ جلوس (تخت نشینی) وفات کی طرف ان کے بعض حقوق کی ادائیگی کرتے ہوئے اشارہ کریں۔

سلاطین صفویہ موسویہ کا تذکرہ

سلاطین صفویہ نے تقریباً دوسوتیس سال حکومت اور ترویج دین ومذہب جعفری کی ہے۔ان میں سے پہلا بادشاہ شاہ اسماعیل اوّل ہے، وہو ابن السلطان حیدر بن سلطان، شیخ جنید مقتول بن سلطان شیخ ابراہیم جب خواجہ علی مشہور باسیاہ پوش کہ جس نے

۸۳۳ھ ہجری میں بیت المقدس میں وفات پائی ہے اور کا مزار شیخ صفی الدین ابوالفتح اسحاق اردبیلی سلاطین صفویہ کو برہان الاصفیاء کی طرف منسوب ہونے کی وجہ سے صفویہ کہتے ہیں، اس نے ۷۳۵ھ ہجری اردبیل میں وفات پائی اور وہی دفن ہوا اور اس کے قریب اس کی اولاد واعقاب واحفاد کی ایک جماعت کو دفن کیا گیا، مثلاً شیخ صدرالدین و شیخ زین العابدین اور اس کے بیٹے شیخ جنید وسلطان حیدروشاہ اسماعیل وشاہ محمد خدابندہ وشاہ اسماعیل اول واسماعیل میزا روحمزہ میزا اور ان کے علاوہ اور اشخاص وھوابن سید امین الدین جبرائیل ابن سید محمد صالح ابن سید قطب الدین ابن صلاح الدین رشید بن سید محمد حافظ بن سید عوض شاہ الخواص بن سید فیروز شاہ زرین کلاہ بن سید نورالدین محمد بن سید شرف شاہ بن تاج الدین حسین بن صدرالدین محمد بن سید مجدالدین ابراہیم بن جعفر بن محمد بن اسماعیل بن ناصر الدین محمد بن شاہ فخر الدین احمد بن سید ناعرابی ابن ابومحمد قاسم بن حمزہ بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام۔

شاہ اسماعیل نے ابتداء امر میں اپنے مریدوں اور اپنے اباؤ عرفاء راشدین کے مریدوں کے ساتھ جیلان کے شہروں سے خروج کیا اور ۹۰۶ھ ہجری میں جب کہ چودہ سال کے قریب ان کی عمر تھی جنگ کی، یہاں تک کہ آذربائیجان کے علاقے فتح کر لیے اور حکومت بنالی اور حکم دیا کہ مذہب امامیہ کو ظاہر کیا جائے اور جب ان کا سن انتالیس سال تھا تو وفات پائی اور ان کا بیٹا شاہ طہماسپ تحت سلطنت پر بیٹھا اور یہ پیر کے دن انیس رجب ۹۳۰ھ ہجری کا واقعہ ہے جو حکم ظل کے مطابق ہے جیسا کہ کہا گیا ہے شاہ انجم سپاہ اسماعیل۔

آنکہ چوں مہر درنقاب شدہ
ازجہاں رفت و ظل شدش تاریخ

سا یہ تاریخ آفتاب شدہ آنجناب کی قبر اردبیل میں اپنے آباؤ اجداد کے جوار میں ہے، شاہ طہماسپ جوان کی جگہ تحت پر بیٹھا تو اس نے چون (۵۴) سال حکومت کی اور شہر قزدین اس کا دارالسلطنت تھا اور وہ ہمعصر تھا محقق کرکی و شیخ حسین بن عبدالصمد اور ان کے فرزند شیخ بہائی رحمہم اللہ کا، اور محقق کرکی کہ جن کا نا مشیخ علی بن العالیٰ اور لقب نورالدین اور مروج مذہب ودین محقق ثانی بلغہ اللہ فی الجنان الی اقصی الاعالی ومنتہی الامانی تھا۔ شاہ طہماسپ کے زمانہ میں ایران میں آئے اور شاہ نے ان کی تشریف آوری کو عظیم سمجھا اور کہا کہ آپ زیادہ حق رکھتے ہیں ملک وسلطنت کا کیونکہ آپ نائب امام علیہ السلام رہے ہیں اور میں آپ کے کارندوں میں سے ہوں اور آنجناب نے بادشاہ کے ہاں مرتبہ عظیم پایا اور نقل ہوا ہے کہ شاہ نے اپنے ہاتھ سے اس بزرگوار کے حق میں لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم! چوں ازموداۓ حقیقت انتمائے کلام امام صادق علیہ السلام۔

انظر وا الیٰ من کان منکم قد رویٰ حدیثنا و نظر فی حلالنا وحرامنا
وعرف احکامنا فارضوبہ حکما فانی قد جعلتہ حاکما فاذا حکم بحکم
فمن لم یقیل منہ فاغا بحکم اللہ استخف وعلینارد و ھورآدعلی حد

الشرك لائح

واضح است کہ مخالفت حکم مجتہدین کہ حافظان شریعت سید المرسلین اند باشرک در یک درجہ است، پس ہر کہ مخالفت حکم خاتم المجتہدین ووارث علوم سید المرسلین ونائب الائمہ المعصومین علیہم السلام لایزال کاسمہ العلیؓ علیا عالیا۔

کندو درمقام متابعت نہ باشد بے شائبہ ملعون و مردود ودرایں آستان ملائک آشان مطرود است وبسیاسیات عظمیہ و تادیبات بلیغہ مواخذہ خواہدشد کتبہ طہماسپ بن شاہ اسماعیل الصفوی الموسوی۔

ترجمہ! سہارا اللہ کے نام کا جو رحمن ورحیم ہے چونکہ بمطابق کلام حقیقت نظام امام صادق علیہ السلام، کہ دیکھو اس شخص کی طرف کہ جس نے ہماری حدیث کی روایت کی ہو اور ہمارے حلال وحرام میں غور وفکر کیا ہو اور ہمارے احکام کو پہچانا ہو تو اس کو اپنا حکم اور فیصلہ کرنے والا قرار دو، کیونکہ میں اسے حاکم بنایا ہے، پس جب وہ کوئی حکم کرے تو جو بھی اس سے اسے قبول نہ کرے تو سوائے اس کے نہیں کہ اس نے حکم خدا کو خفیف جانا اور ہمارے ارشاد کو رد کردیا اور وہ خدا کے حکم کا رد کرنے والا ہے اور وہ حد شرک میں ہے۔ بظاہر واضح ہے کہ حکم مجتہدین کی مخالفت جو کہ سید المرسلین کی شریعت کے محافظ ہیں شرک کے ساتھ ایک درجہ میں ہے پس جو شخص خاتم المجتہدین وارث علوم سید المرسلین نائب آئمہ معصومین علیہم السلام جو ہمیشہ اپنے نام علی کی طرح بلند وبالا ہے ان کے حکم کی مخالفت کرے اور مقام متابعت میں نہ ہو تو بیشک وشائبہ ملعون ومردود ہے اور اس آستان ملائک آشیان میں مطرود ہے اور بڑی بڑی سزاؤں اور حد درجہ کے تادیبات سے اس کا مواخذہ کیا جائے گا۔ اس کو طہماسپ فرزند شاہ اسماعیل صفوی موسوی نے لکھا ہے۔

روایت ہے کہ ان کے زمانہ میں سلطان روم کا سفیر شاہ طہماسپ کے پاس آیا اور ایک دن اتفاقاً جناب محقق مذکور مجلس سلطان میں تشریف فرماتھے کہ سفیر نے انہیں پہچان لیا اور چاہا کہ اپنے اور شیخ کے درمیان جدل ومناظرہ کا در باز کرے۔

کہنے لگا اے شیخ! تمہارے مذہب کی تاریخ اور تمہارے طریقہ کا اختراع نوسو چھ کو ہوا ہے جو کہ شاہ اسماعیل کی سلطنت کی ابتداء ہے اور یہ مطابق ہے کلمہ ''مذہب ناحق'' کے ساتھ اور اس میں آپ کے مذہب کے بطلان کی طرف اشارہ ہے۔

محقق نے فورأفی البدیہہ اس کے جواب میں فرمایا ہم اور آپ عرب ہیں لہذا ہمیں عربی زبان میں گفتگو کرنی ہے، یہ کیوں کہتے ہو کہو کہ مذھبنا حق فبھت الذی کفر و بقی کانما الفم الجر، یعنی ہمارا مذہب حق ہے پس کافر مبہوت ہوگیا اور گویا اس کے منہ میں تھوک اٹک گیا۔

بہر حال شاہ طہماسب نے پندرہ ماہ صفر ۹۸۴ھ ہجری قزدین میں وفات پائی اور اتفاقات میں سے ہے کہ جملہ پانزدہم شہر صفران کا مادہ تاریخ ہے اور ان کے آثار حسنہ اور سیرت مستحسنہ کے ذکر کی گنجائش نہیں ہے۔

اور ان کے بعد ان کا بیٹا شاہ اسماعیل ثانی بادشاہ ہوا اور اہل سُنت کے طریقہ پر تھا، پس اس نے اہل ایمان وعلماء وسادات کے ساتھ بدرفتاری کی، لہذا اس کی سلطنت زیادہ دیر نہ چل سکی اور تقریباً ڈیڑھ سال حکومت کی اور تیرہ رمضان مبارک کی رات مجلس

طرب میں اچانک اس کی حرکت دل بند ہوگئی اور وہ مر گیا۔اس وقت اس کا بھائی سلطان محمد مکفوف معروف شاہ خدا بندہ ثانی بادشاہ ہوا اور اس نے دس سال حکومت کی۔پھر ۹۹۶ ہجری میں حکومت اپنے بیٹے شاہ عباس اوّل کے سپرد کردی جو کہ مطابق ہے حکم ظل اللہ کے، پس شاہ عباس نے چالیس سے کچھ سال زیدہ کمال شان وشوکت وجلالت کے ساتھ حکومت کی اور ۱۰۰۹ ہجری پا پیادہ اصفہان سے مشہد مقدس مشرف ہوا اور اٹھائیس دن میں یہ مسافت بعیدہ جو کہ دوسو فرسخ کے قریب ہے پیدل طے کی۔

صاحب تاریخ عالم آراء نے ذیل کے اشعار اسی سلسلہ میں کہے ہیں۔غلام شاہ مرداں شاہ عباس شہ والا گہر خاقان، امجد بطوف،مرقد شاہ خراسان، پیادہ رفت با اخلاص بے حد آخر تک اور آخر میں کہا۔

پیادہ وفت و شد تاریخ رفتن

زاصفاہان پیادہ تا بمشہد

مولف کہتا ہے کہ شاہ عباس سے خیرات وآثار لبسیار یادگار کے طور پر باقی رہے ہیں، جو شخص طالب علم ہو وہ کتاب عالم آراء وغیرہ کی طرف رجوع کرے، میر داماد نے کتاب اربعۃ ایام میں فرمایا ہے کہ بادشاہ جمجاہ مغفرت بارگاہ شاہ عباس ہے۔ان تمام اوقات میں پاکیزگی اور عبادت کے ساتھ وقت گزارتا اور غسل کرتا، روزہ رکھتا اور زیارت ماثورہ فقیر کے ساتھ بجالاتا اور بہت صدقات کرتا یہاں تک کہ فرمایا ہے رات کے وقت مخصوص اہل علم کی ایک جماعت کے ساتھ افطار کرتا اور افطار کے بعد آدھی رات تک صحبت عملی اور علماء کے ایک دوسرے سے مباحثات میں مجلس کا وقت گزارتا۔انتھیٰ‘‘

۲۴ جمادی الاوّل ۱۰۳۸ ہجری مرض اسہال سے مازندران میں وفات پائی اور اس کے بعد اس کا نبیرہ (پوتا) شاہ صفی اوّل اس کے بیٹے کے بیٹے صفی میرزا شہید نے لباس سلطنت پہنا اور چودہ سال حکومت کی اور ۱۲ ماہ صفر ۱۰۵۳ ہجری وفات کی اور بلدۃ طیبہ قم میں دفن ہوا۔اس کی قبر روضہ حضرت معصوم علیہا السلام کی جہت قبلہ میں واقع ہے اور اب وہ روضہ میں داخل ہوگئی ہے کہ عورتیں صحن زنانہ سے اس جگہ میں داخل ہوئی ہیں اور زیارت کرتی ہیں۔حضرت معصومہ علیہا السلام کی سقف و دیوار مزین ہے کاشی معرق کے ساتھ جو مہت ممتاز اور شاہ عباس ثانی کی تعمیرات میں سے ہے (اس بقعہ کے کتبہ پر سورہ مبارکہ یسبح للہ محمد رضا امامی کے خط کے ساتھ کمال حسن وخوبی سے لکھی ہوئی ہے) اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ عباس ثانی نو سال کی عمر میں تخت حکومت پر بیٹھا اور چھبیس سال حکومت کی اور ۱۰۷۸ ہجری میں مازندان سے اصبہان کی طرف واپس ااتے ہوئے دامغان میں وفات پائی۔اس کا جنازہ قم میں لے آئے اور جوار معصومہ میں ایک بڑے بقعہ میں اس کے باپ کے بقعہ کے پہلو میں سپرد خاک کیا گیا اور اس کے بعد اس کا بیٹا شاہ صفی دوم چھ شعبان ۱۰۷۸ ہجری تخت سلطنت پر متمکن ہوا۔محقق خوانساری نے جامع مسجد شاہی میں خطبہ پڑھا اور اس پر مال وزر نچھاور کیا گیا۔اسے شاہ سلیمان کہا گیا۔اس نے عدالت کے ساتھ حکومت کی اور ۱۰۸۶ ہجری میں قبہ مطہرہ حضرت امام رضاؑ کو تعمیر کیا اور اس پر مزید سونا چڑھایا۔۱۱۰۵ ہجری میں وفات پائی اور قم میں شاہ عباس کے قریب کے بقعہ میں دفن ہوا۔حکومت اس کے بیٹے شاہ سلطان حسین کی طرف منتقل ہوئی وہ آخری صفوی تاجدار تھا۔اس کی حکومت فتنہ افاغنہ (افغانی) شہر میں داخل ہوئے اور انہوں نے اعیان و

عظماء حکومت صفویہ کے کچھ لوگوں کا خون بہایا اور شاہ سلطان حسین کو ان کے بھائیوں اور بیٹوں کے ساتھ قید کیا۔ یہ واقعہ ۱۱۳۷ ہجری میں ہوا اور مسلسل سلطان حسین قید میں رہا یہاں تک کہ سلطان محمود افغانی فردودمر گیا اور سلطان اشرف منحوس اس کی جگہ پر بیٹھا، پس اس کے حکم سے تقریباً پانچ سو حمام مدرسے اور مسجدیں خراب کی گئیں اور جب اس نے اپنی حکومت میں فتور دیکھا تو اصفہان سے چل پڑا اور حکم دیا کہ شاہ سلطان حسین کو قید میں ہی ہلاک کر دیں اور انہیں بے غسل وکفن چھوڑ دیا اور ان کے اہل وعیال کو قید کر لیا اور مال لوٹ لیے اور یہ واقعہ ۱۱۴۰ ہجری کا ہے، پس لوگ کچھ وقت کے بعد سلطان حسین کی میت قم میں لے گئے اور ان کی پھوپھی حضرت فاطمہؑ کے جوار میں باپ کے قریب دفن کر دیا۔ واضح ہو کہ محمد بن قاسم بن حمزہ بن امام موسیٰ کی نسل میں سے سید اجل خاتم الفقہاء والمجتہدین وراث علوم اجدادہ الطاہرین مقتدائے انام مرجع خاص وعام مولانا سید محمد باقر بن محمد نقی موسوی شفتی معروف بحجۃ الاسلام شاگرد جناب بحر العلوم ومحقق قمی وآقا سید محسن وآقا سید علی رضوان اللہ علیہم السلام اجمعین بھی ہیں کہ جن کی جلالت شان عبادات و مناجات ونوافل واولاد اور فوائد پہنچانا طلاب وفقراء وسادات کو اس سے زیادہ ہیں کہ بیان ہوسکیں، اور بہت سی باتیں آنجاب سے نقل ہوئی ہیں اور میں نے کتاب فوائد الرضویہ میں جو کہ احوال علماء امامیہ میں اس قسم کی ہے۔ کچھ چیزوں اور ان بزرگوار کی تصنیف کی طرف اشارہ کیا ہے اور مقام میں نقل کرنے کی گنجائش نہیں ہے اور آنجناب کی وفات ۱۲۶۰ ہجری (غرس) میں ہوئی اور قبر شریف اصفہان میں مشہور اور زیارت گاہ نزدیک ودور ہے اور ان کا بیٹا سید سند ورکن معتمد جناب حاج سید اللہ تمام کمالات وفضل وفخار میں وارث اس پدر کا اور ثانی اس بحر زخار کا ہے اور صاحب جواہر کے عظیم شاگردوں میں سے ہے۔ **ولنعم ماقیل**

ان السری اذا سری فبنفسه

وابن السری اذا سری اسراهما

بیشک جب شریف چلتا ہے تو اپنی ذات کو لے کر جاتا ہے اور جب شریف زادہ چلے تو دونو کو لے کر چلتا ہے، اس کی وفات ۱۲۹۰ ہجری (غرص) میں واقع ہوئی۔ اس کی قبر شریف نجف اشرف میں باب قبلہ کے قریب صحن مطہر میں ہے۔

باقی رہے عبداللہ اور عبیداللہ حضرت امام موسیٰ کے بیٹے تو یہ دونوں صاحب اولاد ہیں اور جیسا کہ بعض کتب انساب سے نقل ہوا ہے کہ عبداللہ کی اولاد میں سے ایک جماعت رَی میں تھی کہ جن میں سے مجدالاولتہ والدین ذوالطرفین ابوالفتح محمد بن حسین بن محمد بن علی بن قاسم بن عبداللہ بن امام موسیٰ کاظم علیہ السلام تھے کہ جن کی بہن ستی (سیدتی) سکینہ بنت حسین بن محمد سید اجل مرتضیٰ ذوالفخرین ابوالحسن مطہر بن ابوالقاسم علی بن ابوالفضل محمد کی والدہ ہے کہ شیخ منتجب الدین نے اس کی توصیف میں فرمایا ہے، وہ عراق کے بزرگ سادات اور صدر واشراف میں سے ہے اور منتھی ہوا ہے منصب نقابت ریاست اس کے زمانہ میں اس کی طرف اور وہ فنون علم میں نشانہ تھا، اور اس کے خطب ورسائل ہیں جو اس نے شیخ ابوجعفر طوس کے سامنے سفرحج میں پڑھے ہیں ہمیں روایت کی ہے، اس سے سید نجیب ابومحمد حسن موسوی نے۔ انتھی

اور بعض کتب انساب میں نقل ہے کہ اس کے حق میں کہا گیا، سید مطہر فضل وبزرگی کرامت نفس کثیر المحاسن وحسن اخلاق میں

یگانہ روزگار تھا اور اس کا دستر خوان ہمیشہ بچھا رہتا تھا، متکلم اہل نظر مترسل اور شاعر تھا اور رے میں نقابت طالبین اس سے متعلق تھی اور اس کا باپ ابوالحسن علی الزکی نقیب ری سلطان محمد شریف کا بیٹا ہے جو قم میں مدفون اور بہت جلیل القدر ہے اور عبداللہ باہر فرزند امام زین العابدینؑ کے حالات میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے۔ خلاصہ یہ کہ سید مطہر کے دو بیٹے تھے، محمد اور علی بن مطہر کا ایک بیٹا فخر الدین علی نقیب قم تھا، اور علی بن مطہر جو کہ عزالا دلتہ والدین اور شرف الاسلام والمسلمین تھا۔ اس کا بیٹا محمد نامی اہل علم وفضل وشرف جلالت و ریاست میں سے ہے اور وہ عزالدین یحییٰ کا باپ ہے کہ شیخ منتجب الدین اس کی بڑی تعریف کی ہے اور ہم امام زین العابدین علیہ السلام کی اولاد کے حالات میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں، اور اس کو خوارزم شاہ نے شہید کیا اور اس کی قبر طہران میں ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کے والد شرف الدین کی چند بیٹیاں تھیں اور بیٹا کوئی نہیں تھا جب اس کی زوجہ یحییٰ کے ساتھ حاملہ ہوئی تو شرف الدین نے رسولؐ خدا کو عالم خواب میں دیکھا۔

عرض کیا! اے رسولؐ خدا یہ بچہ جو میری بیوی کے شکم میں ہے اس کا میں کیا نام رکھوں۔ فرمایا یحییٰ، جب یہ بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام یحییٰ رکھا، جب وہ شہید ہوا تو اس کو یہ راز معلوم ہوا کہ رسولؐ خدا نے اس کا یہ نام کیوں رکھا تھا۔ اور واضح ہو کہ نیز عبداللہ بن امام موسیٰؑ کے اعقاب میں سے ہے محدث جلیل سید سند سلالتہ الا طہار والا ماجد الا عاظم الا خیار المنتشرین نسلا بعد نسل فی الا قطار آ قا سید نعمت اللہ جزائری ابن سید عبداللہ بن محمد بن حسین بن احمد بن محمود بن غیاث الدین بن مجد الدین بن نور الدین بن سعد الدین بن سعد الدین بن عیسیٰ بن موسیٰ بن عبداللہ بن امام موسیٰ کاظمؑ جو کہ علامہ مجلسی وآ قا سید ہاشم احسانی ومحقق سبرداری ومحقق خوانساری ومحدث کا شانی وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ اور انہوں نے بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں، خود آنجناب نے اپنی بعض تصانیف میں اپنے حالات درج کئے ہیں اور ایک جماعت نے بھی ان کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔ مثلاً ان کے پوتے سید عبداللہ اور سید فاضل سید عبدالطیف شوشتری نے تحفتہ العلوم میں اور ان کے علاوہ دوسرے علماء نے ان کی وفات جاید ربستی میں شب جمعہ ۲۳ شوال ۱۱۱۲ ہجری میں واقع ہوئی اور ان کے فرزند جلیل سید نور الدین جو کہ اہل علم میں سے کئی رسائل کے مصنف ہیں اور ان کی وفات ماہ ذوالحجہ ۱۱۵۸ ہجری میں ہوئی۔ روایت کرتے ہیں اپنے باپ سے اور شیخ حُر عاملی سے اور ان کے فرزند سید اجل عالم متجر نقاد آ قا سید عبداللہ بن نور الدین بن نعمت اللہ الموسوی اس گروہ کے اجلاء میں سے ہیں۔ ان میں جودت فہم وحسن سلیقہ کثرت اطلاع اور استقامت طریقہ جمع ہو گئی تھی جیسا کہ ان کی تالیفات شریفہ کی طرف رجوع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن میں سے ہیں شرح نخبہ وشرح مفاتیح الاحکام وذخیرہ وغیرہ اور ایک اجازہ نامہ لکھا کہ جس میں اپنے اپنے والد ودادا اور کچھ اساتذہ کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں۔

اور روایت کرتے ہیں اپنے والد اور میر محمد حسین خاتون آبادی اور آ قا سید صدر الدین رضوی قمی اور آ قا نے سید نصر اللہ حائری شہید سے اور آ قا سید نصر اللہ ان سے روایت کرتے ہیں اور اس کو (یعنی دو بزرگوں کا ایک دوسرے سے روایت کرنا) علم درایہ میں مدبج کہتے ہیں اور اس کی نظیر ہے، علامہ مجلسی کا سید علی خان شارح صحیفہ سے روایت کرنا اور سید کا مجلسی سے روایت کرنا اور علامہ مجلسی کا شیخ حر کا علامہ مجلسی سے روایت کرنا رضوان اللہ علیہم اجمعین اور سید اجل شہید سعید ادیب اریب آ قا سید نصر اللہ موسوی مذکور

آیت و معجزہ تھے، فہم و ذکاء حُسن تقریر اور فصاحت تعبیر میں روضہ منور حسینیہ میں مدرس تھے اور کتب و رسائل تصنیف کئے ہیں ان میں سے ہے۔

الروضات الزہرات فی المعجزات بعد الوفات اور سلاسل الذھب و غیر ذلك سلطان روم نے انہیں قسطنطنیہ میں شہید کیا تھا۔

اور روایت کرتے ہیں علامہ بحر العلوم صاحب کرامات آقا سید حسین قزوینی سے آقا سید نصر اللہ مذکورہ سے اور ابوالحسن جد صاحب جواہر سے علامہ مجلسی سے اور عبید اللہ بن مولیٰ کی اولاد میں سے ہے شریف صالح ابوالقاسم جعفر بن محمد بن ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن امام موسیٰ کاظمؑ علوی موسوی مصری کہ جن سے روایت کرتا ہے شیخ تلعکبری اور اس سے سماع حدیث کیا ہے۔ ۳۴۰ ہجری میں ان سے اجازہ بھی لیا ہے۔

اور اسحاق بن موسیٰ کاظمؑ کا لقب امین ہے اور ۲۴۰ ہجری میں مدینہ میں وفات پائی ہے اور اس کی بیٹی رقیہ کی عمر طویل ہے، یہاں تک کہ ۳۱۶ ہجری میں اس کی وفات ہوئی اور بغداد میں دفن ہوئی اور اس کی اولاد و نسل اس کے بیٹوں عباس، محمد حسین، علی سے ہے اور اس کی نسل میں سے ہے شیخ زاہد ورع ابو طالب مدلملہوس بن علی بن اسحاق بن عباس بن موسیٰ الکاظمؑ ہوئی جو کہ بغداد میں صاحب قدر و جلالت و جاہ حشمت تھا۔ اور احفاد و اولاد حسین بن اسحاق میں سے ہے، ابو جعفر محمد صورانی جو شیراز میں قتل ہوا اور اس کی قبر شیراز کے باب اصطخر میں زیارت گاہ ہے، ابو الفرج نے نے مقاتل الطالبین میں کہا ہے کہ مہتدی کے زمانہ میں سعید حاجب نے بصرہ میں (ابو) جعفر میں اسحاق بن موسیٰ الکاظم کو شہید کیا۔ فی المجدی انہ کان یعمل الحدید زاھداً

مولف کہتا ہے کہ انساب مجدی میں ہے کہ اسحاق بن الکاظمؑ کی والدہ کنیز تھی، لیکن حب الائمہ میں جو روایت ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسحاق کی والدہ بھی اُم احمد ہے اور وہ روایت اس طرح ہے کہ اسحاق بن الکاظمؑ اپنی والدہ سے روایت کرتا ہے، اپنی والدہ اُم احمد سے وہ کہتی ہیں کہ مجھ سے میرے سید و آقا یعنی بن جعفرؑ نے فرمایا کہ جو شخص حجامت کی شاخ اول میں اپنے خون کی طرف نظر کرے تو وہ دوسری حجامت (فصد کھلانا) تک داہنہ سے مامون رہے گا، میں اپنے آقا سے پوچھا کہ داہنہ کیا ہے تو فرمایا کہ درد گردن۔

اور زید بن موسیٰ کاظمؑ کو زید النار کہتے تھے اس وجہ سے کہ ابوالسرایا کے زمانہ میں جب طالبین نے خروج کیا تو زید بصرہ میں گیا اور بصرہ میں بنی عباس کے گھر جلا دیئے، جیسا کہ تتمۃ المنتھی میں لکھا گیا ہے اور جب ابوالسرایا قتل ہوا تو طالبین کے ارکان متزلزل ہو گئے۔ زید کو گرفتار کر کے مرد میں مامون کے بھیجا گیا۔ مامون نے اُسے حضرت امام رضا علیہ السلام کو بخش دیا اور زید متوکل کے آخری زمانہ تک زندہ رہا، بلکہ منتصر کے زمانہ کو درک کیا ہے اور اس کا ندیم رہا ہے اور سر من رای (سامرہ) میں وفات پائی اور صاحب عمدۃ الطالب کے قول کے مطابق مامون نے اسے زہر دے کر ہلاک کر دیا اور زید کے افعال امام رضاؑ کے لئے گراں تھے اور آپ نے اسے

بہت توبیخ وسرزنش کی، ایک روایت ہے کہ حضرتؑ نے قسم کھائی کہ جب تک وہ زندہ ہیں زید سے کلام نہیں کریں گے اور آپؑ کے ارشادات میں سے جو آپؑ نے زید سے فرمائے یہ ہیں۔ کہ اے زید تجھے کوفہ کے بہت لوگوں کے اس کلام نے مغرور کر دیا ہے جو وہ کہتے ہیں کہ جناب فاطمہؑ کی عفت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی ذریت دادلاد پر جہنم کی آگ حرام کی دی ہے یہ بات اس مخدرہ کی بطنی اولاد حسنؑ وحسینؑ سے مخصوص ہے۔ اے زید اگر تیرا اعتقاد یہ ہے کہ تو خدا کی نافرمانی کرے تب بھی جنت میں داخل ہو جائے گا اور تیرے باپ موسیٰ بن جعفرؑ اطاعت خدا کرے، راتوں کو قیام اور دنوں کو روزے رکھے اور وہ بھی جنت میں داخل ہوں تو پھر تو تم اپنے آپ سے خدا کے ہاں زیادہ عزت دار ہوئے۔ ایسا نہیں ہے جیسا تو نے اعتقاد رکھ لیا ہے خدا کی قسم کوئی شخص ان کرامتوں تک نہیں پہنچ سکتا جو خدا کے پاس ہیں مگر اطاعت خدا اور اس کی فرمانبرداری سے اور تو جو یہ گمان کرتا ہے کہ ان مراتب کو خدا کی نافرمانی سے حاصل کرے گا، پس تو نے بُرا گمان کیا ہے۔

زید کہنے لگا میں آپؑ کا بھائی اور آپؑ کے باپ کا بیٹا ہوں ،فرمایا تو میرا بھائی ہے جب تک کہ خدا کی اطاعت کرے، پھر آپ نے وہ آیت مبارک جو جناب نوحؑ اور ان کے بیٹے کے متعلق نازل ہوئی ہے تلاوت فرمائی، پھر آپؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے نوحؑ کے بیٹے کو ان کے اہل ہونے سے معصیت و نافرمانی کی وجہ سے خارج کر دیا اور دوسری روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا جو شخص ہمارے اقرباء اور عزیزوں میں سے خدا کی اطاعت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں اور حسن دشا راوی حدیث سے فرمایا! اور اگر تم اطاعت کرو تو ہم اہل بیت میں سے ہو گے۔

حضرت معصومہؑ مدفونہ قم کے حالات اور ان کی زیارت کے ثواب کا تذکرہ

باقی رہیں حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی بیٹیاں تو جو کچھ ہم تک پہنچا اس کی بنا پر ان میں سے افضل سیدہ جلیلہ معظّمہ فاطمہ بنت امام موسیٰ علیہ السلام ہیں جو حضرت معصومہ علیہا السلام کے لقب سے مشہور ہیں کہ جن کا مزار شریف بلدہ طیبہ قم میں ہے جو درائے قبہ عالیہ وضریح ومعتد دصحن اور بہت سے خدام وموقوفات ہیں اور اہل قم کے آنکھوں کا نور اور ملاذ ومعاذ تمام مخلوق ہیں اور ہر سال بہت سے گروہ دور کے شہروں سے شدرحال کر کے اور تعب سفر جھیل کر اس معظّمہ کی زیارت سے درک فیوضات کرنے آتے ہیں اور ان کے قم آنے کا سبب (جیسا کہ علامہ مجلسی نے تاریخ قم سے اور اس نے مشائخ اہل قلم سے روایت کی ہے) یہ ہے کہ جب مامون نے حضرت رضا علیہ السلام کو سنہ ۲۰۰ ہجری میں مدینہ سے مرد بلایا تو اس کے ایک سال بعد آپ کی ہمشیرہ حضرت فاطمہ علیہا السلام نے بھائی کی ملاقات کے شوق میں مدینہ سے مرو کی طرف سفر کیا، پس جب آپ مقام ساوہ میں پہنچیں تو بیمار ہوگئیں، پوچھا کہ یہاں سے قم کتنا فاصلہ پر ہے لوگوں نے عرض کیا دس فرسخ، آپ نے اپنے خادم سے فرمایا کہ مجھے قم لے چلو، پس وہ آپ کو قم لے آیا اور موسیٰ بن خزرج بن سعد کے گھر اتارا اور زیادہ ترصحیح قول یہ ہے کہ جب اس مخدرہ کی اطلاع آل سعد کو ملی تو تمام نے اتفاق کیا کہ اس بی بی کے ارادہ سے گھر چلیں اور ان سے یہ خواہش کریں کہ وہ قم میں تشریف لائیں، پس سب میں سے

موسیٰ بن خزرج نے اس امر میں سبقت کی ۔ جب وہ اس مکرمہ کی خدمت میں پہنچا تو حضرت کے ناقہ کی مہار پکڑ لی اور مہار کھینچتے ہوئے قم میں وارد ہوئے اور اپنے ہی گھر میں اس سیدہ جلیلہ کو ٹھہرایا، پس وہ بی بی سترہ دن دنیا میں زندہ رہیں اور رحمت ایزدی اور رضوان الٰہی سے جاملیں، پس انہیں غسل وکفن دیا گیا اور زمین بابلان میں جہاں آج آپ کا روضہ اقدس ہے جو کہ موسیٰ کی ملکیت تھی آپ کو دفن کیا گیا۔

اور صاحب تاریخ قم کہتا ہے کہ مجھ سے حسین بن علی بن بابویہ نے محمد ن حسن بن ولید سے حدیث بیان کی کہ جب جناب فاطمہ علیہا السلام نے وفات پائی تو انہیں غسل وکفن دیا گیا اور ان کا جنازہ اٹھا کر بابلان کیطرف لے گئے اور وہاں جا کر اس تہہ خانہ کے پاس رکھ دیا جو اُن کے لیے کھودا گیا تھا۔ پس آل سعد نے ایک دوسرے سے گفتگو اور مشورہ کیا کہ کون شخص سرداب میں جائے اور بی بی کے جنازہ کو دفن کرے، کافی گفتگو کے بعد ان کے رائے اس پر قرار پائی کہ ان کا خادم جو بہت زیادہ بوڑھا تھا کہ جس کا نام قادر اور وہ مرد صالح نیک تھا وہ انہیں دفن کرے۔ جب اس بوڑھے کو بلانے لیے کسی کو بھیجا تو دیکھا کہ دو سوار جنہوں نے اپنے چہرہ پر کپڑا لپیٹا ہوا ہے ریگزار کی طرف بڑی تیزی کے ساتھ آرہے ہیں جب جنازہ کے قریب آئے تو وہ پیادہ ہو گئے اور اس مخدرہ کی نماز جنازہ پڑھی اور سرداب میں اتر گئے اور اس معصومہ کو دفن کیا اور باہر آ گئے اور سوار ہو کر چلے گئے کوئی نہ سمجھ سکا کہ یہ کون تھے۔

پہلی روایت میں ہے کہ موسیٰ نے اس مخدرہ کی قبر پر بوریا کی ایک چھت بنائی یہاں تک کہ جناب زینب حضرت جواد علیہ السلام کی بیٹی نے قبر کے اوپر گنبد بنوایا اور جناب فاطمہؑ کی نماز کی محراب ابھی تک موسیٰ بن خزرج کے مکان میں موجود ہیں۔

فقیر کہتا ہے کہ ہمارے زمانہ میں بھی وہ محراب مبارک موجود ہے اور وہ محلہ میدان میر میں واقع ہے اور معروف ہے ستیہ کے نام سے، یعنی معروف بستی اور ستی کا معنی ہے خاتون و بی بی اور واضح ہو کہ حضرت فاطمہؑ کے بقعہ میں ایک جماعت بنات فاطمیہ اور سادات رضائیہ میں مدفون ہیں۔ مثلاً زینب و اُم محمد و میمونہ حضرت امام محمد جواد کی صاحبزادیاں اور نساب مجدی کے نسخہ میں میں نے دیکھا ہے کہ میمونہ امام موسیٰ علیہ السلام کی بیٹی معصومہ فاطمہ کے ساتھ ہے اور بریہہ موسیٰ مبرقع کی بیٹی اور اُم اسحاق محمد بن موسیٰ کی کنیز اور اُم حبیب محمد بن احمد موسیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی کنیز اور یہ کنیز اُم کلثوم محمد کی بیٹی کی والدہ ہے اور حضرت فاطمہ بنت موسیٰ کی زیارت کی فضیلت میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ ان میں تاریخ قم میں مروی ہے کہ ری کے لوگوں میں سے ایک گروہ حضرت صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ہم رے کے رہنے والے ہیں حضرت نے فرمایا مرحبا ہمارے بھائی اہل قم کے لیے، انہوں نے عرض کیا کہ ہم رے کے رہنے والے ہیں۔ دوسری مرتبہ انہوں نے وہی جواب فرمایا اس جماعت نے کئی دفعہ یہ بات کہی اور وہی جواب سُنا، اس وقت حضرت نے فرمایا خدا کا ایک حرم ہے اور وہ مکہ ہے اور رسولؐ خدا کا حرم مدینہ ہے اور امیر المومنینؑ کا حرم کوفہ ہے اور ہم اہل بیت کا حرم شہر قم ہے، اب کے بعد وہاں میری اولاد میں سے ایک خاتون دفن ہو گی کہ جس کا نام فاطمہؑ ہوگا۔ جو شخص اس کی زیارت کرے گا جنت اس پر واجب ہوگی۔

راوی کہتا ہے کہ جب حضرت یہ ارشاد فرما رہے تھے ابھی تک امام موسیٰ علیہ السلام پیدا نہیں ہوئے تھے اور روایت ہوئی ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے سید اشعری قمی سے فرمایا

''اے سعد تمہارے پاس ہماری ایک قبر ہے''

سعد نے عرض کیا! قربان جاؤں آپ فاطمہ دختر امام موسیؑ کے بارے میں کہہ رہے ہیں۔فرمایا ہاں جو شخص اس کی زیارت کرے اور اس کے حق کو پہچانے اس کے لیے جنت ہے اور اس مضمون کی روایات بہت سی قاضی نور اللہ نے مجالس المومنین میں درج کی ہیں۔

کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے،آپ نے فرمایا آگاہ رہو کہ خدا کا حرم مکہ ہے اور رسولؐ خدا کا حرم مدینہ ہے امیر المومینن کا حرم کوفہ ہے۔آگاہ رہو کہ میرا حرم اور میری اولاد کا حرم میرے بعد قم میں ہے۔آگاہ رہو کہ قم کوفہ صغیرہ (چھوٹا) ہے۔اور بہشت کے آٹھ دروازے ہیں ان میں تین دروازے قم کی طرف ہیں۔اور قم میں میری اولاد میں سے ایک خاتون وفات پائے گی اور اس کا نام فاطمہ دختر موسیٰ علیہ السلام ہے کہ جس کی شفاعت سے میرے تمام شیعہ بہشت میں داخل ہوں گے۔

واضح ہو کہ کافی میں یونس بن یعقوب سے روایت ہوئی ہے کہ جب حضرت موسیؑ بغداد سے واپس لوٹے اور مدینہ کی طرف جارہے تھے تو مقام فید میں جو کہ ایک منزل کا نام ہے۔آپؑ کی بیٹی فوت ہوگئی۔وہیں اس کو دفن کیا گیا،حضرت نے اپنے بعض موالی سے فرمایا کہ قبر کو چونا سے پختہ کریں اور ایک تختی پر اس کا نام لکھ کر قبر کے اوپر رکھ دیں اور تاریخ قم میں ہے،جس کا خلاصہ یہ ہے،اس طرح خبر پہنچی ہے کہ رضائیہ سادات اپنی بیٹیوں کی شادی نہیں کرتے تھے کیوں کے انہیں اپنا ہمسر و کفو نہیں ملتا تھا اور حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی اکیس بیٹیاں تھیں اور کسی نے شادی نہیں کی اور یہ چیز ان کی بیٹیوں کی عادت ہوگئی ہے اور محمد بن علی الرضا علیہ السلام نے شہر مدینہ میں دس دیہات اپنی بیٹیوں اور بہنوں پر وقف کئے تھے کہ جن کی شادی نہیں ہوئی تھی اور اس کی آمدنی میں سے رضائیہ سادات جو قم میں ساکن تھے ان کا حصہ مدینہ سے آیا کرتا تھا۔

ساتویں فصل

حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے چند اعاظم اصحاب کا تذکرہ

پہلا حماد بن عیسیٰ کوفی بصری جو اصحاب اجماع میں سے ہے اور اس نے چار اماموں کا زمانہ دیکھا ہے، اور حضرت جواد علیہ السلام کے زمانہ میں ۲۰۹ھ ہجری میں رحلت کی اور حدیث کے معاملہ میں متحرز اور محتاط تھا اور کہتا تھا کہ میں نے ستر حدیثیں حضرت صادق علیہ السلام سے سنی ہیں اور ہمیشہ ان احادیث میں سے بعض کی عبارات کی کمی و زیادتی میں مجھ پر شک وارد ہوتا رہتا تھا، یہاں تک کہ میں نے صرف بیس احادیث پر اقتصار کیا، اور حماد مذکور وہی ہے کہ جس نے حضرت کاظم علیہ السلام سے درخواست کی کہ دعا فرما دیں کہ خداوند عالم اس کو مکان، بیوی، اولاد، نوکر اور ہر سال حج عنایت فرمائے۔ حضرت نے عرض کیا **اللھم صل علی محمد و آل محمد و ارزقهُ دارا و زوجة و ولدا و الحج خسین سنته**

دعا کی کہ اے خدایا اسے مکان، بیوی، اولاد، خادم اور پچاس سال حج عطا فرما۔ یہ تمام چیزیں اُسے عطا ہوئیں اور پچاس دفعہ حج کیا اور جب چاہا اکاون مرتبہ حج کے لیے گیا اور وادی قناۃ میں پہنچ کر غسل احرام کرنے لگا تو سیلاب کے پانی میں غرق ہو گیا اور وہ غریق جحفہ ہے اور اس کی قبر مقام سیالہ میں ہے۔ رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ

دوسرا ابو عبداللہ عبدالرحمن بن حجاج بجلی کوفی کھجوریں بیچنے والا امرّ می جلیل القدر استاد صفوان بن یحییٰ اور اصحاب صادق و کاظم علیہما السلام میں سے ہے حق کی طرف واپس آ گیا اور حضرت رضاؑ کی ملاقات کی ہے اور حضرت صادقؑ کا وکیل رہا ہے اور حضرت رضاؑ کے زمانہ میں ولایت اہل بیتؑ پر برقرار رہتے ہوئے وفات پائی ہے اور روایت ہوئی ہے کہ حضرت ابوالحسنؑ نے اس کے لیے بہشت کی گواہی دی ہے اور حضرت صادقؑ نے اس سے فرمایا تھا کہ اہل مدینہ کے ساتھ تکلم و مباحثہ کیا کرو۔ میں دوست رکھتا ہوں کہ رجال شیعہ میں تم جیسا شخص دیکھوں اور نیز آنجناب سے مروی ہے کہ جو شخص مدینہ میں مر جائے خدا اسے قیامت کے دن آمنین کے زمرہ میں مبعوث فرمائے گا (یہ واضح ہے کہ اس قسم کی روایات مشروط بالایمان ہیں، ورنہ جو غیر مسلم یا منافق مدینہ میں مرے تو ظاہر ہے کہ وہ تو آمنین میں سے نہیں ہے۔ مترجم) اور انہیں میں سے ہے۔ یحییٰ بن حبیب ابو عبیدہ خدا اور عبدالرحمن بن حجاج باقی رہی، وہ روایت جو ابوالحسنؑ سے مروی ہے کہ آپؑ نے عبدالرحمن بن حجاج کا ذکر فرمایا تو ارشاد کیا **انه لثقیل علی**

الفوائد کہ وہ دل پر بوجھل ہے تو شاید اس نے مراد یہ ہو کہ وہ مخالفین کے دل پر ثقیل ہے، یا یہ مراد ہے کہ دل میں اس کا وزن ہے یا بوجھ اس کے نام کی وجہ سے ہو کیونکہ عبدالرحمن بن ملجم کا نام ہے اور حجاج بن یوسف ثقفی کا ہے اور مسلم ہے کہ امیرالمومنینؑ سے بغض رکھنے والوں کے نام اہل بیت کے نزدیک، بلکہ حضرت کے شیعوں اور دوستوں کے نزدیک ثقیل و مکروہ ہیں۔

سبط ابن جوزی نے عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب کی اولاد کے ذکر میں کہا ہے کہ بنی ہاشم میں سے کسی شخص نے اپنے بیٹے کا نام معاویہ نہیں رکھا اس کا سوائے عبداللہ بن جعفر کے اور جب اس نے اپنی اولاد کا یہ نام رکھا تو بن ہاشم نے اسے چھوڑ دیا اور اس سے کلام نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ اس کی وفات ہوئی مخفی نہ رہے، جیسا کہ کہا جا چکا ہے کہ عبدالرحمن نام امیرالمومنینؑ کے شیعوں کے نزدیک ثقیل ہے، لیکن آپؑ کے دشمنوں کو یہ نام اچھا لگتا ہے۔

مسروق سے روایت ہے کہ میں ایک دفعہ حمیرا کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ مجھ سے حدیث بیان کر رہی تھی اچانک اس نے ایک سیاہ رنگ غلام کو پکارا اور وہ اسے عبدالرحمن کہتی تھی جب وہ غلام حاضر ہوا تو اس نے میری طرف رخ کر کے کہا کہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے اس غلام کا نام عبدالرحمن کیوں رکھا ہے، میں نے کہا کہ نہیں کہنے لگی چونکہ میں عبدالرحمن بن ملجم سے محبت اور دوستی رکھتی ہوں (یہ روایت بعید نہیں معلوم ہوتی، چونکہ جناب امیرالمومنینؑ سے اس کی دشمنی اظہر ہے۔ مترجم

تیسرا عبداللہ بن جندب بجلی کوفی جلیل القدر عابد حضرت کاظمؑ و رضاؑ کے اصحاب میں سے ان کا وکیل تھا، شیخ کشی نے حضرت ابوالحسن سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے قسم کھائی آپؑ اس سے راضی ہیں اور اسی طرح پیغمبرؐ اور خدا بھی اور نیز فرمایا کہ عبداللہ بن جندب مخبتین میں سے ہے۔ یعنی ان اشخاص میں سے ہیں کہ جن کے متعلق خدا فرماتا ہے کہ بشارت دو فروتنی اور تواضع کرنے والوں کو جو ہماری درگاہ میں آرام و اطمینان سے ہیں کہ جب ان کے سامنے ذکر خدا کیا جائے تو ہیبت و جلال ربانی و طلوع انوار عظمت سبحانی سے ان کے دل ڈرنے اور دھڑکنے لگتے ہیں یا جس وقت انہیں عذاب و عقاب الٰہی سے تخویف کی جائے تو ان کے دل ڈرتے اور ہراساں ہوتے ہیں اور ابراہیم بن ہاشم سے روایت ہوئی ہے کہ میں نے عبداللہ بن جندب کو موقف عرفات میں دیکھا اور میں نے کسی کی حالت اس سے بہتر نہ دیکھی مسلسل اس کے ہاتھ آسمان کی طرف بلند تھے اور آنسو اس کے چہرہ پر جاری تھے یہاں تک کہ زمین تک پہنچ رہے تھے۔ جب لوگ فارغ ہوئے تو میں کہا کسی شخص کا وقوف تیرے وقوف سے بہتر نہیں ہے، کہنے لگا میں نے صرف اپنے مومن بھائیوں کے لیے دعا کی ہے، کیوں کہ میں نے موسیٰ کاظمؑ سے سنا ہے کہ جو شخص اپنے مومن بھائی کی عدم موجودگی میں اس کے لیے دعا کرے تو عرش سے ندا آتی ہے کہ تیرے لیے اس کے ایک لاکھ برابر ہیں۔

پس میں نے چاہا کہ ایک لاکھ برابر ملک کی دعا سے دست بردار ہو جاؤں جو کہ ضرور قبول ہوگی، اس ایک دعا کے لیے کہ جس کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں کہ قبول ہوگی بھی یا نہیں اس کی قرارداد صفوان بن یحییٰ کے ساتھ اصحاب امام رضاؑ کے تذکرہ میں صفوان کے ذکر میں آئے گی اور یہ وہی ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے جس کے لیے دعائے سجدہ شکر تحریر کی تھی جو کہ مشہور ہے "اللهم انی اشهدك" جو کہ مصباح شیخ طوسی وغیرہ میں ہے اور روایت ہوئی ہے کہ ایک دفعہ عبداللہ بن جندب نے حضرت ابوالحسنؑ کی

خدمت میں عریضہ لکھا اوراس میں عرض کیا آپؑ پرقربان جاؤں ، میں بوڑھا اور کمزور وعاجز ہوگیا ہوں ان چیزوں سے جن پرقوت رکھتا تھا اور دوست رکھتا ہوں آپؑ پرقربان جاؤں کہ مجھے ایسا کلام سکھایئے کہ جو مجھے خدا کے نزدیک کردے اور میرے فہم وعلم کو زیادہ کرے۔حضرت نے اس کے جواب میں اُسے حکم دیا کہ یہ ذکر شریف زیادہ پڑھا کرو"بسم اللہ الرحمن الرحیم لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی اعظیم "اور تحف العقول میں ایک طویل وصیت حضرت صادق علیہ السلام سے نقل کی ہے جو آپ نے عبداللہ بن جندب کوفرمائی تھی جو کہ وصایا جلیلہ نافعہ پر مشتمل ہے اور ہم مواعظ ونصائح حضرت صادق میں اس میں سے چند سطور نقل کر آئے ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ عبداللہ بن جندب کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو سکے اور روایت ہوئی ہے کہ اس کی وفات کے بعد علی بن مہریار رحمۃ اللہ علیہ اس کی جگہ قرار پائے۔

چوتھا ابومحمد عبداللہ بن مغیرہ بجلی کوفہ ثقہ اور فقہائے اصحاب میں سے ہے اور جلالت و دین وورع کے لحاظ سے کوئی اس کا عدیل ومثیل نہیں اوراس نے ابوالحسن موسیٰؑ سے روایت کی ہے شیخ کشی نے کہا ہے کہ وہ واقفی مذہب کا تھا پھر حق کی طرف رجوع کیا اور خوداس نے روایت کی ہے ہمیں واقفی مذہب کا تھا اوراس حالت میں میں نے حج کیا جب میں مکہ میں گیا تو میرے سینہ میں ایک چیز نے خلجان کیا، پس میں ملتزم کے ساتھ چمٹ گیا اور دعا کی اور عرض کیا خدایا تو جانتا ہے میرے ارادہ کو پس مجھے بہترین دین کی طرف اشارہ وہدایت کر تو میرے دل میں آیا کہ میں حضرت رضاؑ کے پاس جاؤں میں مدینہ گیا اور حضرتؑ کے گھر کے دروازے پر کھڑا ہو گیا میں حضرتؑ کے غلام سے کہا کہ اپنے مولا سے جا کر کہو کہ ایک شخص اہل عراق میں سے دولت سرا پر کھڑا ہے۔پس میں نے حضرتؑ کی آواز سنی آپؑ نے فرمایا کہ اندر آجاؤ اے عبداللہ بن مغیرہ، پس میں اندر چلا گیا جب آپؑ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو فرمایا کہ خداوند عالم نے تیری دعا قبول کر لی ہے اوراس نے تجھے اپنے دین کی طرف ہدایت کی ہے تو میں نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؑ حجت خدا اور مخلوق پر خدا کے امین ہیں۔اور عبداللہ بن مغیرہ اصحاب اجماع میں سے ہے اور کہا گیا ہے کہ اس نے تیس کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے کتاب وضو اور کتاب صلوۃ نہایت اہم ہے۔

اور کتاب اختصاص سے منقول ہے کہ روایت ہوئی ہے جب اس نے اپنی کتاب تصنیف کی تو اپنے اصحاب سے وعدہ کیا کہ وہ کتاب ان کے سامنے مسجد کوفہ کے ایک کونے میں پڑھے گا اوراس کا ایک بھائی مخالف مذہب کا تھا، پس جب اصحاب اس کتاب کے سننے کے لئے جمع ہوئےتو اس کا بھائی بھی آکر وہیں بیٹھ گیا عبداللہ نے اس مخالف بھائی کی وجہ سے اصحاب سے کہا کہ آج آپ چلے جائیں۔

اس کا بھائی کہنے لگا کہاں چلے جائیں، بیشک میں بھی اسی وجہ سے آیا ہوں کہ جس کے لئے یہ آئے ہیں۔

عبداللہ کہنے لگا تو یہ لوگ کس لئے آئے ہیں۔

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ ملائکہ آسمان سے اتر رہے ہیں تو میں نے کہا یہ ملائکہ کس لئے آرہے ہیں، میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے کہ یہ اس لئے آرہے ہیں تاکہ وہ کتاب سنیں جو عبداللہ بن مغیرہ نے تصنیف کی ہے، لہذا میں بھی اسی لیے آیا

ہوں اور میں خدا کی بارگاہ میں اپنی مخالفت سے توبہ کرتا ہوں، پس عبداللہ سے خوش ہوا۔

پانچواں عبداللہ بن یحییٰ کاہلی کوفی اسحاق کا بھائی دونوں بھائی حضرت صادق و کاظم علیہما السلام کے راویوں میں سے ہیں عبداللہ حضرت کاظم علیہ السلام کے پاس وجاہت و منزلت رکھتا تھا اور حضرت نے علی بن یقطین سے اس کی سفارش کی تھی اور اس سے فرمایا تھا کہ تو کاہلی اور اس کے اہل و عیال کی کفالت کی ضمانت دے تا کہ میں تجھے جنت کی ضمانت دوں، علی نے قبول کیا اور ہمیشہ ان کے ماہانہ اخراجات انہیں دیتا تھا اور اتنا احسان و نعمت فراواں کاہلی کو عطا کرتا جو اس کے اہل و عیال اور رشتہ داروں کو گھیر لیتی اور مستغنی رہے، یہاں تک کہ کاہلی کی وفات ہوئی اور کاہلی اپنی وفات سے پہلے حج کے لیے گیا اور حضرت امام موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے اس سے فرمایا کہ اس سال عمل خیر بجالاؤ، یعنی تیرا اہتمام عمل خیر میں زیادہ ہو، کیوں کہ تیری اجل نزدیک آ پہنچی ہے تو کاہلی رونے لگا۔

حضرت نے فرمایا کیوں روتا ہے، کہنے لگا چونکہ آپؑ نے مجھے موت کی خبر دی ہے۔ فرمایا تجھے بشارت ہو کہ تو ہمارے شیعوں میں سے ہے اور تیرا معاملہ اچھا ہے راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد عبداللہ چند ہی دن زندہ رہا پھر اس کی وفات ہوگئی۔

چھٹا علی بن یقطین کوفی الاصل بغدادی المسکن ثقہ جلیل القدر اجلاء اصحاب میں سے محل توجہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ ہے اور اس کا باپ یقطین بنی عباس کے بڑے داعیوں میں سے تھا اور مروان حمار کے زمانہ میں سختی اور تنگی میں تھا کیوں کے مروان اس کی تلاش میں تھا اور وہ اپنے وطن سے بھاگ کر چھپ گیا تھا اور ۱۲۴ھ ہجری میں اس کا بیٹا علی پیدا ہوا، یقطین کی زوجہ بھی اپنے دونوں بیٹوں علی و عبیدہ فرزندان یقطین کے ساتھ مروان کے ڈر سے مدینہ کی طرف فرار کر گئیں اور ہمیشہ یہ لوگ چھپے رہے یہاں تک مروان قتل ہو گیا اور بنی عباس کی حکومت کا ظہور ہوا۔ اس وقت یقطین نے اپنے آپ کو ظاہر کیا اور اس کی بیوی بھی اپنے بیٹوں کے ساتھ وطن کوفہ میں لوٹ آئی اور یقطین سفاح و منصور کی خدمت میں رہا باوجود اس کے کہ وہ شیعہ مذہب و امامت کا قائل تھا اور اس طرح اس کے بیٹے بھی اور کبھی کبھی خود حضرت صادقؑ کی خدمت میں مال بھیجا کرتا تھا اور منصور و مہدی کے پاس یقطین کی شکایت کی گئی، خداوند عالم نے اسے ان کے مکر و شر سے محفوظ رکھا اور یقطین علی کے بعد نو سال زندہ رہا اور ۱۵۸ھ ہجری میں وفات پائی، باقی رہا اس کا بیٹا علی تو اس کی بارگاہ امام موسیٰ بن جعفرؑ میں منزلت عظیم اور مرتبت رفیع تھی اور حضرت اس کی جنت کے ضامن ہوئے تھے اور چند روایات میں ہے کہ حضرت نے فرمایا **ضمنت لعلی بن یقطین ان لا تمسه النار ابداً**

ترجمہ: کہ میں علی بن یقطین کے لیے ضامن ہوا ہوں کہ اُسے جہنم کی آگ کبھی نہ چھوئے گی۔

اور داؤد رقی سے روایت ہوئی ہے کہ میں نحر کے دن یعنی عید قربان کے دن حضرت موسیٰ بن جعفرؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو آپؑ نے ابتداءً فرمایا کہ جب میں موقف عرفات میں تھا تو میرے دل میں کسی کا گزر نہیں ہوا سوائے علی بن یقطین کے وہ میرے ساتھ تھا یعنی میرے نگاہ و دل میں تھا اور مجھ سے جدا نہیں ہوا یہاں تک کہ میں نے عرفات سے افاضہ کیا یعنی مشعر کی طرف روانہ ہوا نیز روایت ہے کہ ایک سال موقف عرفات میں شمار کیا گیا کہ ایک سو پچاس آدمی علی بن یقطین کے لیے تلبیہ کہہ رہے تھے اور یہ وہ لوگ

تھے کہ جنہیں علی نے پیسے دے کر مکہ کی طرف روانہ کیا تھا۔

اور روایت ہوئی ہے کہ علی اپنے بچپنے کے زمانہ میں اپنے بھائی عبید کے ساتھ حضرت صادقؑ کی خدمت میں آیا اور اس وقت علی کے سر پر گیسو تھے، حضرت نے فرمایا کہ گیسو والے کو میرے پاس لاؤ، پس علی آپؑ قریب آیا تو آپؑ اس سے بغلگیر ہوئے اور اس کے لیے خیر وخوبی کی دعا کی۔ اور علی بن یقطین کی فضیلت میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں ایک دفعہ علی نے امام موسیٰ علیہ السلام سے شکایت کی اپنی حالت کی بسبب مجالست ومصاحبت وزارت ہارون کے تو حضرتؑ نے فرمایا اے علی خدا کے کچھ اولیاء ظالموں کے اولیاء کے ساتھ ہوتے ہیں تا کہ خدا ان کے ذریعہ سے اپنے اولیاء سے ظالموں کے ظلم کو دفع کرے اور اے علی تو ان میں سے ہے۔

اور بحار مین کتاب حقوق المومنین ابی علی بن ظاہر کی تالیف سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ علی بن یقطین نے میرے مولا موسیٰ بن جعفرؑ سے اجازت چاہی کہ وہ بادشاہ کی ملازمت ووزارت چھوڑ دے تو حضرت نے اسے اجازت نہ دی اور آپؑ نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو کیوں کہ ہمیں تمہاری وجہ سے انس ہے اور تیرے بھائیوں کے لیے تیری وجہ سے عزت ہے اور قریب ہے کہ خداوند عالم تیری وجہ سے کسی ٹوٹی ہوئی چیز کی تلافی کرے یا تیری وجہ سے مخالفین کے جوش وغضب کو اپنے اولیاء سے توڑ دے، اے علی تمہارے اعمال کا کفارا تمہارا اپنے بھائیوں کے ساتھ احسان کرنا ہے تم میرے لیے ایک چیز کے ضامن ہو جاؤ میں تمہارے لیے تین چیزوں کی ضمانت دیتا ہوں تم میرے لیے ضمانت دو کہ تم ہمارے اولیاء میں سے جس سے ملاقات کر اس کی حاجت کو پورا کرو گے اور اس کی عزت وتکریم کرو گے۔

اور میں تمہارے لیے ضمانت دیتا ہوں کہ تم کبھی قید کی چھت کے سایہ میں نہ جاؤ گے اور تمہیں تلوار کی دھار کبھی مس نہ کرے گی اور تمہارے گھر میں کبھی فقر وفاقہ نہیں آئے گا۔ اے علی جو کسی مومن کو خوش کرے اس نے پہلے خدا کی دوسری جگہ پر پیغمبر کو اور تیسری جگہ پر ہمیں خوش کیا ہے۔

ابراہیم بن ابی محمود سے روایت ہے وہ کہتا ہے علی بن یقطین نے کہا کہ میں نے حضرت ابوالحسنؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ ان لوگوں کی ملازمت اور کام کرنے کے بارے میں کیا فرماتے ہیں، فرمایا اگر تو نے ضرور ہی یہ کرنا ہے تو شیعوں کے مال سے بچو، پس مجھے علی نے خبر دی کہ وہ علی الاعلان تو ان سے مال لے لیتا لیکن چھپا کے انہیں واپس کر دیتا تھا۔

علامہ مجلسی نے بحار میں کتاب عیون المعجزات سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ ابراہیم جمال نے جو شیعہ تھا چاہا کہ وہ علی بن یقطین کے پاس جائے کیوں کے ابراہیم ساربان اور علی وزیر تھا اور حسب ظاہر ابراہیم کی یہ شان نہ تھی کہ وہ علی کے پاس جائے، لہذا علی نے اسے نہ آنے دیا اور اتفاقاً اسی سال علی بن یقطین حج سے مشرف ہوا۔ مدینہ میں جا کر اس نے چاہا کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہو حضرت نے اسے ملاقات کے لیے وقت نہ دیا، دوسرے دن گھر سے باہر علی نے حضرت کی ملاقات کی اور عرض کیا اے میرے آقا میری تقصیر کیا ہے کہ آپؑ نے مجھے ملاقات کا شرف نہیں بخشا۔

آپ نے فرمایا اس لیے کہ تو نے اپنے بھائی ابراہیم جمال سے ملاقات نہیں کی اور اسے اپنے پاس نہیں آنے دیا اور خدا

اس سے اباء وانکار کرتا ہے کہ وہ تیری سعی وکوشش کو قبول کرے مگر یہ کہ ابراہیم تجھے معاف کردے علی کہتا ہے کہ میں نے کہا اے میرے آقا اس وقت میں ابراہیم سے کس طرح ملاقات کرسکتا ہوں میں مدینہ میں ہوں وہ کوفہ میں ہے، فرمایا جب رات ہوجائے تو تنہا جنت البقیع میں جانا بغیر اس کے کہ تیرے ساتھیوں اور غلاموں میں سے کسی کو معلوم ہو وہاں تجھے ساز وسامان کے ساتھ ایک اونٹ نظر آئے گا اس اونٹ پر سوار ہوجانا اور کوفہ چلے جانا۔

علی رات کے وقت بقیع میں گیا اور اس وقت اونٹ پر سوار ہوکر تھوڑے سے وقت میں ابراہیم جمال کے دروازے پر پہنچ گیا اور اونٹ بیٹھا کر دروازہ کھٹکھٹایا، ابراہیم نے پوچھا

''کون ہے''

اس نے کہا علی بن یقطین

ابراہیم کہنے لگا علی بن یقطین میرے دروازے پر کیسے آ گیا۔

فرمایا باہر آ ؤ کہ میرا معاملہ بہت عظیم وسنگین ہے اور اسے قسم دی کہ مجھے اندر آنے کی اجازت دو، جب مکان کے اندر گیا تو کہنے لگا اے ابراہیم میرے مولا وآقا اس سے انکار کرتے ہیں کہ میرے عمل کو قبول فرمائیں جب تک تم مجھے معاف نہ کردو۔

اس نے کہا ''غفر اللہ ذلك'' خدا آپ کو معاف کرے، پس علی نے اپنا چہرہ زمین پر رکھ دیا اور ابراہیم کو قسم دی کہ اپنا پاؤں میرے چہرہ پر رکھو اور میرے چہرہ کو اپنے پاؤں سے روندو، ابراہیم نے ایسا کرنے سے انکار کیا تو علی نے اسے قسم دی کہ ایسا کرو، پس ابراہیم نے پاؤں علی کے چہرہ پر رکھا اور اس کے چہرہ کو اپنے پاؤں کے نیچے روندا، علی کہتے ہیں ''اللھم الشھد'' خدایا گواہ رہنا پس مکان سے باہر آیا سوار ہوکر اسی رات مدینہ واپس پہنچا اور اونٹ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے دروازے پر بٹھایا، اس وقت حضرت نے اسے اجازت دی اور وہ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور حضرت نے اس کی سعی وکوشش کو قبول فرمایا۔

اس حدیث کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن بھائیوں کے حقوق کتنے ہیں اور عبداللہ بن یحییٰ کاہلی سے روایت ہے کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھا تھا اور علی بن یقطین ہماری طرف آرہا تھا، پس حضرت اصحاب کی طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا کہ جو شخص اصحاب پیغمبر میں سے کسی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہو وہ اس آنے والے شخص کی طرف دیکھے، پس اس جماعت میں سے ایک شخص کہنے لگا، پس علی بن یقطین اس حالت میں ہو تو اہل بہشت میں سے ہوا، حضرت نے فرمایا کہ میں تو یہی گواہی دیتا ہوں کہ وہ اہل بہشت میں سے ہے۔

اور عبداللہ بن یحییٰ کے حالات میں گزر چکا ہے کہ علی بن یقطین حضرت کاظم علیہ السلام کے حکم سے اس کے اہل وعیال کا کفیل ہوا تھا اور علی بن یقطین نے حضرت امام موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ۱۸۰ھ ہجری میں وفات پائی جب کہ حضرت قید میں تھے اور بعض کہتے ہیں کہ علی کی وفات ۱۸۲ھ ہجری میں ہوئی اور یعقوب بن یقطین سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوالحسن

خراسانی (رضا) علیہ السلام سے سنا کہ علی بن یقطین جب دنیا سے اٹھا تو اس کے صاحب یعنی امام موسیٰ علیہ السلام اس سے راضی تھے۔

ساتواں مفصل بن عمر کوفی جعفی شیخ نجاشی اور علامہ نے اسے فاسد المذہب اور مضطرب لا وایۃ لکھا ہے اور شیخ کشی نے اس کی مدح وقدح میں احادیث ذکر کی ہیں اور ارشاد مفید میں ایک عبارت ہے جو اس کی توثیق پر دلالت کرتی ہے اور کتاب غیبت شیخ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ''قوام آئمہ'' اوران کے نزدیک پسندیدہ تھا اوران کے راستہ پر چل کر دنیا سے گیا ہے اور نیز اس جلالت ووثاقت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کا حضرت صادقؑ وکاظمؑ کے وکلاء میں سے ہوتا اور کفعمی نے اسے آئمہ کے بوابین (دربان خاص) میں سے شمار کیا ہے اور کافی میں ہے ابوحنیفہ سائق الحاج اوراس کے داماد کے درمیان کسی میراث کے سلسلہ میں جھگڑا تھا، مفضل ان کے پاس سے گزرا جب ان کے جھگڑے کو دیکھا تو انہیں اپنے گھر میں لے گیا اوران کے درمیان اپنی طرف سے چارسو درہم دے کر مصالحت کرادی اور کہا کہ یہ مال میرا نہیں، بلکہ حضرت صادق علیہ السلام نے میرے پاس کچھ مال رکھا ہوا ہے کہ جب شیعوں میں سے دو آدمیوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہوتو میں اصلاح کروں اور مصالحت کی رقم حضرت کے مال سے دوں۔

اور محمد بن سنان سے مروی ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفرؑ نے مجھ سے فرمایا: اے محمد مفضل میرے لیے محل انس واستراحت ہے **وانت انسھما و استراحتھما** اور تو حضرت رضاؑ وحضرت جواد علیہما السلام کا محل انس واستراحت ہوگا اور موسیٰ بن بکر سے روایت ہے کہ جب مفضل کی وفات کی خبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہنچی تو فرمایا کہ خدا اس پر رحمت نازل فرمائے وہ باپ کے باپ تھا بیشک وہ راحت وآرام میں پہنچ گیا ہے۔

بحار میں کتاب اختصاص سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن فضل ہاشمی سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں تھا کہ مفضل بن عمر وارد ہوا، حضرت نے جب اسے دیکھا تو اس کے چہرہ پر نگاہ کرکے ہنسے اور فرمایا میرے قریب آ: اے مفضل مجھے اپنے پروردگار کی قسم کہ میں تجھے دوست رکھتا ہوں اور اس شخص کو بھی دوست رکھتا ہوں جو تجھے دوست رکھے، اگر میرے تمام اصحاب اس چیز کو پہچانتے کہ جس کو تم پہچانتے ہو تو ان میں سے دو آدمی بھی اختلاف نہ کرتے۔

مفضل کہنے لگا: اے فرزند رسولؐ میں گمان نہیں رکھتا کہ مجھے میری قدرومنزلت سے آپؐ اونچا کریں۔

فرمایا، بلکہ میں نے تجھے وہ منزلت دی ہے جہاں تجھے خدا نے اتارا ہے پس کہنے لگا اے فرزند رسولؐ جابر بن یزید آپؑ کے ہاں کیا قدرومنزلت رکھتا ہے۔

فرمایا جو قدرومنزلت تھی، سلمان کی رسولؐ خدا کے ہاں میں کہا کہ داؤد بن کثیر رقی کی کیا قدرومنزلت ہے آپؑ کے نزدیک، فرمایا جو مقداد کی تھی رسولؐ کے نزدیک۔

راوی کہتا ہے کہ پس حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا اے عبداللہ بن فضل بیشک خداوند عالم نے ہمیں اپنی عظمت کے نور سے پیدا کیا ہے اور ہمیں اپنی رحمت میں غوطہ دیا اور تمہارے ارواح ہم سے خلق کئے پس ہم آرزومند اور مائل ہیں تمہاری

طرف اور تم آرزومند اور مائل ہو ہماری طرف، خدا کی قسم اگر اہل مشرق و مغرب کوشش کریں کہ وہ ہمارے شیعوں میں سے ایک شخص زیادہ یا کم کر دیں تو وہ نہیں کر سکتے، بیشک وہ ہمارے ہاں لکھے ہوئے ہیں ان کے نام اور ان کے آباء واجداد قبائل اور نسب کے، اے عبداللہ بن فضل اگر چاہو تو میں تمہیں تمہارا نام صحیفہ میں دکھاؤں پس آپ نے صحیفہ منگوایا اور اسے کھولا تو میں نے دیکھا کہ وہ سفید ہے اور اس میں تحریر کا نام ونشان نہیں۔ میں نے عرض کیا اے فرزند رسول میں تو اس صحیفہ میں تحریر کا اثر نہیں دیکھتا، حضرت نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو میں نے اس کے نوشہ جات کو دیکھا اور اس کے آخر میں اپنا نام دیکھا، پس میں خدا کے لیے سجدہ شکر بجالایا۔

مولف کہتا ہے کہ چونکہ حدیث نفیس وعمدہ تھی، لہذا میں نے مکمل لکھ دی ہے، اگرچہ یہ روایت موہم جبر ہے لیکن اس قسم کی باقی آیات وروایات کی طرح اس کی تاویل وتوجیہ کرنی پڑے گی۔ مترجم

باقی رہیں وہ روایات جو مفضل کی قدح میں ہے مثلاً روایت ہوئی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے اسماعیل بن جابر سے فرمایا کہ مفضل کے پاس جاؤ اور اس سے کہو اے کافر، اے مشرک میرے بیٹے سے کیا چاہتا ہے، تو چاہتا ہے کہ اسے قتل کردے یا یہ کہ امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے سفر میں جب کوفہ سے چار فرسخ دور چلے گئے تو نماز صبح کا وقت ہوا، اس کے ساتھی سواریوں سے اترے اور نماز پڑھی، پس اس سے کہنے لگے تم کیوں اتر کر نماز نہیں پڑھتے تو کہنے لگا کہ گھر سے نکلنے سے پہلے میں نماز پڑھ چکا ہوں۔

اور دیگر اس قسم کی روایات تو یہ اخبار مدح سے تعارض نہیں رکھتیں اور ہمارے شیخ نے مستدرک کے خاتمہ میں اس کے حالات مین کلام کو بسط دیا ہے اور وہاں روایات قدح کا جواب دیا ہے۔ اور جو شخص توحید مفضل کی طرف رجوع کرے جو حضرت صادق علیہ السلام نے اس کے لیے فرمائی تھی تو وہ جان لے گا کہ مفضل حضرت کے نزدیک عظیم مرتبہ ومنزلت رکھتا تھا اور ان کے علوم کے تحمل کی قابلیت رکھتا تھا اور توحید مفضل بہت باشرف رسالہ ہے۔ سید بن طاؤس نے فرمایا ہے کہ وہ شخص سفر پر جائے تو اسے اپنے ساتھ رکھے اور کشف المحبہ میں اپنے بیٹے سے وصیت کی ہے کہ اس میں غور وحوض کرو اور علامہ مجلسی نے اس رسالہ کا فارسی میں ترجمہ کیا ہے، عوام اس سے نفع حاصل کریں اور تحف العقول میں آئمہ علیہم السلام کے مواعظ کے ابواب کے اور مفضل بن عمر کے مواعظ کا باب ذکر کیا ہے، اور اس میں مواعظ نقل کئے ہیں کہ جن میں سے اکثر اس نے حضرت صادق سے روایت کئے ہیں۔

آٹھواں: ابوہشام بن الحکم مولی کندہ جو کہ اعاظم آئمہ علم کلام اور اذکیائے اعلام میں سے ہے اور وہ ہمیشہ افکار صادقہ وانظار صائبہ سے تہذیب مطالب کلامیہ اور ترویج مذہب امامیہ کرتا تھا۔ اس کی جائے ولادت کوفہ نشوونما واسط اور تجارت گاہ بغداد تھا اور آخری عمر میں بغداد کی طرف ہی منتقل ہو گیا تھا اور حضرت صادقؑ اور موسیٰؑ سے روایت کی ہے اور ثقہ ہے اور عظیم مدحتیں ان دونوں اماموں سے اس کے حق میں روایت ہوئی ہیں اور وہ شخص حاضر جواب اور علم الکلام کا بڑا ماہر تھا۔ **وکان ممن فتق الکلام فی امامته وهذب المذهب بالنظر**

ان لوگوں میں سے تھا کہ جنہوں نے امامت کے سلسلہ میں کلام وگفتگو کے دروازے کھولے اور اسے واضح کیا ہے اور غور وفکر ونظر سے مذہب کی چھان بین کی ہے اور ۱۷۹ھ ہجری میں کوفہ میں وفات پائی ہے اور یہ ہاروں رشید کا زمانہ تھا اور حضرت رضاؑ نے اس

کے لیے رحمت کی دعا کی ہے۔ ابوہاشم جعفری نے حضرت جوادؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ ہشام بن حکم کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ فرمایا خدا اس پر رحمت نازل کرے وہ کس قدر اہتمام کرتا تھا مخالفین کے شبہات کو اس ناجیہ یعنی فرقہ ناجیہ سے دور کرنے میں شیخ طوسی فرماتے ہیں کہ ہشام بن حکم ہمارے آقا و مولا امام موسیٰ علیہ السلام کے خواص میں سے ہے اور اصول دین وغیرہ میں مخالفین کے ساتھ بہت سے مباحثے اور مناظرے کیے ہیں، علامہ فرماتے ہیں کہ کچھ روایات اس کی مدح میں ہیں اور اس کے خلاف بھی احادیث وارد ہوئی ہیں کہ جنہیں ہم نے اپنی کتاب کبیر میں ذکر کیا ہے اور ان کا جواب بھی دیا ہے اور یہ شخص میرے نزدیک عظیم الشان اور بلند و منزلت ہے۔ انتھی

اور ہشام نے توحید و امامت رد زنادقہ رد طبیعین رد معتزلہ میں کتابیں تصنیف کی ہیں کتب میں سے کتاب شیخ و غلام اور کتاب ثمانیہ ابواب و کتاب الرد علے ارسطالیس ہے۔

شیخ کشی نے عمیر بن یزید سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرا بھتیجا ہشام پہلے جہمیہ مذہب پر تھا اور خبیث تھا اور مجھ سے اس نے خواہش کی کہ میں اسے حضرت صادق علیہ السلام کی خدمت میں لے جاؤں تا کہ وہ حضرت سے مباحثہ کرے، میں نے کہا کہ میں یہ کام اس وقت تک نہ کروں گا جب تک اجازت نہ لے لوں۔ میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہشام کے لیے اذن حاصل کیا، حضرتؑ نے اجازت دے دی، جب میں چند قدم باہر آیا تو مجھے ہشام کی پستی اور خباثت یاد آئی میں حضرتؑ کی خدمت میں واپس آیا اور عرض کیا کہ وہ خباثت رکھتا ہے، فرمایا تو میرے لیے ڈرتا ہے مجھے اپنی بات پر خجالت و شرمندگی ہوئی اور سمجھا کہ میں نے غلطی کی ہے۔

پس میں خجالت و شرمندگی کی حالت میں باہر نکلا اور ہشام کو بتایا تو وہ حضرتؑ کی خدمت سے شرفیاب ہوا، جب وہ آپؑ کی خدمت میں آ کر بیٹھا تو حضرتؑ نے اس سے چند سوالات پوچھے کہ جن سے میں حیران رہ گیا اور مہلت مانگی حضرت نے اسے مہلت دی، ہشام چند دن عالم اضطراب میں رہا اور جواب تلاش کرتا رہا بالآخر اس سے کوئی جواب نہ ہو سکا دوبارہ آپؑ کی خدمت میں آیا تو آپؑ نے اس کو بتایا۔

دوسری مرتبہ آنجناب نے چند اور مسائل اس سے پوچھے کہ جن میں ہشام کے مذہب کا فساد تھا ہشام مغموم اور حیرت زدہ ہو کر باہر آیا اور چند دن مبہوت و حیران رہا، یہاں تک کہ مجھ سے کہنے لگا کہ تیسری دفعہ میرے لیے اجازت لو تا کہ میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوں، حضرت نے اجازت دے دی اور مقام حیرہ میں ایک جگہ ملاقات کے لیے متعین فرمائی، ہشام اس جگہ گیا اور جب حضرت صادق علیہ السلام تشریف لائے تو اس طرح حضرت کی ہیبت و حشمت اس پر چھائی کہ وہ گفتگو نہ کر سکا اور بالکل اس کی زبان میں قوت گویائی نہ رہی۔ حضرت جتنی دیر بھی کھڑے رہے ہشام نے کچھ نہ کہا مجبوراً حضرت تشریف لے گئے۔ ہشام کہنے لگا کہ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ جو ہیبت حضرت کی طرف سے مجھ پر تھی وہ صرف خدا کی طرف سے اور اس عظمت و منزلت کی وجہ سے ہے جو آپؑ کو خدا کے ہاں حاصل ہے، لہٰذا اس نے اپنا مذہب چھوڑ دیا اور دین حق کا متدین ہوا اور ہمیشہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا، یہاں

تک کہ آپؑ کے تمام اصحاب پر فوقیت حاصل کر لی۔

شیخ مفید فرماتے ہیں کہ ہشام بن حکم حضرت صادق علیہ السلام کے بڑے اصحابہ میں سے تھا اور فقیہ تھا اور اس نے بہت سی احادیث کی روایت کی ہے اور اس نے حضرت صادق علیہ السلام اور اس کے بعد امام موسیٰ علیہ السلام کی صحبت کو حاصل کیا ہے، اور اس کی کنیت ابو محمد اور ابوالحکم تھی اور مولیٰ بنی شیبان تھا اور کوفہ میں رہتا تھا اور اس کا مرتبہ و مقام حضرت صادقؑ کے ہاں اس حد کو پہنچا کہ میدان منیٰ میں حضرت کی خدمت میں پہنچا اور اس وقت وہ جوان نوخیز تھا اور آپؑ کی خدمت میں شیوخ شیعہ موجود تھے مثلاً حمران بن اعین وقیس و یونس بن یعقوب و ابوجعفر مومن طاق وغیرہ، پس حضرتؑ نے اسے عزت دی اور ان سب سے اونچی جگہ پر بٹھایا، حالانکہ جتنے لوگ اس مجلس میں موجود تھے ان کا سن ہشام سے زیادہ تھا، پس جب حضرت نے دیکھا کہ یہ کام یعنی ہشام کو سب سے مقدم کرنا سب کو گراں گزرا ہے تو ان سے فرمایا ''**هذا ناصرنا بقلبه ولسانه ويده**'' یہ اپنے دل زبان اور ہاتھ سے ہمارا ناصر مدد گار ہے، پس ہشام نے حضرت سے خدا کے ناموں اور ان کے اشتقاق کے متعلق سوال کیا اور حضرت نے جواب دیا اور فرمایا، آیا سمجھ تو نے اے ہشام ایسا سمجھنا کہ جس سے ہمارے ملحد دشمنوں کی روک کر سکے، ہشام نے کہا جی ہاں۔ حضرت نے فرمایا ''**نفعك الله عزوجل و ثبتك**'' کہ خدا تجھے اس سے نفع دے اور ثابت قدم رکھے۔

ہشام سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ خدا کی قسم کسی شخص نے مجھے مباحث توحید میں مقہور و مغلوب نہیں کیا آج کے دن تک کہ میں اس جگہ بیٹھا ہوں اور ہشام کے مباحثہ و مناظرے مشہور ہیں۔ اس کا مناظرہ کرنا اس مرد شامی کے ساتھ حضرت صادقؑ کی خدمت اور عمر بن عبید معتزلی سے اس کا محاجہ اور بریہہ کے ساتھ اور یحییٰ بن خالد برمکی کی مجلس میں متکلمین سے مناظرہ کرنا ہر ایک اپنی جگہ پر تفصیل سے درج ہے اور یحییٰ کی مجلس میں ان کا مناظرہ کرنا تو سبب بنا کہ ہارون الرشید ہشام کے قتل کے درپے ہوا، مجبوراً اس کے خوف سے ہشام کوفہ کی طرف بھاگ گیا اور حکیم بشیر بنال کے ہاں جا رہا اور بہت زیادہ بیمار ہو گیا، لیکن اطباء کی طرف رجوع نہ کیا، بشیر کہنے لگا میں تیرے لیے حکیم لے آؤں کہنے لگا نہیں میں مرنے والا ہوں۔

اور ایک روایت ہے کہ طبیب بلائے گئے ہشام نے ان سے پوچھا کہ تم نے میرے مرض کی تشخیص کر لی ہے، بعض کہنے لگے کہ نہیں ہمیں معلوم نہیں ہوا اور بعض کہنے لگے کہ ہاں ہمیں معلوم ہو گیا ہے، جنہوں نے جان لینے کا دعویٰ کیا تھا ان سے پوچھا ہاں بتاؤ کہ مجھے کیا بیماری ہے انہوں نے بتائی جوان کی سمجھ میں آئی تھیں کہنے لگا، جھوٹ ہے میری بیماری تو فزع قلب ہے اس خوف کی وجہ سے جو مجھے عارض ہوا ہے اور اسی حالت میں وفات پائی، خلاصہ یہ کہ جب اس کے احتضار کا وقت آیا تو بشیر سے کہا کہ جب میں مر جاؤں اور مجھے غسل و کفن دے لو اور میری تجہیز کے کام سے فارغ ہو جاؤ تو رات کی تاریکی میں مجھے باہر لے جا کر مقام کناسہ میں رکھ دینا اور ایک رقعہ لکھنا کہ یہ ہشام بن حکم کہ امیر جس کی تلاش میں تھا مر چکا ہے اور یہ اس لیے تھا کہ رشید نے اس کے بھائیوں اور ساتھیوں کو گرفتار کر لیا تھا تا کہ وہ اس کا اتہ پتہ بتائیں تو ہشام نے چاہا کہ وہ چھوٹ جائیں، بشیر نے اسی دستور کے مطابق عمل کیا جب صبح ہوئی تو اہل کوفہ حاضر ہوئے قاضی اور صاحب معونہ و معدلین سب نے اسے دیکھا اور اپنی گواہی لکھی اور رشید کے پاس بھیج دی۔ اور رشید نے کہا کہ الحمدللہ

کہ خدا نے اس کی کفایت کی اور اس سے نسبت رکھنے والے لوگوں کو رہا کر دیا جو کہ قید میں تھے۔

تو یونس سے روایت ہے کہ ہشام کہا کرتا تھا خدایا میں جو عمل کر چکا ہوں یا کروں گا اچھے اعمال میں سے چاہے وہ فرض و واجب ہوں یا ان کے علاوہ پس وہ سب رسول اللہؐ اور آپ کے سچی اہل بیت صلوات اللہ علیہ وعلیہم کی طرف سے ہے، جتنی جتنی ان کی قدر و منزلتیں ہیں تیرے نزدیک پس یہ سب کچھ میری طرف سے اور ان کی طرف سے قبول فرما اور مجھے اپنے جزیل جزا میں سے اتنا دے جتنے کا تو اہل ہے۔

نواں: یونس بن عبدالرحمن مولیٰ آل یقطین عبد صالح جلیل القدر عظیم المنز لتہ وہ اصحاب اجماع میں سے ہے، روایت ہے کہ یونس ہشام بن عبدالملک کے زمانہ میں پیدا ہوا ہے اور حضرت باقر علیہ السلام سے صفا و مروہ کے درمیان ملاقات کی لیکن حضرتؑ سے روایت نہیں کی اور یہ بھی کہا ہے کہ میں نے حضرت صدق کی زیارت کی ہے روضہ پیغمبر میں کہ آپؑ قبر و منبر کے درمیان نماز پڑھ رہے تھے لیکن میرے لیے یہ ممکن نہ ہوا کہ میں آپؑ سے کوئی سوال کرتا، البتہ امام کاظمؑ و رضاؑ سے روایت کی ہے اور حضرت رضاؑ اس کی طرف علم و فتویٰ کا اشارہ فرماتے تھے اور یہ وہی شخص ہے کہ واقفہ نے بہت سا مال اسے دیا تا کہ وہ ان کی طرف مائل ہو جائے اس نے وہ مال قبول کرنے سے انکار کر دیا اور حق پر ثابت قدم رہا۔

شیخ مفید نے سند صحیح کے ساتھ ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہ میں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں یونس کی کتاب یوم ولیلہ پیش کی، آپ نے فرمایا یہ کتاب کس کی تصنیف ہے میں نے کہا کہ یونس مولیٰ آل یقطین کی تصنیف ہے، فرمایا خدا اسے ہر حرف کے بدلے قیامت کے دن ایک نور عطا فرمائے اور دوسری روایت میں ہے کہ اوّل سے لے کر آخر تک اس کو دیکھا بھالا پھر فرمایا یہ میرا دین اور میرے سب آباؤ اجداد کا دین ہے اور یہ سب حق ہے۔

خلاصہ یہ کہ ۲۰۸ ہجری میں رحمت خدا سے پیوست ہوا اور روایت میں ہے کہ حضرت رضا علیہ السلام تین دفعہ اس کے لیے بہشت کے ضامن ہوئے، فضل بن شاذان سے روایت ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی عبدالعزیز بن مہتدی نے اور وہ ان فقہا میں سے ہے کہ جنہیں میں نے دیکھا ہے بہترین شخص تھا، حضرت رضاؑ کا وکیل اور آپؑ کے خواص میں سے تھا وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت رضاؑ سے سوال کیا کہ میں ہر وقت آپ کی ملاقت نہیں کر سکتا یعنی میرا راستہ دور ہے اور میرا ہاتھ ہمیشہ آپؑ تک نہیں پہنچ سکتا، پس میں اپنے معالم دین کس سے حاصل کروں، فرمایا یونس بن عبدالرحمن سے۔

نیز حضرتؑ سے مروی ہے کہ یونس اپنے زمانہ میں سلمان فارسی کی طرح ہے، یونس نے فقہ و تفسیر و مثالب وغیرہ میں کئی کتب تصنیف کی ہیں مثل حسین بن سعید کی کتابوں کے، بلکہ اس سے زیادہ۔

اور روایت ہے کہ جب حضرت موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام کی وفات ہوئی تو حضرتؑ کے قوام اور وکلاء کے پاس بہت سا مال تھا جب انہیں اس مال کی طمع دامن گیر ہوئی تو ان لوگوں نے آپؑ کی وفات کا انکار کیا اور واقفی ہو گئے اور زیاد قندی کے پاس ستر ہزار اشرفی تھی اور علی بن ابی حمزہ کے پاس تیس ہزار تھیں اور اس وقت یونس بن عبدالرحمن لوگوں کو امام رضا علیہ السلام کی امامت

کی طرف بلاتا اور واقفہ کا انکار کرتا تھا، زیادہ قندی اور علی بن ابی حمزہ نے ضمانت لی کہ وہ اسے دس ہزار اشرفی دیتے ہیں تا کہ وہ خاموش ہوکر بیٹھ جائے۔

یونس نے کہا کہ ہمیں روایت کی گئی ہے صادقین علیہم السلام سے، انہوں نے فرمایا ہے کہ جس وقت لوگوں میں بدعت ظاہر ہو تو لوگوں کے پیشوا پر لازم ہے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے، پس اگر اس نے ظاہر نہ کیا تو اس سے نور ایمان سلب ہوجائے گا اور میں کسی حالت میں دین اور امر خدا میں جہاد کو ترک نہیں کروں گا، پس یہ دونوں شخص اس کے دشمن ہوگئے اور انہوں نے اپنی عداوت کو ظاہر کیا۔

مولف کہتا ہے یہ روایت جو یونس نے نقل فرمائی ہے دوسری طرح بھی وارد ہوئی ہے اور وہ اس طرح ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ جب امت میں بدعت ظاہر ہو تو عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے علم کو ظاہر کرے ورنہ خدا ملائکہ اور سب لوگوں کی لعنت ہے۔

واضح ہو کہ روایات بدعت کے سلسلہ میں بہت ہیں اور وارد ہوا ہے کہ جو شخص بدعت کی بناء رکھنے والے کے چہرہ کو دیکھ کر تبسم کرے تو بیشک اس نے اپنے دین کو خراب کرنے میں اعانت و مدد کی، نیز روایت ہے کہ جو شخص کسی صاحب بدعت کے پاس جائے اور اس کی عزت وتوقیر کرے تو وہ اسلام کو تباہ وخراب کرنے کے لیے کیا گیا ہے۔

اور راوندی نے رسولؐ خدا سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص بدعت میں رہ کر عمل کرے تو شیطان اسے عبادت کے لیے فارغ چھوڑ دیتا ہے یعنی شیطان اسے اس کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے اور اس سے تعرض نہیں کرتا تا کہ وہ حضور قلب اور اچھے طریقہ سے عبادت کرے اور خشوع وگریہ کی حالت اس پر طاری کر دیتا ہے۔ غیر ذلک، ہم یونس کے حالات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

روایت ہوئی ہے کہ یونس کے چالیس بھائی تھے کہ ہر روز جن کی ملاقات کے لیے جاتا اور ان کو سلام کرتا تھا پھر اپنے گھر واپس آجاتا اور کھانا کھاتا اور نماز کے لیے تیار ہوتا، پھر تصنیف وتالیف کتاب کے لیے بیٹھ جاتا مولف کہتا ہے کہ ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ چالیس افراد اس کے دینی بھائی تھے اور اس کام سے وہ چاہتا کہ اربعین کی زیارت کرے۔

نیز یونس سے روایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے **صمت عشرین سنة وسکت عشرین سنته ثم اجبت** یعنی بیس سال میں خاموش رہا، یعنی جو کچھ مجھ سے پوچھتے میں جواب نہ دیتا اور بیس سال برابر مجھ سے سوال ہوتا رہا ہے اور میں جواب دیتا رہا ہوں، یہ معنی اس صورت میں ہے اگر لفظ سکت کو مجہول پڑھا جائے اور اگر صیغہ معلوم پر جائے تو پھر معنی ہوگا کہ بیس سال تک میں نے سوال کیا ہے اور اس کے بعد میں نے مسائل کے جوابات دیئے ہیں۔

اور یونس کے مدائح وتعاریف بہت ہیں اور جو کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھی اس کی برائی کرتے تھے اور بعض اقوال فاسدہ کی نسبت اس کی طرف دیتے تھے، روایت میں ہے کہ جب اس سے کہا گیا کہ تیرے بہت سے ساتھی تیری بدگوئی کرتے ہیں اور تجھے اچھائی کے علاوہ یاد کرتے ہیں تو کہنے لگا میں تمہیں گواہ بناتا ہوں اس پر کہ جس شخص میں حضرت امیر المومنینؑ کا کچھ حصہ ہے یعنی آپؑ کے شیعوں میں سے ہے تو میں اس کے لیے حلال کرتا ہوں جو کچھ اس نے کہا ہے۔

اور روایت ہوئی ہے کہ یونس بن عبدالرحمن نے چون (۵۴) حج اور چون (۵۴) عمرے کیے ہیں اور ہزار جلد مخالفین کی رو میں تالیف کی ہے اور کہا گیا ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کا علم چار افراد کو پہنچا ہے، پہلا سلمان فارسی، دوسرا جابر، تیسرا سید، اور چوتھا یونس بن عبدالرحمن۔

اور فضل بن شاذان سے روایت ہے، اس نے کہا کہ باقی لوگوں میں سے اسلام میں کوئی شخص ایسا پیدا نہیں ہوا جو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ ہو۔ اور اس کے بعد یونس بن عبدالرحمن سے زیادہ فقیہ نہیں ہوا اور شہید ثانی سے منقول ہے کہ کشی نے یونس کی مذمت میں دس کے قریب احادیث روایت کی ہیں اور ان کے جواب کے ماحصل کی برگشت بعض کی سند کی کمزوری اور بعض کے راویوں کی مجہولیت کی طرف ہے۔ واللہ اعلم بحالہ

دسواں یونس بن یعقوب بجلی الدہنی معویہ بن عمار کا بھانجا علماء کے کلمات اس کے حق میں مختلف ہیں شیخ طوسی نے فرمایا ہے کہ وہ شیعہ ہے اور چند مقامات پر اس کی تعدیل کی ہے اور شیخ مفید نے اسے فقہا اصحاب میں شمار کیا ہے اور شیخ نجاشی نے فرمایا ہے کہ وہ حضرت صادقؑ و کاظمؑ کے خاص اصحاب میں سے تھا اور حضرت موسیٰؑ کی طرف سے وکیل تھا اور مدینہ منورہ میں حضرت رضاؑ کے زمانہ میں وفات پائی ہے، اور حضرتؑ اس کے امور کے متولی ہوئے، اور ان کے نزدیک یونس صاحب منزلت اور موثق تھا پہلے عبداللہ افطع کی امامت کا قائل ہوا پھر حق کی طرف رجوع کر آیا، اور ابوجعفر بن بابویہ فرماتے ہیں کہ وہ افطعی مذہب کا تھا اور شیخ کشی نے بھی بعض سے روایت کی ہے، اس کے افطعی ہونے کی لیکن ظاہراً وہ حق کی طرف رجوع کر آیا تھا، جیسا کہ شیخ نجاشی نے فرمایا ہے۔ خلاصہ یہ کہ روایات اس کی مدح میں وارد ہوئی ہیں اور حضرت رضاؑ کے زمانہ میں اس نے وفات پائی اور حضرت رضاؑ نے اس کے حنوط کفن اور تمام ضروریات کا حکم دیا اور اپنے اور پنے باپ اور دادا کے موالیوں اور غلاموں کو اس کے جنازہ میں حاضر ہونے کا امر فرمایا اور ارشاد کیا کہ یہ حضرت صادقؑ کے غلام کا جنازہ ہے جو کہ عراق میں رہتا تھا اس کے لیے بقیع میں قبر کھودو اور اگر اہل مدینہ کہیں کہ یہ عراقی شخص ہے ہم بقیع میں اسے دفن نہیں ہونے دیتے تو کہنا کہ یہ حضرت صادق علیہ السلام کا غلام اور عراق میں سکونت پذیر ہو گیا تھا، تو اگر تم اسے بقیع میں دفن نہیں ہونے دیتے تو ہم بھی تمہارے غلاموں کو بقیع میں دفن نہیں ہونے دیں گے، پس اسے بقیع میں ہی دفن کیا گیا۔

اور محمد بن ولید سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن یونس کی قبر پر گیا ہوا تھا کہ صاحب مقبرہ یعنی قبرستان میں رہنے والا اور اس کی دیکھ بھال کرنے والا شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یہ شخص کون ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے مجھے حکم دیا ہے کہ چالیس ماہ یا چالیس روز تک (راوی کی طرف سے ہے) میں ہر روز اس کی قبر پر پانی چھڑکوں اور نیز صاحب مقبرہ کہنے لگا کہ رسولؐ کا سریر (چارپائی) میرے پاس ہے، پس جب بنی ہاشم میں سے کوئی مرجاتا تو وہ چارپائی اس کی موت کی رات آواز دیتی ہے تو میں سمجھ جاتا ہوں کہ ان میں سے کوئی وفات پا گیا ہے اور اپنے دل میں کہتا ہوں کہ ان میں سے کون مرا ہوگا جب صبح ہوتی ہے تو اس وقت میں معلوم کر لیتا ہوں اور اس شخص کی وفات کی رات بھی اس چارپائی سے آواز نکلی تو میں دل میں کہا کہ ان میں سے کون مرا ہوگا کوئی ان میں سے بیمار تو نہیں تھا، جب دن ہوا تو میرے پاس آئے اور وہ چارپائی لے گئے اور کہنے لگے ابی عبداللہ صادقؑ کا غلام جو عراق میں رہتا

تھا وفات پا گیا۔

محمد بن ولید نے صفوان بن یحییٰ سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام رضاؑ سے کہا قربان جاؤں مجھے اس لطف و محبت نے خوشحال اور مسرور کیا ہے جو آپؑ نے یونس کے حق میں ظاہر کی ہے، فرمایا کیا یہ خدا کا لطف و احسان نہیں کہ اسے عراق سے جوار پیغمبر اکرمؐ میں لے آیا ہے۔

اور ایک حدیث میں روایت کی گئی ہے کہ دیکھو اور غور و فکر کرو اس بات میں جو خداوند عالم نے یونس کے خاتمہ بالخیر میں کی ہے کہ خداوند عالم نے اس کی روح اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوار میں قبض کی ہے، تمام احوال حضرت امام موسیٰ بن جعفر صلوات اللہ علیہ اور اس کے بعد حضرت ثامن الآئمۃ المعصومین علی بن موسیٰ رضا علیہ السلام کے حالات آئیں گے۔

باب دہم

امام ثامن ضامن زبدہ اصفیاء و پناہ غرباء مولانا ابوالحسن علی بن موسیٰ رضا علیہ آلاف التحیۃ والثنا کی تاریخ وسوانح

اوراس میں چند فصول ہیں۔

فصل اول

حضرت کی ولادت نام کنیت لقب اور نسب کا بیان

واضح ہو کہ آپؑ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ گیارہ ذی اقعد ۱۴۸ھ ہجری مدینہ مشرفہ میں آپؑ متولد ہوئے اور بعض نے گیارہ ذی الحجہ ۱۵۳ھ ہجری کہا ہے، حضرت صادق کی وفات پانچ سال بعد اور پہلی روایت کے مطابق جو کہ زیادہ مشہور ہے آپؑ کی ولادت حضرت صادق علیہ السلام کی وفات کے چند دن بعد ہوئی۔ حضرت صادقؑ کی آرزو تھی کہ آنجنابؑ کو دیکھتے، کیوں کہ حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ سے روایت ہوئی ہے آپؑ فرماتے تھے کہ میں نے اپنے والد جعفرؑ بن محمد سے بار ہا سنا، آپ مجھ سے فرماتے تھے کہ عالم آل محمدؐ تیرے صلب میں ہے کاش میں اس کو دیکھتا، پس بیشک وہ امیر المومنینؑ کا ہمنام علی ہے۔

اور شیخ صدوق نے یزید بن سلیط سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت صادقؑ سے مکہ کے راستہ میں ملاقات کی ہم ایک گروہ تھے میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپؑ پر قربان ہوں آپ امامؑ تو پاک ہیں لیکن موت ایسی چیز ہے کہ جس سے گریز نہیں، پس مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے جو میں اپنے پس ماندگان کو جا پہنچاؤں، فرمایا ہاں دیکھو یہ میرے فرزند ہیں اور یہ ان کا بزرگ ہے آپؑ نے اپنے بیٹے موسیٰ کی طرف اشارہ کیا اور اس میں ہے علم و حلم وفہم وجود اور معرفت اس چیز کی کہ جس کے لوگ محتاج ہیں کہ جس میں وہ اپنے امر دین میں اختلاف کرتے ہیں اور اس میں ہے خلق اور حسن جوار (جواب) اور وہ خدا کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اور اس میں اس سے بھی بہتر ایک صفت ہے۔

پس میں نے عرض کیا میرے ماں باپ قربان جائیں وہ کون سی صفت ہے، فرمایا خداوند عالم اس کی پشت سے اس

امت کا دادرس اور فریادرس اور نور وفہم وحکم اس امت کا بہترین پیدا ہونے والا اور بہترین نور اور اس کے ذریعہ خداوند عالم خون محفوظ کرے گا اور اس کی وجہ سے اصلاح کرے گا لوگوں کے درمیان کے جھگڑوں کو اور اس کی وجہ سے بچھڑے ہوئے کو ملا دے گا اور ٹوٹے ہوئے کو جوڑ دے گا اور برہنہ کو لباس پہنائے گا اور اس کے سبب سے بھوکے کو سیر کرے گا اور مامون قرار دے گا خوف زدہ کو اور بارش برسائے اور بندگان خدا اس کے مطیع وفرمانبردار ہوں گے۔ وہ ہر حالت میں لوگوں سے بہتر ہوگا چاہے بڑھاپا چاہے ادھیڑ اور چاہے بچپن چاہے جوانی اور اس کے بلوغ تک پہنچنے سے پہلے اس کا قبیلہ سیادت وسرداری پیدا کرے گا اس کی وجہ سے اس کی بات حکمت اور اس کی خاموشی علم ہے۔ وہ لوگوں کے درمیان بیان کرے گا وہ چیز کہ جس میں اختلاف ہے۔ الخ

علامہ مجلسی نے جلا العیون میں امام رضا علیہ السلام کے حالات میں فرمایا ہے، آپ کا اسم شریف علی اور حضرت کی کنیت ابوالحسنؑ ہے اور آپ کا زیادہ مشہور لقب رضاؑ ہے اور آپؑ کو صابر فاضل رضی وفی قرۃ اعین المومنین اور غیظ الملحدین بھی کہتے ہیں۔

ابن بابویہ نے سند حسن کے ساتھ بزنطی سے روایت کی ہے کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ کے مخالفین میں سے ایک گروہ کا یہ گمان ہے کہ آپؑ کے والد بزرگوار کو مامون نے رضاؑ کے لقب سے ملقب کیا ہے جب کہ آپؑ کو ولایت عہد کے لئے منتخب کیا۔

آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں بلکہ خداوند عالم نے انہیں رضاؑ کا نام دیا ہے، کیوں کے وہ پسندیدہ خدا تھے آسمان میں اور رسولؐ خدا و آئمہ ہدیٰ علیہم السلام ان سے زمین میں خوش تھے اور انہوں نے انہیں امامت کے لیے پسند کیا ہے۔

میں نے عرض کیا آپ کے تمام آباؤ اجداد پسندیدہ خدا نہیں، فرمایا ہاں، میں نے کہا پھر کیوں اور کس سبب سے ان میں سے آپ ہی کو لقب گرامی سے مخصوص کیا ہے، فرمایا اس لیے کہ انہیں دشمنوں اور مخالفوں نے بھی پسند کیا اور ان سے راضی تھے، جیسا کہ موافقین اور دوست ان سے خوش تھے اور دوست و دشمن کا اتفاق ان کی خوشنودی پر یہ انہیں سے مخصوص تھا، پس اسی لئے انہیں اس نام کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے۔

اور سند معتبر کے ساتھ سلیمان بن حفص سے بھی روایت کی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمیشہ اپنے پسندیدہ بیٹے کو رضاؑ کا نام دیتے تھے فرماتے کہ بلاؤ میرے بیٹے رضاؑ کو اور میں نے اپنے بیٹے رضاؑ سے یہ کہا اور جب حضرتؑ کو مخاطب کرتے تو ابوالحسنؑ کے نام سے یاد کرتے۔

آپ کے والد گرامی موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام اور مادر گرامی آپؑ کی کنیز تھیں کہ جنہیں تکتم نحبه اردی سکن سمانه اور امّ البنین کے نام سے پکارتے تھے اور بعض نے خیزران وصقر وشقر بھی کہا ہے۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ علی بن میثم سے روایت کی ہے کہ امام موسیٰ علیہ السلام کی والدہ حمیدہ خاتون نے (جو کہ اشراف و بزرگان عجم میں سے تھیں) ایک کنیز خریدی اور اس کا تکتم رکھا، اور وہ کنیز سعادت مند عقل و دین وشرم وحیا میں بہترین زنان

تھیں اوراپنی خاتون جناب حمیدہ کی بڑی تعظیم وتکریم کرتی تھی اور جس دن سے اسے خریدا کبھی بھی ان کے پاس ان کی تعظیم واجلال کی وجہ سے نہ بیٹھی ۔پس حمیدہ خاتون نے ایک دن امام موسیٰ سے کہا اے فرزند گرامی تکتم ایک ایسی لڑکی ہے کہ میں نے زیرکی ومحاسن اخلاق میں اس سے بہتر کسی کونہیں پایا اور میں جانتی ہوں جونسل اس سے وجود میں آئے گی ۔وہ پاک و پاکیزہ ہوگی ،میں وہ آپ کوبخش دیتی ہوں اورآپ سے التماس کرتی ہوں کہ اس کی حرمت کا خیال رکھنا۔

جب حضرت امام رضاؑاس سے پیدا ہوئے تواسے طاہرہ کا نام دیا گیااورامام رضازیادہ دودھ پیتے تھے،ایک دن طاہرہ نے کہا کہ ایک دودھ پلانے والی میری مدد کے لیے مہیا کی جائے کہا گیا کیاتمہارادودھ کم ہے، کہنے لگی میں جھوٹ نہیں بول سکتی خدا کی قسم دودھ تومیراکم نہیں لیکن وہ نوافل واوراد جو پہلے سے میرے تھے اورجن کی میں عبادت کرچکی ہوں دودھ پلانے کی وجہ سے کم ہوگئے،اس وجہ سے میں معاون چاہتی ہوں تاکہ اپنے اواردترک نہ کروں اوردوسری سند کے ساتھ روایت کی ہے کہ جب حمیدہ نے نجمہ والدہ حضرت رضاؑ کوخریداتوایک رات رسولؐ خداکو عالم خواب میں دیکھااورحضرتؐ نے اس سے فرمایا کہ اے حمیدہ نجمہ اپنے بیٹے موسیٰؑ کی تملیک کردو،کیوں کہ اس سے ایک ایسافرزند پیدا ہوگا جو بہترین اہل زمین ہوگا۔اس بناپرحمیدہ نے نجمہ حضرت کوبخش دی اوروہ باکرہ تھی۔

اورسندمعتبر کے ساتھ ہشام سے بھی روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن امام موسیٰ علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کیاتم کومعلوم ہے کہ مغرب کے بردہ فروشوں میں سے کوئی آیا ہومیں نے کہا کہ نہیں،آپؑ نے فرمایا بلکہ آیا ہوا ہے چلواس کے پاس چلیں،پس حضرت سوار ہوئے اور میں بھی حضرتؑ کی خدمت میں سوار ہواجب ہم مقام متعین پر پہنچے توہم نے دیکھا کہ ایک شخص مغرب کے تاجروں میں سے آیا ہواہے اور بہت سی کنیزیں اورغلام لے کرآیا ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اپنی کنیزیں ہمارے سامنے پیش کروہ نوکنیزیں لے کرآیا اور ہرایک کے متعلق آپؑ فرماتے کہ یہ مجھے نہیں چاہیے،پس آپؑ نے فرمایااور لے آؤ،وہ کہنے لگااور میرے پاس نہیں ہے حضرت نے فرمایا کہ تمہارے پاس موجود ہےاور اسے ضرور لے آؤ،کہنے لگا خدا کی قسم سوائے ایک بیمارکنیز کےاور میرے پاس نہیں ہے حضرت نے فرمایا وہی لے آؤ،اس نے عذر کیا اورحضرت واپس آ گئے۔دوسرے دن مجھے اس کے پاس بھیجااورفرمایا کہ جو قیمت وہ کہےاس سے وہ بیمارکنیز میرے لئے خرید کرلے آؤ،جب میں گیااوروہی کنیز میں نے اس سے طلب کی تواس نے اس کی بہت قیمت بتائی میں نے کہا کہ میں نے اس قیمت پرخریدکی اوروہ کہنے لگا میں نے اسے بیچالیکن یہ بتاؤ کہ وہ شخص کون ہے،جوکل تمہارے ساتھ آیا تھا میں نے کہا کہ بنی ہاشم میں سے ایک شخص ہے وہ کہنے لگا بنی ہاشم کی کس شاخ سے ہے،میں نے کہا کہ اس سے زیادہ میں نہیں جانتا،وہ کہنے لگا واضح ہو کہ میں نے یہ کنیز مغرب کے آخری شہروں سے خریدی ہے،ایک دن اہل کتاب میں ایک عورت نے جب میرے پاس یہ کنیز دیکھی تو کہنے لگی اسے کہاں سے لائے ہومیں نے کہا کہ اسے میں نے اپنے لئے خریدا ہے،کہنے لگی کہ مناسب نہیں کہ یہ کنیز تجھ جیسے شخص کے پاس رہےاس کنیز کوبہترین اہل زمین کے پاس ہونا چاہیے جب اس کے تصرف میں آئے گی توتھوڑے زمانہ کے بعداس سے ایک بیٹا پیدا ہوگا کہ جس کی اہل مشرق ومغرب اطاعت کریں گے،پس کچھ عرصہ بعدامام رضاؑاس کے بطن سے پیدا ہوئے۔

اور کتاب درالنظم اور اثبات الوصیۃ میں ہے کہ امام موسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب کی ایک جماعت سے فرمایا جب کہ تکتم کو خریدا کہ خدا کی قسم میں نے اسے نہیں خریدا، مگر خدا اور وصی خدا نے۔

حضرت سے اس کے متعلق سوال ہوا فرمایا میں عالم خواب میں تھا تو میرے پاس جد بزرگوار اور پدر نامدار علیہما السلام تشریف لائے اور ان کے ساتھ ریشم کے کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا پس اس ریشم کے ٹکڑے کو کھولا تو وہ ایک پیراہن تھا کہ جس میں اس کنیز کی تصویر تھی، پس میرے جد و پدر نے مجھ سے فرمایا کہ اے موسیٰ تیرے لئے اس کنیز سے تیرے بعد کا بہترین اہل زمین پیدا ہوگا اور مجھے حکم دیا کہ جب وہ مولود مسعود پیدا ہو تو اس کا نام علی رکھنا اور فرمایا کہ وہ وقت قریب ہے کہ خداوند عالم اس کی وجہ سے عدل و رافت و رحمت کو ظاہر کرے، پس کیا کہنے اس کے جو اس کی تصدیق کرے اور بربادی و ہلاکت ہے اس کے لئے جو اس سے دشمنی رکھے اور اس کا انکار کرے۔

شیخ صدوق نے سند معتبر کے ساتھ جناب نجمہ حضرت کی والدہ سے روایت کی ہے وہ کہتی ہے کہ جب مجھے اپنے فرزند عظیم کا حمل ہوا تو کسی قسم کا ثقل و حمل میں اپنے جسم میں محسوس نہیں کرتی تھی اور جب میں عالم خواب میں ہوتی تو آواز تسبیح و تہلیل و تمجید حق تعالیٰ میں اپنے شکم سے سنتی اور خائف و ترساں ہو جاتی اور جب بیدار ہوتی تو پھر وہ آواز سنائی نہ دیتی اور جب وہ فرزند ارجمند میرے بطن سے پیدا ہوا تو اس نے اپنے ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور اپنا سر مطہر آسمان کی طرف بلند کیا اور اپنے لب ہائے مبارک کو حرکت دیتا اور کچھ کہتا کہ جسے میں نہ سمجھ سکی، اسی وقت میرے پاس امام موسی علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا گوارا ہو تیرے لیے اے نجمہ تیرے پروردگار کی کرامت پس میں نے اس فرزند سعادت مند کو سفید کپڑے میں لپیٹ کر حضرت کو دیا، آپ نے اس بچے کے دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی اور فرات کا پانی منگوایا اور اس کے تالو کو اونچا کیا پھر اس بچے کو مجھے ہاتھ میں دے دیا اور فرمایا اسے لے لو کہ یہ بقیہ خدا ہے زمین میں اور میرے بعد خدا کی حجت ہے۔

اور ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ محمد بن زیادہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام موسیٰ ؑ سے سنا جس دن کہ امام رضاؑ پیدا ہوئے تھے آپؑ فرما رہے تھے کہ میرا بیٹا ختنہ شدہ اور پاک و پاکیزہ پیدا ہوا اور تمام آئمہ علیہم السلام اسی طرح پیدا ہوتے ہیں، لیکن ہم ختنہ کی جگہ پر متابعت سنت میں استرا پھیر لیتے ہیں اور آپ کا نقش خاتم ماشاالله لاحول ولاقوۃ الا باللہ اور دوسری روایت کے مطابق ''حسبی اللہ'' تھا۔ فقیر کہتا ہے کہ یہ دونوں روایات ایک دوسرے سے منافات نہیں رکھتیں کیونکہ حضرتؑ کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں ایک آپؑ کی اپنی تھی اور دوسری انہیں والد بزرگوار کی طرف سے ملی تھی جیسا کہ شیخ کلینی نے موسیٰ بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت ابوالحسن الرضاؑ سے سوال کیا آپ کی اپنی انگوٹھی اور آپؑ کے والد کی انگوٹھی کے نقش کے متعلق تو فرمایا! میری انگوٹھی کا نقش ماشااللہ لاقوۃ الا باللہ اور میرے والد کی انگوٹھی کا نقش حسبی اللہ ہے اور یہ وہی انگوٹھی ہے جو میری انگلی میں ہے۔

دوسری فصل

ثامن الآئمۃ علی بن موسیٰ الرضاؑ کے مختصر مناقب

مفاخراور مکارم اخلاق

واضح ہو کہ فضائل اور مناقب حضرت ابوالحسن علی بن موسی الرضاؑ کے اتنے نہیں کہ معرض بیان میں آسکیں یا کوئی شخص انہیں شمار کر سکے اور حقیقت یہ ہے کہ آپؑ کے فضائل کو شمار کرنا آسمان کے ستاروں کا گننا ہے اور بیشک عمدہ کہا ہے ابو نواس نے اپنے قول میں جب کہ وہ ہارون الرشید کے پاس موجود تھا جیسا کہ مناقب میں ہے یا مامون کے پاس تھا جیسا کہ باقی کتب میں ہے۔شعر

قیل لی انت اوحد الناس طراً
فی علوم الور ی و شعر البدیه
لك من جوهر لكلام نظام
شمر الله فی یدی مجتنیه
فعلی ما ترکت مدح ابن موسی
والخصال التی تجمعن فیه
قلت لا استطیع مدح امام
کان جبریل خادما لابیه

مجھ سے کہا گیا کہ تو سارے لوگوں میں سے یگانہ روزگار ہے لوگوں کے حالات وکمالات جاننے اور فی البدیہہ شعر کہنے ہیں تو جوہر کلام کو اس طرح پر و دیتا ہے کہ چننے والے کے ہاتھ میں موتی ہو جاتے ہیں ،باوجود اس کے تو نے موسیٰ کاظم کے بیٹے کی مدح کیوں چھوڑ دی ہے اور ان خصال وکمالات کو بیان کیوں نہیں کرتا ہے جو آپ میں موجود ہیں تو میں نے کہا کہ میں ایسے امام کی مدح کی طاقت نہیں رکھتا کہ

جبریل جیسا سید الملائکہ جس کے باپ کا خادم ہے اور ہم تبرکاً وتیمناً اس بزرگوار کے فضائل کی چند خبروں پر اکتفا کرتے ہیں جو کہ آپؑ کے فضائل کے مقابلہ میں ایک قطرہ کے برابر ہیں بہ نسبت کئی دریاؤں کے۔

پہلی خبر: حضرت کے علم کی کثرت کا بیان شیخ طبرسی نے ابوصلت ہروی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے ک میں نے علی موسیٰ رضاؑ سے زیادہ عالم نہیں دیکھا اور جس کسی عالم نے بھی آپؑ کو دیکھا ہے اس نے بھی میری طرح شہادت دی ہے اور یہ مسلم ہے کہ مامون نے متعدد مجالس میں علماء ادیان فقہاء اور متکلمین کو جمع کیا تا کہ وہ حضرتؑ سے مناظرہ اور گفتگو کریں اور حضرت ان سب پر غالب آئے، سب نے ان کی فضیلت اور اپنی کوتاہ نظری کا اقرار کیا۔

میں نے حضرتؑ سے سُنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ میں روضہ منورہ میں بیٹھ جاتا تھا اور مدینہ میں بہت علماء تھے جب وہ کسی مسئلہ میں عاجز آجاتے تو میری طرف رجوع کرتے اور اپنے مشکل مسائل میرے پاس بھیجتے میں ان کے جوابات دیتا۔

ابوالصلت کہتا ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی محمد بن اسحاق بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے اپنے والد سے وہ کہتا تھا کہ میرے والد موسیٰ بن جعفر علیہ السلام اپنے بیٹوں سے فرماتے کہ اے میرے بیٹے تمہارا بھائی علی بن موسیٰ عالم آل محمدؐ ہے اس سے اپنے معالم دین کے بارے میں سوال کرو اور اس کی باتوں کو یاد رکھو، کیونکہ میں نے اپنے باپ جعفرؑ سے سنا ہے کہ آپؑ بار بار مجھ سے کہتے کہ عالم آل محمد علیہم السلام تمہارے صلب میں ہے، کاش میں اسے دیکھتا کہ وہ امیر المومنین کا ہم نام علی ہے۔

دوسری خبر: شیخ صدوق نے ابراہیم بن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ حضرت ابوالحسن رضا نے کسی سے گفتگو میں جفا کی ہو اور نہ کبھی دیکھا کہ آپؑ نے کسی کے کلام کو قطع کیا ہو، یعنی اس کی بات کے دوران بات شروع کردی ہو اور جس کی ضرورت کا پورا کرنا آپؑ کی قدرت میں ہوتا اس کو رد نہ کرتے اور کسی وقت آپؑ نے کسی ایسے شخص کے حضور میں جو آپؑ کے پاس بیٹھا ہو پاؤں دراز نہیں کئے اور مجلس میں اپنے ہم نشین کی جگہ تکیہ لگا کر سہارا نہیں لیا اور کسی وقت میں نے نہیں دیکھا کہ آپؑ نے اپنے موالی اور غلاموں کو برا بھلا کہا اور گالی دی ہو (اور کسی وقت میں نے آپؑ کو تھوکتے ہوئے نہیں دیکھا) اور کبھی نہیں دیکھا کہ آپؑ نے ہنستے ہوئے قہقہہ لگایا ہو، بلکہ آپؑ کا قہقہہ تبسم ہی تھا اور جب آپؑ خلوت میں جاتے اور آپ کے لیے دسترخوان بچھتا تو اپنے تمام غلاموں کو دسترخوان پر بلاتے یہاں تک کہ دربان اور اپنے اصطبل کے نوکروں کے سردار کو بھی اور ان کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے اور آپؑ کی عادت یہ تھی کہ رات کو تھوڑا سوتے تھے اور اکثر اوّل شب سے لے کر صبح تک بیدار رہتے اور روزہ زیادہ رکھتے اور ہر مہینے کے تین روزے ہفتے کی پہلی جمعرات اور آخری جمعرات اور ہفتہ کے درمیان بدھوار کا روزہ آپؑ سے فوت نہ ہوتا اور فرماتے تھے کہ ان تین دنوں کے روزے پورے دور زمانہ کے روزوں کے برابر ہیں اور حضرت احسان کرتے اور صدقہ چھپ کر دیتے اور زیادہ آپؑ کے صدقات تاریک رات میں ہوتے، پس جو شخص یہ گمان کرے کہ اس نے فضل میں کوئی آپ کے برابر دیکھا ہے تو اس کی تصدیق نہ کرو۔

اور محمد بن ابی عباد سے منقول ہے کہ حضرت امام رضاؑ گرمیوں میں چٹائی پر بیٹھتے اور سردیوں میں بھی اسی طرح کے ایک کپڑے پر اور آپؑ سخت اور کھردرا لباس پہنتے اور جب لوگوں کی ملاقات کے لیے آتے تو مزین لباس پہنتے تھے۔

تیسری خبر شیخ اجل احمد بن محمد برقی نے اپنے باپ سے: اس نے معمّر بن خلاد سے روایت کی ہے کہ جس وقت امام رضا علیہ السلام کھانا تناول فرماتے تو ایک بڑا کاسہ دسترخوان کے پاس رکھ لیتے اور ہر کھانا جو دسترخوان پر ہوتا اس کی بہترین جگہوں میں سے ایک مقدار لے لیتے اور کاسہ میں ڈالتے جاتے، پھر حکم دیتے کہ وہ مساکین میں تقسیم کردیں۔ اس وقت اس آیت کا تلاوت کرتے ''**فلااقتحم العقبته**'' اس آیت اور مابعد کی آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ اصحاب میمنہ اور اہل بہشت عقبہ میں یعنی سخت امر اور مخالفت نفس میں داخل ہوجاتے ہیں اور وہ عقبہ غلام کو آزاد کرنا ہے، غلامی سے یا طعام کھلانا ہے بھوک کے دن اس یتیم کو جو صاحب قرابت وعزیزداری ہو یا مسکین کہ جو بیچارگی اور فقر کی وجہ سے خاک نشین ہو، پس حضرت امام رضاؑ فرماتے کہ خداوندعزوجل جانتا تھا کہ ہر شخص غلام آزاد کرنے کی قدرت نہیں رکھتا پس اس نے ان کے لیے جنت میں جانے کا ایک راستہ قرار دیا ہے یعنی غلام آزاد کرنے کے مقابلہ میں کھانا کھلانا مقرر کیا ہے تاکہ ہر شخص اس کی وجہ سے جنت کا راستہ پالے اور بہشت میں چلا جائے۔

چوتھی خبر شیخ صدوق نے عیون میں روایت کی ہے حاکم ابوعلی بیہقی سے محمد بن یحییٰ صولی سے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میری دادی نے کہ جس کا نام غدر تھا بیان کیا کہ مجھے چند کنیزوں کے ساتھ کوفہ سے خریدا گیا اور میں کوفہ کی خانہ زاد تھی، پس مجھے مامون کے پاس لے گئے گویا میں اس کے گھر میں بہشت میں رہتی تھی کھانا پینا، خوشبو اور بہت سے زرومال کے لحاظ سے، پس مجھے اس نے امام رضاؑ کو بخش دیا، جب میں ان کے گھر گئی تو وہ چیزیں مجھے نہ ملیں اور ایک عورت ہماری نگہبان تھی جو ہمیں رات کو بیدار کرتی اور نماز پڑھاتی اور یہ چیز ہم پر زیادہ سخت تھی، پس میں یہ آرزو رکھتی تھی کہ اس گھر سے باہر چلی جاؤں یہاں تک کہ آپؑ نے مجھے تمہارے دادا عبداللہ کو بخش دیا اور جب میں اس کے گھر آئی تو گویا یوں کہوں کہ میں بہشت میں داخل ہوگئی۔

صولی کہتا ہے کہ میں نے کوئی عورت اپنی اس دادی سے زیادہ عقلمند اور زیادہ سخی نہیں دیکھی اور وہ ۲۷۰ ہجری میں فوت ہوئی اور تقریباً سو سال اس کی عمر تھی۔ اس سے امام رضاؑ کے حالات پوچھتے تو وہ کہتی کہ مجھے آپؑ کے حالات میں سے کچھ یاد نہیں سوائے اس کے کہ میں دیکھتی کہ آپ عود ہندی سے بخور (دھونی) کرتے اور اس کے بعد گلاب ومشک کو کام میں لاتے اور نماز صبح اوّل وقت میں ادا کرتے پھر سر سجدہ میں رکھتے اور اس وقت تک نہ اٹھاتے جب تک کہ سورج طلوع کر کے بلند نہ ہوتا، پھر آپؑ کھڑے ہوجاتے اور لوگوں کے کاموں کے لیے بیٹھتے یا سوار ہوتے اور کوئی شخص آپؑ کے گھر میں آواز بلند نہ کرتا، ہر شخص لوگوں سے تھوڑی بات کرتا اور میرا دادا عبداللہ میری اس دادی سے برکت حاصل کرتا اور جس دن امام رضاؑ نے وہ اسے بخشی تو عبداللہ نے اسے ''مدبرۃ'' یعنی کہ اسے اپنی موت کے بعد آزاد قرار دیا۔ ایک دفعہ اس کا ماموں عباس بن اصنف شاعر میرے دادا کے پاس آیا تو یہ کنیز اسے اچھی لگی میرے دادا سے کہنے لگا کہ یہ مجھے بخش دو، اس نے کہا یہ تو مدبرہ ہے، عباس نے یہ شعر پڑھا۔

یا غدر زین باسمك الغدر
واساء ولم یحسن بك الدھر

اے غدر غدر کو تیرے نام نے زینت بخشی اور برا کیا اور تیرے ساتھ زمانہ نے اچھا نہیں کیا کہ تیرا نام بیوفائی رکھا غالباً اس کنیز کا نام عذر تھا یعنی بیوفائی، عرب اس قسم کا نام رکھا کرتے ہیں مثلاً غادہ (دھوکہ باز) کنیزوں کے ناموں میں سے ہے۔

پانچواں خبر: نیز گزشتہ سند کے ساتھ ابوذکوان سے ابراہیم بن عباس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ کو کبھی نہیں دیکھا کہ آپؑ سے کوئی چیز پوچھی گئی ہو اور آپؑ اسے نہ جانتے ہوں اور میں نے نہیں دیکھا کہ آپؑ سے گزشتہ زمانہ سے لے کر آپؑ کے زمانہ تک کے حالات جاننے میں کوئی آپؑ سے زیادہ عالم ہو اور مامون ہر قسم کا سوال کر کے آپؑ کا امتحان لیتا اور آپؑ جواب دیتے آپ کی تمام باتیں، جوابات اور مثالیں سب قرآن سے ماخوذ تھیں اور آپؑ ہر تیسرے دن قرآن ختم کرتے اور فرماتے کہ اگر چاہوں تو تین دن سے کم وقت میں قرآن ختم کر سکتا ہوں لیکن میں جب بھی کسی آیت سے گزرتا ہوں تو اس میں غور و فکر کرتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ یہ کس چیز کے متعلق نازل ہوئی ہے اور کس وقت نازل ہوئی ہے، اس لیے تین دنوں میں ایک ختم کرتا ہوں۔

چھٹی خبر: نیز کتاب مذکور میں ابراہیم حسنی سے روایت کی ہے کہ مامون نے حضرت رضاؑ کے لیے ایک کنیز بھیجی جب اس کو حضرتؑ کے پاس لے آئے تو اس نے حضرتؑ میں بڑھاپے کے آثار اور سفید بال دیکھے تو وہ گھبرائی، حضرت نے جب اس کی اس حالت کو دیکھا تو اسے مامون کے پاس واپس بھیج دیا اور یہ اشعار بھی لکھ بھیجے۔

نعی نفسی الی نفس المشیب
وعند الشیب یتعظ اللبیب
فقد ولی الشباب الی مداہ
فلست ارلی مواضعه یتوب
سابکیه واندئه طویلا
وادعوه الیّٰ عسی یجیبب
وھیھات الذی قدفات منه
تمنینی به النفس الکذوب
وراع الغانیات بیاض راسی
ومن مد البقاء له یشیب

ارى البيض الحسان يحدن عنى
وفى هجراتهن لنا نصيب
فان يكن الشباب مضى جبيناً
فإن الشيب ايضاً لى حبيب
ساصحبه بتقوى الله حتى
يفرق بيننا الاجل القريب

یعنی بڑھاپا اور بالوں کی سفیدی نے مجھے موت کی خبر دی ہے اور بڑھاپے سے عقلمند نصیحت حاصل کرتا ہے بیشک جوانی نے اپنے انتہا کی طرف پشت پھیری ہے پس میں نہیں سمجھتا کہ اپنی جگہ کی طرف وہ پلٹ کے آئے گی قریب ہے کہ میں اپنی جوانی پہ گریہ کروں اور طویل زمانہ تک اس پر نوحہ وزاری کروں اور اسے اپنی طرف بلاؤں شاید کہ وہ مجھے جواب دے یہ کہہ کر کہ ہیہات جو جوانی ہاتھ سے نکل گئی وہ پلٹ کر نہیں آئے گی ،جھوٹی امید دلانے والا نفس مجھے اس کی آرزو وتمنا میں ڈالتا ہے اور ڈرایا بہکایا ہے حسین وجمیل عورتوں کو میرے سر کی سفیدی نے اور جو شخص دیر تک رہے اور اس کی بقاء میں طول ہو جائے وہ بوڑھا ہو جاتا ہے میں دیکھتا ہوں کہ سفید رنگ کی عمدہ عورتیں مجھ سے کنارہ کشی کرتی ہیں اور ان کی جدائی میں میرا حصہ ہے، پس اگر جوانی چلی گئی باوجود وہ مجھے محبوب وپسند تھی تو بڑھاپا بھی مجھے محبوب ہے۔قریب ہے کہ میں اس کا ساتھ دوں تقویٰ الٰہی کے ساتھ یہاں تک کہ اجل قریب ہم میں جدائی ڈال دے،مولف کہتا ہے کہ شیخ نظامی نے بھی چند شعر اس مضمون کے کہے ہیں کہ جن کا ذکر یہاں نامناسب نہیں۔کہتے ہیں

جوانے گفت پیر پراچہ تدبیر
کہ یار از من گریزو چوں شوم پیر
جوابش داد پیر نغز گفتار
کہ در پیری تو ہم بگریزی از یار
برآں سرکاسمان سیماب ریزد
چو سیماب ازہمہ شادی گریزد

ساتویں خبر: شیخ کلینی نے الیسع بن حمزہ قمی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کی مجلس میں تھا آپؑ سے باتیں کررہا تھا اور آپؑ کے پاس بہت سے لوگ جمع تھے اور حلال وحرام کے متعلق آپؑ سے سوال کررہے تھے کہ اچانک ایک شخص بلند قامت گندم گوں اس مجلس میں داخل ہوا، پس اس نے کہا السلام علیک یا بن رسول اللہ فرزند رسول سلام عرض ہے۔ میں آپؑ کے اور آپؑ کے آباؤاجداد کے دوستوں میں سے ہوں حج سے واپس آرہا ہوں اور میرا ساز وسامان گم ہوگیا ہے اب میرے پاس اتنا بھی نہیں کہ ایک منزل تک اپنے آپ کو پہنچا سکوں، پس اگر آپ کوئی تدبیر کرتے تو مجھے اپنے شہر کے راستہ پر ڈال دیتے اور خداوند عالم نے مجھ پر بہت احسان کررکھا ہے اور نعمت دی ہے یعنی میں اپنے گاؤں میں تونگر ومالدار ہوں، پس جب میں اپنے شہر میں پہنچ جاؤں گا تو آپ کی طرف سے صدقہ کردوں گا جو کچھ کہ آپ مجھے دیں گے، کیوں کہ میں فقیر اور مستحق صدقہ نہیں ہوں۔

حضرت نے اس سے فرمایا کہ بیٹھ جاؤ خدا تم پر رحمت کرے، پھر لوگوں کی طرف رخ کیا اور ان سے باتیں کرتے رہے یہاں تک کہ لوگ منتشر ہوگئے، اور جو باقی رہ گئے وہ مرد خراسانی وسلیمان جعفری وخیثمہ تھے پھر آپؑ نے فرمایا لوگو اجازت دیتے ہو کہ میں اپنے گھر کے اندر چلا جاؤں، پس سلیمان نے کہا کہ خداوند عالم آپؑ کے معاملہ کو درست کرے، پس آپؑ اٹھ کر حجرہ کے اندر گئے اور کچھ دیر وہیں رہے پھر باہر آئے اور دروازہ بند کردیا، دروازے کے اوپر سے ہاتھ نکالا اور فرمایا کہ خراسانی کہاں ہے اس نے عرض کیا کہ میں یہاں حاضر ہوں، فرمایا یہ دوسو اشرفیاں لے لو اور ان سے اپنے اخراجات پورے کرو اور برکت حاصل کرو اور میری طرف سے صدقہ بھی دینا اور باہر چلے جاؤ تا کہ میں تمہیں نہ دیکھوں اور تم مجھے نہ دیکھو اسکے چلے جانے کے بعد آپؑ باہر آئے تو سلیمان نے کہا آپؑ پر قربان جاؤں آپ نے عطائے وافر سے اسے نوازا ہے اور رحم وکرم فرمایا ہے پھر آپؑ نے اپنا چہرہ کو اس سے کیوں چھپایا ہے۔

فرمایا اس خوف سے کہ میں سوال کی ذلت اس کے چہرے پر نہ دیکھوں اس وجہ سے کہ اس کی حاجت پوری کی ہے کیا تو نے رسولؐ خدا کی یہ حدیث نہیں سنی کہ نیکی کو چھپا کر کرنے والا ستر حج کے برابر ہے، یعنی اس کا عمل اور بدی کو ظاہر کرنے والا مخذول ہے اور کی امداد نہیں ہوتی اور اس کو چھپانے والا بخش دیا جاتا ہے کیا تم نے پہلے شاعر کا کلام نہیں سُنا **متیٰ آته یوماً أطالب حاجة رجعتُ الیٰ اھلی ووجھی بمآئه** اس کا ماحصل یہ ہے کہ میرا ممدوح وہ شخص ہے کہ اگر کسی دن میں کوئی حاجت لے کر اس کے پاس جاؤں تو میں اپنے اہل وعیال کی طرف اس حالت میں واپس آتا ہوں کہ میری آبرو اپنی جگہ پر باقی ہوتی ہے اس طرح مجھ سے برتاؤ کرتا ہے کہ میں ذلت سوال میں گرفتار نہیں ہوتا۔

مولف کہتا ہے کہ ابن آشوب مناقب میں اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت نے خراسان میں عرفہ ایک دن اپنا تمام مال بخش دیا، فضل بن سہل نے کہا کہ یہ غرامت (چٹی) ہے، فرمایا بلکہ غنیمت ہے، پھر فرمایا غرامت شمار نہ کرو اس چیز کو کہ جس سے اجر وکرامت کے طلب گار رہو۔ انتھی

واضح ہو کہ حضرت امام رضاء علیہ السلام سے متوسل ہوتا سفر بری یا بحری میں سلامتی کے لیے اور اپنے وطن پہنچنے اور غم واندوہ غربت سے چھٹکارا پانے کے لے نفع مند ہے اور حضرت صادقؑ کے کلام میں گزر چکا ہے کہ آپؑ نے حضرتؑ کو دادرس وفریادرس امّت

کے ساتھ تعبیر کیا ہے اور حضرت کی زیارت میں ہے السلام علیٰ غوث الھفان ومن صارته به ارض و فراسان خراسان بیچارہ لوگوں کے فریادرس اور وہ شخص کہ جس کی وجہ سے خراسان کی زمین محل خورشید ہوئی آپؑ پر سلام یہ معنی حموی نے معجم میں خراسان کا کیا ہے۔

آٹھویں خبر: ابن شہرآشوب نے موسیٰ بن سیار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام رضاؑ کے ساتھ تھا اور آپؑ طوس شہر کی دیواروں کے قریب پہنچ چکے تھے اچانک میں نے شیون وفغان وگریہ ونالہ کی آواز سنی، پس میں اس آواز کے پیچھے گیا اچانک ہم نے ایک جنازہ دیکھا جب میری نگاہ جنازہ پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ میرے سید وسردار نے پاؤں رکاب سے نکالے اور پیادہ ہو گئے اور جنازہ کے قریب گئے اور اسے اٹھایا اور خود کو جنازہ کے ساتھ ملا دیا جس طرح بکری کے نوزائیدہ بچے کو اس کی ماں کے ساتھ چسپاں کرتے ہیں، پھر آپؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا اے موسیٰ بن سیار جو ہمارے دوستوں میں سے کسی دوست کی تشیع جنازہ کرے تو وہ گناہوں سے اس دن کی طرح باہر آجاتا ہے کہ جس دن وہ ماں کے شکم سے پیدا ہوا تھا کہ اس کے ذمہ کوئی گناہ نہیں تھا اور جب اس جنازہ کو قبر کے پاس زمین پر رکھا گیا تو میں نے اپنے آقا امام رضاؑ کو دیکھا کہ وہ میت کے طرف گئے اور لوگوں کو ہٹایا اور خود کو جنازہ کے قریب پہنچایا اور اس کے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے فلاں بن فلاں تجھے بشارت ہو جنت کی۔ اس وقت کے بعد پھر تمہارے لیے کوئی وحشت وخوف نہیں ہے۔

میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں کیا آپؑ اس شخص میت کو پہچانتے ہیں حالانکہ خدا کی قسم آپؑ نے زمین کی اس جگہ کو نہ دیکھا ہے اور آپؑ یہاں آئے ہیں۔

فرمایا اے موسیٰ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ ہم گروہ آئمہ کے سامنے ہر صبح وشام ہمارے شیعوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں پس اگر کوئی کوتاہی وتقصیر ان کے کے اعمال میں دیکھتے ہیں تو خداوند عالم سے خواہش کرتے ہیں کہ اسے معاف کردے اور اگر کوئی اچھا کام ان سے دیکھتے ہیں تو خدا سے شکر یعنی اس کی جزا کا سوال کرتے ہیں، بجالاتے ہیں۔

نویں خبر: شیخ کلینی نے سلیمان جعفری سے روایت کی ہے کہ میں ایک کام کے سلسلہ میں حضرت امام رضاؑ کے ساتھ تھا جب میں نے چاہا کہ اپنے گھر کی طرف واپس جاؤں تو فرمایا میرے ساتھ واپس چلو اور آج رات میرے پاس رہو تو میں حضرتؑ کے ساتھ گیا پس حضرتؑ غروب آفتاب کے وقت گھر میں داخل ہوئے اور آپؑ نے اپنے غلاموں کو دیکھا کہ وہ گارا بنانے میں مشغول ہیں گھوڑوں کی جگہ بنانے کے لیے یا کسی اور مقصد کے لیے، اچانک آپؑ نے دیکھا کہ ایک سیاہ رنگ شخص بھی ان کے ساتھ ہے جو کہ ان میں سے نہیں تھا۔

آپؑ نے فرمایا اس کا تمہارے ساتھ کیا کام ہے وہ کہنے لگے یہ ہماری مدد کرے گا اور ساتھ دے گا اور ہم اس کی کچھ مدد کریں گے، فرمایا اس کی مزدوری کی بات کر لی تھی کہنے لگے کہ نہیں یہ شخص راضی ہو جائے گا جو کچھ کہ ہم نے اسے دے دیا، پس

حضرتؑ ان کی طرف مڑے اور انہیں تازیانے سے مارا اور اس کام پر بہت سخت غضب ناک ہوئے۔

میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ خود کو کیوں اذیت و تکلیف میں ڈال رہے ہیں، فرمایا میں نے بارہا انہیں اس کام سے منع کیا ہے اور یہ کہ کوئی ان کے ساتھ کام نہ کرے گا، مگر یہ کہ پہلے اس سے مزدوری طے کرلیں، جان لو کہ کوئی ایسا نہیں کہ جو تیرا کام طے کیے بغیر کرے اور تو اسے اس کی مزدوری سے تین گنا دے، مگر وہ گمان کرے گا کہ تو نے اسے کم مزدوری دی ہے اور اگر اس کے ساتھ طے کرلو اور اسے پوری مزدوری دے دو تو وہ تمہاری تعریف کرے گا کہ تم نے وعدہ وفائی کی ہے اور اگر اس کی مزدوری سے ایک دانہ بھی زیادہ دیا تو اسے احسان سمجھے گا اور اس اضافے کو مدنظر رکھے گا۔

نیز یاسر خادم نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب امام رضا علیہ السلام خلوت میں بیٹھتے تو اپنے سب خدم وحشم چھوٹے بڑے کو اکٹھا کرتے اور ان سے بیٹھ کر باتیں کرتے اور ان سے محبت سے پیش آتے اور حضرت اس طرح تھے کہ جب دسترخوان پر بیٹھتے تو کسی چھوٹے بڑے کو نہ رہنے دیتے یہاں تک کے اصطبل کا سائیس اور حجام کو، مگر یہ کہ اسے اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھاتے اور یاسر کہتا ہے کہ ہم سے حضرتؑ نے فرمایا ہوا تھا کہ اگر میں تمہارے سر پر آکھڑا ہوں جب کہ تم کھانا کھا رہے ہو تو فارغ ہونے سے پہلے کھڑے نہ ہو اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ہم میں سے کسی کو آپؑ بلاتے اور کہا جاتا کہ وہ کھانا کھا رہا ہے تو فرماتے فارغ ہونے تک اسے رہنے دو۔

دسویں خبر: شیخ کلینی نے اہل میں سے ایک شخص سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں خراسان کے سفر میں آپؑ کے ساتھ تھا پس ایک دن آپؑ نے اپنا دسترخوان منگوایا اور اس پر اپنے تمام غلاموں کو اکٹھا کیا، حبشیوں اور دوسروں کو، میں نے عرض کیا قربان جاؤں کاش آپؑ نے ان کا دسترخوان الگ کردیا ہوتا، فرمایا خاموش رہو ہم سب کا پروردگار ایک ہے اور ہمارے ماں باپ ایک ہیں اور جزا کا دارومدار اعمال پر ہے۔

مولف کہتا ہے کہ اس طرح تھی آپؑ کی حالت فقراء ورعایا کے ساتھ، لیکن جب فضل بن سہل ذوالریاستین حضرتؑ کی خدمت میں آیا تو ایک گھنٹہ تک کھڑا رہا یہاں تک کہ حضرتؑ نے اس کی طرف سر بلند کرکے فرمایا کیا کام ہے، عرض کیا اے میرے آقا یہ نوشتہ ہے جو امیر المومنین یعنی مامون نے میرے بیٹے کے لیے لکھا ہے اور اس نے کتاب حبوہ کی طرف اشارہ کیا جو مامون نے اسے عطاء کی تھی اور اس میں وہ کچھ تھا جو اس نے مامون سے خواہش کی تھی مال واملاک وسلطنت میں سے اور عرض کیا آپؑ زیادہ حق رکھتے ہیں مامون سے اس طرح کی عطا کے جو مامون نے کی ہے، کیونکہ آپؑ ولی عہد مسلمین ہیں، حضرت نے فرمایا کہ اسے پڑھو اور وہ کتاب بڑی جلد میں تھی، پس وہ مسلسل کھڑا رہا اور پڑھتا رہا جب وہ پڑھنے سے فارغ ہوا تو حضرت نے فرمایا **فضل ولك علينا هذا اما اتقيت الله عزوجل** یعنی اے فضل تیرے لیے ہے تم پر یہ نوشتہ جب تک تو مخالفت خداوند عزوجل سے پرہیز کرے۔غرض یہ کہ آپؑ نے فضل کو بیٹھنے کی اجازت نہ دی یہاں تک کہ وہ باہر چلا گیا۔

گیارہویں خبر: شیخ صدوق نے جابر بن ابی ضحاک سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مامون نے ہمیں بھیجا تاکہ ہم امام رضا

علیہ السلام کو مدینہ سے مرد لے آئیں اور مجھے حکم دیا کہ آپؑ کو بصرہ و اہواز و فارس کے راستہ سے لے کر آؤں اور رقم کے رستہ نہ لے آؤں اور یہ بھی حکم دیا کہ حضرتؑ کی رات دن حفاظت کروں یہاں تک کہ اس کے پاس پہنچا دوں، پس میں حضرتؑ کی خدمت میں تھا مدینہ سے مرد تک خدا کی قسم میں نے کوئی شخص حضرتؑ کی طرح تمام اوقات میں کثرت ذکر خدا اور شدت خوف الٰہی میں نہیں دیکھا اور حضرت کی عادت اس طرح تھی کہ جب صبح ہوتی تو صبح کی نماز ادا کرتے اور نماز کے سلام کے بعد اپنے مصلیٰ پر بیٹھ جاتے اور مسلسل تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل خدا پڑھتے اور صلوات رسولؐ و آلؑ پر بھیجتے رہتے، یہاں تک کہ سورج نکل آتا اس کے بعد سجدہ میں جاتے اور سجدہ میں اتنا طول دیتے کہ دن چڑھ آتا پھر آپؑ پھر آپؑ سر سجدہ سے اٹھاتے اور لوگوں سے گفتگو کرتے اور انہیں موعظ فرماتے سورج کے ڈھلنے کے قریب تک، اس کے بعد تجدید وضو کرتے اور اپنے مصلیٰ کی طرف پلٹ جاتے اور جب زوال ہو جاتا تو کھڑے ہو کر چھ رکعت نماز نافلہ پڑھتے اور پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ ''قُل یا ایھا الکافرون'' اور دوسری رکعت میں باقی چار رکعتوں میں حمد کے بعد ''قل ھو اللہ ھو احد'' پڑھتے اور ہر دو رکعت کے بعد سلام پھرتے اور دوسری رکعت کے رکوع سے پہلے قرائت کے بعد قنوت پڑھتے اور جب ان چھ رکعتوں سے فارغ ہو جاتے تو کھڑے ہو کر نماز کی اذان کہتے اور اذان کے بعد باقی دو رکعت نافلہ بجالاتے اس کے بعد اقامت نماز کہتے اور نماز ظہر شروع کرتے، جب سلام نماز کہتے تو تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل خدا کہتے جتنا خدا چاہتا۔ پھر سجدہ شکر بجا لاتے اور سجدہ میں سو مرتبہ کہتے ''شکر اللہ'' پھر سر اٹھاتے اور نافلہ عصر کے لیے کھڑے ہوتے، پس چھ رکعت نافلہ عصر بجالاتے اور ہر رکعت میں الحمد کے بعد سورہ ''قُل ھُو اللہ احد'' پڑھتے اور ہر دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے اور سلام کہتے اور جب ان چھ رکعتوں سے فارغ ہوتے تو نماز عصر کی اذان کہتے پھر باقی دو رکعت نافلہ قنوت کے ساتھ پڑھتے، پھر اقامت کہہ کر نماز عصر شروع کرتے اور جب سلام پھیرتے تو تسبیح و تحمید و تہلیل خدا کو جتنا چاہتے سجدہ میں جا کر سو دفعہ کہتے ''الحمد للہ'' اور جب دن آخر کو پہنچتا اور سورج غروب ہوتا تو سورج غروب ہوتا تو آپؑ وضو کرتے اور اذان و اقامت کہہ کر تین رکعت نماز مغرب بجالاتے اور دوسری رکعت میں رکوع سے پہلے اور قرائت کے بعد قنوت پڑھتے اور جب سلام نماز دیتے تو اپنے مصلیٰ سے حرکت نہ کرتے اور تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کہتے جتنا خدا چاہتا، پھر سجدہ شکر بجالاتے پس سر سجدہ سے اٹھاتے اور کسی سے بات نہ کرتے یہاں تک کہ کھڑے ہو کر چار رکعت نافلہ دو سلام اور قنوت کے ساتھ بجالاتے اور ان چار رکعتوں میں پہلی رکعت میں ''الحمد و قُل یا ایھا الکافرون'' اور دوسری میں الحمد اور توحید پڑھتے اور جب ان چار رکعتوں سے فارغ ہو جاتے تو بیٹھ کر تعقیبات پڑھتے جتنا خدا چاہتا، پس افطار کرتے اس کے بعد تقریباً ثلث رات تک رُکے رہتے پھر کھڑے ہو کر چار رکعت نماز عشاء دوسری رکعت میں قنوت کے ساتھ پڑھتے اور سلام کے بعد اپنے مُصلے پر بیٹھ جاتے اور ذکر خدا بجالاتے جتنا خدا چاہتا، تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل کہتے اور تعقیب کے بعد سجدہ شکر بجالاتے، پھر اپنے بستر پر چلے جاتے اور جب رات کا آخری ثلث باقی رہ جاتا تو بستر سے اٹھتے در آنحالے کہ تسبیح و تحمید و تکبیر و تہلیل اور استغفار میں مشغول ہوتے، پس مسواک کرتے اور وضو کر کے آٹھ نماز تہجد میں مشغول ہوتے اس طریقہ پر ہر دو رکعت کے بعد سلام پھیرنے اور پہلی رکعت میں الحمد اور تیس مرتبہ ''قل ھو اللہ احد'' پڑھتے اور ان دو رکعتوں کے بعد چار رکعت نماز جعفر طیار بجالاتے اور اسے نماز شب میں حساب

کرتے جب ان چھ رکعتوں سے فارغ ہوتے تو دو رکعت اور پڑھتے ،پہلی رکعت میں الحمد اور سورہ تبارک الملک اور دوسری میں الحمد کے بعد سورہ ''ھل اتی علی الانسان '' پڑھتے اور جب سلام پھیرتے تو دو رکعت نماز شفع بجالاتے ہر رکعت میں الحمد کے بعد تین مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھتے اور دوسری رکعت میں قنوت پڑھتے اور جب نماز شفع سے فارغ ہوتے تو کھڑے ہوجاتے اور ایک رکعت وتر بجالاتے اور اس رکعت میں حمد کے بعد تین مرتبہ ''قل ھو اللہ احد '' پڑھتے اور ایک دفعہ ''قل اعوذ برب الفلق '' اور ایک دفعہ ''قل اعوذ برب الناس '' پڑھتے پھر قنوت پڑھنا شروع کرتے اور قنوت میں پڑھتے ،اللھم صل علیٰ محمد و آل محمد اللھم اھدنا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت و تولنا فیمن تولیت و بارك لنا فیمن اعطیت وقنا شر ما قضیت فانك تقضی علیك انه لایذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا و تعالیت، پھر ستر دفعہ کہتے ''استغفر اللہ و اسئلهُ التوبة '' جب سلام پھرتے تو تعقیبات پڑھنے کے لیے بیٹھ جاتے اور جب صبح صادق نزدیک ہوتی تو دو رکعت میں حمد و توحید پڑھتے اور جب طلوع فجر ہوتا تو اذان و اقامت کہتے اور دو رکعت نماز فریضہ واجب صبح بجالاتے ، جب سلام کہتے تو سورج نکلنے تک تعقیبات پڑھتے رہتے پھر سجدہ شکر بجالاتے اور انہیں اتنا طول دیتے کہ دن چڑھ آتا۔

اور آنجناب کی عادت یہ تھی کہ تمام واجب یومیہ نمازوں میں پہلی رکعت میں ''الحمد اور انا انزلنا'' اور دوسری رکعت میں الحمد قل ھو اللہ احد پڑھتے مگر جمعہ کے دن صبح ظہر وعصر کی پہلی رکعت میں الحمد اور سورہ جمعہ اور دوسری رکعت میں الحمد اور ''ھل اتی علی الانسان '' اور دوسری رکعت میں الحمد اور ''ھل اتیك حدیث الغاشیته '' بلند آواز کے ساتھ پڑھتے نماز مغرب وعشاء و نماز تہجد و شفع و وتر اور نماز صبح کی قرآئت کو اور آہستہ قرآئت کرتے ،نماز ظہر وعصر میں اور چار رکعتیں نمازوں کی آخری دو رکعتوں میں تین مرتبہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھتے اور تمام نمازوں کے قنوت میں رب اغفر وارحم و تجاوز عما تعلم انك انت الاعز الاجل والا کرم پڑھتے اور جس شہر میں دس دن رہنے کا قصد کرتے تو دن کو روزہ رکھتے اور جب رات ہوتی تو نماز کی ابتدا کرتے افطار کرنے سے پہلے اور درمیان راہ جہاں مقیم نہ ہوتے تو واجبی نمازیں دو دو رکعت پڑھتے سوائے مغرب کے کہ وہی تین رکعتیں بجالاتے اور نافلہ مغرب و نماز تہجد و شفع و وتر اور دو رکعت نافلہ صبح کو ترک نہ کرتے نہ سفر میں اور نہ ہی حضر میں ،البتہ دن کے نوافل سفر میں ترک کردیتے اور ہر قصر نماز کے بعد جو کہ ظہر وعصر وعشاء ہیں تین مرتبہ ''سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر '' کہتے اور فرماتے کہ نماز کی تکمیل و تمامیت کے لیے ہے اور میں نے آپ کو نماز عید الضحیٰ سفر وحضر میں پڑھتے نہیں دیکھا اور سفر میں کوئی روزہ نہیں رکھتے تھے اور آپ کی عادت یہ تھی کہ دعا کرنے سے پہلے صلوات رسولؐ اور آل رسول علیہم السلام پر بھیجتے اور یہ عمل نماز اور غیر نماز میں بہت کرتے اور رات کو جب بستر پر لیٹتے تو تلاوت قرآن زیادہ کرتے اور جب گزرتے کسی ایسی آیت سے کہ جس میں بہشت یا جہنم کا تذکرہ ہوتا تو گریہ کرتے اور خدا سے جنت کا سوال کرتے اور جہنم سے پناہ مانگتے اور اپنی تمام شب وروز کی تمام نمازوں میں بسم اللہ بلند آواز سے کہتے ،اور جب قل ھو اللہ احد کی تلاوت کرتے تو اس آیت کے بعد اللہ احد کہتے اور جب اس سورہ سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ کذلك اللہ ربنا کہتے اور جب قل یاایھا الکافرون پڑھتے تو آہستہ سے یاایھا

لا کافرون کہتے اور جب اس سورہ سے فارغ ہوتے تو تین مرتبہ ربی اللہ و دینی الاسلام کہتے اور جب سورہ والتین والزیتون کی تلاوت کرتے تو اس سے فراغت کے بعد کہتے ''سبحانك اللھم بلی'' اور سورہ جمعہ کی قرائت کرتے تو قل ما عند اللہ اللہ خیر من اللھو و من التجارۃ کے بعد یہ کہے للذین اتقو پھر کہتے واللہ خیر الرازقین اور جب سورہ فاتحہ سے فارغ ہوتے تو کہتے الحمد اللہ رب العلمین اور جب سبح اسم ربك الاعلی پڑھتے تو آہستہ سے کہتے سبحان ربی الاعلی اور جب قرآن میں یا ایھا الذین امنو کی تلاوت کرتے تو آہستہ سے کہتے لبیك اللھم لبیك اور آپؑ کسی شہر میں وارد نہیں ہوتے تھے مگر یہ کہ لوگ آپ کا قصد کرتے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور جب آپؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوتے تو اپنے معالم دین کے متعلق سوال کرے اور حضرت انہیں جواب دیتے اور ان سے بہت سی احادیث بیان کرتے جو کہ مروی ہوتیں آپؑ کے والد واجداد سے امیر المومنین سے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور جب میں حضرت کو مامون کے پاس لے گیا اور اس نے آپ کے راستہ کے حالات مجھ سے پوچھے تو میں نے اسے خبر دی ان چیزوں کے متعلق جو میں نے آپؑ میں دیکھی تھیں رات و دن اور سفر و حضر کے اوقات میں۔

پس مامون کہنے لگا ہاں بیشک اے ابوضحاک علیؑ بن موسیٰؑ بہترین اہل زمین اور ان سے زیادہ عالم اور زیادہ عابد ہے لیکن جو کچھ تو ان سے دیکھا ہے لوگوں کو اس کی خبر نہ کرنا اس وجہ سے کہ میں چاہتا ہوں کہ انہیں بلند کروں اور ان کی قدر و منزلت کو اونچا کروں تمام حدیث شد حدیث شریف۔

علامہ مجلسی نے بحار میں نقل فرمایا ہے کہ یہ دعا امام رضا علیہ السلام کی اس وقت کی ہے کہ جب مامون آپؑ پر غضب ناک ہوا اور اس دعا کے پڑھنے کے بعد اس کا غصہ ساکن ہو گیا۔

باللہ استفتح و باللہ استنجح و بمحمد صل اللہ علیہ وآلہ توجہ اللھم سھل لی حزونۃ امری کلہ و یسر لی صعوبتہ انك تمحو ماتشاء و تثبت و عندك ام لکتاب

اور نقل فرمایا ہے حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام سے کہ کبھی میں مہموم و مغموم نہیں ہوا کسی امر کے لیے اور مجھ پر میری معاش تنگ نہیں ہوئی اور کسی شجاع حریف کے مدمقابل نہیں ہوا، لیکن یہ دعا پڑھی اور خداوند عالم نے میرے ہم و غم کو دور کیا اور مجھے دشمن پر نصرت دی اور جان لو کہ حضرتؑ کی تسبیح ہر ماہ کی دس اور گیارہ کے دن کی ہے اور وہ تسبیح یہ ہے۔

سبحان خالق النور سبحان خالق الظلمۃ سبحان خالق المیاہ سبحان خالق السمٰوت سبحان خالق الارضین سبحان خالق الریاح والنسمات سبحان خالق الحیٰوۃ والموت سبحان خالق الثری والفلوات سبحان اللہ وبحمدہ۔

فقیر کہتا ہے کہ بعد کی فصل میں بہت سے مناقب ومکارم اخلاق حضرت امام رضا علیہ آلاف التحیہ والثناء والتسلیم بھی ذکر ہوں گے۔ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

تیسری فصل

حضرت امام رضا علیہ السلام کے دلائل ومعجزات

اور ہم چند معجزات پر اکتفاء کرتے ہیں کہ جن میں سے پہلے دس معجزہ عیون اخبار سے ہیں۔

پہلا معجزہ! محمد بن دادو سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں اور میرا بھائی حضرت رضاؑ کے پاس تھے کہ کوئی شخص آیا اور اس نے خبر دی کہ محمد بن جعفر کی ٹھوڑی باندھ دی گئی ہے یعنی وہ مر گیا ہے۔

پس حضرتؑ گئے اور ہم بھی آپؑ کے ساتھ گئے ہم نے دیکھا کہ اس کے جبڑے باندھ دیئے گئے ہیں اور اسحاق بن جعفرؑ اور اس کے بیٹے گروہ اور آل ابو طالب گریہ کر رہے ہیں، حضرت ابوالحسنؑ اس کے سرہانے جا بیٹھے اور اس کے چہرہ پر نگاہ کر کے تبسم فرمایا، اہل مجلس کو بُرا لگا بعض اہل مجلس کہنے لگے کہ یہ تبسم اپنے چچا کی موت کی خوشی میں کیا ہے۔

راوی کہتا ہے پس حضرت کھڑے ہو گئے اور باہر چلے آئے اور مسجد میں آکر نماز ادا کی ہم نے کہا آپؑ پر قربان جائیں آپؑ کے بارے میں ہم نے جو کچھ سنا وہ برا معلوم ہوا جب کہ آپؑ نے تبسم کیا۔

فرمایا مجھے اسحاق کے رونے پر تعجب ہوا، حالانکہ بخدا وہ محمد سے پہلے مرے گا اور محمد اس پر گریہ کرے گا، راوی کہتا ہے پس محمد اس بیماری سے اٹھ کھڑا ہوا اور اسحاق مر گیا۔

نیز یحییٰ بن محمد بن جعفر علیہ السلام سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے والد سخت بیمار ہوئے اور امام رضا علیہ السلام ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے اور میرا چچا اسحاق بیٹھ کر رونے لگا اور سخت جزع وفزع کر رہا تھا یحییٰ کہتا ہے کہ امام رضاؑ میری طرف ملتفت ہوئے اور فرمایا تیرا چچا کیوں رو رہا ہے میں نے عرض کیا وہ اس حالت سے ڈر رہا ہے کہ جسے آپ دیکھ رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا غم نہ کرو اسحاق عنقریب تیرے باپ سے پہلے فوت ہوگا، یحییٰ کہتا ہے کہ میرا باپ تندرست ہو گیا اور اسحاق فوت ہو گیا۔

دوسرا معجزہ! علی بن احمد بن عبداللہ بن احمد بن عبداللہ برقی روایت کرتا ہے اپنے باپ سے احمد بن عبداللہ سے اس کے باپ سے حسین بن موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام سے وہ کہتا ہے کہ ہم ابوالحسن رضا علیہ السلام کے زمانہ میں تھے اور ہم بنی ہاشم میں سے چند نوجوان تھے کہ جعفر بن عمر علوی ہمارے قریب سے گزرا اور وہ پرانی ہیئت میں تھا یعنی اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے اور خراب

حالت میں تھا ہم نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور اس کی ہیت پر ہنسے۔

حضرت امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ عنقریب اسے دیکھو گے مال اور اس کے بہت سے تابعین ہوں گے پس ایک ماہ یا اس کے قریب ہی گزرا تھا کہ وہ مدینہ کا والی ہوگیا اور اس کی حالت اچھی ہوگئی، وہ ہمارے قریب سے گزرتا اور اس کے ساتھ خواجہ سرا اور خدم وچشم ہوتے تھے اور یہ جعفر بن محمد بن عمر بن حسن بن علی بن عمر بن علی بن الحسین علیہم السلام تھا۔

تیسرا معجزہ! ابو حبیب بناجی سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ رسولؐ خدا بناج میں تشریف لائے ہیں اور اس مسجد میں کہ حاجی ہر سال جس میں آکر ٹھہرتے تھے نزول اجلال فرمایا ہے، گویا میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور آپؐ کو سلام کیا ہے اور میں آپؐ کے سامنے کھڑا ہوگیا ہوں اور میں نے دیکھا کہ آپؐ کے سامنے ایک طبق ہے مدینہ کے کھجوروں کے پتوں کا بنا ہوا اور اس میں صیہانی خرمے ہیں آپؐ نے اس میں سے ایک مٹھی بھر کر مجھے دیئے، میں نے شمار کیا تو اٹھارہ دانے تھے پس میں نے اس طرح تاویل کی کہ میں خرموں کی تعداد کے برابر یعنی اٹھارہ سال زندہ رہوں گا اور جب اس خواب کو بیس دن گزر گئے تو میں اپنی زمین میں تھا کہ جس کو زراعت کے لئے درست کر رہا تھا کسی نے آکر امام رضا علیہ السلام کے آنے کی اطلاع دی کہ آپؑ اس مسجد میں تشریف فرما ہیں اور مدینہ سے آئے ہیں اور لوگ ان کی زیارت کے لیے جارہے ہیں پس میں آیا تو دیکھا کہ آپؑ اسی جگہ بیٹھے ہیں کہ جہاں میرا پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بیٹھے ہوئے دیکھا تھا اور آپؑ کے نیچے ایک چٹائی تھی کہ جس طرح حضورؐ کے نیچے تھی اور آپؑ کے سامنے کھجوروں کے پتوں سے بنا ہوا ایک طبق تھا اور اس میں صیہانی خرمے تھے میں نے سلام کیا اور آپؑ نے سلام کا جواب دیا اور مجھے قریب بلایا اور خرمے مٹھی بھر کر مجھے دیئے، میں نے شمار کیے تو اسی تعداد میں تھے کہ جتنے رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ سلم نے دیئے تھے میں نے عرض کیا فرزند رسول کچھ زیادہ دیجئے فرمایا اگر رسول خداؐ اس زیادہ دیتے تو ہم بھی دیتے۔

چوتھا معجزہ! روایت کی ہے احمد بن علی بن حسین ثالثی نے ابوعبداللہ بن عبدالرحمن معروف بصفوانی سے وہ کہتا ہے کہ ایک قافلہ خراسان سے کرمان کی طرف روانہ ہوا اور ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کر دیا اور ان میں سے ایک شخص کو انہوں نے پکڑ لیا کہ جیسے وہ مالدار سمجھتے تھے، وہ ایک مدت تک ان کے قبضہ میں رہا سے وہ عذاب اور تکلیف پہنچاتے رہے تاکہ وہ اپنا فدیہ دے کر چھٹکارا حاصل کرے، ایک تکلیف ان میں سے اسے یہ دی کہ برف پر اسے کھڑا کیا اور اس کا منہ برف سے بھر دیا، پس ان کی ایک عورت کو اس پر رحم آیا، اس نے اسے رہا کر دیا اور وہ وہاں سے بھاگ آیا، پس اس کے منہ اور زبان خراب ہوگئے اور وہ بات نہیں کرسکتا تھا وہ خراسان میں آیا اور اس نے امام رضاء علیہ السلام کی خبر سنی اور یہ کہ وہ جناب نیشاپور میں ہیں۔ پس اس نے عالم خواب میں دیکھا کہ گویا کوئی اس سے کہہ رہا ہے کہ فرزند رسول خراسان میں تشریف فرما ہیں اپنی بیماری کا علاج ان سے پوچھ لے ہوسکتا ہے کہ وہ تجھے ایسی دعا بتائیں جو تیرے لیے نفع ہو وہ کہتا ہے کہ میں نے عالم خواب میں ہی دیکھا کہ میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور جو مصیبت مجھ پر آئی تھی میں نے اس کی شکایت کی اور اپنی بیماری بتائی تو مجھ سے فرمایا زیرہ اور نمک لے کر اسے کوٹ لو اور اسے منہ میں رکھو، دو تین مرتبہ

ایسا کرو تو صحت و عافیت پاؤ گے۔

پس وہ شخص خواب سے بیدار ہوا، لیکن اس نے اس خواب پر غور نہ کیا جو اس نے دیکھا تھا اور نہ اس میں اہتمام کیا یہاں تک کہ وہ نیشاپور کے دروازے پر پہنچا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ امام رضاء علیہ السلام نے نیشاپور سے کوچ کیا ہے اور رباط سعد میں ہیں۔ اس شخص کے دل میں آیا کہ حضرت کی خدمت میں جائے اور اپنا واقعہ ان سے بیان کرے شاید آپ کوئی ایسی دوا بتا دیں جو فائدہ مند ہو۔

پس وہ رباط سعد میں آیا اور حضرتؑ کی بارگاہ میں گیا اور کہنے لگا ''اے فرزند رسولؐ میرا واقعہ اس طرح ہے اور میرا منہ اور زبان خراب ہو گئے ہیں اور میں بڑی مشکل سے بات کر سکتا ہوں، پس مجھے کوئی ایسی دوا بتایئے کہ جس سے مجھے فائدہ ہو''

فرمایا کیا میں نے تمہیں عالم خواب میں دوا بتائی نہیں؟ جاؤ اور جو کچھ میں نے تمہیں خواب میں بتایا اس پر عمل کرو۔ اس شخص نے عرض کیا فرزند رسولؐ اگر آپؑ توجہ فرمائیں ایک دفعہ دوبارہ ارشاد ہو جائے فرمایا تھوڑا سا زیرہ سعتر اور نمک لے لو اور انہیں کوٹ کر منہ میں رکھو دو دفعہ یا تین دفعہ عنقریب صحت و عافیت پاؤ گے۔ اس شخص نے اس پر عمل کیا اور صحت یاب ہو گیا۔

پانچواں معجزہ! ریان بن الصلت سے روایت ہے کہ جس وقت میں نے عراق کا قصد کیا اور ارادہ کیا کہ امام رضاء علیہ السلام سے رخصت ہوں تو میرے دل میں تھا کہ جب آپؑ سے رخصت ہوں گا تو اس سے ان کے بدن کے کپڑوں میں سے ایک پیراہن مانگوں گا تا کہ مجھے اس میں دفن کریں اور ان کے مال میں سے چند درہم کی خواہش کروں گا اور بیٹیوں کے لیے ان سے انگوٹھیاں بنواؤں گا جب میں آپ سے رخصت ہوا تو آپ فراق میں گریہ و اندوہ نے مجھ پر غلبہ کیا اور میں بھول گیا کہ وہ چیزیں آپؑ سے مانگتا۔ جب میں باہر آیا تو آپؑ نے مجھے آواز دی ''اے ریان واپس آؤ'' میں واپس گیا تو فرمایا کیا تو یہ نہیں چاہتا کہ تجھے چند درہم دوں کہ جس سے تو اپنی بیٹیوں کو انگوٹھیاں درست کرے اور کیا تجھے یہ پسند نہیں کہ میں اپنے تن کے کپڑوں میں سے ایک پیراہن تجھے دوں کہ جس میں تجھے کفن دیں، کیونکہ تیری زندگی آخر کو پہنچ گئی ہے؟''

میں نے عرض کیا اے میرے آقا میرے دل میں تو تھا کہ میں آپ سے مانگوں لیکن آپؑ کے فراق کے غم و اندوہ نے مجھے اس سے محروم رکھا، پس آپ نے تکیہ اٹھایا اور ایک پیراہن نکالا اور مجھے دے دیا اور مصلے کے نیچے سے چند درہم اٹھائے اور مجھے دیئے میں نے شمار کئے تو تیس درہم تھے۔

چھٹا معجزہ! ہرثمہ ابن عین سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں اپنے آقا و مولا یعنی امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں ان کے گھر گیا اور وہاں مامون کے گھر یہ ذکر ہو رہا تھا کہ حضرتؑ وفات پا گئے ہیں، لیکن یہ بات حد صحت کو نہ پہنچی تھی میں اندر گیا اور چاہتا تھا کہ آپؑ کے حضور میں جانے کی مجھے اجازت مل جائے، مامون کے خادموں اور معتمدین میں سے ایک خادم تھا کہ جسے صبیح دیلمی کہتے تھے اور میرے آقا کے دوستوں میں سے تھا، اس وقت صبیح باہر آیا جب اس نے مجھے دیکھا تو کہنے لگا اے ہرثمہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میں مامون کا خاص معتمد ہوں میں نے کہا کیوں نہیں، کہنے لگا تیس غلاموں کے ساتھ مامون نے رات کے پہلے تہائی حصے میں بلایا ہم

اس کے پاس گئے اور شمعوں کی کثرت کی وجہ سے اس کی رات دن کی طرح تھی اور کے پاس ننگی تلواریں زہر میں بجھی ہوئی رکھی تھیں، ہم میں سے ایک ایک کا نام لے کر اسے بلایا اور زبانی طور پر ہم سے عہد و میثاق لیا اور ہمارے علاوہ وہاں کوئی آدمی نہیں تھا وہاں، ہم سے کہنے لگا یہ عہد تم پر لازم ہے کہ جو کچھ میں تم سے کہوں وہ کرو گے اور اس کی خلاف ورزی نہیں کرو گے۔

ہم سب نے قسمیں کھائیں، کہنے لگا تم میں سے ہر ایک تلوار اٹھائے اور علیؑ بن موسیؑ الرضا کے حجرے کے اندر چلا جائے، اگر اسے کھڑا ہوا بیٹھا ہوا یا سویا ہوا پاؤ تو کوئی بات نہ کرے اور تلواریں اس پر رکھ دے اور گوشت خون بال ہڈی اور اس کے مغز کو ایک دوسرے میں ملا دے اس کے اوپر اس کا فرش لپیٹ دے اور اپنی تلواریں اس سے صاف کر لے اور میرے پاس آجائے اور تم میں سے ہر ایک رات کے لیے اس کام کو انجام دینے اور اس کو پوشیدہ رکھنے کے لیے دس تھیلیاں درہم کی ہیں اور دو دو وضیعہ منتخب یعنی مستقل و عمدہ جاگیریں میں نے معین کی ہیں، اور یہ تھیلیاں تمہارے لیے ہیں جب تک کہ میں زندہ ہوں و باقی ہوں۔

وہ کہتا ہے کہ پس ہم نے تلواریں ہاتھ میں لے لیں اور آپؑ کے حجرہ میں چلے گئے ہم نے دیکھا کہ آپؑ پہلو کے بل سوئے ہوئے ہیں اور وہ اپنے ہاتھ کو گردش دیتے اور کچھ گفتگو کر رہے تھے کہ جسے ہم نہ سمجھ سکتے تھے، پس ان غلاموں نے تلواریں نکال لیں اور میں نے اپنی تلوار اسی طرح رہنے دی اور کھڑا دیکھ رہا تھا اور گویا آپؑ ہمارے مقصد کو سمجھتے تھے، پس کوئی چیز بدن میں پوشیدہ تھی کہ جس پر تلوار کا اثر نہیں ہوتا تھا، وہ فرش ان پر لپیٹ کر مامون کے پاس آئے اور کہنے لگا تم نے کیا کیا ہے، کہنے لگے اے امیر جو حکم آپؑ نے دیا ہم بجالائے کہنے لگا، اس میں سے کوئی بات کسی سے نہ کہنا جب صبح ہوئی تو مامون باہر نکلا اور اپنی نشست پر سر برہنہ آیا تا کہ انہیں دیکھے اور میں اس کے آگے آگے جا رہا تھا، جب آپؑ کے حجرہ میں داخل ہونے لگا تو ہمہمہ سنا، لرزنے لگا اور مجھ سے کہنے لگا اس کے پاس کون ہے، میں نے کہا اے امیر المومنین مجھے معلوم نہیں، کہنے لگا جلدی جا کر دیکھو۔

صبیح کہتا ہے کہ ہم حجرہ کے اندر گئے ہم نے دیکھا کہ میرے سید و سردار اپنے محراب میں بیٹھے نماز میں مشغول اور تسبیح پڑھ رہے ہیں میں نے کہا اے امیر یہ تو ایک شخص محراب میں نماز اور تسبیح پڑھ رہا ہے۔

مامون کانپنے لگا اور مجھ سے کہا کہ تم لوگوں نے مجھ سے مذاق کیا ہے۔ خدا تم پر لعنت کرے، پس میری طرف اس جماعت میں سے رخ کیا اور کہنے لگا اے صبیح تو اسے پہچانتا ہے جا کر دیکھ کون نماز پڑھ رہا ہے، پس میں اندر گیا اور مامون واپس آ گیا اور جب میں آستانہ در پر پہنچا تو امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا۔ اے صبیح، میں نے عرض کیا لبیک اے میرے مولا اور میں منہ کے بل گر پڑا، فرمایا اٹھ کھڑا ہو خدا تجھ پر رحمت کرے وہ چاہتے ہیں کہ نور الٰہی کو اپنے پھونکوں سے خاموش کریں اور خدا اپنے نور کو تمام و مکمل کر کے رہے گا، چاہے کافر اسے بُرا سمجھیں، پس میں مامون کے پاس پلٹ کر واپس آیا میں نے دیکھا کہ اس کا منہ تاریک رات کی طرح کالا ہو گیا ہے۔

کہنے لگا اے صبیح کیا خبر لائے ہو میں نے کہا کہ اے امیر المومنین وہ جناب خود حجرے میں موجود ہیں، مجھے انہوں نے بلا کر یہ باتیں فرمائی ہیں، صبیح کہتا ہے پس مامون نے اپنے لباس کے بند نہ باندھے اور حکم دیا کہ اس کے کپڑے واپس کئے جائیں، یعنی

عزاداری کے کپڑے اتار دیئے اور اپنا لباس طلب کیا اور اسے پہن لیا اور کہنے لگا لوگوں سے کہو کہ آپؑ کو غش طاری ہو گیا تھا اور اب وہ ہوش میں آ گئے ہیں۔ ہرثمہ کہتا ہے کہ میں خدا کا بہت حمد شکر بجالایا اور اپنے آقا رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو فرمایا اے ہرثمہ جو کچھ صبیح نے تجھے بتایا ہے وہ کسی سے بیان نہ کرنا، مگر وہ شخص کہ جس کے دل کو خداوند عالم نے ہماری محبت وولایت پر ایمان رکھنے کے لیے امتحان نہ لے لیا ہو۔

ساتواں معجزہ! محمد بن حفص سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ مجھ سے حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے ایک آزاد کردہ غلام نے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ میں اور کچھ لوگ امام رضاء علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کسی بیابان میں پس ہمیں اور ہمارے چوپاؤں کو سخت پیاس لگی، اس حد تک کہ ہمیں اپنی جانوں کے لالے پڑ گئے کہ کہیں پیاس سے مر ہی نہ جائیں، پس حضرتؑ نے ہمیں ایک جگہ بتائی کہ وہاں چلو پانی مل جائے گا، وہ کہتا ہے کہ ہم اسی جگہ پہنچے تو وہاں ہمیں پانی مل گیا اور ہم نے اپنے چوپاؤں کو پانی دیا، یہاں تک کہ ہم اور جو قافلہ میں تھا سب سیراب ہو گئے، پس ہم نے وہاں سے کوچ کیا تو پھر حضرتؑ نے ہم سے فرمایا کہ ذرا چشمہ والی جگہ کو تلاش کرو ہم نے تلاش کیا تو ہمیں اونٹوں کی لید کے علاوہ وہاں کچھ نہ ملا اور چشمہ کا تو وہاں نام ونشان ہی نہ تھا، راوی کہتا ہے کہ یہ حکایت اولاد قنبر میں سے ایک شخص کے سامنے بیان کی، جس کے اعتقاد کے مطابق اس کی عمر ایک سو بیس سال ہو چکی تھی، اس قنبری شخص نے بھی یہی واقعہ اسی طرح بیان کیا۔ وہ کہنے لگا میں بھی آپؑ کی خدمت میں موجود تھا اور قنبری نے کہا کہ اس وقت حضرت خراسان کی طرف جا رہے تھے، مولف کہتا ہے کہ یہ واضح آیت ومعجزہ مشابہ ہے اس کے جو آپؑ کے جد بزرگوار سے ظاہر ہوا تھا، راہب کربلا وصحرہ کی حدیث میں اور اس معجزہ کو عامہ وخاصہ نے نقل کیا ہے اور شعراء نے اشعار میں نظم کیا اور اس کی کیفیت اس طرح ہے کہ حضرت امیرالمومنین کا صفین کی طرف جاتے ہوئے کربلا سے گزر ہوا تو آپؑ نے اصحاب سے فرمایا کہ جانتے ہو یہ کون سی جگہ ہے، خدا کی قسم یہ مصرع ومقتل ہے حسینؑ واصحاب حسین کا، پس تھوڑا سا راستہ طے کیا اور ایک راہب کے گرجے کے قریب پہنچے جو بیابان میں تھا، درانحالیکہ سخت پیاس آپؑ کے اصحاب کو لگی ہوئی تھی اور ان کا پانی ختم ہو چکا تھا، انہوں نے دائیں بائیں تلاش کیا پانی نہ مل سکا۔ حضرت نے فرمایا اس گرجا میں رہنے والے کو آواز دو کہ وہ تمہاری طرف دیکھے جب اس نے اس کی طرف دیکھا تو اس سے پانی کی جگہ پوچھی وہ کہنے لگا کہ میرے اور پانی کے درمیان لوگ دو فرسخ سے زیادہ فاصلہ ہے اور یہاں تو کوئی پانی نہیں اور لوگ میرے لیے ایک مہینہ کا پانی لے آتے ہیں کہ جس سے تنگی کے ساتھ میں زندگی بسر کرتا ہوں اور اگر ایسا نہ ہوتا تو میں بھی پیاس سے ہلاک ہو جاتا۔ حضرت نے اصحاب سے فرمایا تم نے راہب کی گفتگو سُن لی ہے کہنے لگے جی ہاں تو کیا آپ ہمیں حکم دیتے ہیں کہ جب تک ہم میں قوت وطاقت ہے اسی جگہ کی طرف جائیں کہ جس کی طرف راہب نے اشارہ کیا ہے اور وہاں سے پانی لے آئیں، فرمایا اس کی ضرورت نہیں پس آپؑ نے اپنے خچر کی گردن قبلہ کی طرف موڑی اور گرجا کے قریب ایک جگہ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں سے زمین کھودو۔

پس ایک گروہ نے بیلچے کے ساتھ وہاں سے مٹی ہٹائی، اچانک ایک بہت بڑا پتھر ظاہر ہوا جو کہ چمک رہا تھا، وہ لوگ کہنے

لگے اے امیر المومنین یہاں تو پتھر ہے کہ جس پر بیلچہ کام نہیں کرتا، فرمایا بیشک یہ پتھر پانی کے اوپر ہے، اگر یہ پتھر اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو پانی حاصل کر سکو گے، پس انہوں نے کوشش کی پتھر ہٹانے کی اور ایک گروہ جمع ہوا اور انہوں نے اس پتھر کو حرکت دی، لیکن وہ اسے نہ ہلا سکے اور ان کے لیے یہ کام سخت ہو گیا۔

حضرت نے جب یہ کیفیت دیکھی تو خچر سے اترے اور آستین الٹ دیں اور اپنی انگلیاں پتھر کے نیچے رکھ کر اسے حرکت دی، پس اسے اکھاڑ کر گئی ہاتھ دور پھینک دیا، پس پتھر ہٹا تو پانی ظاہر ہوا۔ ان لوگوں نے اس کی طرف سبقت کی اور اس سے پانی پیا اور وہ پانی تمام ان پانیوں سے کہ سفر میں انہوں نے پئے تھے زیادہ خوشگوار تھا، زیادہ ٹھنڈا اور صاف وشفاف تھا، پس آپؑ نے فرمایا اس پانی میں سے اپنا زادراہ لے لو اور سیراب ہو جاؤ، جتنا انہوں نے چاہا پانی پیا اور ساتھ بھی لے لیا، پس امیر المومنین اس پتھر کے پاس آئے اور اسے ہاتھ میں لے کر اس کی جگہ پر رکھ دیا اور حکم دیا کہ اس کے اوپر مٹی ڈال دو اور اس کا اثر ونشان پنہاں ہو گیا، لیکن آپؑ کے اصحاب میں سے ہر شخص پانی کی جگہ کو جانتا تھا، پس تھوڑا راستہ چلے تھے تو حضرت نے فرمایا کہ میرے حق کی قسم واپس چلو چشمہ والی جگہ پر اور دیکھو آیا اسے معلوم کر سکتے ہو؟ لوگ واپس آئے اور چشمہ کی جگہ کو ڈھونڈنے لگے اور جتنی کوشش کی اور ریت کو آگے پیچھے کیا پانی کا چشمہ تلاش نہ کر سکے، راہب نے جب اس پانی کی جگہ کو دیکھا تو پکار کر کہا، اے لوگو مجھے نیچے اتارو، پس کسی نہ کسی طریقہ سے اسے گرجا سے نیچے اتارا گیا اور وہ امیر المومنین کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اے بزرگوار آپؑ پیغمبر مرسل ہیں، فرمایا کہ نہیں، کہنے لگا ملک مقرب ہیں، فرمایا نہیں، اس نے کہا پس آپؑ کون ہیں فرمایا میں رسول خدا محمد بن عبداللہ خاتم النبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصی ہوں، پس راہب نے کلمہ شہادت پڑھا اور اسلام لے آیا اور کہنے لگا یہ گرجا اس جگہ اس شخص کی تلاش میں بنایا گیا ہے جو اس پتھر کو ہٹائے اور اس کے نیچے سے پانی نکالے اور مجھ سے پہلے کئی عالم گزر چکے ہیں اور وہ اس سعادت تک نہیں پہنچ سکے اور خداوند عالم نے مجھے یہ توفیق عنایت فرمائی ہے اور ہم اپنی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں اور اپنے علماء سے سنا ہے کہ زمین کے اس گوشہ میں ایک چشمہ ہے کہ جس کے اوپر ایک پتھر ہے کہ جس کی جگہ کو سوائے پیغمبر اور وصی پیغمبر کے کوئی نہیں جانتا، پس راہب حضرت امیر المومنینؑ کی فوج میں داخل ہو گیا اور حضرت کی ہمرکابی میں شہید ہوا۔ پس حضرتؑ اس کے دفن کے متولی ہوئے اور اس کے لیے بہت سا استغفار کیا اور سید حمیری نے اس واقعہ کو قصیدہ مذہبہ میں نظم کیا ہے اور فرمایا اس کے بعد سید کے قصیدہ کے اشعار ہیں کہ جنہیں ہم ترک کر رہے ہیں۔ مترجم

آٹھواں معجزہ! ہیثم بن ابومسروق نہدی سے روایت ہے محمد بن فضل کہتا ہے کہ میں بطن مرّ میں اترا تو مجھے پہلو اور پاؤں میں عرق مدنی نکل آئی اور اس کو علت رشتہ کہتے ہیں جو اس کی طرح کوئی جن پر ظاہر ہوتی ہے اور غالباً پاؤں پر نکلتی ہے، پس مدینہ میں حضرت امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، فرمایا تجھے میں کیوں تکلیف میں دیکھ رہا ہوں، میں نے عرض کیا جب بطن مر میں پہنچتا ہوں تو عرق مدنی میرے پہلو اور پاؤں سے نکل آئی ہے۔ پس آپؑ نے اس کی طرف اشارہ کیا جو پہلو میں بغل کے نیچے تھی اور کچھ پڑھا اور اپنا لعب دہن اس پر پھینکا اس کے بعد فرمایا تیرے لیے اس سے کوئی وجہ نہیں اور اس کی طرف دیکھا کہ جو پاؤں میں تھی، پس فرمانے لگے، ابوجعفر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے شیعوں میں سے جو کسی بلا ومصیبت میں ہو اور صبر کرے تو خدوند عالم اس کے

لیے ہزار شہید کا اجر لکھ دیتا ہے، میں نے دل میں کہا کہ خدا کی قسم میں اس بیماری سے نجات نہیں پاؤں گا، ہیثم کہتا ہے کہ ہمیشہ وہ رشتہ اس کے پاؤں سے نکلتا تھا، یہاں تک کہ وہ مر گیا۔

نواں معجزہ! عبداللہ بن محمد ہاشمی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں مامون کے پاس گیا اس نے مجھے بٹھایا اور جتنے لوگ اس کے پاس تھے انہیں باہر کر دیا، پس اس نے کھانا منگوایا وہ ہم نے کھا لیا اور خوشبو لگائی پھر حکم دیا کہ پردہ لگا دیا جائے، پھر ان میں سے جو پردہ کے پیچھے تھے (یعنی گانے والی کنیزیں) ایک کو خطاب کر کے کہا خدا کے واسطے ہماری خاطر اس قصیدہ کو پڑھو جو طوس میں ہے یعنی حضرت رضا علیہ السلام کا جو کہ طوس میں دفن ہیں، اس کنیز نے پڑھنا شروع کیا۔ اس نے کہا کہ **سقًا بطوس ومن اضحی بہاٰ قطناً من ععرۃ المصطفےٰ بقیٰ لنا حزناً**

یعنی اس باران رحمت سیراب کرے طوس کو اور جو شخص وہاں ساکن ہو گیا ہے عترت مصطفیٰ میں سے وہ خود تو چلا گیا اور ہمارے لیے حزن وملال چھوڑ گیا، ہاشمی کہتا ہے کہ پس مامون رویا اور مجھ سے کہا اے عبداللہ کیا میرے خاندان والے اور تیرے خاندان والے مجھے ملامت کرتے ہیں، خدا کی قسم میں تمہیں ان کی ایک بات سناتا ہوں کہ جس سے تم تعجب کرو گے، ایک دن میں ان کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں آپؑ پر قربان جاؤں آپ کے آباؤ اجداد موسیٰؑ جعفرؑ ومحمدؑ وعلی بن الحسین علیہ السلام کے پاس ان چیزوں کا علم تھا کہ جو ہو چکی ہیں اور قیامت تک ہونے والی ہیں اور ان کے وصی اور ان کے علم کے وارث ہیں اور ان کا علم آپ کے پاس ہے اور مجھے آپؑ سے ایک حاجت ہے۔

فرمایا کہو، میں نے کہا یہ زاہر یہ میرا بخت وحصہ ہے، یعنی عورتوں میں مجھے اس سے زیادہ محبت اور پیار ہے اور میں اپنی کنیزوں میں سے کسی کو اس پر تقدیم وترجیح نہیں دیتا اور اس نے چند دفعہ حاملہ ہو کر اسقاط کر دیا ہے اور اب وہ حاملہ ہے، مجھے ایسی کوئی چیز بتائیے کہ جس سے وہ اپنا علاج کرے اور صحیح وسالم رہ جائے۔ حضرت نے فرمایا کہ ڈرو نہیں اور سقط ہونے سے مطمئن رہو، وہ سالم رہے گی اور ایک بچہ پیدا ہو گا جو ماں کے ساتھ زیادہ شباہت رکھتا ہو گا باقی لوگوں سے اور اس کے دائیں ہاتھ میں ایک زائد انگلی ہو گی جو چپکی ہوئی نہیں ہو گی اور اسی طرح بائیں پاؤں میں زائد چھوٹی انگلی ہو گی جو چپکی ہوئی نہیں ہو گی، پس میں نے دل میں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ خداوند عالم ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے، پس زاہر یہ نے ایک بچہ جنا جو تمام لوگوں کی نسبت اپنی ماں سے زیادہ شباہت رکھتا تھا اور اس کے دائیں ہاتھ اور بائیں پاؤں میں ایک چھوٹی انگلی زائد تھی جو چپکی ہوئی نہ تھی۔ جس طرح کہ امام رضاؑ نے فرمایا تھا، پس کون ہے جو مجھے ملامت کرے اس چیز پر کہ میں نے انہیں عالمین کے درمیان علم ونشان کے طور پر نصب کیا ہے۔

شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اس سے زیادہ تھی ہم نے اس کو ترک کر دیا ہے، الخ۔ شاعر کہتا ہے کہ جو کچھ اس حدیث سے خذف ہوا ہے اس میں سے مرثیہ کا دوسرا شعر بھی ہے اور وہ یہ ہے

اعنی اباالحسن المامول ان لہ حقاً
علی کل من اضحی بہاٰ شحنا

"میری مراد ابوالحسن ہیں کہ جن سے امید کی جاتی ہے اوران کا ہراس شخص پر حق ہے کہ جسے ان کی وفات کا دکھ ہے۔

دسواں معجزہ! محمد بن فضیل سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جس سال ہارون برا مکہ پر غضب ناک ہوا، پہلے اس نے جعفر بن یحییٰ کو قتل کیا اور یحییٰ کو قید کر دیا اوران کے سر پر جو بلا آئی سو آئی، ابوالحسن علیہ السلام عرفات میں کھڑے دعا کر رہے تھے اوراس کے بعد آپؑ نے سر نیچے کیا، آپؑ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں برمکیوں کے متعلق خدا سے بد دعا کر رہا تھا بسبب اس کے جو انہوں نے میرے باپ کے ساتھ کیا، آج خداوند عالم نے ان کے متعلق میری دعا قبول فرمائی ہے، پس جب آپؑ حج سے پلٹ کر آئے تو تھوڑے ہی دنوں میں جعفر و یحییٰ ہارون کے مغضوب قرار پائے اوران کے حالات پلٹ گئے۔

مسافر کہتا ہے کہ میں ابوالحسن الرضاء کے ساتھ منیٰ میں تھا کہ یحییٰ بن خالد آل برمک کے گروہ کے ساتھ گزرا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ بیچارے ہیں انہیں یہ نہیں معلوم کہ اس سال ان کے سر پر کون سی مصیبت آنے والی ہے اس کے بعد فرمایا ہاں اور زیادہ تعجب اس پر ہے کہ میں اور ہارون ان دو کی طرح ہیں اور آپؑ نے اپنی دو انگلیاں ملا دیں، مسافر کہتا ہے کہ خدا کی قسم میں آپؑ کے کلام کا معنی نہ سمجھ سکا جب تک کہ آپؑ کو ہم نے ہارون کے ساتھ دفن نہیں کیا۔

گیارہوں معجزہ! شیخ مفید نے ارشاد میں اپنی سند کے ساتھ غفاری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ رسول خداؐ کے آزاد کردہ ابورافع کی آل اولاد میں سے ایک شخص نے مجھ سے کچھ لینا تھا، اس نے مجھ سے بڑے مبالغہ واصرار کے ساتھ اپنی چیز کے متعلق مطالبہ کیا، جب میں نے یہ کیفیت دیکھی تو نماز صبح مسجد نبوی میں ادا کی اور حضرت رضاؑ کی طرف چلا اوراس زمانہ میں حضرتؑ مقام عریض میں رہتے تھے، پس جس وقت آپؑ کے گھر کے دروازے کے قریب پہنچا تو میں نے دیکھا کہ حضرتؑ گھر سے باہر نکل چکے ہیں۔اور آپ گدھے پر سوار ہیں اور آپؑ کے بدن شریف پر قمیض اور رداء ہے، جب میری نگاہ حضرت پر پڑی تو مجھے شرم آئی، کہ حضرتؑ سے کچھ کہوں جب حضرتؑ میرے قریب آئے تو کھڑے ہوگئے اور مجھ پر نگاہ کی، میں نے آپؑ کو سلام کیا اور وہ ماہ رمضان کا زمانہ تھا، پس میں نے حضرت سے عرض کیا کہ آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کے فلاں غلام نے مجھ سے کچھ لینا ہے اور خدا کی قسم اس نے مجھے رسوا کر دیا ہے۔

میں نے دل میں کہا کہ حضرتؑ اس سے فرمائیں گے کہ وہ مجھ سے مطالبہ نہ کرے، خدا کی قسم میں نے حضرت سے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کو مجھ سے کتنا لینا ہے اور میں نے اس کے قرض یا کسی چیز کا نام نہیں لیا، پس مجھے حکم دیا کہ میرے واپس آنے تک بیٹھے رہو، میں وہاں شام تک بیٹھا رہا، نماز مغرب وہیں پڑھی، حضرت نہ آئے اور میں روزہ سے تھا، میرا سینہ تنگ ہوا اور میں نے چاہا کہ واپس چلا جاؤں کہ اچانک میں نے دیکھا کہ حضرتؑ آرہے ہیں اور آپؑ کے گرد لوگوں کی ایک جماعت تھی اور سائل وفقراء حضرتؑ کے راستے پر بیٹھے ہوئے تھے، آپؑ نے انہیں صدقہ دیا اور گزر کر گھر چلے گئے، پھر باہر آئے اور مجھے بلایا، میں کھڑا ہو گیا اور حضرتؑ کے ساتھ مکان کے اندر چلا گیا اور آپ بیٹھ گئے اور میں ابن مسیب امیر مدینہ کی باتیں کرنے لگا اور اکثر حضرتؑ کے ساتھ ابن مسیب کے ساتھ متعلق گفتگو کرتا رہتا تھا، جب میں باتوں سے فارغ ہوا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ میں گمان نہیں کرتا کہ تو نے افطار کیا ہو، میں نے عرض کیا کہ نہیں، پس حکم دیا۔میرے لیے کھانا لایا گیا اور میرے سامنے رکھا گیا، اور آپ نے ایک غلام کو حکم دیا کہ میرے ساتھ کھانا

کھائے پس میں نے اوراس غلام نے مل کر کھانا کھایا، جب ہم فارغ ہوئے تو فرمایا کہ اس تکیہ کو اٹھاؤ اور جو کچھ اس کے نیچے ہے وہ لے لو، میں نے تکیہ اوپر کیا تو اس کے نیچے چند دینار تھے، میں نے وہ دینار اٹھا کر تھیلی میں رکھ لیے اور آپؑ نے اپنے غلاموں میں سے چار افراد سے کہا کہ مجھے میرے گھر تک چھوڑ آئیں۔

میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں ایک پہرہ دار رات کو ابن مسیب کی طرف سے گردش کرتا ہے، میں پسند نہیں کرتا کہ وہ مجھے آپ کے غلاموں کے ساتھ دیکھے، فرمایا ٹھیک کہتے ہو **اصاب الله بك الرشاد**؛ خدا تجھے رشد و ہدایت تک پہنچائے تو آپؑ نے ان سے فرمایا کہ اس جگہ تک وہ میرا ساتھ دیں جب تک میں نہ کہوں کہ وہ واپس چلے جائیں۔ پس وہ میرے ساتھ آئے یہاں تک کہ میں اپنے مکان کے قریب پہنچ گیا اور مانوس ہوا تو میں نے انہیں واپس کر دیا، اور میں نے چراغ منگوایا اور اس رقم کو دیکھنے لگا تو اڑتالیس دینار زرسرخ تھے اور اس شخص نے مجھ سے اٹھائیس دینار لینے تھے اور دیناروں کے درمیان ایک دینار تھا جسے میں نے دیکھا کہ وہ چمک رہا تھا، اس کا حسن مجھے بھلا معلوم ہوا اور اسے لے کر میں نے چراغ کے قریب کیا تو میں نے دیکھا کہ واضح خط میں اس شخص کا حق تیرے ذمہ اٹھائیس دینار ہے اور باقی تیرے لیے لئے ہیں اور خدا کی قسم میں نے اس شخص کی طلب کو جو میرے ذمہ تھی معین نہیں کیا تھا۔

بارہواں معجزہ! قطب راوندی نے ریان بن صلت سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں خراسان میں امام رضاء علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے دل میں تھا کہ میں آپؑ سے کچھ دینار طلب کروں گا کہ جن پر آپؑ کا نام کا سکہ ہے پس جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ ابو محمد ان دیناروں میں سے چاہتا ہے کہ جن پر میرا نام ہے، ان میں سے تیس دینار لے آؤ، وہ غلام لے آیا اور وہ اس سے میں نے لے لیے اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ کاش اپنے بدن کے کپڑوں میں سے مجھے پہناتے، جب یہ خیال آیا تو حضرتؑ نے اپنے غلام کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ میرے کپڑے دھو کر اس طرح میرے پاس لے آؤ (ظاہراً یوں ہونا چاہیے کہ میرے کپڑے نہ دھوو اور جس طرح وہ ہیں انہیں لے آؤ، مترجم) پس حضرتؑ کا ایک پیراہن، چادر اور جوتا لا کر مجھے دے دیا۔

تیرہواں معجزہ! ابن شہر آشوب نے حسن بن علی وشا سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے سید و سردار امام رضاؑ نے مرو میں بلایا اور فرمایا اے حسن آج ہی علی بن ابی حمزہ بطائنی مرا ہے اور اسی وقت وہ اپنی قبر میں داخل ہوا ہے اور دو قبر کے فرشتے اس کی قبر میں گئے ہیں اور انہوں نے اس سے سوال کیا ہے کہ تیرا پروردگار کون ہے تو اس نے کہا اللہ تعالیٰ، انہوں نے پوچھا ہے کہ تیرا پیغمبر کون ہے تو اس نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، انہوں نے پوچھا کہ تیرا ولی کون ہے، کہا کہ علی بن ابی طالب علیہ السلام، انہوں نے کہا کہ اس کے بعد کون ہے، وہ کہنے لگا حسن علیہ السلام، پس ایک ایک امام کے بارے میں کہا یہاں تک کہ موسیٰ بن جعفرؑ تک پہنچا تو انہوں نے پوچھا کہ موسیٰؑ کے بعد کون، اس کے منہ میں بات نے تو گردش کی لیکن جواب نہ دے سکا تو انہوں نے اسے ڈانٹا اور کہنے لگے بتاؤ کون ہے۔

وہ خاموش رہا تو کہنے لگے کیا موسیٰ بن جعفر علیہ السلام نے تجھے اس چیز کا حکم دیا تھا، پس اسے آگ کے ایک گرز سے مارا اور اس کی قبر میں قیامت تک کے لیے آگ لگا دی۔

راوی کہتا ہے کہ میں اپنے سید و آقا کی بارگاہ سے باہر آیا اور اس دن کی تاریخ معین کر دی، پس تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ اہل کوفہ کے خطوط آئے، اسی دن بطائنی کی موت کے متعلق اور یہ کہ وہ قبر میں اسی وقت داخل ہوا جو حضرتؑ نے فرمایا تھا۔

چودہواں معجزہ! قطب راوندی نے ابراہیم بن موسیٰ قزز (ریشم بیچنے والا) سے روایت کی ہے اور وہ ایک دن خراسان میں امام رضاء علیہ السلام کی مسجد میں تھا پس وہ کہتا ہے کہ میں نے مبالغہ کیا امام رضاء علیہ السلام سے سوال کرنے اور آپؑ سے کچھ لینے میں، پس حضرتؑ آل ابوطالب میں سے ایک شخص کے استقبال کے لیے باہر نکلے اور وقت نماز آ گیا اور آپؑ اس قصر کی طرف مڑے جو وہاں تھا، پس آپؑ ایک بہت بڑے پتھر کے نیچے اتر پڑے جو اس قصر کے نزدیک تھا اور میں آپؑ کے ساتھ تھا اور ہمارے ساتھ کوئی تیسرا آدمی نہیں تھا، پس آپؑ نے فرمایا کہ اذان کہو، میں نے عرض کیا انتظار کیجئے یہاں تک کہ ہمارے ساتھی آ جائیں، فرمایا خدا تجھے بخشے نماز کو اس کے اول وقت سے تاخیر میں نہ ڈالو جب تک تجھ میں کوئی علت و بیماری نہ ہو اول وقت میں ابتداءً ادا کر دیا کرو اور آپؑ نے فرمایا کہ تجھ پر لازم ہے ہمیشہ اول وقت میں نماز پڑھو۔

پس میں نے اذان کہی اور ہم نے نماز پڑھی، اس کے بعد میں نے عرض کیا اے فرزند رسول جو وعدہ آپؑ نے مجھ سے کیا تھا اس میں طول ہو گیا ہے اور میں محتاج و فقیر ہوں اور آپؑ کے مشاغل زیادہ ہیں اور ہر وقت میرے لیے ممکن نہیں کہ آپؑ سے سوال کروں، راوی کہتا ہے آپؑ نے بڑی سختی سے اپنے تازیانہ سے زمین کو کھودا پھر آپؑ نے اس جگہ کے اندر ہاتھ داخل کیا جو کھودی گئی تھی، پس آپؑ نے عمدہ سونا نکالا اور فرمایا اسے لے، خداوند عالم نے تجھے اس میں برکت دی یہاں تک کہ میں نے خراسان میں ایک چیز خریدی کہ جس کی قیمت ستر ہزار اشرفی تھی اور میں ان لوگوں میں سب سے زیادہ غنی تھا جو میرے جیسے وہاں رہتے تھے۔

پندرہواں معجزہ! نیز احمد بن عمرو سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں گھر سے امام رضاؑ کی خدمت میں جانے کے لیے نکلا اور میری بیوی حاملہ تھی، جب میں آپؑ کی خدمت میں پہنچا تو عرض کیا کہ جب شہر سے نکلا تھا تو میری بیوی حاملہ تھی دعا کیجئے کہ خداوند عالم اس کے بچہ کو لڑکا قرار دے۔

فرمایا وہ لڑکا ہے اس کا نام عمر رکھنا، عرض کیا کہ میں نے نیت کی ہوئی تھی کہ اس کا نام علی رکھوں گا اور اپنے گھر والوں کو بھی حکم دے آیا ہوں کہ اس کا نام علی رکھنا، آپؑ نے فرمایا کہ اس کا نام عمر ہی رکھنا۔

پس میں کوفہ میں وارد ہوا میں نے دیکھا کہ میرا بیٹا پیدا ہو چکا تھا اور انہوں نے اس کا نام علی رکھا تھا تو میں نے اس کا نام عمر رکھا، میرے ہمسائے جب اس بات پر مطلع ہوئے تو کہنے لگے کہ اب کے بعد ہم کسی چیز کی تصدیق نہیں کریں گے جو تم سے لوگ نقل کریں گے یعنی اس کے ہمسائے سنی تھے وہ کہنے لگے کہ ہمیں معلوم ہو گیا ہے کہ تو سنی ہے اور شیعیت کی نسبت جو تیری طرف دیتے ہیں وہ خلاف واقع ہیں، اور ہم اس کے اس چیز کی تصدیق نہیں کریں گے جو اس قسم کی باتیں تیری طرف لوگ منسوب کریں گے، راوی کہتا

ہے کہ میں اس وقت سمجھا کہ حضرت کی نظر التفات مجھ پر میری اپنی ذات سے بھی زیادہ ہے۔

سولہواں معجزہ! بصارالدرجات سے منقول ہے احمد بن عمر حلال کہتا ہے کہ میں مکہ میں اخرس سے سنا کہ وہ امام رضاء علیہ السلام کا نام لے کر آپؑ کو گالیاں دے رہا تھا، کہتا ہے کہ میں مکہ گیا اور ایک چھری خرید کی، پس میں نے اسے دیکھا اور دل میں کہا خدا کی قسم جب یہ مسجد سے نکلا تو میں اسے قتل کر دوں گا اور میں اس کے راستہ پر کھڑا ہو گیا، اچانک امام رضاء علیہ السلام کی طرف سے مجھ کو رقعہ پہنچا جس میں لکھا ہوا تھا، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میرے حق کی قسم جو تجھ پر ہے اخرس سے متعرض نہ ہونا، کیونکہ وہ میرا ثقہ و قابل اعتماد ہے اور وہ میرے لیے کافی ہے۔

سترہواں معجزہ! شیخ مفید نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ جس سال ہارون حج کے لیے گیا تو اتھا امام رضا علیہ السلام بھی حج کے ارادہ سے مدینہ روانہ ہوئے جب آپؑ اس پہاڑ کے قریب پہنچے جو راستہ کی بائیں طرف ہے اور اس کا نام فارغ ہے، حضرت نے اس کی طرف نگاہ کی اور فرمایا کہ فارغ کا بنانے والا اور اس کا خراب کرنے والا دونوں کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں۔

راوی کہتا ہے کہ ہم آپؑ کے کلام کا مفہوم نہ سمجھ سکے یہاں تک کہ ہارون اسی جگہ پہنچا تو وہاں اترا اور جعفر بن یحییٰ برمکی اس پہاڑ کے اوپر گیا اور حکم دیا کہ اس پر ہارون کے لیے ایک بیٹھنے کہ جگہ درست کریں، پس جب مکہ سے واپس آیا تو اس پہاڑ کے اوپر چڑھا اور حکم دیا کہ اس بنی ہوئی جگہ کو خراب کر دیں، پھر جب ہارون عراق میں پہنچا تو جعفر بن یحییٰ قتل ہوا اور اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔

اٹھارہواں معجزہ! ابن شہر آشوب نے مسافر سے روایت کی، مسافر کہتا ہے کہ میں امام رضا علیہ السلام کے ساتھ منیٰ میں تھا، پس یحییٰ بن خالد وہاں سے گزرا جب کہ اس نے اپنی ناک غبار کی وجہ سے پکڑی ہوئی تھی، حضرت نے فرمایا بیچاروں کو یہ معلوم نہیں کہ اس سال ان پر کیا وارد ہونے والا ہے، فرمایا اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ میں اور ہارون ان دو انگلیوں کی طرح ہیں اور اپنی دو انگلیوں کو ملا دیا اور یہ خبر شیخ صدوق کی روایت سے پہلے گزر چکی ہے۔

انیسواں معجزہ! نیز ابن شہر آشوب نے سلیمان جعفری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام رضاء کی خدمت میں آپؑ کے باغ میں بیٹھا تھا، اچانک ایک چڑیا آپؑ کے سامنے زمین پر آ کر چیخنے اور مضطرب ہونے لگی، حضرت نے مجھ سے فرمایا اے فلاں جانتے ہو یہ چڑیا کیا کہتی ہے۔

میں نے کہا کہ نہیں فرمایا یہ کہتی ہے کہ سانپ میرے بچوں کو کھانا چاہتا ہے، یہ لاٹھی لے کر مکان کے اندر جاؤ اور سانپ کو مار ڈالو، سلیمان کہتا ہے کہ میں نے لاٹھی ہاتھ میں لی اور کمرے کے اندر گیا میں نے دیکھا کہ ایک سانپ چکر لگا رہا ہے، پس میں نے اسے مار ڈالا۔

بیسواں معجزہ! نیز ابن شہر آشوب نے حسین بن یشار سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے امام رضا علیہ السلام نے فرمایا کہ عبداللہ محمد

کو قتل کرے گا، میں نے عرض کیا عبداللہ بن ہارون کو قتل کرے گا، فرمایا ہاں عبداللہ جو خراسان میں ہے وہ محمد بن زبیدہ کے بیٹے کو جو بغداد میں ہے قتل کرے گا، پس ایسا ہی ہوا جس طرح حضرتؑ نے فرمایا یعنی عبداللہ مامون نے محمد امین کو قتل کر دیا اور حضرتؑ اس شعر سے مثال دیتے تھے۔

وان الضغن بعد الضغن یفشو
علیك و یخرج الداء الدفینا

کینہ کے بعد کینہ تجھ پر چھا جاتا ہے اور چھپی ہوئی بیماری کو باہر نکالتا ہے اور شاید اس شعر سے تمثل کے ساتھ آپؑ کا اس طرف بھی اشارہ ہو کہ مامون حضرت کو بھی قتل کرے گا، مولف کہتا ہے کہ حضرت امام موسیٰؑ کے اصحاب کے حالات میں عبداللہ بن مغیرہ کے تذکرہ میں ایک روایت گزر چکی ہے جو اس بزرگوار کی آیت باہرہ پر مشتمل تھی اور پانچویں فصل میں بھی آپؑ کے چند واضح معجزوں کا ذکر ہوگا۔ سلام اللہ علیہ

چوتھی فصل

امام رضا علیہ السلام سے نقل شدہ مختصر کلمات واشعار حکمت آمیز کا بیان

پہلا ارشاد: آپؑ نے فرمایا ہر شخص کا دوست اس کی عقل اور اس کا دشمن اس کی نادانی وجہل ہے۔

دوسرا ارشاد: آپؑ نے فرمایا خداوند عالم قیل وقال کرنے مال ضائع کرنے اور کثرت سوال کو دشمن رکھتا ہے، مولف کہتا ہے کہ ظاہراً قیل وقال سے مراد مراء وجدال مذموم ہے کہ روایات میں جس سے نہی وارد ہوئی ہے بلکہ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ حضرت رسولؐ نے فرمایا کہ پہلی چیز کہ جس سے خدا نے مجھے روکا ہے تو نہی کی ہے بت پرستی کرنے، شراب پینے اور لوگوں سے ملاحات کرنا اور ملاحات وہی مجادلہ ومراء ہے اور نیز آنحضرتؐ سے مروی ہے، آپؐ نے فرمایا کہ چار چیزیں دل کو مار دیتی ہیں، گناہ پر گناہ کرنا اور عورتوں کے ساتھ زیادہ باتیں اور ہم صحبتی کرنا اور احمق سے محارات کرنا کچھ تو کہے کچھ وہ کہے اور بالآخر خیر واچھائی کی طرف نہ پلٹے اور مردوں کے ساتھ مجالست وبیٹھ اٹھ رکھنا۔

عرض ہوا اے اللہ کے رسولؐ مردے کون ہیں، فرمایا کل غنی مترف یعنی ہر تونگر جسے اس کی حالت پر چھوڑ دیا گیا ہے جو

چاہے کرے یا ہر تونگر جو ناز و نعمت میں پلا ہے۔

نیز شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا یہ مخلوق جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ تمام عامتہ الناس اور لوگ ہیں فرمایا اس شخص کو لوگوں کے زمرہ میں ہونے سے خارج کر دو جو مسواک کرنا چھوڑ دے اور جو تنگ جگہ میں چار زانو ہو کر بیٹھے اور وہ شخص جو ایسی چیز میں داخل ہو جو اس کے لیے مہم نہیں اور جو شخص جدال کرے اس چیز میں جس کا اسے علم نہیں اور جو شخص سستی کرے اور اپنے سے بیماری کو باندھ دے بغیر کسی وجہ سے اور جس کے بال پریشان ہوں مصیبت کے بغیر اور جو شخص حق میں اپنے دوستوں کی مخالفت کرے جب کہ وہ سب اس پر متفق ہوں اور جو شخص اپنے اباؤ اجداد پر فخر کرے، حالانکہ وہ خود ان کے اچھے کارناموں سے خالی ہے، وہ بمنزلہ خذنگ کے یعنی پوست کے ہے، خذنگ ایک مضبوط لکڑی ہے جس سے عمدہ تیر بنتے ہیں اس کی کھال اور چھلکے اتار کر پھینک دیتے ہیں یہاں تک کہ اس کا جوہر واصل مل جاتا ہے تو جس طرح خذنگ کے چھلکے اتار کر پھینک دیتے ہیں باوجود ان کی مجاورات اور اصل کے ساتھ نزدیک ہونے کے اسی طرح جو شخص اپنے اباؤ اجداد کے کمالات سے خالی ہے اسے دور پھینک دیتے اور اس کی پروانہیں کرتے اور بہت اچھا کہا ہے کسی نے۔ العاقل یفتخر باالھمم العالیۃ لا بالرمم البالیۃ

عقلمند عالی ہمتوں کے ساتھ فخر کرتا ہے نہ بوسیدہ ہڈیوں کے ساتھ۔

کُن ابن من شئت واکتسب اوباً
یعننك محمودہ عن النسب
ان الفتی من یقول ھا اناذا
لیس الفتیٰ من یقول کان ابی

جس شخص کا چاہے بیٹا بن جا اور وہ ادب حاصل کرے جو قابل تعریف ہے وہ تجھے نسبت سے بے پرواہ کر دے گا، جواں مرد وہ ہے جو کہے کہ میں ایسا ہوں وہ جواں مرد نہیں جو کہے کہ میرا باپ ایسا تھا۔

دانش طلب و بزرگی آموز
تابہ نگرند روزت از روز
جائے کہ بزرگ بایدت بود
فرزندی کس ندارت سود
چوں شیر بخود سپہ شکن باش
فرزند خصال خوشیتن باش

تیسرا ارشاد: فرمایا ہم ایسا خانوادہ ہیں کہ جس سے ہم وعدہ کرلیں اسے اپنا دین وقرض جانتے ہیں، یعنی ہم ملتزم ہیں کہ اسے قرض کی طرح ادا کریں، جیسا کہ پیغمبر اکرم بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

چوتھا ارشاد: فرمایا لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اس زمانہ میں عافیت کے دس اجزا جن میں سے نو جز تو لوگوں سے اعتزال وکنارہ کش کرنے میں ہوں گے اور باقی ایک جز خاموش رہنے میں ہوگا۔

مولف کہتا ہے کہ ہم نے حضرت صادق کے کلمات کی فصل میں جو چیزیں اعتزال وکنارہ کشی سے مناسبت رکھتی ہیں ان کا ذکر کردیا ہے وہاں رجوع کیا جائے (اس کے بعد مولف نے اس سلسلہ میں فارسی کے کچھ اشعار کا ذکر کیا ہے جنہیں ہم ترک کررہے ہیں۔مترجم

پانچواں ارشاد: روایت ہے کہ حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ کس طرح آپؑ نے صبح کی ہے، فرمایا میں نے صبح کی ہے اجل منقوص کے ساتھ یعنی میری مدت عمر مسلسل کم ہورہی ہے اور عمل محفوظ کے ساتھ یعنی جو کچھ میں عمل کرتا ہوں وہ ثبت وضبط ہورہا ہے اور موت ہماری گردن میں پڑی ہے اور آتش جہنم ہمارے پیچھے لگی ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ ہمارا کیا حشر ہوگا۔

چھٹا ارشاد: فرمایا بنی اسرائیل میں کوئی شخص اس وقت تک عابد نہیں ہوتا تھا جب تک کہ دس سال خاموشی اختیار نہ کرتا، جب دس سال خاموش رہ لیتا تو عابد ہوجاتا، مولف کہتا ہے کہ خاموش کی مدح میں روایات بہت ہیں اور اس مقام پر نقل کی گنجائش نہیں (مولف نے اس کے بعد امیر خسرو کے کچھ اشعار فارسی نقل کئے ہیں جنہیں ہم ترک کررہے ہیں۔مترجم

ساتواں ارشاد: جو شخص خدا کی طرف سے دی ہوئی تھوڑی روزی پر راضی ہے خداوند عالم بھی اس کے تھوڑے عمل پر راضی ہوجاتا ہے اور روایت ہوئی ہے احمد بن عمر بن ابی شعبہ حلبی اور حسین یزید معروف بنوفلی سے کہ ہم امام رضاء علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہوئے پس ہم نے ان سے عرض کیا کہ ہم وسعت رزق اور فراخی معاش میں زندگی بسر کررہے تھے، ہمارے حالات بدل گئے ہیں یعنی ہم فقیر ہوگئے ہیں، اب آپؑ دعا کیجئے کہ خداوند عالم ان حالات کو ہماری طرف پلٹادے۔

فرمایا کیا بننا چاہتے ہو، کیا یہ چاہتے ہو کہ بادشاہ ہوجاؤ یا تمہیں پسند ہے کہ طاہر وہرثمہ کی طرح ہوجاؤ (یہ دونوں مامون کے سرکردہ تھے) لیکن ہوگے اس عقیدہ اور دستور کے خلاف کہ جس میں تم ہو، میں نے کہا نہیں خدا کی قسم مجھے یہ بات خوشحال وخوشنود نہیں کرتی کہ میرے لیے دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے سونا وچاندی میں سے ہو اور میں اس حال کے برخلاف ہوجاؤں جس میں میں ہوں۔

حضرت نے فرمایا خداوند عالم کا ارشاد ہے **اعملو ا آل داود شکراً و قلیل من عبادی الشکور** اے آل داوٗد شکر کا عمل کرو اور میرے بندوں میں سے شکر گزار کم ہیں، اس وقت آپؑ نے فرمایا خدا کے متعلق اچھا گمان رکھو، کیونکہ جس کا خدا کے متعلق اچھا گمان ہوا خدا اس کے گمان کیساتھ ہوگا اور جو شخص تھوڑے سے رزق پر راضی ہوجائے خدا اس کے تھوڑے عمل کو قبول کرے گا اور جو تھوڑے سے حلال پر راضی ہوگیا تو اس کے اخراجات آسان ہوجائیں گے اور اس کے اہل وعیال خوشحال ہوں گے اور خداوند عالم اسے دنیا کے درد اور اس کی دوا سے بینا اور بصیرت کردے گا اور اسے سلامتی کے ساتھ دنیا سے دار السلام کی طرف لے جائے گا۔

اٹھواں ارشاد: شیخ صدوق نے سند معتبر کے ساتھ ریان بن صلت سے روایت کی ہے کہ امام رضا علیہ السلام نے میرے لیے یہ اشعار پڑھے جوکہ جناب عبدالمطلب کے ہیں۔

یعیب الناس کلھم زماناً
وما زماننا عیب سوانا
نعیب زماننا والعیب فینا
ولو نطق الزمان بنا ھجانا
وان الذھب یترك لحم ذئب
ویاکل بعضنا بعضا عیانا

یعنی تمام لوگ زمانہ کی عیب جوئی کرتے ہیں، حالانکہ ہمارے علاوہ زمانہ میں کوئی عیب نہیں، ہم زمانہ پر عیب لگاتے ہیں، حالانکہ عیب تو ہم میں ہیں اور اگر زمانہ بولتا تو ہماری مذمت کرتا۔اور بھیڑیا دوسرے بھڑیئے کا گوشت نہیں کھاتا اور ہم میں سے بعض، بعض کا گوشت علی الاعلان کھاتے ہیں اور بعض مقامات پر اس شعر کا بھی اضافہ ہوا ہے۔

لبسنا للخداع مسوك ظبی
فویل للغریب اذا اتانا

ہم نے دھوکا دینے کے لیے ہرن کی کھال پہن رکھی ہے پس ہلاکت ہے اس مسافر کے لیے جو ہمارے پاس آئے۔

نواں ارشاد: روایت ہوئی ہے کہ مامون نے حضرت کو لکھا کہ مجھے موعظہ کیجئے تو حضرتؑ نے اس کے جواب میں لکھا

انك جی دنیا لھا مدة
یقبل فیھا عمل العامل
اما تری الموت محیطا بھا
یسلب منھا امل الامل
تعجل الذنب بما تشتھی
وتامل التوبة من قابل
والموت یاتی اھله بغتة

ماذاك فعل الحازم العاقل

یعنی تو ایک ایسی دنیا میں ہے کہ جس کے لیے ایک مدت ہے، زمانہ معین ہے کہ جس میں عمل کرنے والے کا عمل قبول ہوجاتا ہے، کیا دیکھتے نہیں ہو کہ موت نے اس کا احاطہ کیا ہوا ہے اور اس سے چھین لیا ہے اسنے ہر آرزو کرنے والے کی آرزو کو تم جلدی کرتے ہو گناہ کی طرف جو تمہارے دل میں آتا ہے اور توبہ کی آرزو اگلے سال کے لیے ہے، حالانکہ موت ناگاہ اپنے اہل پر وارد ہوتی ہے، یہ کام ہوشیار اور عقلمند آدمی کا نہیں۔

اور شیخ صدوق نے ابراہیم بن عباس سے نقل کیا ہے کہ حضرت امام رضا علیہ السلام اکثر اوقات یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

اذا كنت فی خير فلا تغتربه

ولكن قل اللهم سلم و تمم

یعنی جب تم خیر و راحت میں ہو تو اپنے رب سے مغرور نہ ہوجاؤ بلکہ کہو کہ خدایا اس نعمت کو تغییر سے صحیح و سالم رکھ اور اسے مجھ پر تمام کردے۔

دسواں ارشاد: محمد بن یحییٰ بن ابی عباد نے اپنے چچا سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے میں نے حضرت امام رضا علیہ السلام سے سنا کہ آپؑ ایک دن یہ اشعار پڑھ رہے تھے حالانکہ حضرت بہت کم شعر پڑھتے تھے، فرمایا

كلنا نامل مد أ فی الاجل

والمنا یاهن آفات لامل

لاتغرنك اباطيل المنى والزم

والزم الصمت ودع عنك العلل

انما الدنيا كظل زائل

حل فيها راكب ثم رحل

یعنی ہم سب یہ آرزو رکھتے ہیں کہ ہماری مدت عمر زیادہ لمبی ہوجائے حالانکہ موتیں آرزو کی آفتیں ہیں، تجھے باطل آرزوئیں دھوکہ نہ دیں اور قصد و ارادہ کو لازم پکڑ اور حیلے و بہانے چھوڑ دے سوائے اس کے نہیں کہ دنیا نے یہ اشعار کہے ہیں میں نے کہا کہ ابوالعتاہیہ نے میرے سامنے یہ اشعار اپنی طرف سے پڑھے تھے حضرتؑ نے فرمایا کہ اس کا نام لو اور اسے چھوڑو یعنی ابوالعتاہیہ نہ کہو کیونکہ خداوند عالم فرماتا

ہے و لا تنابزو بالالقاب ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد نہ کرو شاید یہ شخص اس لقب سے کراہت رکھتا تھا۔

مولف کہتا ہے کہ ابوالعتاہیہ ابواسحاق اسماعیل بن قاسم شاعر اپنے زمانہ کا وحید زمان اور فرید آوان تھا طاقت طبع اور شاقت نظم میں خصوصاً زہد وتقوی کے اشعار اور مذمت دنیا میں اور وہ بشار اور ابونواس کے طبقہ میں تھا اور ۱۳۵ ہجری کے حدود میں عین التمر میں مدینہ کے قریب وہ پیدا ہوا اور بغداد میں سکونت اختیار کی کہتے ہیں کہ اس کے لیے شعر کہنا اس حد تک آسان تھا کہ وہ کہا کرتا تھا اگر چاہوں تو اپنی تمام گفتگو کو شعر قرار دے دوں تو ایسا کرسکتا ہوں اس کے اشعار میں سے ہیں۔

الا انا کلنا بائد
وای بنی آدم خالد
وبدو ھم کان من ربھم
وکل الی ربه عائد
فیا عجباً کیف یعصی الالہ
ام کیف یجحدہ الجاحد
وفی کل شیئی له آیة
تدل علی انه واحد

اور یہ اشعار بھی اسی کے ہیں

اذا المرء لم یعتق من المال نفسه
تملکه المال الذی ھو مالکه
الا انما مالیّ الذی انا منفق
ولیس لی المال الذی انا تارکه
اذا کنت ذا مال فبادربه الذی
یحق والا استھلکته مھا لکه

یعنی ہم سب ہلاک ہونے والے اور اولا د آدم میں سے کون یہاں ہمیشہ رہنے والا ہے ان کی ابتدا ان کے رب کی طرف سے ہے اور سب اس رب کی طرف پلٹ جائیں گے تعجب ہے کہ کس طرح خدا کی نافرمانی کرتا ہے یا کس طرح اس کا منکر انکار کرتا ہے حالانکہ ہر چیز میں اس کی نشانی موجود ہے جو

دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہے۔

جب انسان اپنے نفس کو مال سے آزاد نہ کرے تو وہ مال اس کا مالک ہو جاتا ہے کہ جس کا یہ مالک تھا یاد رکھو کہ میرا مال تو صرف وہی ہے جس کو میں خود خرچ کرلوں اور وہ میرا مال نہیں کہ جسے میں چھوڑ جاؤں جب تیرے پاس مال ہو تو جلدی سے حق کے راستے میں اسے خرچ کرو ورنہ مہالک اسے ہلاک وختم کردیں گے۔

اس نے ۲۱۱ھ میں بغداد میں وفات پائی اور وصیت کی کہ اس کی قبر پر یہ شعر لکھیں۔

انَّ عیشاً یکون اخرہ الموت
لعیش معجل التنغیض

جس کی زندگی کا آخر موت ہو تو وہ جلد گندی ہونے والی زندگی وعیش ہے۔

عتاہیہ کراہیہ کے وزن پر ہے یعنی کم عقلی وگمراہی اور گمراہ وبے عقل لوگ اور ظاہراً اس معنی کو دیکھتے ہوئے حضرت نے اس شخص سے کہا کہ اس کا نام لو اور اس لقب کو چھوڑ و شاید وہ اسے برا سمجھتا ہو اور واضح ہو کہ اہل سنت کے ایک ادیب نے اپنی کتاب میں حضرت امام رضاؑ سے ایک قصیدہ نقل کیا ہے جو کہ مواعظ اور بہت سی حکمتوں پر مشتمل ہے اور میں نے وہ قصیدہ کتاب نفثۃ المصدور میں نقل کیا ہے اور یہاں تبرکاً تیمناً اس کے چند اشعار بغیر ترجمہ کے بیان کرتا ہوں، آپ نے فرمایا۔

ارغب المولاك وكن راشداً
واعلم بأن العز في خدمته
واتل كتاب الله تهدى به
واتبع الشرع على سنته
لا تحتص ص ناطر ص يذرى الفتى
ويذهب الرونق من بهجته
لسانك احفظه وهمن نطقه
واحذر على نفسك من عشرقه
فاالصمت زين و وقار و قد
يوتیٰ على الانسان من لفظته
من جعل الخمر شفآء له
فلاً شفاه الله من علته

لا تعصب النذل فتردیٰ به

لا خیر فی النذل ولا صحبته

لا تطلب الا حسان من غادر

یروغ جگا الثعلب فی روغته

وان تزوجت فکن حاذقاً

واسئل عن الضصن وعن منبته

یا حافر الحضرۃ اقصر نکم من

حاضر یصرع فی حفرته

یا ظالما قد غره ظلمه

ای عزیز رام فی عزته

الموت محتوم لکل الوری

لا بدا ان تجرع من غصته

فائدہ: محقق کا شانی نے وافی میں کافی اور تہذیب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امام رضاؑ نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حدیث بیان کی ہے آنحضرت نے فرمایا کہ جسے مساجد میں شعر پڑھتے ہوئے سنو تو اس سے کہو خدا تیرے جبڑوں کو توڑے بیشک مسجد قرآن پڑھنے کے لیے بنائی گئی ہے۔

اس کے بعد محدث فیض فرماتے ہیں کہ آپؑ کا مقصد شعر سے وہ اشعار ہیں کہ جو تخیلات تمویہ، تغزل وعشق بازی پر مشتمل ہوں نہ کہ کلام موزون کیونکہ کلام موزون میں سے بعض تو حکمت و دانائی وعظ و نصیحت اور خدا کی مناجات پر مشتمل ہیں روایت ہے کہ حضرت صادقؑ سے طواف میں شعر پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ جس شعر میں کوئی حرج نہیں تو اس کے پڑھنے میں بھی کوئی حرج نہیں۔انتھی

فقیر کہتا ہے کہ وہ اشعار جو حکمت وموعظ پر مشتمل ہوں وہ انہیں اشعار کی طرح ہیں کہ جو بیان ہو چکے ہیں باقی رہے مناجات کے اشعار تو وہ بہت ہیں ان میں سے ایک مناجات امام زین العابدینؑ سے مروی ہے طاؤس یمانی کہتا ہے کہ میں نے رات کی تاریکی میں دیکھا کہ ایک شخص غلاف کعبہ سے چمٹا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے۔

الاٰ ایها الما مول جی کل حاجتی

شکوت الیك الضرنا سمع شکایتی

الاٰ یا رجآئی انت کاشف کربتی
فھب لی ذنوبی کلھا وا قض حاجتی
نزاری قلیل ما اراہ مبلغاً
اللزاد ابکی ام لبعد مسا نتی
اتیتُ باعمال قباح ردیة
فمافی الوری خلق جنا کجنا یتی
اتحرتنی بالنار یا غایة المنی
فاین رجائی منك این مخافتی

یعنی اے وہ ذات کہ میں اپنی ہر حاجت میں جس کی امید رکھتا ہوں میں اپنی تکلیف کی تیرے سامنے شکایت کرتا ہوں پس میری شکایت کو سن لے اے میری امید تو میری مصیبت کو دور کرنے والا ہے پس مجھے میرے سب گناہ بخش دے اور میری حاجت روائی کر میرا زادراہ تھوڑا سا ہے میں نہیں سمجھتا کہ یہ مجھے جنت تک پہنچائے میں زادرہ پر گریہ کروں یا مسافت کی دوری کے لیے میں قبیح امدادی اعمال لے کر آیا ہوں اور مخلوقات میں کوئی ایسا نہیں جس نے مجھ جیسے جنایات کا ارتکاب کیا ہو کیا تو مجھے آگ سے جلائے گا اے امیدوں کی انتہا و غایت تو پھر میری امید اور میرا خوف کہاں گئے۔

پانچویں فصل

امام رضا علیہ السلام کا مدینہ سے مرو جانا اور مامون کا عہد ولایت آپؑ کے سپرد کرنا اور علماء ادیان کے ساتھ آپؑ کی مجلس مناظرہ کا تذکرہ

مخفی نہ رہے کہ جو کچھ روایات سے ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ مامون جب تخت خلافت پہ متمکن ہوا اور اس کا فرمان اطراف ملک میں نافذ ہوا تو عراق کی گورنری اس نے حسن بن سہل کے سپرد کی اور خود شہر مرو میں مقیم ہوا اس وقت ممالک حجاز و یمن میں غبار فتنہ و فساد و آشوب اٹھا اور بعض سادات نے خلافت کی طمع میں مخالفت کا جھنڈا لہرایا جب مرو میں یہ خبر مامون کے کانوں تک پہنچی تو اس نے فضل بن سہل ذوالریاستین سے جو کہ اس کا وزیر و مشیر تھا مشورہ کیا بہت غور و خوض کے بعد مامون کے رائے یہ ہوئی کہ وہ حضرت رضاؑ کو مدینہ سے بلائے اور انہیں اپنا ولی عہد مقرر کرے تا کہ باقی سادات اطاعت کریں اور دندان طمع خلافت سے ہٹا لیں، پس رجاء ابن ابی ضحاک کو اپنے بعض مخصوص لوگوں کے ساتھ حضرتؑ کی خدمت میں مدینہ بھیجا تا کہ وہ آپؑ کو خراسان کے سفر کی ترغیب دلائیں جب یہ لوگ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرتؑ نے پہلے تو بہت انکار کیا جب ان کا مبالغہ حد اعتدال سے بڑھ گیا تو مجبوراً آپؑ نے وہ سفر محنت اثر اختیار کیا اور شیخ صدوق نے محول سجتانی سے روایت کی ہے کہ جب مامون نے امام رضاؑ کو مدینہ سے مرو بلایا تو حضرت قبر رسولؐ سے رخصت ہونے کے لیے مسجد میں گئے اور بار بار آپؑ قبر رسولؐ سے رخصت ہوتے اور باہر آتے پھر واپس قبر پر جاتے ہر دفعہ آپؑ کو اس سفر کی مبارکباد دی فرمایا میری زیارت کر لو کہ میں اپنے جد بزرگوار کے جوار سے جا رہا ہوں اور عالم غربت و مسافرت میں میری موت ہوگی اور ہارون کے پہلو میں دفن ہوں گا۔

شیخ یوسف بن حاتم شامی محقق حلی کے شاگرد در النظیم میں کہتے ہیں کہ امام رضاؑ کے اصحاب میں سے ایک جماعت نے روایت کی ہے کہ حضرتؑ نے فرمایا کہ جب میں نے چاہا کہ مدینہ سے خراسان کی طرف جاؤں تو میں نے اپنے اہل و عیال کو جمع کیا اور انہیں حکم دیا کہ مجھ پر گریہ کریں تا کہ میں ان کی گریہ و زاری سن لوں پس میں نے ان کے درمیان بارہ ہزار دینار تقسیم کئے اور ان سے کہا

کہ میں اپنے اہل وعیال کی طرف کبھی بھی پلٹ کر نہیں آؤں پس میں نے ابوجعفر جوادؑ کو اٹھایا اور انہیں مسجد میں لے گیا اور ان کا ہاتھ قبر رسولؐ کے کنارہ پر رکھا اور انہیں قبر شریف سے چمٹایا اور ان کی حفاظت رسول خداؐ کے سبب سے چاہی اور میں نے اپنے تمام وکلاء وخدام حشم کو ان کی بات سننے اور اطاعت کرنے کا حکم دیا اور یہ کہ وہ ان کی مخالفت نہ کریں اور میں نے انہیں سمجھایا کہ حضرت جوادؑ میرے قائم مقام ہیں۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں کہ کشف الغمہ وغیرہ میں آمیہ بن علی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جس سال امام رضاؑ حج کے لیے گئے اور خراسان کی طرف متوجہ ہوئے تو امام محمد تقی علیہ السلام کو بھی حج پر لے گئے اور جب امام رضاؑ طواف وداع کر رہے تھے تو امام محمد تقیؑ حضرت کے غلام موفق کے کندھے پر سوار تھے اور آپؑ انہیں بھی طواف کرا رہے تھے جب حجر اسماعیل کے پاس پہنچے تو کندھے سے اتر کر بیٹھ گئے اور آثار غم واندوہ آپ کے چہرہ انور سے ظاہر ہوئے اور دعا میں مشغول ہوئے اور دعا کو بہت طول دیا موفق نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں اٹھیے فرمایا میں اس جگہ سے جدا نہیں ہوں گا جب تک میرا اٹھنا خدا کو منظور نہ ہو موفق امام رضاؑ کی خدمت میں آیا اور ان کے فرزند سعادتمند کے حالات عرض کئے حضرت اپنے آنکھوں کے نور کے پاس آئے اور فرمایا اے حبیب اٹھو اس نہال حدیقہ امامت نے کہا اے پدر بزرگور کس طرح میں کھڑا ہو جاؤں حالانکہ میں جانتا ہوں کہ آپؑ خانہ خدا سے ایسے رخصت ہوئے ہیں کہ پھر اس کی طرف پلٹ کے نہیں آئیں گے پھر اپنے باپ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے اٹھ کر روانہ ہوئے اور آپؑ خراسان کی طرف ۲۰۰ ہجری میں متوجہ ہوئے اور قول مشہور کے مطابق اس وقت امام محمد تقی علیہ السلام کی عمر مبارک سات سال تھی جب آپؑ اس سفر کی طرف متوجہ ہوئے تو ہر منزل میں بہت سے معجزات وکرامات اس مخزن اسرار سے ظاہر ہوئے اور ان میں سے اکثر کے آثار تو اب بھی موجود ہیں۔

جناب سید عبدالکریم بن طاؤس کہ جس کی وفات ۶۹۳ھ ہجری میں ہوئی ہے فرحۃ الغریٰ میں روایت کرتے ہیں کہ جس زمانہ میں مامون نے امام رضاؑ کو مدینہ منورہ سے خراسان بلایا تھا تو حضرتؑ مدینہ سے بصرہ کی طرف روانہ ہوئے اور کوفہ نہ گئے اور بصرہ سے کوفہ کے راستہ بغداد کی طرف متوجہ ہوئے وہاں سے قم گئے اہل قم آپ کے استقبال کے لیے آئے اور ایک دوسرے سے آپؑ کی ضیافت ومہمانی کے سلسلہ میں جھگڑتے تھے اور ہر ایک کی دلی خواہش تھی کہ حضرتؑ اس کے گھر قیام فرمائیں حضرتؑ نے فرمایا کہ میرا اونٹ مامور ہے یعنی جہاں وہ بیٹھ گیا میں وہیں اتروں گا پس وہ اونٹ چلتا رہا یہاں تک کہ ایک گھر کے دروازے پر آ کر بیٹھ گیا اور اس مکان کے مالک نے رات کو عالم خواب میں دیکھا تھا کہ امام رضاؑ کل اس کے مہمان ہوں گے پس تھوڑے ہی وقت میں وہ مقام محل رفیع ہو گیا اور ہمارے زمانہ میں یہاں مدرسہ معمورہ ہے۔

صاحب کشف الغمہ اور دوسرے علماء نے نقل کیا ہے کہ جب امام رضاؑ نیشاپور میں وارد ہوئے اس سفر میں کہ جس میں فضیلت شہادت سے اختصاص حاصل کیا تو آپؑ استر شہباء پر ایک گھوارہ میں سوار تھے کہ جس کا محل رکوب خالص چاندی کا تھا پس بازار میں دو پیشوا ظاہر ہوئے جو کہ حافظ احادیث نبویہ تھے ابو زرعہ اور محمد بن اسلم طوسی پس انھوں نے عرض کیا اے ہمارے

السیدبن السادۃ اے سید سادات کے فرزند اے امام اور آئمہ کے بیٹے اے سلالہ طاہرہ رضیہ زا کیہ نبو یہ آپ کو اپنے آبا طاہرین اور اسلاف مکرمین کا واسطہ کہ اپنے چہرہ مبارک کی ہمیں زیارت کرائیں اور ہمیں اپنے اباؤ اجداد سے اپنے نانا سے حدیث بیان کیجئے کہ جس حدیث کی وجہ سے ہم آپؑ کو یاد رکھیں جب ابوزرعہ اور ابن اسلم نے یہ خواہش کی تو حضرتؑ نے اپنا خچر روک لیا اور اس پالکی کے اوپر جو سائبان تھا اسے اٹھوادیا اور مسلمانوں کی آنکھوں کو اپنی طلعت مبارکہ اور چہرہ کی زیارت سے روشنی بخشی اور لوگ کھڑے تھے بعض چیخیں مارتے ، بعض گریہ کرتے ، بعض گریبان چاک کرتے اور بعض زمین پر لوٹتے تھے اور جو قریب تھے وہ آپؑ کے خچر کے تنگ کے بوسے لیتے تھے اور بعض گردنیں اونچی کرکے پالکی کے سائبان کو دیکھ رہے تھے کسی نے کس قدر عمدہ کہا ہے۔

گرش بہ بینی و دست از ترنج بشناسی

روا بود کہ ملامت کنی زلیخا را

یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی اور آنسو نہروں کی طرح جاری تھے اور آوازیں خاموش ہوگئیں اور آئمہ وقاضی چیخ چلائے کہ اے لوگو سنو اور یاد رکھو اور رسول اللہ گو ان کی عشرت کی وجہ سے اذیت نہ پہنچاؤ کان دھر کے سنو یعنی تمہارا رونا اور چیخیں مارنا اس امر میں حائل ہے کہ حضرت امام رضاؑ حدیث بیان کرسکیں اور یہ حضرتؑ کے لیے باعث اذیت وتکلیف ہے اور آپ کو اذیت پہنچانا رسول اللہ کو اذیت دینا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ جب اس مقام پر پہنچا تو میرے دل میں روز عاشورا کا حضرت الشہدا کا تصور آ گیا جب کہ آپؑ لشکر کوفہ کے سامنے آئے آپؑ نے چاہا کہ انھیں وعظ ونصیحت فرمائیں ان محرومین سعادت اور سرگشتان وادی ضلالت نے آوازیں بلند کیں اور حضرتؑ کی گفتگو کی طرف کان نہ دھرے آپؑ نے انہیں حکم دیا کہ خاموش ہوجاؤ تو انہوں نے اس سے انکار کر دیا فرمایا ہلاک ہوجاؤ تمہیں کیا ہوگیا ہے کہ تم میرے لیے خاموش نہیں ہوتے میری بات کو سنو میں تمہیں ہدایت کے راستہ کی طرف بلا رہا ہوں وہاں ایسا کوئی خدا پرست نہیں تھا جو فریاد کرتا اور پکارتا کہ یہ فرزند پیغمبرؐ ہے اسے کیوں اذیت دیتے ہو کیوں خاموش نہیں ہوتے تاکہ وہ اپنا موعظ کرلیں اور اپنی گفتگو آخر تک پہنچالیں اس سید مظلومؑ کے مصائب میں سے ایک یہ مصیبت بھی تھی کہ کمیت شاعر نے اپنے شعر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے حضرت باقرؑ کے سامنے پڑھا اور حضرتؑ کو رلایا ہے، کمیت رحمہ اللہ نے کہا ہے۔

وقتیل با لطف غودرفیھم

بین غوغآء امۃ وطغام

اور شہید کر بلا پھنس گئے امت کے شور وغل اور کمینے لوگوں کے درمیان روایت ہے کہ جب کمیت نے اپنا میمیہ قصیدہ حضرتؑ کے سامنے پڑھا اور اس شعر پر پہنچا تو حضرتؑ نے گریہ کیا اور فرمایا اے کمیت اگر ہمارے پاس مال ہوتا تو تجھے اس کا صلہ دیتے لیکن تیرے لیے وہ کلام ہے جو رسول اللہؐ نے حسان بن ثابت سے فرمایا تھا لا زلت مویدا بروح القدس ما

ذببت عنا اهل البیت تو روح القدس سے مؤید رہے گا جب تک ہم اہل بیتؑ سے دشمنوں کے حملوں کو دور کرتا رہے۔

ہم حدیث سابق کی طرف رجوع کرتے ہیں نیشاپور کے لوگوں نے کان دھرے تاکہ امام رضاؑ حدیث بیان فرمائیں اور حضرتؑ نے یہ حدیث لکھوائی یعنی آپؑ ایک ایک لفظ فرماتے اور ابوزرعہ اور محمد بن اسلم حجرت کے کلمات لوگوں تک پہنچاتے اس حدیث کو لکھنے کے لیے چوبیس ہزار قلمدان استعمال ہوئے علاوہ دواتوں کے فرمایا حدیث بیان کی میرے باپ موسیٰؑ بن جعفرؑ نے فرمایا کہ مجھ سے حدیث بیان کی میرے باپ جعفرؑ بن صادق نے فرمایا حدیث کی میرے باپ محمدؑ بن علیؑ باقرؑ نے فرمایا حدیث بیان کی میرے والد علیؑ بن الحسینؑ زین العابدینؑ نے فرمایا حدیث بیان کی میرے والد حسینؑ بن علی شہید زمین کربلا نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان فرمائی میرے باپ امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب نے سرزمین کوفہ میں فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی میرے چچازاد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا محمدؐ سے جبریلؑ نے حدیث بیان کی کہتا ہے کہ میں نے سنا کہ رب العزت سبحانہ وتعالیٰ فرمارہا ہے کلمة لا اله الا الله حصنی فمن قالها دخل حصنی ومن دخل حصنی امن عن عذابی یعنی کلمہ لا الہ الا اللہ میرا حصار وقلعہ ہے پس جو شخص یہ کلمہ کہے تو میرے حصار وقلعہ میں داخل ہوا اور جو میرے حصار میں داخل ہوا وہ میرے عذاب سے مامون ہوجائے گا۔ صدق الله سبحانه و صدق جبریل وصدق رسول الله والائمته علیهم السلام اللہ تعالیٰ، جبریل امین، رسول کریمؐ اور آئمہ علیہم السلام نے سچ فرمایا۔

اور شیخ صدوق نے ابوواسع محمد بن احمد نیشاپوری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنی جدہ خدیجہ دختر حمدان بن پسندہ سے سنا وہ کہتی ہے کہ جب امام رضاؑ نیشاپور میں داخل ہوئے تو آپؑ محلہ خوزا میں اس طرف اترے کہ جو لاشاباد کے نام سے مشہور تھی میری جدہ پسندہ کے گھر میں اسے پسندہ اس لیے کہتے تھے چونکہ امام رضاؑ نے تمام لوگوں کے درمیان سے اسے پسند کیا جب ہمارے مکان میں تشریف فرما ہوگئے تو گھر کے ایک کونے میں آپؑ نے بادام کا درخت بویا اور بادام کا درخت بڑھا اور ایک بڑا درخت بن گیا اور اس پر پھل لگا اور ایک ہی سال کے اندر لوگوں کو یہ معلوم ہوگیا پس لوگ اس درخت کے بادام شفا کے لیے لے جاتے جسے کوئی تکلیف ہوتی تو تبرکاً اس بادام کو کھاتا اور صحت وعافیت پاتا اور جس کی آنکھ میں درد ہوتا وہ اس بادام کو آنکھ پر رکھتا اور شفا پاتا اور حاملہ عورت پر اگر وضع حمل سخت ہوتا تو وہ بادام کھاتی تو اس کا درد کم ہوجاتا اور اسی وقت بچہ جن دیتی اگر کسی چوپائے کو قولنج ہوجاتا تو اس بادام کی ٹہنی لے کر اس کے پیٹ پر کھینچتے تو وہ ٹھیک ہوجاتا اور باد قولنج اس سے برطرف ہوجاتی پس کچھ زمانہ گزرنے کے بعد وہ درخت خشک ہوگیا میرا دادا احدان آیا اور اس نے اس کی شاخیں کاٹ دیں تو وہ اندھا ہوگیا اس کا بیٹا کہ جسے عمرو کہتے تھے آیا اور اس نے اسے زمین سے کاٹ دیا اس کا تمام مال باب فارس میں ضائع اور تباہ ہوگیا جس کی قیمت ستر ہزار سے لے کر اسی ہزار تک تھی اور اس میں سے اس کے لیے کچھ بھی نہ رہا اور ابوعمرو کے دو بیٹے تھے اور وہ دونو ابوالحسن محمد بن ابراہیم سجور کے منشی تھے ایک کو ابوالقاسم اور دوسرے کو ابوالصادق کہتے تھے انہوں نے چاہا کہ اس گھر کی تعمیر کریں بیس ہزار درہم اس کی تعمیر پر خرچ کئے اور اس درخت کی جڑ جو باقی رہ گئی تھی اس کو اکھاڑ دیا اور انہیں معلوم نہیں تھا کہ اس کا کیا اثر ان کے لیے پیدا

ہوگا ان میں سے ایک امیر خراسان کے املاک و جائداد کی دیکھ بھال کے لیے گیا تو اسے نیشاپور واپس لے آئے، ایک محمل میں ڈال کر جب کہ اس کا دایاں پاؤں سیاہ ہو چکا تھا پس اس کے پاؤں سے گوشت گر گیا پس اسی بیماری میں ایک ماہ کے بعد مر گیا باقی رہا دوسرا بھائی جو بڑا تھا نیشاپور میں بادشاہ کے دفتر کا مستوفی (منشی) تھا ایک دن منشیوں کی ایک جماعت اس کے پاس کھڑی تھی اور وہ خط لکھ رہا تھا ان میں سے ایک کہنے لگا کہ اس خط کے لکھنے والے سے خدا چشم بد کو دور رکھے اسی وقت اس کا ہاتھ کانپا اور قلم ہاتھ سے گر گیا اور اس کے ہاتھ پر ایک دانہ نکل آیا وہ اپنے گھر واپس آ گیا ابوالعباس کاتب ایک جماعت کے ساتھ اس کے پاس آئے اور کہنے لگے یہ گرمی کی وجہ سے ہے ضروری ہے کہ آج فصد کھلواؤ اسی دن اس نے فصد کھلوائی کل تک وہ وہیں رہے۔اور کہنے لگے آج بھی فصد کھلواؤ فصد کھلوائی تو اس کا ہاتھ سیاہ ہو گیا اور اس سے گوشت گرنے لگا اور اسی بیماری سے مر گیا اور دونوں بھائیوں کی موت کو ایک سال بھی نہ لگا۔

نیز شیخ صدوق نے روایت کی ہے کہ جب امام رضاؑ نیشاپور میں داخل ہوئے تو آپ اس محلہ میں آ کر رہے کہ جسے خوزا کہتے تھے اور وہاں حمام کی بنا رکھی اور حمام آج تک گرمابہ امام رضاؑ کے نام سے مشہور ہے وہاں ایک چشمہ تھا کہ جس میں پانی کم ہو گیا تھا آپؑ نے کسی کو مامور کیا کہ ہو اس کا پانی نکالے تا کہ زیادہ پانی نکلے اور دروازے کے باہر ایک حوض بنوایا جو چند سیڑھیاں نیچے چشمہ تک جاتا تھا پس آپؑ اس میں تشریف لے گئے اور غسل کیا اور باہر آئے اور اس پر نماز پڑھی لوگ آتے اور اس حوض سے غسل کرتے اور طلب برکت کے لیے اس کا پانی پیتے اس کے اوپر نماز پڑھتے اور دعا کرتے اور اپنی حاجتیں خدا سے طلب کرتے اور وہ پوری ہوتیں، اور اس چشمہ کو آج کل عین کہلان کہتے ہیں اور آج تک لوگ اس چشمہ پر آتے ہیں۔

مولف کہتا ہے کہ ابن شہر آشوب نے بھی مناقب میں یہ روایت کی ہے اور اس چشمہ کی وجہ تسمیہ عین کہلان کے ساتھ بیان کی ہے اس کے بعد کہا ہے کہ ایک ہرن حضرتؑ کے پاس آیا اور وہاں حضرتؑ سے پناہ لی اور ابن حماد شاعر نے اپنے شعر میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

الذی لاذبه الظبیة والقوم جلوس

من ابوه المر تضی یغرکو ویعلو و یروس

یعنی وہ کہ ہرن نے جس کی پناہ لی جب کہ لوگ بیٹھے ہوئے تھے وہ کہ جس کا باپ علی مرتضیٰ ہے پاک و پاکیزہ وہ بلند مرتبہ اور ناز سے چلنے والا ہے۔

شیخ صدوق اور ابن شہر آشوب نے ابوالصلت سے روایت کی ہے کہ جب امام رضاؑ سرخ بستی پہنچے جب کہ امامؑ مامون کے پاس جا رہے تھے تو لوگوں نے عرض کیا فرزند رسولؐ زوال کا وقت ہو گیا ہے کیا آپؑ نماز نہیں پڑھیں گے پس آپؑ سواری سے اتر آئے اور پانی منگوایا تو انہوں نے عرض کیا ہمارے ساتھ تو پانی نہیں ہے تو آپؑ نے اپنے دست مبارک سے زمین کو کریدا اتنا پانی جوش مار کے نکلا کہ حضرتؑ نے اور جو آپؑ کے ساتھ تھے سب نے وضو کیا اس کا اثر و نشان اب تک باقی ہے۔

جب آپؑ سناباد میں پہنچے تو آپ نے اپنی پشت مبارک اس پہاڑ کے ساتھ لگا دی کہ جس سے ہنڈیا بنائی جاتی ہیں آپؑ نے عرض کیا خدایا نفع دے اس پہاڑ کو اور برکت دے ہر اس چیز میں جو اس برتن میں رکھی جائے جو اس پہاڑ سے بنایا جائے آپؑ کے فرمان سے آپؑ کے لیے اس پہاڑ سے دیگچیاں بنائی گئیں آپؑ نے فرمایا کہ آپؑ کے لیے کھانا صرف انہیں دیگچیوں میں پکایا جائے اور حضرت غذا کم کھاتے تھے پس اس دن کے بعد لوگوں نے دیگچیاں اور برتن اس کے پتھروں سے گھڑ کر بنائے اور برکت حاصل کی پس حضرت حُمَید بن قحطبہ رطائی کے گھر میں داخل ہوئے اور اس گنبد کے نیچے گئے کہ جس میں ہارون کی قبر تھی اور آپؑ نے اپنے دست مبارک سے اس کے قریب ہی خط کھینچا اور فرمایا یہ میری تربت ہے اور میں یہاں دفن ہوں گا اس کے بعد خداوند عالم اس مکان کو میرے شیعوں اور دوستوں کا محل ورود قرار دے گا خدا کی قسم جو شخص ان میں سے میری اس مکان میں زیارت کرے گا یا مجھ پر سلام بھیجے گا بیشک خداوند عالم اپنی مغفرت و رحمت مع ہم اہل بیتؑ کی شفاعت کے اس پر واجب قرار دے گا پھر آپؑ نے قبلہ کی طرف رخ کیا اور چند رکعت نماز بجالائے اور بہت دعا کی جب دعا سے فارغ ہوئے تو سجدہ میں گئے اور سجدہ کو طول دیا میں نے شمار کیا تو پانچسو تسبیحیں آپ نے سجدہ میں کہیں پھر سر اٹھا کر باہر تشریف لائے سید ابن طاؤس نے یاسر خادم مامون سے روایت کی ہے کہ جس وقت ابوالحسن علی بن موسیٰ الرضا حمید بن قحطبہ کے قصر میں وارد ہوئے تو آپ نے اپنے بدن کا لباس اتار کر حمید کو دیا اور حمید نے اپنی کنیز کو دیا تاکہ وہ اسے دھوئے پس کچھ وقت نہیں گذرا تھا کہ وہ کنیز آئی اور اس کے ساتھ ایک رقعہ تھا وہ حمید کو دیا اور کہنے لگی کہ یہ رقعہ مجھے ابوالحسنؑ کے لباس کے گریبان سے ملا ہے پس حمید نے حضرتؑ سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں اس کنیز نے آپ کے پیراہن کے گریبان میں ایک رقعہ پایا ہے وہ کیا ہے فرمایا وہ ایک تعویز ہے کہ جسے میں اپنے سے دور نہیں کرتا حمید نے عرض کیا آیا ممکن ہے کہ ہمیں بھی عطا فرمادیں پس فرمایا یہ تعویز ہے کہ جو شخص اسے اپنے گریبان میں رکھے تو اس سے بلا دور ہوتی ہے اور وہ اس کے لیے شیطان رجیم سے حرز و پناہ ہے پس آپ نے وہ تعویز حمید کے لیے پڑھا اور وہ یہ ہے؛

بسم الله الرحمن الرحيم بسم الله انیّ اعوذ بالرحمن منك ان كنت تقياً او غير تقى اخذت بالله السميع البصير على سمعك و بصرك لا سلطان لك على ولا على سمعى ولا على بصرى ولا على مالى ولا على مارزقنى ربى سترت بينى و بينك و بستر النبوة الذى استتر انبياء الله به من سطوات الجبا برة والفرا عنة جبرائيل عن يمينى و ميكائيل عن يسارى واسرافيل عن ورآئى و محمد صلى الله عليه وآله اماهى والله مطلع على يمنعك منى و يمنع الشيطان منى اللهم لا يغلب جهلك اناتك ان يستضز نى و يستخفنى

اللهم اليك التجات

اوراس حرز کے لیے عجیب وغریب حکایت ہے کہ جسے ابوالصلت ہروی نے روایت کیا ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میرے مولا علی بن موسیٰ الرضاؑ اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ مامون کا قاصد آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوااور کہنے لگا کہ امیر آپؑ کو بلا رہاہے ہیں پس امام علیہ السلام کھڑے ہوگئے اور مجھ سے فرمایا کہ اس وقت مامون مجھے کسی سخت کام کے لیے بلا رہاہے اور خدا کی قسم مجھ سے بسبب ان کلمات کے جو مجھ تک میرے جدامجد رسول خداؐ سے پہنچے ہیں کوئی بدی وہ نہیں کر سکے گا۔

ابوالصلت کہتاہے کہ میں بھی مامون کے پاس جانے کے لیے حضرتؑ کے ساتھ باہر نکلا جب آپؑ کی نگاہ مامون پر پڑی تو یہ حرز آخر تک پڑھا پس جس وقت حضرتؑ مامون کے سامنے پہنچے تو مامون نے آپؑ کی طرف نگاہ کی اور کہنے لگا اے ابوالحسنؑ میں نے حکم دیا ہے کہ آپؑ کو ایک لاکھ درہم دیا جائے اور جو حاجت آپؑ کی ہو وہ تحریر فرمائیں پس جب امام نے پشت پھیری تو مامون نے آپکی طرف پیچھے سے نظر کی اور کہنے لگا میں نے ارادہ کیا اور خدا نے ارادہ کیا اور جو خدا نے ارادہ کیا وہ بہتر ہے۔

حضرت امام رضاؑ کا مرو میں داخل ہونا اور لوگوں کا عہدولایت کے ساتھ آپؑ کی بیعت کرنا

جب امام رضاؑ مرو میں تشریف لائے تو مامون نے آپ کی بڑی تعظیم وتکریم کی اور اپنے خواص اولیاء اور اصحاب کو اکٹھا کیا اور کہنے لگا اے لوگو میں نے آل عباس اور آل علی علیہ السلام میں غور وتامل کیا ہے کسی شخص کو افضل اور امر خلافت کا حقدار علیؑ بن موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ نہیں دیکھا پھر اس نے حضرت امام رضاؑ کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا میں نے ارادہ کیا ہے کہ اپنے آپ کو خلافت سے معزول کر کے آپؑ کے سپرد کردوں حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے اگر خلافت تیرے لیے قرار دی ہے تو پھر تمہیں اختیار نہیں کہ تم کسی دوسرے کو بخش دو اور خود کو اس سے معزول کرو اور اگر خلافت تمہاری نہیں تو پھر یہ اختیار بھی نہیں کہ کسی کو تفویض کرو مامون کہنے لگا کہ البتہ لازم وضروری ہے کہ اسے قبول کرو حضرتؑ نے فرمایا کہ میں اپنی رضا ورغبت سے اسے کبھی بھی قبول نہیں کروں گا اور دو ماہ تک یہ گفتگو ہوتی رہی جتنا اس نے زور دیا چونکہ حضرتؑ اس کی غرض کو سمجھتے تھے آپؑ انکار کرتے رہے۔

جب مامون آپؑ کے خلافت قبول کرنے سے مایوس ہوگیا تو کہنے لگا اگر آپؑ خلافت کو قبول نہیں کرتے تو پھر میری ولی عہدی (ولایت عہد) کو قبول کریں تاکہ میرے بعد آپؑ کی خلافت ہو حضرت نے فرمایا کہ میرے آباؤ اجداد نے مجھے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے خبر دی ہے کہ میں تجھ سے پہلے دنیا سے جاؤں گا اور مجھے زہر ستم سے شہید کریں گے اور مجھ پر آسمان وزمین کے ملائکہ گریہ کریں گے اور میں غربت ومسافرت میں ہارون الرشید کے پہلو میں دفن ہوں گا مامون یہ باتیں سن کر رونے لگا اور کہنے لگا جب تک میں زندہ ہوں کون آپؑ کو قتل کرسکتا ہے آپؑ سے بدی کرنے کا خیال دل میں لاسکتا ہے۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ اگر چاہوں تو بتا سکتا ہوں کہ مجھے کون شہید کرے گا مامون کہنے لگا ان باتوں سے آپؑ کی غرض یہ ہے کہ میری ولی عہدی قبول نہ کریں تا کہ لوگ یہ کہیں کہ آپؑ نے دنیا کو چھوڑ دیا (لات ماردی) حضرتؑ نے فرمایا خدا کی قسم جس دن سے میرے پروردگار نے مجھے پیدا کیا ہے اب تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور دنیا کے لیے دنیا کو ترک نہیں کیا اور تیری غرض کو بھی میں جانتا ہوں کہنے لگا میری غرض کیا ہے فرمایا تیری غرض یہ ہے کہ لوگ کہیں کہ علیؑ بن موسیٰ رضا نے دنیا کو ترک نہیں کیا تھا بلکہ دنیا نے اسے چھوڑ رکھا تھا اب جس وقت دنیا اسے میسر آئی تو خلافت کے طمع میں ولی عہدی کو قبول کرلیا مامون آگ بگولہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ ہمیشہ نامناسب باتیں میرے سامنے کرتے ہیں اور میری سطوت سے مامون ہو گئے ہو خدا کی قسم اگر ولی عہدی قبول نہ کی تو میں آپؑ کی گردن اڑا دوں گا حضرتؑ نے فرمایا خداوند عالم نے یہ نہیں فرمایا کہ میں اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالوں اگر مجبور کرتے ہو تو میں قبول کرلیتا ہوں بشرطیکہ کسی کو نصب وعزل نہیں کروں گا اور کسی رسم کو توڑوں گا نہیں اور کوئی امر احداث نہیں کروں گا اور دور سے خلافت کو دیکھتا رہوں گا مامون ان شرائط پر راضی ہو گیا۔

پس حضرتؑ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر عرض کیا خدایا تو جانتا ہے کہ مجھے مجبور کر دیا گیا ہے اور ضرورت واکراہ سے میں نے اس امر کو اختیار کیا ہے پس مجھ سے مواخدہ نہ کرنا جیسا کہ تو نے اپنے دو بندوں اور دو پیغمبروں یوسفؑ ودانیالؑ کا مواخذہ نہیں کیا جب کہ انہوں نے اپنے زمانہ کے بادشاہ کی طرف سے ولایت کو قبول کرلیا خدایا کوئی عہد تیرے عہد کے علاوہ نہیں اور کوئی ولایت نہیں مگر جو تیری طرف سے ہو پس مجھے توفیق دے کہ تیرے دین کو قائم رکھوں اور تیرے پیغمبر کی سنت کو زندہ کروں بے شک تو بہترین مولا اور مددگار ہے پس محزون وگریان آپؑ نے مامون کی ولی عہدی قبول کی دوسرے دن جو کہ چھ ماہ مبارک رمضان کا دن تھا جیسا کہ شیخ مفید کی تاریخ شرعیہ سے ظاہر ہوتا ہے مامون نے ایک جلسہ عظیم ترتیب دیا اور حضرتؑ کے لیے اپنی کرسی کے ساتھ ایک کرسی رکھی اور آپؑ کے لیے تکیہ لگوادیا اور تمام اکابر واشراف وسادات وعلماء کو جمع کیا پہلے اپنے بیٹے عباس کو حکم دیا کہ حضرتؑ کی بیعت کرے اس کے بعد لوگوں نے بیعت کی پھر زرنقد کی تھیلیاں لے آئے اور بہت سے جائزے اور انعامات لوگوں کو بخشے خطباء اور شعراء کھڑے ہوئے اور خطبے اور قصائد غرا حضرتؑ کی شان میں پڑھے اور انعام لیے اور حکم دیا کہ منبروں پر آپؑ کا نام بلند ہوا اور دنانیر ودراہم کے چہروں کو آپؑ کے نام نامی اور لقب گرامی کے ساتھ مزین کیا جائے اور اس سال مدینہ میں منبر رسول خداؐ پر خطبہ پڑھا گیا اور حضرت امام رضاؑ کے لیے دعا کرتے ہوئے کہا گیا، ولی عہد المسلمین علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علی بن ابی طالب علیہم السلام **ستة آباء هم ما هم افضل من يشرب صوب الغمام** چھ اباؤاجداد ہیں وہ وہ ہیں جو بادل کا پانی پینے والوں سے افضل ہیں، نیز مامون نے حکم دیا کہ سیاہ لباس جو بنی امیہ کی بدعت تھی اسے ترک کیا جائے اور سبز لباس پہنا جائے اور اپنی ایک بیٹی ام حبیب کی حضرتؑ سے

شادی کی اور اپنی دوسری بیٹی ام الفضل کو امام محمد تقیؑ سے منسوب کیا اور اسحاق بن موسیٰؑ سے اس کے چچا اسحاقؑ بن جعفرؑ کی لڑکی کی شادی کی اور اسی سال ابراہیم بن موسیٰؑ امام رضاؑ کے بھائی نے مامون کے حکم سے لوگوں کو حج کرایا اور جب عید کا دن قریب آیا تو مامون نے حضرتؑ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپؑ سوار ہو کر عید گاہ میں جائیں اور نماز عید پڑھائیں اور خطبہ دیں حضرتؑ نے جوابی پیغام بھیجا کہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے ولی عہدی اس شرط پر قبول کی تھی کہ ان کاموں میں مداخلت نہیں کروں گا مجھے لوگوں کے ساتھ نماز عید پڑھنے سے معاف کرو مامون نے کہلا بھیجا کہ میں چاہتا ہوں کہ ان کاموں سے لوگوں کو یہ اطمینان ہو جائے کہ آپؑ میرے ولی عہد ہیں اور آپؑ کے فضل کو پہچانیں حضرتؑ نے قبول نہ کیا مسلسل قاصد حضرتؑ اور مامون کے درمیان آتا جاتا رہا اور لوگوں کا اصرار بھی زیادہ ہوا تو مجبوراً آپؑ نے پیغام بھیجا کہ اگر مجھے معاف کر دو تو یہ میرے نزدیک بہتر ہے اور اگر معاف نہیں کرتے ہو تو میں نماز کے لیے اسی طرح جاؤں گا جس طرح کہ رسول خداؐ اور امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام جایا کرتے تھے مامون کہنے لگا آپؑ نماز کے لیے جائیں جس طرح آپؑ چاہیں پس اس نے افسروں اور دربانوں اور تمام لوگوں کو حکم دیا کہ وہ صبح سویرے حضرت امام رضاؑ کے در دولت پر حاضر ہوں راوی کہتا ہے کہ جب عید کا دن آیا تو لوگ حضرتؑ کے دیدار کے لیے راستوں پر اور چھتوں پر جمع ہوئے اور عورتوں اور بچوں نے اجتماع کیا اور آنجنابؑ کے باہر آنے کے انتظار میں آبیٹھے اور تمام افسر و فوجی آپؑ کے در دولت پر آ حاضر ہوئے جب کہ وہ گھوڑوں پر سوار تھے وہ کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ سورج نکل آیا پس حضرتؑ نے غسل کیا اور اپنا لباس پہنا اور سفید عمامہ جو کپاس سے بنا ہوا تھا سر پر رکھا اور اس کا ایک شملہ اپنے سینہ کے درمیان اور دوسرا دونوں کندھوں کے درمیان ڈالا اور کچھ مقدار خوشبو لگائی اور عصا ہاتھ میں لیا اور اپنے غلاموں سے فرمایا کہ تم بھی ایسا کرو جیسا کہ میں نے کیا ہے پس وہ حضرتؑ کے آگے آگے گھر سے باہر نکلے اور حضرت ننگے پاؤں روانہ ہوئے اور آدھی پنڈلی تک کپڑا اوپر کیا ہوا تھا ''و علیه ثیاب مشمرة'' اور آپؑ کا لباس سمٹا ہوا تھا پس تھوڑا راستہ طے کر کے آپؑ نے آسمان کی طرف سر اٹھا کر تکبیر عید کہی اور آپؑ کے غلاموں نے آپؑ کے ساتھ تکبیر کہی پس جب وہ مکان کے دروازے تک پہنچے تو افسروں فوجیوں نے جو آپؑ کو اس ہیئت سے دیکھا تو وہ سب اپنی سواریوں سے کود پڑے اور انتہائی خفت کے ساتھ اپنے جوتے پاؤں سے اتار دیئے اور بہتر حالت میں وہ تھا کہ جس کے پاس کوئی چھری تھی کہ جس نے اپنے جوتے کے تسمے اس سے کاٹ دیئے اور پاؤں اس سے نکال کر پیادہ ہو گئے راوی کہتا ہے حضرت امام رضاؑ نے گھر کے دروازے پر تکبیر کہی اور سب لوگوں نے آپؑ کے ساتھ تکبیر کہی ہمیں خیال و تصور ہوتا تھا کہ آسمان اور دیواریں بھی آپؑ کے ساتھ تکبیر کہہ رہے ہیں اور لوگ حضرتؑ کی سن کر دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے اس حد تک کہ مرو کا شہر لوگوں کے گریہ و شیون کی آواز سے لرزنے لگا یہ خبر مامون تک پہنچی تو وہ ڈر گیا کہ اگر حضرتؑ اس کیفیت میں عید گاہ تک پہنچ گئے تو لوگ آپؑ کے مفتون و فریفتہ ہو جائیں گے تو اس نے حضرتؑ کو نہ جانے دیا اور کسی کو آپؑ کی خدمت میں بھیجا کہ ہم نے آپ کو زحمت و تکلیف دی ہے آپؑ واپس ہو جائیں اور اپنے آپؑ کو مشقت میں نہ ڈالیں جو شخص ہر سال عید کی نماز پڑھاتا ہے وہی نماز پڑھا دے، حضرتؑ نے اپنا جوتا منگوایا اور سوار ہو کر واپس چلے گئے اور اس دن لوگوں کا معاملہ اختلاف میں پڑ گیا اور نماز کا انتظام اس سبب سے درہم برہم ہو گیا۔

مولف کہتا ہے کہ اگر چہ مامون ظاہراً حضرت امام رضاؑ کی توقیر و تعظیم میں کوشاں رہتا اور آپؑ کے احترام میں فرو گزاشت نہ کرتا لیکن باطن میں بطور شیطنت بدی بطریق نفاق حضرتؑ سے دشمنی کرتا اور بحکم هم عدونا حذرهم وہ دشمن ہیں ان سے بچو وہ دشمن واقعی بلکہ آپؑ کا سخت ترین دشمن تھا جو کہ بظاہر تو محبت و دوستی اور خوش زبانی کے طریق پر حضرتؑ کے ساتھ پیش آتا لیکن باطن میں سانپ کی طرح آپؑ کو ڈستا اور ہمیشہ آپؑ کو زہر کے گھونٹ پلاتا رہتا لہذا جس وقت سے آپؑ ولی عہد ہوئے آپؑ کی مصیبت اذیت اور صدمات کی ابتداء ہوگئی اور آپؑ کی بیعت کرنے کے دن ہی حضرتؑ کے خواص میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں حضرتؑ کی خدمت میں تھا اور حضرتؑ کے فضل کے ظہور کی وجہ سے میں خوش حال تھا کہ حضرتؑ نے مجھے اپنے قریب بلایا اور آہستہ سے مجھ سے فرمایا اس معاملہ سے خوش نہ ہو کیونکہ یہ کام تکمیل کو نہیں پہنچے گا اور میں اس حال میں باقی نہیں رہوں گا اور علی بن محمد بن جہم کی حدیث میں ہے کہ جب مامون نے علماء امصار اور فقہاء اقطار کو جمع کیا تا کہ امام رضاؑ کے ساتھ مباحثہ اور مناظرہ کریں آپؑ ان سب پر غالب آئے اور سب نے حضرتؑ کی فضیلت کا اقرار کیا اور حضرتؑ مامون کی مجلس سے اٹھ کر اپنے مکان پر واپس تشریف لے گئے تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا خدا کا شکر ہے کہ اس نے مامون کو آپؑ کا مطیع قرار دیا ہے اور وہ آپ کی بہت عزت کرتا ہے اور اس میں بہت کوشش کرتا ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اے ابن جہم میرے ساتھ مامون کی یہ محبتیں تجھے دھوکہ نہ دیں کیونکہ عنقریب ظلم و ستم سے زہر کے ساتھ وہ مجھے شہید کرے گا اور یہ وہ بات ہے جو میرے آباؤ اجداد کی طرف سے مجھے ملی ہے اور اس بات کو پوشیدہ رکھنا اور جب تک میں زندہ ہوں کسی سے بیان مت کرنا۔

خلاصہ یہ کہ ہمیشہ مامون کی بری معاشرت سے آپؑ کے دل کو دکھ درد پہنچتا اور آپؑ کسی سے اس کا اظہار نہیں کر سکتے تھے اور آخر میں آپؑ اتنا تنگ آ گئے تھے کہ خدا سے موت کی درخواست کی جیسا کہ یاسر خادم کہتا ہے کہ ہر جمعہ کے دن جب آپ مسجد جامع سے واپس آتے تو پسینہ میں شرابور اور غبار آلودگی کی حالت میں اپنے ہاتھ آسمان کی طرف بلند کرتے اور عرض کرتے خدایا اگر فرج و کشائش میری موت پر منحصر ہے تو اسی وقت میری موت میں تعجیل فرما اور ہمیشہ غم و غصہ میں رہے یہاں تک کہ دنیا سے کوچ فرمایا اور اگر کوئی جستجو کرنے والا غور و فکر کرے مامون کی معاشرت و سلوک کی وضع و کیفیت میں جو آنحضرتؑ سے تھی تو وہ اس مطلب کی تائید کرے گا۔

کہ آیا کوئی شخص عاقل تصور کر سکتا ہے کہ مامون دنیا پرست کہ جو خلافت و ریاست کے طمع میں حکم دے کہ اس کے بھائی محمد امین کو انتہائی بے دردی سے قتل کر دیں اور اس کا سر اس کے پاس لے آئیں اور وہ اسے اپنے گھر کے صحن میں ایک لکڑی پر نصب کر دے اور اپنے جنود و عساکر کو حکم دے کہ ہر شخص کھڑے ہو کر اس پر لعنت کرے اور اپنا جائزہ وصول کرے تو وہ شخص اس قدر طالب خلافت و ملک ہو امام رضاؑ کو مدینہ سے مرو بلاتا ہے اور دو ماہ تک اصرار کرتا ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ خلافت سے معزول ہو جاؤں اور خلافت کا لباس آپؑ کو پہنا دوں سوائے شیطنت اور بدی کے کوئی اور نکتہ اس کے ملحوظ نظر ہو سکتا ہے۔

حالانکہ خلافت قرۃ العین مامون تھی اور سلطنت کے حق میں کہا گیا ہے **الملك عقيم** کہ ملک بانجھ عورت کی طرح ہے اس کے بھائی امین نے اسے خوب پہچانا ہوا ہے جیسا کہ اس نے احمد بن سلام سے کہا جب کہ اس کو گرفتار کر لیا گیا تھا کہ آیا مامون مجھے قتل کر دیگا احمد کہنے لگا نہیں وہ تجھے قتل نہیں کریگا کیونکہ جذبہ رحم اس کے دل کو تجھ پر مہربان کر دیگا، امین کہنے لگا **هيهات الملك عقيم لا رحم** یہ دور کی باتیں ہیں ملک بانجھ ہے اور مامون میں رحم نہیں ہے علاوہ اس کے مامون نہیں چاہتا تھا کہ حضرت رضاؑ کی فضیلت ظاہر ہو جیسا کہ نماز عید اور دوسری روایات کے دیکھنے سے یہ واضح و روشن ہے۔

اور رجاء بن ابی ضحاک کی روایت کے آخر میں ہے کہ جب رجاء نے امام رضاؑ کے فضائل اور عبادات مامون کے سامنے نقل کئے تو مامون نے کہا کہ جو کچھ تو نے مجھے بتایا ہے لوگوں کو اس کی خبر نہ دینا اور مصلحت وشیطنت کی بنا پر کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ آپؑ کے فضائل صرف میری زبان سے ظاہر ہوں اور آخر میں جب اس نے دیکھا کہ ہر روز انوار علم وکمال اور آثار رفعت وجلال حضرت کے لوگوں پر ظاہر ہو رہے ہیں اور آپؑ کی محبت ان کے دلوں میں گھر کرتی جارہی ہے تو نائرہ حسد اس کے سینہ کے اندر مشتعل ہوا اور حضرتؑ کو ٹھکانہ لگانے کی تدبیر کرنے لگا لہذا حضرتؑ کو زہر دے دیا جیسا کہ شیخ صدوق نے احمد بن علی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوالصلت ہروی سے پوچھا کہ اس اکرام ومحبت کے باوجود جو حضرتؑ کی نسبت ظاہر کرتا تھا اور انہیں اپنا ولی عہد بنایا تھا کس طرح مامون امام رضاؑ کے قتل پر راضی ہو گیا حالانکہ وہ آپ کی فضیلت و بزرگی کو جانتا تھا اور ولایت عہد آپ کو اس لیے سپرد کی تا کہ لوگ یہ سمجھیں کہ حضرتؑ دنیا کی طرف راغب و مائل ہیں اور ان کے دلوں سے آپؑ کی محبت کم ہو جائے، جب اس نے دیکھا کہ یہ چیز تو لوگوں کی زیادہ محبت واخلاص کا باعث ہوگئی ہے تو تمام فرقوں کے علماء کو یہود و نصاریٰ ومجوس صائبین و براہمہ وملحدین ودھریین اور تمام ملل وادیان کے علماء کو جمع کیا تا کہ وہ حضرتؑ سے مباحثہ و مناظرہ کریں شاید وہ آپؑ پر غالب آجائیں اور آنجنابؑ میں کوئی عجز ونقص ظاہر ہو اور اس وجہ سے لوگوں کے اعتقاد میں جو انہیں حضرتؑ سے ہے کچھ کمزوری آجائے اس تدبیر نے بھی اس کے مقصود کے خلاف نتیجہ دیا اور وہ سب حضرتؑ سے مغلوب ہوگئے اور انہوں نے آپؑ کی فضیلت وجلالت کا اقرار کیا۔

مولف کہتا ہے کہ مجھے مناسب معلوم ہوا کہ آپؑ کی مجالس مناظرہ میں سے صرف ایک مجلس کی طرف یہاں اشارہ کروں اور اپنی کتاب کو اس سے زینت دوں۔

حضرت امام رضا علیہ السلام کی علماء ملل و ادیان کے ساتھ ایک مجلس مناظرہ کا تذکرہ

شیخ صدوق نے حسن بن محمد نوفل ہاشمی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب امام رضاؑ مامون کے پاس تشریف لے گئے تو مامون نے فضل بن سہل کو حکم دیا کہ وہ اصحاب مقالات و گفتگو کو جمع کرے مثل جاثلیق کے جو نصاریٰ کا رئیس ہے اور اس الجالوت کو جو یہودیوں کا بڑا عالم ہے اور رؤسا صابئین کو اور یہ وہ لوگ ہیں جو گمان کرتے ہیں کہ وہ حضرت نوح علیہ السلام کے دین پر ہیں اور ہر بذ اکبر کو جو کہ آتش پرستوں کا بزرگ ہے اور اصحاب زرشت و نسطاس رومی اور متکلمین کو تا کہ وہ آنحضرتؑ اور ان لوگوں کی گفتگو سنیں پس فضل بن سہل نے ان سب کو جمع کیا اور مامون کو ان کے اجتماع کی خبر دی مامون کہنے لگا کہ انہیں میرے پاس لے آؤ اور جب وہ مامون کے ہاں اکٹھے ہوئے تو اس نے انہیں مرحبا کہا اور ان پر نوازش و عنایت کی اور کہنے لگا کہ میں نے تمہیں خیر کے لیے جمع کیا ہے اور میں دوست رکھتا ہوں کہ تم میرے چچا زاد بھائی کے ساتھ جو کہ مدینہ سے میرے پاس آیا ہوا ہے مناظرہ کرو، پس جب صبح ہو تو تم میرے پاس آنا اور تم میں سے کوئی خلاف ورزی نہ کرے وہ کہنے لگے **سمعاً و طاعة** یا امیر المومنین ہم کل صبح انشاء اللہ حاضر ہوں گے۔ راوی بن نوفل کہتا ہے کہ ہم امام ابوالحسن الرضاؑ کے پاس بیٹھے کسی حدیث کا ذکر ہو رہا تھا کہ اچانک یاسر جو کہ حضرت رضاؑ کے معاملات کا متولی تھا اندر آیا اور کہنے لگا اے میرے سید و آقا امیر المومنین آپؑ کی خدمت میں سلام کہہ رہا ہے اور کہتا ہے کہ آپؑ کا بھائی آپؑ پر قربان جائے اصحاب مقالات اور اہل ادیان و متکلمین تمام ملتوں کے میرے پاس جمع ہوئے ہیں اگر آپؑ ان سے گفتگو کرنے کی رغبت رکھتے ہوں تو کل صبح میرے پاس تشریف لے آئیں اور اگر ناپسند کرتے ہیں تو اپنے آپؑ کو زحمت نہ دیں اور اگر آپؑ کی خواہش ہو ہم آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں تو یہ بھی ہمارے لیے آسان ہے۔

حضرت نے اس سے فرمایا کہ مامون سے کہنا کہ میں تمہارے ارادہ کو جانتا ہوں میں کل انشاء اللہ تمہاری مجلس میں آؤں گا راوی کہتا ہے کہ جب یاسر چلا گیا تو حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا اے نوفلی تو عراق کا رہنے والا ہے اور رقت عراقی غلیظ اور سخت نہیں ہے تیری نظر میں کیا ہے تیرے چچا زاد کا ہمارے لیے اہل شرک و اصحاب مقالات کو جمع کرنا یعنی جو مجالس و محافل پر علمی گفتگو کریں میں نے عرض کیا آپؑ پر فدا ہوں وہ آپ کا امتحان کرنا چاہتا ہے اور وہ دوست رکھتا ہے کہ وہ آپؑ کے علم کے اندازہ و مقدار کو سمجھے لیکن اس نے غیر محکم اساس پر بنیاد رکھی ہے اور خدا کی قسم اس نے بری بنیاد رکھی ہے حضرتؑ نے فرمایا اس سلسلہ میں اس کی بنیاد کیا ہے۔؟

میں نے کہا کہ اصحاب کلام و بدع علماء کے برعکس ہوتے ہیں کیونکہ عالم غیر منکر کا انکار نہیں کرتا اور اصحاب مقالات و

متکلمین واہل شرک اصحاب انکاراور ایک دوسرے کومبہوت وحیران کرنے والے ہوتے ہیں اگر آپؑ ان سے احتجاج کریں کہ اللہ ایک ہے تو وہ کہتے ہیں کہ اس کی وحدانیت کو ثابت کریں اور اگر کہیں کہ محمد رسولؐ خدا ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ ان کی رسالت کو ثابت کریں پس وہ انسان کو حیران کردیتے ہیں اور جب انسان صحت ودلیل سے ان کی بات کو باطل کردے تو وہ مغالطہ میں ڈالتے ہیں تاکہ انسان اپنی کہی ہوئی بات کو چھوڑ دے اور اپنے قول سے دستبردار ہو جائے پس آپؑ ان سے بچئے میں آپؑ پر فدا ہو جاؤں۔

حضرت نے تبسم کیا اور فرمایا اے نوفلی کیا تمہیں ڈر ہے کہ وہ میری دلیل توڑ دیں گے میں نے عرض کیا خدا کی قسم میں ہرگز یہ گمان آپؑ کے متعلق نہیں رکھتا اور میں امید رکھتا ہوں کہ خداوند عالم آپ کو ان پر انشاءاللہ کامیابی عنایت فرمائے گا۔

آپ نے فرمایا اے نوفلی کیا تم چاہتے ہو کہ تمہیں معلوم ہو کہ مامون کس وقت اپنے عمل پشیمان ہوگا میں نے عرض کیا جی ہاں فرمایا اس وقت سنے گا میرا دلیل لانا اہل تورات کی رو میں تورات سے اور اہل انجیل سے اور اہل زبور کی تردید زبور سے اور صائبین کے خلاف عبرانی زبان سے اور آتش پرستوں کے خلاف ان کی فارسی زبان سے اور رومیوں کے خلاف ان کی رومی زبان سے اور اہل مقالات کے خلاف ان کی اصطلاحات میں پس جب میں نے ہر صنف کا منہ بند کردوں گا اور اس کی دلیل کو باطل کردوں گا اور ہر ایک اپنا قول چھوڑ کر میری بات کا قائل ہو جائے گا تو اس وقت مامون کو پتہ چلے گا کہ وہ مقام کہ جس کا راستہ سامنے ہے وہ اس کا مستحق نہیں تو وہ اس وقت پشیمان ہوگا **ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم** پس جب صبح ہوئی تو فضل بن سہل آیا اور آنجنابؑ سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپ کا پسر عم آپؑ کا منتظر ہے اور وہ لوگ سب جمع ہو گئے ہیں پس تشریف لانے کے متعلق آپؑ کی کیا رائے ہے۔

آپؑ نے فرمایا تم چلو میں انشاءاللہ تمہارے پیچھے آرہا ہوں اس کے بعد آپؑ نے نماز کے وضو کی طرح وضو کیا اور ستووں کا ایک گلاس پیا اور ہمیں بھی ستو پلائے اس کے بعد باہر نکلے اور ہم بھی آپؑ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ مامون کے دربار میں داخل ہوئے دیکھا کہ مجلس لوگوں سے پُر ہے۔

اور محمد بن جعفر طالبین اور بنی ہاشم کے درمیان بیٹھا اور افسران لشکر حاضر ہیں پس جب امام رضاؑ داخل ہوئے تو مامون اور محمد بن جعفر کھڑے ہو گئے اور تمام بنی ہاشم بھی آپؑ کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے اور حضرت رضاؑ مامون کے ساتھ بیٹھ گئے اور باقی تمام لوگ کھڑے رہے یہاں تک کہ آپؑ نے حکم دیا تو تمام بیٹھ گئے اور مامون کا رخ مسلسل حضرتؑ کی طرف رہا اور وہ آپؑ سے ایک گھنٹہ تک گفتگو کرتا رہا اس کے بعد مامون نے جاثلیق کی طرف رخ کیا جو عالم نصاریٰ تھا اور کہا کہ اے جاملو جاثلیق یہ میرے چچازاد بھائی علیؑ بن موسیٰؑ بن جعفرؑ اولاد جناب فاطمہؑ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ہیں اور علیؑ بن ابی طالب کے فرزند ہیں میں دوست رکھتا ہوں کہ ان سے گفتگو ومحاجہ کرو اور انصاف کے ساتھ ان سے پیش آؤ جاثلیق کہنے لگا اے امیر المومنین میں کس طرح اس شخص سے مباحثہ اور محاجہ کروں جو میرے سامنے ایسی کتاب کی دلیل پیش کرے کہ جس کا میں منکر ہوں اور ایسے پیغمبر کے قول کو پیش کرے کہ جس پیغمبر پر میں ایمان نہیں رکھتا حضرت رضاؑ نے فرمایا اے جاثلیق اگر میں دلیل تیری انجیل سے پیش کروں تو اس کا اقرار واعتراف کرے

گا جاثلیق کہنے لگا تو کیا میں قدرت رکھتا ہوں کہ اس چیز کو رد کروں جو کہ انجیل میں تحریر ہے۔

ہاں خدا کی قسم میں اپنے علی الرغم اس کا اقرار کروں گا حضرتؑ نے جاثلیق سے فرمایا پھر سوال کرو اور اس کا جواب لو جاثلیق کہنے لگا آپؑ جناب عیسیٰؑ کی نبوت و کتاب کے متعلق کیا فرماتے ہیں ان دونوں میں سے کسی چیز کا انکار کرتے ہیں حضرت رضاؑ نے فرمایا کہ میں اقرار کرتا ہوں عیسیٰؑ کی نبوت اور اس کی کتاب کا اور اس چیز کا جس کی اس نے اپنی امت کو بشارت اور حواریین نے اس کا اقرار کیا لیکن میں اس عیسیٰؑ کی نبوت و رسالت کا اقرار نہیں کرتا کہ جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت و نبوت اور ان کی کتاب کا اقرار نہیں کیا اور اپنی امت کو اس کی خوشخبری نہیں دی۔

جاثلیق کہنے لگا ایسا نہیں کہ احکام کا فیصلہ دو شاہد عادل سے ہوتا ہے فرمایا ہاں ایسا ہی ہے عرض کرنے لگا پھر اپنے اہل ملت و مذہب کے علاوہ دو گواہ پیش کیجئے نبوت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ان اشخاص میں سے جو ملت نصرانیت میں مقبول ہوں الشہادت ہوں اور اس قسم کا سوال کیجئے ہمارے اہل ملت کے علاوہ لوگوں سے بھی حضرتؑ نے فرمایا اے نصرانی اب تو راہ انصاف پر آیا ہے۔

کیا قبول نہیں کرو گے اس عادل کو جو مسیح عیسیٰ بن مریمؑ کے نزدیک مقدم و بزرگ تھا، جاثلیق کہنے لگا یہ عادل کون ہے مجھے اس کا نام بتائیے، فرمایا تمہارا کیا خیال ہے یوحنائے دیلمی کے حق میں عرض کرنے لگا کیا کہنا آپؑ نے ایسے شخص کا ذکر کیا ہے جو لوگوں میں سب سے زیادہ جناب مسیحؑ کا دوست اور محبوب تھا۔ حضرت نے فرمایا میں تجھے قسم دیتا ہوں کیا یہ انجیل میں ہے؟

یوحنا نے کہا کہ مسیحؑ نے مجھے دین محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر دی اور مجھے یہ خوشخبری سنائی کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بعد ہیں اور میں نے اس کی خوشخبری حواریین کو دی ہے اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لے آئے اور انھوں نے اسے قبول کر لیا جاثلیق کہنے لگا کہ یوحنا نے یہ بات مسیحؑ سے نقل کی ہے اور بشارت دی ہے ایک شخص کی نبوت اس کے اہل بیتؑ اور اس کے وصیؑ کی لیکن یہ تشخیص نہیں کی کہ کس زمانہ میں ہوگا اور ان کے نام بھی بیان نہیں کئے تاکہ میں انہیں پہچان سکوں۔ حضرتؑ نے فرمایا اگر ہم کوئی ایسا شخص لے آئیں جو انجیل کی قرآت کرتا ہو اور تیرے سامنے تلاوت کرے محمدؐ ان کے اہل بیتؑ اور ان کی امت کے ذکر کو تو کیا ایمان لے آئے گا، عرض کیا جی ہاں یہ بات پختہ اور محکم ہے حضرتؑ نے نسطاس رومی کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ تجھے سفر سوم انجیل کسی طرح حفظ و یاد ہے، عرض کیا بڑی اچھی طرح مجھے حفظ اور یاد ہے۔

پھر حضرتؑ نے راس الجالوت کی طرف رخ کیا اور فرمایا کیا تم انجیل پڑھا کرتے ہو عرض کیا مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ میں اسے پڑھا کرتا ہوں فرمایا پس کان لگا کر مجھ سے اس کا سفر سوم سنو اب اگر اس میں محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اہل بیتؑ اور ان کی امت کا ذکر ہو تو میرے حق میں گواہی دینا اور اگر نہ ہو تو پھر میرے حق میں گواہی نہ دینا۔ پس آنحضرتؑ نے سفر سوم کی قرئت کی یہاں تک کہ اس جگہ تک پہنچے کہ جہاں پیغمبرؐ کا تذکرہ تھا تو آپؑ نے توقف کیا اور رک گئے فرمایا اے نصرانی تجھے مسیحؑ اور اس کی والدہؑ کے حق کی قسم دے کر پوچھتا ہوں آیا تجھے معلوم ہوا ہے کہ میں انجیل کا علم رکھتا ہوں عرض کیا کہ ہاں پس آپؑ نے اس پر ذکر محمدؐ اور ان کے

اہل بیتؑ اور امت کی تلاوت فرمائی اس کے بعد فرمایا اے نصرانی کیا کہتے ہو یہ عیسیٰ بن مریمؑ کا قول ہے (کہ نہیں) اگر تکذیب کرو اس چیز کی کہ جس سے انجیل نے نطق کیا ہے تو موسیٰؑ و عیسیٰؑ کی تکذیب کرو گے اور جب اس ذکر کا انکار کرو گے تو تمہارا قتل واجب ہو جائے گا کیونکہ تم اپنے پروردگار اور اپنے پیغمبر اور کتاب کے کافر و منکر ہو جاؤ گے جاثلیق کہنے لگا میں اس چیز کا انکار نہیں کرتا جو میرے سامنے ظاہر ہو جائے کہ انجیل میں ہے بلکہ اس کا اقرار کرتا ہوں حضرتؑ نے فرمایا کہ اس کے اقرار پر گواہ رہنا پھر آپؑ نے فرمایا اے جاثلیق جس چیز کے متعلق چاہو سوال کرو جاثلیق کہنے لگا مجھے یہ بتایئے کہ علماء انجیل کی تعداد کتنی ہے۔

حضرت نے فرمایا علی الخبیر سقطت یعنی دانئے حقیقت کار کے دروازے پر گرا ہے یاد رکھو کہ حواریین بارہ افراد تھے اور ان میں سے افضل و اعلم الوتا تھا اور علماء نصاریٰ تین اشخاص ہیں یوحنا اکبر جو کہ اج میں رہتا تھا اور یوحنا ضرقیبا اور یوحنا دیلمی زجار کے ساتھ اور پیغمبرؐ ان کے اہل بیتؑ اور امت کا ذکر اس کے پاس تھا اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے امت عیسیٰ اور بنی اسرائیل کو حضرتؐ کی بشارت دی تھی پھر فرمایا اے نصرانی خدا کی قسم میں مومن اور تصدیق کرنے والا ہوں اس عیسیٰؑ کی کہ جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لاتا تھا اور تمہارے عیسیٰؑ کی کوئی چیز مجھے ناپسند نہیں سوائے اس کے ضعف و قلت و کمی نماز و روزہ کے جاثلیق کہنے لگا خدا کی قسم آپؑ نے اپنے علم کو خراب اور فاسد کیا ہے اور اپنے معاملہ کو کمزور کر دیا اور میں گمان نہیں کرتا تھا آپؑ کے متعلق مگر یہ کہ آپؑ اہل علم اسلام ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا ہو گیا ہے، جاثلیق کہنے لگا آپؑ کا یہ قول کہ عیسیٰؑ ضعیف و کم نماز و روزہ تھے حالانکہ جناب عیسیٰؑ نے کبھی دن کو افطار نہیں کیا اور کبھی رات کو سوئے نہیں اور ہمیشہ دن کو روزے رات کو عبادت میں قائم رہتے حضرتؑ نے فرمایا عیسیٰؑ کس کے لیے نماز اور روزہ بجالاتے تھے جاثلیق آپؑ کے جواب سے گنگ رہ گیا اور اس کی گفتگو ختم ہوگئی۔

حضرتؑ نے فرمایا اے نصرانی میں تم سے ایک مسئلہ پوچھتا ہوں عرض کیا پوچھئے اگر جانتا ہوا تو جواب ضرور دوں گا حضرتؑ نے فرمایا تم کیوں انکار کرتے ہو کہ جناب عیسیٰؑ حکم خدا سے مردوں کو زندہ کرتے تھے جاثلیق کہنے لگا کہ میرا انکار اس وجہ سے ہے کہ جو شخص مردہ کو زندہ کرے مادر زاد اندھے کو بینا اور جذام کے بیمار کو درست کردے وہ خدا ہے اور مستحق عبادت ہے۔

حضرت نے فرمایا الیسع پیغمبرؑ نے بھی وہ کیا جو عیسیٰؑ کرتے تھے وہ پانی پر چلتے تھے مردہ کو زندہ، مادر زاد نابینا کو بینا اور جذام کی بیماری والے کو ٹھیک کر دیتے تھے اس کی امت نے تو اسے خدا نہیں بنالیا اور کسی نے اس کی عبادت نہیں کی ہے اور حزقیل پیغمبرؑ سے بھی وہ چیزیں صادر ہوئی جو عیسیٰؑ سے صادر ہوئیں انہوں نے پینتیس ہزار افراد کو مرنے کے بعد زندہ کیا جب کہ انہیں مرے ہوئے ساٹھ سال گذر گئے تھے۔

پس آپؑ نے راس الجالوت کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے راس الجالوت کیا تورات میں تجھے ملتا ہے کہ یہ پینتیش ہزار افراد بنی اسرائیل کے جوانوں میں سے تھے بخت نصر نے انہیں بنی اسرائیل کے باقی قیدیوں سے الگ کرلیا جب کہ اس نے بیت المقدس میں جنگ کی تھی اور انہیں شہر بابل میں لے گیا پس اللہ تعالیٰ نے حزقیلؑ کو ان کی طرف بھیجا پس انہوں نے انہیں زندہ کیا اور یہ چیز تورات میں موجود ہے اور اس کا انکار نہیں کرسکتا مگر وہ جو تم میں سے کافر ہو جائے۔

راس الجالوت کہنے لگا ہم نے یہ سنا ہے اور جانا ہے فرمایا تو صحیح کہتا ہے پس آپؑ نے فرمایا اے یہودی تورات سے اس سفر کو مجھ سے لو یہاں تک کہ میں اسے پڑھ لوں پس آپ نے تورات کی چند آیات پڑھیں اور وہ یہودی آپؑ کی طرف متوجہ تھا اور چاہتا تھا کہ حضرتؑ پڑھیں اور اسے تعجب ہوتا تھا کہ حضرتؑ کس طرح یہ پڑھ رہے ہیں پھر حضرتؑ نے اس نصرانی یعنی جاثلیق کی طرف رخ کیا اور فرمایا اے نصرانی آیا یہ پینتیس ہزار افراد عیسیٰؑ کے زمانہ سے پہلے تھے یا عیسیٰؑ ان کے زمانہ سے پہلے تھے عرض کیا بلکہ وہ حضرت عیسیٰؑ کے زمانہ پہلے تھے حضرتؑ نے فرمایا کہ قریش کے ایک گروہ نے رسول خداؐ کی خدمت میں جا کر عرض کیا آپ ان کے مردوں کو زندہ کر دیں آنحضرتؐ نے علیؑ کی طرف رخ کیا اور فرمایا قبرستان میں جاؤ اور بلند آواز سے اس گروہ کے نام پکارو کہ جنہیں یہ لوگ چاہتے ہیں زبان پر جاری کروائے فلاں والے فلاں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تم سے کہہ رہے ہیں کہ باذن خدا عز وجل کھڑے ہو جاؤ۔

امیر المومنین نے ایسا ہی کیا کہ جیسا آنحضرتؐ نے فرمایا تھا پس ان کے مردے کھڑے ہو گئے درانحالیکہ وہ اپنے سروں سے خاک جھاڑ رہے تھے پس طائفہ قریش نے ان مردوں کا رخ کیا اور ان سے ان کے امور وحالات پوچھنے لگے اور انہوں نے انہیں بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث بر رسالت ہوئے ہیں وہ کہنے لگے کہ ہم دوست رکھتے تھے کہ ہم ان کا زمانہ پاتے اور ان پر ایمان لے آتے پس حضرت رضاؑ نے فرمایا کہ ہمارے نبی نے مادر زاد اندھوں اور جذام والوں اور دیوانوں کو درست کیا ہے اور حیوانات ، پرندوں اور جن وشیاطین نے ان سے گفتگو کی ہے باوجود اس کے ہم نے انہیں خدا نہیں مانا اور ہم کس نبی کی فضیلت کا انکار نہیں کرتے لیکن نہ اس حد تک کہ ہم انہیں خدا سمجھنے لگیں۔تم جناب عیسیٰؑ کو جو خدا کہتے ہو پھر الیسع اور حزقیل کو کیوں خدا نہیں کہتے حالانکہ یہ دونوں بزرگوار بھی مردہ کو زندہ کرنے اور دوسرے امور میں عیسیٰؑ کی طرح تھے ہوا یوں کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے اپنے شہروں سے طاعون کے خوف اور مرنے کے ڈر سے فرار اختیار کیا پس خداوند کریم نے ان سب کو ایک ہی وقت میں ماردیا اس بستی والوں نے کہ جہاں یہ لوگ مرے تھے ان کے گردا گرد ایک دیوار کھڑی کر دی وہ اسی طرح رہے یہاں تک کہ ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو گئیں پس وہاں سے بنی اسرائیل میں سے ایک نبی گزرا اور اس نے ان سے اور بہت سی بوسیدہ ہڈیوں پر تعجب کیا پس پروردگار عالم کی طرف سے اس نبی کو وحی ہوئی کیا تم چاہتے ہو کہ میں انہیں زندہ کروں تا کہ تم انہیں دیکھو عرض کیا ہاں اے میرے پروردگار وحی آئی کہ انہیں پکارو اور ندا دو تو اس پیغمبر نے کہا اے بوسیدہ ہڈیو اذن خدا سے اٹھ کھڑے ہو پس ایک ہی دفعہ وہ سب زندہ ہو گئے درانحالیکہ وہ خاک اپنے سروں سے جھاڑ رہے تھے۔

اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل الرحمان نے چار پرندے لیے اور ریزہ ریزہ کیا اور ہر جزو کو ایک پہاڑ پر رکھا پس ان پرندوں کو پکارا ایک ہی دفعہ وہ سب آپ کی طرف آئے۔

حضرت موسیٰؑ بن عمران علیہ السلام اپنے اصحاب میں سے ستر افراد کے ساتھ کہ جنہیں اپنی قوم میں سے منتخب کیا تھا پہاڑ کی طرف گئے پس انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ نے خدا کو دیکھا ہے ہمیں بھی دیکھائیں جس طرح خود دیکھا ہے حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ میں نے اسے نہیں دیکھا وہ کہنے لگے ہم آپ پر ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک واضح طور پر ہمیں خدا کا

دیدار نہیں کرائیں گے پس ان سب پر بجلی گری اور وہ جل گئے حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہا رہ گئے تو عرض کیا اے پروردگار میں نے بنی اسرائیل میں سے ستر افراد چنے تھے اور ان سب کے ساتھ آیا تھا اب اگر میں تنہا واپس جاؤں اور انہیں بتاؤں تو میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی اور اگر تو چاہتا ہے کہ اس سے پہلے انہیں اور مجھے ہلاک کر سکتا تھا تو کیا تو اس کام کی وجہ سے جو ہم میں سے بے وقوف لوگوں نے کیا ہے ہمیں ہلاک کرتا ہے پس خداوند عالم نے ان سب کو ان کے مرجانے کے بعد زندہ کر دیا۔

اے جاثلیق یہ جتنے واقعات میں نے بیان کئے ہیں ان میں سے کسی ایک کو رد کرنے کی تجھ میں قدرت نہیں ہے کیونکہ یہ تورات، انجیل، زبور اور قرآن پاک میں موجود ہیں پس اگر جو شخص بھی مردے کو زندہ کرے اور مادرزاد اندھے، جذام کی بیماری والے اور دیوانے کو درست کرے تو وہ عبادت کے لائق ہے کہ خدا تو پھر ان سب کو خدا مان لو اب کیا کہتے ہو۔ جاثلیق نے عرض کیا کہ بیشک بات آپؑ ہی کی صحیح ہے یعنی جو آپ کہہ رہے ہیں و لا الہ الا اللہ۔

پھر اس کے بعد آپؑ نے راس الجالوت کا رخ کیا اور فرمایا اے یہودی میری طرف دیکھو ان دس معجزوں کے حق کا تجھے واسطہ ہے جو حضرت موسیٰ بن عمرانؑ پر نازل ہوئے کیا تورات میں محمد صلی اللہ وسلم اور ان کی امت کی خبر ملی ہے کہ جس میں لکھا ہے کہ جس وقت آخری امت آئے گی جو اونٹ کے سوار کی پیرو ہوگی جو جدت کے ساتھ نئی تسبیح نئے عبادت خانوں میں کریں گے یعنی ان کی تسبیح اس تسبیح کے علاوہ ہوگی جو سابق امتوں کی تھی پس بنی اسرائیل اس امت کی طرف اور ان کے ملک میں جا کر پناہ لیں تاکہ ان کے دل مطمئن ہو جائیں ان کے ہاتھ میں وہ تلواریں ہوں گی کہ جس کے ساتھ گمراہ امتوں سے اطراف زمین میں انتقام لیں گے اے یہودی کیا یہ تورات میں لکھا ہے راس الجالوت کہنے لگا ہاں ہم نے ایسا ہی وہاں پایا ہے۔

اس کے بعد آپؑ نے جاثلیق سے فرمایا اے نصرانی تیرا کتاب شعیا کے متعلق علم کیسا ہے وہ کہنے لگا اسے میں حرف بحرف جانتا ہوں آپؑ نے جاثلیق اور راس الجالوت سے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ اس کا کلام ہے اے قوم میں نے گدھے کے سوار کی صورت دیکھی ہے جب کہ اس نے نور کا لباس پہنا ہوا ہے اور میں نے اونٹ کے سوار کو دیکھا ہے کہ جس کی روشنی چاند کی روشنی کی طرح ہے کہنے لگے یہ سچ ہے شعیا نے ایسا ہی کیا ہے۔

حضرت رضاؑ نے فرمایا اے نصرانی کیا تمہیں حضرت عیسیٰؑ کا یہ ارشاد انجیل میں معلوم ہے کہ میں تمہارے پروردگار اور اپنے پروردگار کی طرف جاؤں گا اور بارقلیطا یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئیں گے اور وہ ایسی شخصیت ہے جو میرے متعلق حق کی گواہی دیں گے جس طرح کہ میں نے ان کے لیے گواہی دی ہے اور وہ ایسے بزرگوار ہیں جو تمہارے لیے ہر چیز کی تفسیر کریں گے اور وہ وہی ہیں جو امتوں کی فضیحتوں اور رسوائیوں کو ظاہر کریں گے اور وہی بزرگ ہیں جو کفر کے ستون توڑیں گے۔

پس جاثلیق نے کہا کہ جس جس چیز کا آپؑ نے انجیل میں سے ذکر کیا ہے ہم اس کا اقرار کرتے ہیں آنجنابؑ نے فرمایا کہ یہ انجیل میں ہے؟ اس نے عرض کیا کہ ہاں حضرتؑ نے فرمایا اے جاثلیق کیا مجھے پہلی انجیل کے متعلق نہیں بتاتے جب کہ وہ مفقود اور گم ہوگئی تھی اس کو کس کے ہاں تم نے پایا اور کس نے تمہارے لیے موجودہ انجیل وضع کی اور جاثلیق نے کہا کہ ہم نے صرف ایک دن انجیل

کومفقودوگم کیا تھا پھر ہم نے اسے تروتازہ پایا اسے یوحنا اور متی باہر نکال لائے حضرت رضاؑ نے فرمایا تیرے معلومات انجیل اور علماء انجیل کے متعلق کتنے کم ہیں پس اگر اسی طرح ہو جیسے تو کہتا ہے تو تم نے انجیل میں کیوں اختلاف کیا ہے اور یہ اختلاف اس انجیل میں ہے جو آج تمہارے ہاتھ میں ہے پس اگر یہ عہد اول پر باقی ہوتی اور یہ پہلی انجیل ہوتی تو پھر اس میں اختلاف نہ ہوتا لیکن میں اس کا علم تجھے یاد کراتا ہوں واضح ہو کہ جب پہلی انجیل مفقود ہوگئی تو نصاریٰ اپنے علماء کے پاس جمع ہوئے اور کہنے لگے کہ عیسیٰؑ بن مریم تو قتل ہو گئے ہیں اور ہم انجیل کو بھی مفقود اور کھو بیٹھے ہیں آپ ہمارے علماء ہیں پس تمہارے پاس کیا ہے۔

الوقا اور مرقابوس نے کہا کہ انجیل ہمارے سینہ میں موجود ہے ہم اسے سفر بسفر سینہ سے باہر نکالیں گے جس کسی کے حق میں ہے لہذا تم اس پر محزون نہ ہو اور گرجوں و کنیسوں کو اس سے خالی نہ رکھو پس ہم انجیل کی تلاوت تمہارے سامنے کریں گے جس کسی کے حق میں نازل ہوئی ہے سفر بسفر یہاں تک تمام کو جمع کرلیں گے پس الوقا و مرقابوس یوحنا اور متی نے تمہارے لیے یہ انجیل بنائی ہے بعد اس کے کہ تم پہلی انجیل کو مفقود کر بیٹھے ہو اور یہ چاروں آدمی پہلے علماء کے شاگرد تھے کیا یہ تمہیں معلوم ہوا جاثلیق کہنے لگا پہلے مجھے اس کا علم نہیں تھا اب میں جان گیا ہوں اور مجھ پر واضح ہو گیا ہے کہ آپؑ کا عالم انجیل ہونا اور میں نے کچھ ایسی چیزیں بھی سنی ہیں کہ جنہیں آپؑ جانتے ہیں کہ میرا دل ان کی حقیقت کی گواہی دیتا ہے اور میں انہیں کچھ زیادہ سمجھنا چاہتا ہوں۔

حضرت نے فرمایا ان لوگوں کی شہادت تیرے نزدیک کیسی ہے کہنے لگا جائز اور مسموع ہے کیونکہ یہ لوگ انجیل کے عالم ہیں اور جو کچھ یہ شہادت دیں وہ حق ہے پس امام رضاؑ نے مامون اور دوسرے لوگوں میں سے حاضرین سے فرمایا کہ گواہ اور شاہد رہنا وہ کہنے لگے ہم گواہ ہیں پس آپؑ نے جاثلیق سے فرمایا فرزند اور اس کی ماں کے حق کی قسم یعنی عیسیٰؑ و مریمؑ کیا تمہیں معلوم ہے کہ متی نے کہا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ داوٗد بن ابراہیم بن اسحاق بن یعقوب بن یہود بن ہارون کے بیٹے ہیں اور مرقابوس نے عیسیٰؑ بن مریم کے نسب میں کہا ہے کہ عیسیٰؑ کلمہ خدا ہے جس نے حلول کیا ہے آدمی کے جسم میں پس انسان ہو گیا ہے۔

اور الوقا نے کہا ہے کہ عیسیٰؑ بن مریم اور ان کی والدہ دو انسان تھے گوشت و خون سے پس روح القدس ان میں داخل ہوا اے جاثلیق کیا تو اس کا قائل ہے کہ خود جناب عیسیٰؑ کی شہادت اپنے حق میں ہے کہ جس نے کہا ہے کہ میں تم سے کہتا ہوں اے حوارین کا گروہ کہ آسمان کی طرف صعود نہیں کرتا مگر وہ جو آسمان سے نازل ہوا ہے سوائے اونٹ سوار خاتم انبیاء کے پس بیشک وہ آسمان کی طرف جا کر پلٹ آئے گا اس قول کے متعلق کیا کہتے ہو۔؟

جاثلیق کہنے لگا یہ عیسیٰؑ کا ارشاد ہے ہم اس کا انکار نہیں کرتے حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا کہتے ہو اس شہادت کے متعلق جو الوقا، مرقابوس اور متی نے عیسیٰ پر دی ہے اور جس چیز کی نسبت ان سے دی ہے جاثلیق کہنے لگا انہوں نے عیسیٰ پر جھوٹ باندھا ہے۔

حضرت رضا علیہ السلام نے فرمایا اے قوم کیا جاثلیق نے ان علماء کا تزکیہ نہیں کیا تھا اور یہ شہادت نہیں دی تھی کہ یہ علماء انجیل ہیں اور ان کا قول حق ہے۔

جاثلیق کہنے لگا اے مسلمانوں کے عالم مجھے ان علماء کے معاملہ میں معاف کیجئے حضرتؑ نے فرمایا میں نے معاف کیا اے نصرانی جو چاہو سوال کرو جاثلیق کہنے لگا اب میرے علاوہ کوئی شخص آپؑ سے سوال کرے حضرت مسیح کے حق کی قسم میں گمان نہیں کرتا کہ مسلمانوں کے علماء میں آپؑ جیسا کوئی ہو پس آپؑ نے راس الجالوت کی طرف رخ کیا اور فرمایا تو مجھ سے سوال کرے گا یا میں تجھ سے سوال کروں عرض کیا بلکہ میں ہی سوال کروں گا اور میں آپؑ کی کوئی دلیل قبول نہیں کروں گا مگر جو تورات، انجیل اور زبور داؤد سے ہو یا ایسی ہو جو صحف ابراہیم و موسیٰ میں ہے حضرتؑ نے فرمایا مجھ سے قبول نہ کرو مگر وہ چیز کہ جس سے تورات نے زبان موسیٰ بن عمران پر اور انجیل نے زبان عیسیٰ بن مریم پر اور زبور نے زبان داؤدؑ پر نطق کیا ہے۔

پس راس الجالوت کہنے لگا کہ آپؑ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کہاں سے ثابت کرتے ہیں، حضرت نے فرمایا کہ آپؐ کی نبوت کی گواہی حضرت موسیٰؑ بن عمران، حضرت عیسیٰؑ بن مریم اور حضرت داؤد علیہ السلام زمین میں خدا کے خلیفہ نے دی ہے۔ عرض کیا کہ آپؑ موسیٰ بن عمران کا قول ثابت کریں حضرتؑ نے فرمایا اے یہودی تجھے کیا معلوم ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کو وصیت کی کہ عنقریب تمہارے پاس تمہارے بھائیوں میں سے ایک نبی آئے گا تم اس کے کلام کی تصدیق کرنا اور اس کی بات کو سننا پس کیا تمہیں بنی اسرائیل کے بھائی علاوہ اولاد اسماعیل کے معلوم ہیں اگر تم جانتے اور پہچانتے ہو یعقوب کے اسماعیل سے رشتہ و قرابت سبب اور عزیز داری کو جو کہ ان کے درمیان ابراہیم کی طرف سے تھی راس الجالوت کہنے لگا ہاں یہ موسیٰ علیہ السلام کا قول ہے اور ہم اسے رد نہیں کرتے حضرتؑ نے فرمایا آیا بنی اسرائیل کے بھائیوں میں سوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کوئی نبی ہے کہنے لگا کہ نہیں، حضرت نے فرمایا کیا یہ تمہارے ہاں صحیح نہیں ہے عرض کیا ہاں صحیح ہے لیکن میں پسند کرتا ہوں کہ آپؑ محمدؐ کی نبوت کو تورات سے صحیح ثابت کریں حضرتؑ نے فرمایا کہ تم انکار کرتے ہو کہ تورات میں ہے جآء النور من جبل طور سینآ واضآء لنا من جبل ساعیر واستعلن علینا من جبل فاران یعنی نور طور سینا پہاڑ آیا اور اس نے ہمیں روشنی دی ساعیر پہاڑ سے اور ہم پر آشکار ہوا فاران پہاڑ سے۔

راس کہنے لگا کہ ان الفاظ کو تو پہچانتا ہوں لیکن ان کی تفسیر کو نہیں جانتا حضرتؑ نے فرمایا میں تجھے بتاتا ہوں یہ جو نور سیناء پر آیا اس سے مراد وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی طور سینا پہاڑ پر اور یہ کہ اس نے لوگوں کو روشنی دی ساعیر پہاڑ سے تو یہ وہ پہاڑ ہے کہ خدا نے حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ پر وحی نازل کی جب کہ آپؑ پہاڑ کے اوپر تھے اور یہ کہ ہم پر آشکار ہوا فاران پہاڑ سے تو وہ مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک ہے کہ اس کے اور مکہ کے درمیان ایک دن کا راستہ ہے اور شعیا نبی نے کہا تورات میں تیرے اور اصحاب کے قول کی بناء پر رایت راکعین احناء لھما لاارض احدھما علیٰ حمار ولآخر علی الجمل یعنی میں نے دو سوار دیکھے کہ جن کے لیے زمین روشن ہوگئی ان میں سے ایک گدھے پر سوار ہے اور دوسرا اونٹ پر پس وہ گدھے کا سوار اور اونٹ کا سوار کون ہے۔؟

راس الجالوت کہنے لگا کہ میں تو ان کو نہیں پہچانتا آپؑ مجھے بتائیں کہ یہ دونوں افراد کون ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ گدھے کے

سوار عیسیٰ علیہ السلام اور اونٹ کے سوار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں کیا ان کا تورات میں ہونے کا انکار کرتے ہو اس کے بعد آپؑ نے فرمایا کیا حیقوق پیغمبرؑ کو پہچانتے ہو عرض کیا ہاں میں انہیں پہچانتا ہوں آپؑ نے فرمایا اور تمہاری کتاب میں لکھا ہے کہ خداوند عالم فاران پہاڑ سے بیان لایا اور آسمان احمدؐ اور اس کی امت کی تسبیح سے پر ہو گئے وہ اپنے گھوڑے سمندر میں اسی طرح لے جائے گا جس طرح کہ خشکی پر لے جائے گا وہ ہمارے پاس تازہ کتاب لے کر آئے گا بیت المقدس کے خراب ہونے کے بعد اور تازہ کتاب سے مراد قرآن ہے آیا اسے پہچانتے ہو اور اس کی تصدیق کرتے ہو۔؟

راس الجالوت نے کہا کہ حیقوق پیغمبرؑ نے یہ کہا ہے اور ہم اس کے قول کا انکار نہیں کرتے، حضرتؑ نے فرمایا کہ داوٗدؑ نے اپنی زبور میں کہا ہے اور تم اسے پڑھتے ہو کہ پروردگار مبعوث فرما اس شخص کو جو زمان فترت کے بعد سنت کو برپا کرے یعنی آثار نبوت کے ختم ہونے اور دین کے مٹ جانے کے بعد پس کیا کسی پیغمبر کو جانتے ہو کہ جس نے سنت کو زمان فترت کے بعد قائم کیا ہو سوائے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے، راس الجالوت کہنے لگا یہ داوٗد کا قول ہے اور اسے جانتے ہیں اور اس کا انکار نہیں کرتے لیکن ان کا مقصود اس کلام سے عیسیٰؑ ہے اور اس کا زمانہ فترت ہے۔

حضرت نے فرمایا تو جاہل ہے اور یہ نہیں جانتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سنت (پہلے دستور) کی مخالفت نہیں کی اور وہ تورات کی سنت کے موافق تھے یہاں تک کہ خداوند عالم اسے آسمان پر لے گیا اور یہ بات انجیل میں لکھی ہوئی ہے کہ ابن برہ (نیک عورت کا بیٹا) جانے والا ہے اور بارقلیطا اس کے بعد آنے والا ہے اور وہ بوجھ ہلکے کر دے گا اور وہ تمہارے لیے ہر چیز کی تفسیر کرے گا اور میرے لیے اسی طرح گواہی دے گا جس طرح میں نے اس کی گواہی دی ہے میں تمہارے لیے امثال ضرب المثلین لایا ہوں اور وہ تمہارے لیے تاویل لے کر آئے گا آیا ان باتوں کی انجیل میں ہونے کی تصدیق کرتے ہو کہنے لگا کہ ہاں اور میں ان کا انکار نہیں کرتا پس حضرت رضاؑ نے فرمایا اے راس الجالوت میں تجھ سے تیرے پیغمبر موسیٰ بن عمرانؑ کے متعلق سوال کرتا ہوں عرض کیا کہ سوال کیجئے فرمایا کہ موسیٰؑ کی نبوت کے اثبات کے لیے تمہارے پاس کونسی دلیل ہے وہ کہنے لگا کہ میری دلیل یہ ہے کہ جناب موسیٰ وہ معجزہ لائے جو پہلے آپؑ سے انبیاء میں سے کوئی نہ لایا فرمایا کون سا معجزہ لایا تھا عرض کیا دریا کا چیرنا اور عصا کا آپ کے ہاتھ پر اژدہا ہونا اور عصا کو پتھر مارنا اور اس سے چشموں کا جاری ہونا اور ید بیضا دیکھنے والوں کے لیے باہر نکالنا اور دیگر اس قسم کی علامات کہ جن پر مخلوق قادر نہیں ہے۔

حضرت نے فرمایا سچ کہتے ہو کہ ان کی نبوت کی صحت اور دلیل یہ تھی کہ وہ ایسی چیزیں لائے کہ جس قسم کی چیزوں کی مخلوق قدرت نہیں رکھتی تھی تو کیا ایسا نہیں کہ جو شخص دعوی نبوت کرے اور اس کے بعد ایسی چیزیں لائے کہ جیسی چیزوں پر مخلوق قدرت نہ رکھتی ہو تو تم پر اس کی تصدیق واجب ہے؟ کہنے لگا کہ نہیں کیونکہ موسیٰؑ کی نظیر نہ تھی بسبب اس مقام ومرتبہ کے جو انہیں بارگاہ ایزدی میں حاصل تھا اور ہم پر واجب نہیں کہ ہم اقرار واعتراف کریں ہر اس شخص کی نبوت کا جو نبی ہونے کا دعویٰ کرے جب تک کہ وہ حضرت موسیٰؑ جیسا معجزہ نہ لے آئے حضرتؑ نے فرمایا پھر تم نے کس طرح اقرار کر لیا ہے ان انبیاء کی نبوت کا جو موسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھے حالانکہ نہ

انہوں نے دریا میں شگاف کئے نہ پتھر سے بارہ چشمے جاری کئے اور نہ ہی ان کے ہاتھوں سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح ید بیضاء نکلا اور نہ عصا کو اژدہا کیا۔

اس یہودی نے عرض کیا کہ میں آپؑ سے کہہ چکا ہوں جب وہ اپنی نبوت پر ایسی علامات ومعجزہ لے آئیں کہ مخلوق اس جیسے کام کرنے کی قدرت نہ رکھتی ہے اگرچہ وہ ایسا معجزہ لے آئیں جو موسیٰ علیہ السلام نہ لائے ہوں یا اس طریقہ پر لے آئیں جس طریقہ پر موسیٰ علیہ السلام نہیں لائے تھے تو بھی ان کی تصدیق ضروری اور واجب ہے، حضرت نے فرمایا اے راس الجالوت پس کیا مانع اور رکاوٹ ہے حضرت عیسیٰؑ بن مریم کی نبوت کے اقرار واعتراف کرنے میں حالانکہ اس نے مردہ کو زندہ کیا، مادرزاد اندھے کو بینا کیا، برص کی بیماری والے کو درست کیا اور مٹی سے پرندہ کی شکل بنا کر اس میں پھونکتے تو خدا کے حکم سے وہ پرواز کرنے لگتا۔

راس الجالوت کہنے لگا یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ ایسا کرتے تھے لیکن ہم نے اسے نہیں دیکھا حضرتؑ نے فرمایا کیا تو گمان رکھتا ہے کہ جو معجزے جناب موسیٰ لے آئے وہ تو نے آنکھوں سے دیکھے تھے کیا ایسا نہیں کہ جناب موسیٰ علیہ السلام کے معتمد اصحاب سے تجھے خبر ملی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایسا کرتے تھے عرض کیا جی ہاں، آپ نے فرمایا پھر عیسیٰ بن مریم کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے اخبار متواتر آئے ہیں کہ وہ ایسا ایسا کرتے تھے تو پھر کس بناء پر تم موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق تو کرتے ہو اور عیسیٰ علیہ السلام کی نہیں کرتے راس الجالوت جواب نہ دے سکا حضرتؑ نے فرمایا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معاملہ اور جو معجزات آپؐ لے کر آئے وہ بھی اس طرح ہے بلکہ ہر نبی کہ جس کو خدا نے مبعوث بر رسالت کیا ہے اس کا معاملہ اسی طریقہ پر ہے، جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات وآیات میں سے یہ ہے کہ آنحضرتؐ یتیم فقیر چرواہے اور اجیر تھے کسی کتاب کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی اور نہ کسی استاد سے سیکھا ہے پس ایسی کتاب لائے کہ جس میں انبیاء کے واقعات اور ان کی خبریں حرف بحرف ہیں اور گزرے ہوئے لوگوں کی اور قیامت تک آنے والے لوگوں کی خبریں ہیں اور آنحضرتؐ نے لوگوں کو ان کے اسرار پنہانی اور ہر اس عمل کی جو اپنے گھروں میں کرتے تھے خبر دی بلکہ آپؐ بہت سے آیات ومعجزات لے کر آئے کہ جنہیں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

راس الجالوت کہنے لگا عیسیٰ اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر ہمارے ہاں صحت کو نہیں پہنچی اور ہمارے لیے صحیح نہیں کہ ہم ان دو افراد کے لیے اقرار کریں اس چیز کی وجہ سے جو ہمارے نزدیک درجہ صحت کو نہیں پہنچ سکی۔

حضرتؑ نے فرمایا پس جھوٹ بولا ہے ان گواہوں نے جنہوں نے گواہی دی ہے عیسیٰ ومحمدؐ کے لیے یعنی وہ انبیاء کہ جن کے کلام کو بیان کیا ہے کہ جنہوں نے ان کا اقرار کیا ہے وہ یہودی جواب سے عاجز آ گیا اور اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

پھر آپؑ نے ہربز اکبر کو اپنے پاس بلایا جو کہ آتش پرستوں کا بڑا تھا اور اس سے فرمایا کہ مجھے زرتشت کے متعلق بتا کہ جس کے متعلق تیرا گمان ہے کہ وہ پیغمبر تھا تیرے پاس اس کی نبوت کیا دلیل ہے؟

عرض کیا کہ وہ ایسا معجزہ لے کر آیا جو دوسرے اس کے پیشرو نہیں لائے اور ہم نے دیکھا تو نہیں لیکن گزشتہ لوگوں سے ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ اس نے ہمارے لیے اس چیز کو حلال کیا ہے کہ جسے اس کے علاوہ کسی نے حلال نہیں کیا، پس ہم نے اس کی پیروی کی ہے۔

حضرت نے فرمایا کہ اس طرح ہے کہ چونکہ تمہارے پاس اخبار آئے ہیں اور تم تک پہنچے ہیں تو تم نے اپنے پیغمبر کی پیروی کر لی ہے اس نے کہا کہ جی ہاں آپؑ نے فرمایا کہ باقی گزشتہ امتوں کے پاس بھی اخبار پہنچے ہیں ان چیزوں کے متعلق جو کہ دیگر پیغمبر اور موسیٰؑ وعیسیٰؑ ومحمدؐ لے آئے ہیں پس تمہارے پاس ان کے اقرار نہ کرنے میں کیا عذر ہے کیونکہ تمہارا زرتشت کے لیے اقرار کرنا اخبار متواتر کی وجہ سے تھا کہ وہ ایسی چیزیں لایا جو دوسرے نہیں لائے ہر بزلا جواب ہو گیا اور دوسری کوئی بات نہ کر سکا۔

پھر حضرتؑ نے فرمایا اے قوم اگر تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو اسلام کے مخالف ہو اور کوئی سوال کرنا چاہے تو بغیر شرم وخجالت کے سوال کرے پس عمران صابی کھڑا ہو گیا جو کہ متکلمین میں سے ایک تھا اور کہنے لگا اے عالم اور لوگوں میں سے دانا اگر یہ نہ ہوتا کہ آپؑ نے خود ہمیں سوال کرنے کے لیے پکارا اور کچھ پوچھنے کی دعوت دی ہے تو میں آپؑ سے سوال کرنے کا اقدام نہ کرتا پس اس میں شک نہیں کہ میں کوفہ وبصرہ شام اور جزیرہ میں گیا ہوں اور میں متکلمین سے گفتگو کی ہے اب تک مجھے کوئی ایسا نہیں مل سکا جو کسی ایک کو ثابت کر سکے کہ جس کا غیر کوئی نہیں اور جو اپنی وحدانیت پر قائم ہو گیا مجھے اجازت ہے کہ آپؑ سے سوال کروں۔؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ اگر اس مجمع میں کوئی عمران صابی ہے تو وہ تو ہی ہے عرض کیا جی ہاں میں عمران صابی ہوں، حضرت نے فرمایا سوال کرو اے عمران لیکن انصاف کو اپنا پیشہ بناؤ اور کلام فاسد وجور سے پرہیز کرو۔

کہنے لگا اے میرے سید وآقا خدا کی قسم میں ارادہ نہیں رکھتا مگر اس چیز کا کہ آپؑ میرے لیے ثابت کریں ایسی چیز کو کہ جس سے میں چمٹ جاؤں اور اس سے تجاوز نہ کروں، حضرتؑ نے فرمایا سوال کرو اس چیز سے جو تمہارے لیے واضح وآشکار ہے پس لوگوں نے اژدہام کیا اور اکٹھے ہو گئے اور بعض بعض سے جا ملے عمران کہنے لگا کہ مجھے کائن اول اور جو کچھ اس نے خلق کیا ہے اس کی خبر دیں۔

آپؑ نے فرمایا تو نے سوال کیا ہے تو اس کا جواب سن۔ مولف کہتا ہے کہ حضرتؑ نے اس کا جواب مفصل دیا اس نے دوبارہ سوال کیا اور حضرتؑ نے جواب دیا اور اسی طرح کلام طولانی میں گفتگو ہوئی کہ جس کا نقل کرنا وضع کتاب کے منافی ہے یہاں تک کہ نماز کا وقت آ گیا، حضرتؑ نے مامون کی طرف رخ کیا اور فرمایا کہ نماز کا وقت آ گیا ہے عمران نے عرض کیا اے میرے مولا میرے مسئلے کو قطع نہ کیجئے کیونکہ میرا دل نرم ورقیق ہو چکا ہے اس معنی میں کہ قریب ہے کہ مطلب مجھے معلوم ہو جائے اور اسلام لے آؤں حضرتؑ نے فرمایا ہم نماز پڑھ کر واپس آئیں گے، پس آنجناب اور مامون اپنی جگہ سے کھڑے ہو گئے اور حضرتؑ نے مکان کے اندر نماز پڑھی اور لوگوں نے باہر محمد بن جعفر کے ساتھ نماز ادا کی پس حضرتؑ اور مامون باہر نکلے اور آپؑ نے اپنی مجلس کی طرف رخ کیا اور واپس آئے اور عمران کو بلایا اور فرمایا سوال کرو اے عمران اس نے سوال کیا اور حضرت نے جواب دیا اور وہ مسلسل سوال کرتا رہا اور حضرتؑ جواب دیتے گئے یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا اے عمران کیا سمجھ گئے ہو عرض کیا ہاں اے میرے سید وسردار میں سمجھ گیا اشهد ان الله تعالیٰ علی ما وصفته و وحدته و ان محمد عبده المبعوث بالهدی و دین الحق یعنی عمران نے کلمہ شہادتین زبان پر جاری کیا اور قبلہ رخ سجدہ میں گر پڑا اور اسلام لے آیا۔

حسن بن محمد نوفلی راوی کہتا ہے کہ جب متکلمین نے عمران صابی کی گفتگو کو سنا، حالانکہ وہ ایسا جدلی ومناظرہ تھا کہ ہرگز کسی نے اس کی دلیل کو نہیں توڑا تھا پھر کوئی دوسرا علماء ادیان وارباب مقالات میں سے حضرتؑ کے قریب آیا اور کسی چیز کے متعلق کسی نے سوال نہ کیا اور شام ہوگئی۔

پس مامون اور حضرت امام رضاؑ اُٹھ کر مکان کے اندر چلے گئے اور لوگ منتشر ہوگئے اور میں اصحاب کی اس جماعت میں سے تھا کہ جنہیں محمد بن جعفر نے بھیجا تھا میں اس کے پاس حاضر ہوا تو کہنے لگا اے نوفلی تو نے اپنے رفیق اور ساتھی کی گفتگو دیکھی خدا کی قسم میں گمان نہیں کرتا کہ علیؑ بن موسیٰ علیہ السلام ان مطالب میں سے کبھی کسی میں داخل ہوئے ہوں جو آج بیان کئے ہیں اور مدینہ میں ہمارے درمیان یہ مشہور نہیں کہ حضرتؑ نے کبھی تکلم کیا ہو یا اصحاب کلام آپؑ کے پاس جمع ہوئے ہوں میں نے کہا حاجی لوگ آپؑ کے پاس آتے تھے اور اپنے حلال وحرام کے مسائل ان سے پوچھتے تھے اور آپؑ انہیں جواب دیتے تھے اور بعض اوقات آپؑ کے پاس کوئی آتا کہ جس سے آپؑ محاجہ ومحاسبہ کرتے تھے، محمد بن جعفر کہنے لگا اے ابومحمد میں ڈرتا ہوں کہ یہ شخص یعنی مامون اس پر حسد کرے اور اس کو زہر دے یا کسی مصیبت میں مبتلاء کردے تم اشارہ کرنا کہ وہ اس قسم کی باتوں سے اپنی نگاہداری کریں اور اس قسم کی مطالب بیان نہ فرمائیں، میں نے کہا کہ وہ میری بات قبول نہیں فرمائیں گے۔

اس شخص یعنی مامون کی مراد ومقصد ان کا امتحان کرنا تھا کہ اسے معلوم ہو کہ آیا ان کے پاس ان کے آباؤ اجداد کے علوم میں سے کچھ ہے کہ نہیں محمد بن جعفر کہنے لگا کہ ان سے کہنا کہ آپؑ کا چچا ناپسند کرتا ہے کہ آپ اس باب میں داخل ہوں اور وہ دوست رکھتا ہے کہ وہ ان چیزوں سے کئی جہات سے نگاہداری کریں راوی کہتا ہے کہ جب میں امامؑ رضاؑ کے دولت سرا گیا تو میں نے آپؑ کو وہ باتیں بتائیں جو ان کے چچا محمد بن جعفر نے کہی تھی حضرتؑ نے تبسم کیا اور فرمایا خداوند عالم میرے چچا کی حفاظت کرے میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میری ان باتوں کو کیوں پسند نہیں کرتے، پھر فرمایا اے لڑکے عمران صابی کے پاس جاؤ اور اسے میرے پاس لے آؤ میں نے کہا آپؑ پر قربان جاؤں میں اس کی جگہ کو جانتا ہوں وہ ہمارے بعض شیعہ بھائیوں کے پاس ٹھہرا ہوا ہے حضرت نے فرمایا کوئی حرج نہیں کوئی سواری لے جاؤ اور اسے لے آؤ، میں گیا اور اسے لے آیا حضرتؑ نے اسے مرحبا کہا اور لباس منگوا کر اسے خلعت دی اور سواری اسے مرحمت فرمائی اور دس ہزار درہم منگوا کر اسے دیئے میں نے کہا آپ پر قربان جاؤں آپؑ نے اپنے جد امیر المومنین والا فعل انجام دیا ہے فرمایا ہم اسی طرح پسند کرتے ہیں پھر حکم دیا اور شام کا کھانا لایا گیا مجھے آپؑ نے اپنی دائیں طرف اور عمران کو اپنی بائیں طرف بٹھایا جب ہم کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو عمران سے فرمایا جاؤ خدا تمہارا مددگار ہو اور صبح ہمارے پاس آنا تاکہ ہم تمہیں مدینہ کا کھانا کھلائیں، اس کے بعد عمران کا یہ دستور تھا کہ اصحاب متکلمین اس کے پاس جمع ہوجاتے اور اس سے بحث وتکلم کرتے اور وہ ان باتوں کو باطل کردیتا یہاں تک کہ ان لوگوں نے اس سے دوری اختیار کرلی اور مامون نے بھی دس ہزار درہم عمران کو عطا کئے اور فضل نے کچھ مال اور سواری کا گھوڑا دیا اور حضرت رضاؑ نے اسے بلخ کے موقوفات کا متولی بنادیا پس بہت سا عطیہ اس کو مل گیا۔

چھٹی فصل

امام رضاؑ کی شہادت کے اخبار اور اس جگر گوشہ رسول خداؐ کی شہادت کی کیفیت

مولف کہتا ہے کہ ہم اس فصل میں اس پر اکتفاء کرتے ہیں جو علامہ مجلسیؒ نے جلاء العیون میں تحریر فرمایا ہے ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ اہل خراسان میں سے ایک شخص امام رضاؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میں نے جناب رسالتمآبؐ کو خواب میں دیکھا ہے اور آپؐ نے مجھ سے فرمایا ہے تم اہل خراسان کی کیا حالت ہو گی جس وقت کہ تمہاری زمین میں میرے بدن کے ٹکڑے کو دفن کریں گے اور میری امانت تمہارے سپرد کریں گے اور تمہاری زمین میں میرا ستارہ ڈوب جائے گا حضرتؑ نے فرمایا وہ میں ہوں جو تمہاری زمین میں دفن ہونگا اور میں تمہارے پیغمبرؐ کے بدن کا ٹکڑا ہوں اور میں نجم فلک امانت وہدایت ہوں جو شخص میری زیارت کرے اور میرا حق پہچانے اور میری اطاعت اپنے اوپر لازم قرار دے تو میں میرے آباؤ اجداد قیامت کے دن اس کے شفیع ہونگے وہ ضرور نجات پائے گا چاہے اس کے ذمہ جن وانس کے گناہ ہوں بیشک مجھے خبر دی گئی ہے میرے باپ نے اپنے آباؤ اجداد سے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص مجھے خواب میں دیکھے اس نے مجھے ہی دیکھا ہے کیونکہ شیطان میری شکل میں متشکل نہیں ہوسکتا اور نہ میرے کسی وصی کی شکل میں اور نہ ہی ہمارے کسی خالص شیعہ کی شکل میں کیونکہ سچا خواب نبوت کے ستر اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

دوسری معتبر سند کے ساتھ آنجنابؑ سے منقول ہے آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم ہم اہل بیتؑ میں سے کوئی ایسا شخص نہیں مگر یہ کہ وہ قتل ہوگا اور شہید کر دیا جائے گا عرض کیا گیا اے فرزند رسولؐ آپؑ کو کون شہید کرے گا آپؑ نے فرمایا میرے زمانہ میں بدترین مخلوق خدا مجھے زہر سے شہید کریگا اور یار و دیار سے دور مجھے زمین غریب و مسافرت میں دفن کرے گا پس جو شخص اس غربت میں میری زیارت کرے گا تو خداوند عالم ایک لاکھ شہید، ایک لاکھ صدیق اور ایک لاکھ حج وعمرہ کرنے والے اور ایک لاکھ جہاد کرنے والے کا اجر اس کے لیے تحریر کرے گا اور وہ ہمارے زمرے میں محسوب ہوگا اور درجات عالیہ بہشت میں ہمارا رفیق وساتھی ہوگا۔

نیز سند معتبر کے ساتھ حضرت صادقؑ سے روایت کی ہے کہ حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا کہ میرے بدن کا ایک ٹکڑا خراسان کی زمین میں دفن ہوگا جو مومن اس کی زیارت کرے گا تو بیشک جنت اس کے لیے واجب اور جہنم کی آگ اس کے بدن پر حرام ہے۔

نیز سند معتبر سے حضرت صادقؑ سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا میرے بیٹے موسیٰؑ سے ایک بیٹا پیدا ہوگا کہ جس کا نام امیر المومنین کے نام کے مطابق ہوگا اور اسے خراسان میں لے جا کر زہر سے شہید کریں گے اور غربت و مسافرت میں اسے دفن کریں گے جو کوئی اس کی زیارت کرے گا اور اس کے حق کو پہچانتا ہوگا تو خداوند عالم اسے ان اشخاص جیسا اجر دے گا کہ جنہوں نے فتح مکہ سے پہلے راہ خدا میں اپنی جان و مال خرچ کیا ہے۔

نیز سند معتبر کے ساتھ امیر المومنین سے منقول ہے آنجنابؑ نے فرمایا کہ میری اولاد میں سے ایک شخص خراسان میں زہر ظلم وعدوان سے شہید ہوگا کہ جس کا نام میرے نام کے مطابق ہے اور اس کے باپ کا نام موسیٰ بن عمران کے موافق ہے جو شخص اس کی اس غربت میں زیارت کرے تو خداوند عالم اس کے گزشتہ اور آئندہ گناہ معاف کر دے گا اگرچہ وہ آسمان کے ستاروں اور بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

نیز علامہ مجلسی نے اپنی دوسری کتاب میں سند معتبر کے ساتھ امام رضاؑ سے نقل کیا آپ نے فرمایا کہ عنقریب میں ظلم وستم کے ساتھ زہر سے شہید ہوں گا اور ہارون الرشید کے پہلو میں دفن ہوں گا اور خداوند عالم میری قبر کو شیعوں اور میرے دوستوں کے آنے جانے کی جگہ قرار دے گا پس جو شخص اس عالم غربت میں میری زیارت کرے گا تو اس کی طرف سے واجب وضروری ہوجائے گا کہ میں قیامت کے دن اس کی زیارت کروں اور میں قسم کھاتا ہوں اس خدا کی جس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت کے ساتھ عزت بخشی ہے انہیں تمام مخلوق میں سے منتخب قرار دیا ہے کہ جو شخص تم شیعوں میں سے دو رکعت نماز میری قبر کے پاس ادا کرے گا تو بیشک وہ خدا کے ہاں قیامت کے دن کے بخشے جانے کا مستحق ہوگا اور اس خدا کے حق کی میں قسم کھاتا ہوں کہ جس نے ہمیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امامت کے ساتھ عزت دی ہے اور ہمیں آنحضرتؐ کی وصیت کے ساتھ مخصوص قرار دیا ہے کہ میری زیارت کرنے والے قیامت کے دن ہر گروہ سے زیادہ گرامی و باعزت ہوں گے اور جو شخص میری زیارت کرے اور اس کے چہرہ پر بارش کا ایک قطرہ گرے تو بیشک خدا اس کے جسم پر جہنم کی آگ کو حرام قرار دے گا۔

باقی رہی اس جگر گوشہ رسول خداؐ کی شہادت کی کیفیت ابوالصلت کی روایت ہے مطابق تو وہ اس طرح ہے ابوالصلت کہتا ہے کہ میں ایک دن امام رضاؑ کی خدمت میں کھڑا ہوا تھا تو آپؑ نے فرمایا کہ ہارون الرشید کے گنبد میں داخل ہوجا اور اس کی قبر کے چاروں طرف سے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھالا تو جب میں وہ مٹی لے آیا جو اس کے آگے پیچھے سے میں نے اٹھائی تھی تو آپؑ نے اسے سونگھ کر پھینک دیا اور فرمایا کہ مامون یہ چاہے گا کہ اپنے باپ کی قبر کو میری قبر کا قبلہ قرار دے اور مجھے اس جگہ دفن کرے تو ایک سخت قسم کا بڑا پتھر ظاہر ہوگا کہ اگر خراسان کے سب ہتھوڑے اس کے اکھاڑنے کے لیے جمع ہوجائیں تو وہ اسے نہیں اکھیڑ سکیں گے پھر آپؑ نے سر کی طرف اور پائنتی کی طرف کی مٹی کو سونگھا تو بھی اسی طرح فرمایا جب قبلہ کی طرف کی مٹی کو سونگھا تو فرمایا عنقریب میری قبر اس جگہ کھودیں گے پس ان سے کہنا کہ سات سیڑھی کے برابر زمین کے نیچے تک کھودیں اور اس کے لحد دو ہاتھ اور ایک بالشت بنائیں کہ خداوند عالم جتنا چاہیں گے اسے کشادہ کر دے گا اور جنت کے باغوں میں سے اسے ایک باغ بنائے گا

اس وقت سر کی طرف سے کچھ رطوبت ظاہر ہوگی پس جو دعا میں تجھے تعلیم دیتا ہوں وہ پڑھنا، یہاں تک کہ قدرت خدا سے وہاں پانی جاری ہو جائے گا اور لحد اس پانی سے پر ہو جائے گی اور چند چھوٹی مچھلیاں اس پانی میں ظاہر ہوں گی تو یہ روٹی جو تمہارے سپرد کر رہا ہوں ٹکڑے کر کے اس پانی میں ڈال دینا کہ جسے وہ مچھلیاں کھالیں گی اس وقت ایک بڑی مچھلی ظاہر ہوگی جو ان چھوٹی مچھلیوں کو کھانے کے بعد غائب ہو جائے گی اس وقت اپنا ہاتھ پانی پر رکھ کر یہ دعا پڑھنا جو میں تجھے تعلیم کرنے لگا ہوں تا کہ وہ پانی زمین میں جذب اور قبر خشک ہو جائے اور یہ سب کام مامون کی موجودگی میں کرنا اور فرمایا کہ میں کل اس فاجر کی مجلس میں جاؤں گا اگر میں سر ڈھانکنے بغیر باہر آؤں تو مجھ سے بات کرنا اور اگر میں نے کسی چیز سے سر کو ڈھانپا ہوا ہو تو پھر مجھ سے بات نہ کرنا۔

ابوالصلت کہتا ہے کہ جب دوسرے دن امام رضاؑ صبح کی نماز پڑھ چکے تو اپنا لباس پہنا اور محراب میں بیٹھ گئے اور آپؑ منتظر رہے یہاں تک کہ مامون کے غلام آپؑ کو بلانے کے لیے آئے اس وقت آپؑ نے جوتا پہنا اور اپنی ردائے مبارک دوش اقدس پر ڈالی اور مامون کی مجلس میں تشریف لے گئے اور میں حضرتؑ کے ساتھ تھا اس وقت کئی طبق مختلف میوہ جات کہ اس کے پاس رکھے تھے اور وہ انگوروں کا ایک خوشہ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھا کہ جس کے کچھ دانوں میں سوئی کے تاگے کے ساتھ زہر کو گزارا گیا تھا اور ان میں سے کچھ دانے جو زہر آلود نہ تھے تہمت دور کرنے کے لیے ان میں سے خود کھا رہا تھا جب اس لعین کی نگاہ حضرتؑ پر پڑی تو مشتاقاً اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور آپکی گردن مبارک میں باہیں ڈال دیں اور اس قرۃ العین مصطفیٰؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور جو کچھ ظاہری اکرام واحترام کے لوازمات تھے ان میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا آپؑ کو اپنی سند پر بٹھایا اور وہ انگور کا خوشہ آپؑ کے ہاتھ میں دیا اور کہنے لگا اے فرزند رسولؐ میں نے ان سے بہتر انگور نہیں دیکھے، حضرتؑ نے ارشاد فرمایا شاید جنت کے انگور اس سے بہتر ہیں مامون نے کہا کہ ان انگوروں میں سے تناول فرمائیں آپؑ نے فرمایا مجھے ان انگوروں کے کھانے سے معافی دو، مامون نے بہت اصرار کیا اور کہنے لگا کہ ضرور ان میں کھائیے کیا آپ مجھے متہم سمجھتے ہیں باوجود اس اخلاص کے جو آپؑ مشاہدہ فرماتے ہیں یہ کیسے گمان ہیں جو آپؑ میرے متعلق رکھتے ہیں اور وہ انگوروں کا گچھا لے کر اس میں سے چند دانے کھائے اور دوبارہ آپؑ کے ہاتھ میں دے دیا اور کھانے پر زور دیا، جب اس امام مظلوم نے اس خوشہ انگوری میں سے تین دانے کھائے آپؑ کی حالت دگرگوں ہوگئی اور آپؑ نے باقی خوشہ زمین پر پھینک دیا اور متغیر الاحوال اس مجلس سے کھڑے ہو گئے مامون کہنے لگا اے پسر عم آپؑ کہاں جاتے ہیں فرمایا جدھر تو نے بھیجا ہے اور حضرتؑ حزین وغمگین ونالاں سر مبارک کو ڈھانپے ہوئے مامون کے گھر سے نکلے ابوالصلت کہتا ہے کہ میں نے آپؑ کے ارشاد کے مطابق آپؑ سے کوئی بات نہ کی یہاں تک کہ آپؑ اپنے مکان میں داخل ہوئے اور فرمایا مکان کا دروازہ بند کر دو اور رنجور نالاں آپؑ نے اپنے بستر پر تکیہ لیا جب وہ امام معصوم بستر پر قرار لے چکے تو میں نے مکان کا دروازہ بند کر دیا اور مکان کے درمیان محزون ومغموم کھڑا ہو گیا اچانک میں نے جوان خوشبو ومشکیں کو مکان کے اندر دیکھا کہ ہیماتے ولایت وامامت اس کی جبین فائز الانوار سے ظاہر تھیں اور وہ سب سے زیادہ شباہت رکھتا تھا۔

امام رضاؑ کے ساتھ پسی میں اس کے پاس گیا اور اس سے سوال کیا کہ آپ کس راستہ سے مکان میں داخل ہوئے ہیں حالانکہ

میں نے تو دروازہ پختہ طریقہ سے بند کیے تھے فرمایا وہ قادر جو مجھے مدینہ سے ایک لحظہ میں طوس لے آیا اس نے بند دروازوں سے مجھے داخل مکان کیا ہے، میں نے پوچھا آپؑ کون ہیں فرمایا اے ابوالصلت میں تم پر حجت خدا ہوں، میں محمد بن علی ہوں مدینہ سے آیا ہوں تاکہ اپنے غریب ومظلوم باپ اور معصوم مسموم کو دیکھوں اور اس کو وداع کروں اس وقت اس حجرہ کے اندر چلے گئے کہ جس میں حضرت رضاؑ تھے جب اس امام مسموم کی نگاہ اپنے فرزند معصومؑ پر پڑی تو اپنی جگہ سے اٹھے اور یعقوب کی طرح اپنے یوسف گمگشتہ کو اپنی آغوش میں لیا اور اس کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور اسے اپنے سینے سے بھینچا اور اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ لیا اور فرزند معصوم کو اپنے بستر میں داخل کرلیا اور اس کے چہرہ کے بوسے لیتے تھے اور اس سے اسرار ملک وملکوت اور خزائن علوم حی لایموت سے کئی راز کی باتیں کرتے رہے کہ جنہیں میں نہیں سمجھ سکتا تھا اور ابواب علوم اولین وآخرین اور ودائع سید المرسلین اس کے سپرد کئے اس وقت میں نے امام رضاؑ کے لبوں پر جھاگ سا دیکھا جو برف سے زیادہ سفید تھا امام محمد تقی علیہ السلام نے اسے چاٹ لیا اور اپنا ہاتھ اپنے باپ کے سینہ کے درمیان لے گئے اور کوئی چڑیا کی طرح کی چیز باہر نکالی اور اسے نگل لیا اور پھر اس طائر قدس نے ببال ارتحال تعلقات جسمانی اپنے دامان مطہر سے جھاڑ دیئے اور رضوان قدس کے ریاض کی طرف پرواز کر گیا۔

پھر امام محمد تقیؑ نے فرمایا اے ابو الصلت اس کمرے کے اندر جاؤ اور پانی وتختہ لے آؤ میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ اس کمرے میں نہ تو پانی ہے اور نہ تختہ آپؑ نے فرمایا جس طرح میں کہہ رہا ہوں ویسے کرو اور تجھے اس سے سروکار نہیں ہونا چاہیے جب میں اس کمرے میں گیا تو پانی اور تختہ موجود پائے آپؑ کی خدمت میں لے گیا اور میں دامن سمیٹ کر تیار ہوا کہ آنجنابؑ کو غسل دینے میں مدد کروں فرمایا دوسرا کوئی مدد کرنے والا موجود ہے ملائکہ مقربین میری امداد کریں گے تمہاری ضرورت نہیں ہے جب غسل سے فارغ ہوئے تو فرمایا کمرے میں جاؤ اور کفن وحنوط لے کر آؤ جب میں اندر گیا تو دیکھا کہ کمرے میں کفن اور حنوط ایک ٹوکری کے اوپر رکھے ہوئے ہیں حالانکہ میں نے کبھی ان چیزوں کو اس کمرے کے اندر نہیں دیکھا تھا میں انہیں اٹھا کر حضرتؑ کی خدمت میں لے آیا پس آپؑ نے اپنے پدر بزرگوار کو کفن پہنایا اور ان کے مقامات سجدہ پر کافور چھڑکا اور ملائکہ کروبین اور ارواح انبیاء ومرسلین کے ساتھ اس فرزند خیر البشر پر نماز پڑھی اس وقت فرمایا تابوت میرے پاس لے آؤ میں نے عرض کیا کیا فرزند رسولؐ بڑھئی کے پاس جا کر تابوت لے آؤں فرمایا کمرے میں سے لے آؤ جب میں مکان کے اندر گیا تو تابوت دیکھا جو میں نے وہاں کبھی نہیں دیکھا تھا کہ جیسے دست قدرت حق تعالیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ کی لکڑی سے ترتیب دیا تھا پس حضرتؑ کو اس تابوت میں رکھا گیا اور دو رکعت نماز بجالائے ابھی آپؑ نماز سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ تابوت قدرت حق تعالیٰ سے زمین سے الگ ہوا اور مکان کی چھت پھٹ گئی اور آسمان کی طرف اٹھ گیا اور نظر سے غائب ہو گیا جب آپؑ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ اگر مامون آیا اور مجھ سے حضرتؑ کا مطالبہ کیا تو اس کے جواب میں کیا کہوں فرمایا کہ خاموش رہو بہت جلد واپس آجائے گا اے ابو الصلت اگر پیغمبر مشرق میں رحلت کرے اور اس کے وصی کی مغرب میں وفات ہو تو بھی خدا ان کے اجساد مطہرہ اور رانوار منورہ کو اعلیٰ علیین میں ایک دوسرے کے ساتھ جمع کرے گا حضرتؑ ابھی یہی بات کر رہے تھے کہ دوبارہ چھت پھٹی اور وہ تابوت محفوف برحمت حی لایموت اتر آیا اور حضرت نے

اپنے پدر رفیع قدر کو تابوت سے اٹھایا اور بستر پر اس طرح سلا دیا کہ گویا انہیں غسل وکفن نہیں دیا گیا پھر فرمایا کہ جاؤ مکان کا دروازہ کھولو تا کہ مامون اندر آجائے میں نے مکان کا دروازہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ مامون اپنے غلاموں کے ساتھ دروازے پر کھڑا ہے پس مامون مکان کے اندر آیا اور نوحہ وزاری اور گریہ وبیقراری شروع کر دی اپنا گریبان چاک کیا اور سر پر ہاتھ مارنے اور فریاد کرنے لگا کہ اے سید وسردار آپؑ نے اپنی مصیبت میں میرے دل کو درد وتکلیف پہنچائی ہے اور اس حجرہ میں گیا اور آپؑ کے سرہانے بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ حضرتؑ کی تجہیز شروع کرو اور حکم دیا کہ آپ کی قبر کھودی جائے جب قبر کھودنے لگے تو جو کچھ اس سرور اوصیاء نے فرمایا تھا وہ ظاہر ہوا پس جب ہارون کے سر کے پیچھے کی طرف حضرتؑ کی قبر کھودنے لگے تو زمین نے اطاعت وانقیاد نہ کیا اہل مجلس میں سے ایک شخص کہنے لگا کہ تو اس کی امامت کا اقرار کرتا ہے کہنے لگا کہ ہاں اس نے کہا تو پھر امام کو حیات وممات میں مقدم ہونا چاہیے۔

پس اس نے حکم دیا کہ قبر قبلہ کی طرف کھودی جائے جب پانی اور مچھلیاں ظاہر ہوئیں تو مامون کہنے لگا کہ ہمیشہ امام رضاؑ اپنی زندگی میں عجائب وغرائب اور معجزات ہمیں دکھایا کرتے تھے مرنے کے بعد بھی اپنے غرائب وکرامات ہمارے سامنے ظاہر کئے جب بڑی مچھلی نے چھوٹی مچھلیوں کو کھالیا تو مامون کے ایک وزیر نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ حضرتؑ نے اپنے کرامات کے ضمن میں آپؑ کو کس چیز کی خبر دی ہے مامون نے کہا مجھے معلوم نہیں ہوا وہ کہنے لگا کہ حضرتؑ نے اشارہ کیا ہے کہ تم بنی عباس کے ملک وبادشاہی کی مثال ان مچھلیوں کی طرح ہے کثرت ودولت جو تمہارے پاس ہے عنقریب تمہارا ملک ختم ہو جائیگا اور تمہاری دولت وسلطنت آخر کو پہنچ جائے گی اور خداوند عالم ایک شخص کو تم پر مسلط کر دے گا اور جس طرح اس بڑی مچھلی نے چھوٹی مچھلیوں کو چن کر کھالیا ہے وہ بھی تمہیں روئے زمین سے پھینک دے گا اور اہل بیت رسالتؑ کا انتقام تم سے لے گا مامون نے کہا کہ تم سچ کہہ رہے ہو آنجنابؑ کو دفن کر کے مامون واپس چلا گیا۔

ابوالصلت کہتا ہے کہ اس کے بعد مامون نے مجھے بلایا اور کہنے لگا کہ مجھے وہ دعا سکھاؤ کہ جسے تو نے پڑھا تو پانی جذب ہو گیا میں نے کہا کہ خدا کی قسم وہ مجھے یاد نہیں رہی اس نے باور نہ کیا حالانکہ میں سچ کہہ رہا تھا، پس اس نے حکم دیا اور مجھے قید خانے میں لے گئے اور ایک سال میں اس کی قید میں رہا جب میں دل تنگ ہوا تو ایک رات میں بیدار اور دعا اور عبادت میں مشغول رہا اور انوار مقدسہ محمد وآل محمد صلوات اللہ علیہم اجمعین کو میں نے شفیع قرار دیا اور ان کے حق کا واسطہ دے کر خداوند منان سے سوال کیا کہ وہ مجھے نجات بخشے ابھی میری دعا ختم نہیں ہوئی تھی کہ میں نے دیکھا حضرت امام محمد تقیؑ زندان میں میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اے ابوالصلت تیرا سینہ تنگ ہو گیا ہے میں نے کہا ہاں خدا کی قسم، فرمایا کھڑے ہو جاؤ پس زنجیریں میرے پاؤں سے جدا ہو گئیں آپؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور زندان سے باہر لے آئے حالانکہ نگہبان اور غلام مجھے دیکھ رہے تھے اور حضرتؑ کے اعجاز سے ان میں گفتگو کرنے کی طاقت باقی نہیں رہی تھی جب مجھے اس مکان سے باہر لے گئے تو فرمایا کہ تو خدا کی امان میں ہے اب تو کبھی مامون کو نہ دیکھے گا اور نہ وہ تجھے دیکھے گا ایسا ہی ہوا جس طرح حضرتؑ نے فرمایا تھا، نیز ابن بابویہ اور شیخ مفید نے علی بن الحسین کاتب سے مختلف اسانید سے روایت کی ہے کہ امام رضاؑ کو بخار آیا آپؑ نے فصد کھلوانے کا ارادہ کیا مامون نے پہلے سے اپنے ایک غلام کو کہہ رکھا تھا کہ وہ اپنے ناخن

بڑھائے اور شیخ مفید کی روایت کے مطابق عبداللہ بشیر سے ایسا کہا تھا اور کسی کو اس امر کی خبر نہیں تھی جب اس نے سنا کہ حضرت فصد کھلوانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو اس نے املی کی طرح زہر نکالا اور اس غلام نے کہا کہ اسے ریزہ ریزہ کر اور اسے اپنے ہاتھوں پر مل لے اپنے ناخنوں کی اندرونی جگہ کو اس سے پر کر لے اور اپنے ہاتھ نہ دھونا اور میرے پاس آ جانا پس مامون سوار ہوا اور حضرتؑ کی عیادت کے لیے آیا اور بیٹھا رہا یہاں تک کہ آپ کی فصد کھولی گئی دوسری روایت کے مطابق فصد نہ کھلوانے دی۔

جس مکان میں حضرتؑ رہتے تھے اس میں ایک باغ تھا جس میں انار کے درخت تھے تو اسی غلام نے کہا کہ انار کے چند دانے باغ سے توڑ لا جب وہ لے آیا تو کہنے لگا حضرت کے لیے ایک جام میں اس کے دانے نکالو اور وہ جام اپنے ہاتھ میں لئے رہا اس امام مظلومؑ کے قریب رکھ دیا اور کہنے لگا کہ ان اناروں میں سے آپ کھائیے آپؑ کی کمزوری کے لیے بہت اچھے ہیں فرمایا رہنے دو کچھ دیر بعد مامون نے کہا نہیں خدا کی قسم آپ میرے سامنے ہی تناول فرمائیں اور اگر میرے معدہ میں رطوبت نہ ہوتی تو میں بھی اس کے کھانے میں آپ کا ساتھ دیتا پس مامون کے مجبور کرنے سے حضرتؑ نے کچھ دانے اس انار کے تناول فرمائے۔

مامون باہر چلا گیا اور حضرت اسی وقت قضائے حاجت کے لیے گئے اور ابھی ہم نے عصر کی نماز نہ پڑھی تھی کہ حضرتؑ کو پچاس مرتبہ جانا پڑا اور اس زہر قاتل سے آپؑ نے انتڑیاں نیچے آ گئیں جب مامون کو خبر ملی تو اس نے پیغام بھیجا کہ یہ مادہ فصد کی وجہ سے متحرک ہوا ہے اور اس کو نکالنا آپؑ کے لیے نفع بخش ہے جب رات ہوئی تو حضرتؑ کی حالت دگرگوں ہوگئی اور صبح کو آپؑ نے ریاض رضوان کی طرف انتقال فرمایا اور انبیاء وشہداء سے آخری بات جو آپؑ نے کی وہ یہ تھی قل لو کنتم فی بیو تکم لبرز الذین کتب علیهم القتل الیٰ مضاجعهم

وہ گروہ کہ جن پر قتل ہونا لکھا جا چکا ہے اپنے محل وفات کی طرف یا اپنی قبروں کی طرف اور امر خدا مقدر ہے اور ہونے والا ہے۔

جب مامون کو خبر ہوئی تو اس نے آپؑ کے غسل وکفن کا حکم دیا اور آنجناب کے جنازہ میں سر وپا برہنہ اور بٹن کھولے ہوئے صاحبان مصیبت کی طرح جا رہا تھا اور لوگوں کے طنز وتشنیع کو دور کرنے کے لیے بظاہر گریہ وزاری کرتا اور کہتا تھا کہ اے بھائی آپؑ کی موت سے اسلام کے گھر میں رخنہ اور شگاف پڑ گیا ہے جو کچھ میں آپؑ کے متعلق چاہتا تھا وہ نہ ہو سکا تقدیر خدا میری تدبیر پر غالب آ گئی۔

ابو الصلت ہروی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ جب مامون آپؑ کی خدمت سے باہر نکلا تو میں داخل ہوا جب آپ کی نگاہ مجھ پر پڑی تو فرمایا اے ابو الصلت جو کچھ وہ چاہتے تھے کر گزرے اور آپؑ ذکر خدا اور اس کی حمد وبزرگی میں مشغول ہو گئے اس کے بعد کوئی بات نہ کہی اور بصائر الدرجات میں سند صحیح کے ساتھ روایت ہے کہ اس دن حضرتؑ نے فرمایا کہ گزشتہ شب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آپؐ فرما رہے ہیں اے علیؑ ہمارے پاس آ جاؤ کیونکہ جو کچھ ہمارے پاس ہے وہ اس سے بہتر ہے کہ جس میں تم ہو۔

ابن بابویہ نے سند حسن کے ساتھ یاسر خادم سے روایت کی ہے کہ امام رضا کے طوس پہنچنے سے سات منزل پہلے آپؑ کو بیماری لاحق ہوئی جب ہم شہر طوس میں داخل ہوئے تو آپؑ کی بیماری شدت اختیار کر گئی اس لیے مامون کے طوس میں چند دن توقف کیا اور ہر دن دو مرتبہ آپؑ کی عیادت کے لیے آتا تھا اور آخری دن آپؑ پر کمزوری غالب آ گئی جب ظہر کی نماز ادا کی تو فرمایا کیا لوگوں نے کچھ کھایا ہے تو میں نے عرض کیا کہ آپؑ کی ایسی حالت میں کیسے کھانے پینے کی رغبت ہو سکتی ہے پس وہ باوجود انتہائی ضعف و ناتوانی کے خدمتگاروں کا خیال کرتے ہوئے ٹھیک سے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ دستر خوان لے آؤ جب دستر خوان بچھا دیا گیا تو تمام اہل خانہ اور حشم و خدم کو بلایا اور اپنے خوان احسان پر بٹھایا اور ایک ایک کے متعلق پوچھا اور نوازش اور مہربانی کی جب یہ لوگ کھانا کھا چکے تو کمزوری آپؑ پر غالب آ گئی اور مدہوش ہو گئے صدائے گریہ وزاری آپؑ کے گھر سے بلند ہوئی مامون کی بیوی اور کنیزیں سر و پا برہنہ اس مظلوم کے گھر کی طرف دوڑیں اور تمام لوگ رونے لگے اور طوس سے گریہ وزاری کے آواز فلک آنبوس تک پہنچی۔

پس مامون نالاں و گریاں اپنے گھر سے باہر نکلا اور دست تاسیف اپنے سر پر مارتا تھا اور اپنی داڑھی کے بال کھینچتا اور نوچتا تھا اور قطرات اشک حسرت آنکھوں سے برساتا اور اپنے جرم و روسیاہی پر زار و قطار روتا تھا جب اس امام ذوی الاحترامؑ کے پاس آیا تو آپؑ نے آنکھیں کھول دیں مامون کہنے لگا اے میرے سید و سردار خدا کی قسم میں نہیں جانتا کہ کونسی مصیبت مجھ پر زیادہ عظیم ہے آپؑ جیسے پیشوا کی جدائی اور آپؑ جیسے رہنما کی مفارقت یا وہ تہمت جو لوگ مجھ پر لگاتے ہیں کہ میں نے آپؑ کو قتل کیا ہے حضرتؑ اس کی فضول باتوں کے جواب کی طرف متوجہ ہوئے اور آنکھیں کھول کر فرمایا کہ دیکھو میرے بیٹے تقیؑ کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اور اس کی اور تیری وفات قریب ہوگی۔

جب رات کا کچھ حصہ گزر گیا تو آنجنابؑ نے عالم قدس کی طرف رحلت فرمائی جب صبح ہوئی تو لوگ جمع ہو گئے اور چیخ و پکار کرنے لگے کہ مامون نے فرزند رسولؐ کو ناحق شہید کیا ہے اور شورش عظیم لوگوں کے درمیان برپا ہوئی، مامون کو خوف ہوا کہ اگر حضرتؑ کا جنازہ اسی دن باہر گیا تو اس کے لیے فتنہ و فساد کھڑا ہو جائے گا پس محمد بن جعفر باہر گیا اور اس نے لوگوں سے کچھ باتیں کیں اور وہ منتشر ہو گئے رات کے وقت آپؑ کو غسل دے کر دفن کر دیا شیخ مفید نے روایت کی ہے جب اس تیز فلک امامت نے سرائے باقی کی طرف کوچ کیا تو مامون نے ایک دن اور ایک رات آپؑ کی وفات کو چھپائے رکھا اور محمد بن جعفرؑ کو آل ابوطالبؑ کے ایک گروہ کے ساتھ بلایا اور حضرتؑ کی وفات کی خبر ان کے سامنے ظاہر کی اور رویا اور بہت غم و اندوہ کیا اور انہیں حضرتؑ کے پاس لے آیا اور آپؑ کے جسم سے لباس ہٹا کر انہیں دکھایا اور کہنے لگا کہ میری طرف سے کوئی تکلیف انہیں نہیں پہنچی پس آنجنابؑ سے خطاب کیا اے میرے بھائی میرے لیے گراں ہے کہ آپؑ کو اس حالت میں دیکھوں اور میں تو چاہتا تھا کہ آپؑ سے پہلے مر جاؤں اور آپؑ میرے خلیفہ و جانشین ہوں لیکن خدا کی تقدیر۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ ہرثمہ بن اعین سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک رات مامون کے پاس تھا یہاں تک کہ رات کے چار گھنٹے گزر گئے جب میں مرخص ہوا اور گھر پہنچا تو آدھی رات کے بعد مامون نے گھر کے دروازے پر آواز سنی

میرے ایک غلام نے جواب میں کہا کہ تم کون ہو وہ کہنے لگا ہرثمہ سے کہو کہ تیرے سید و مولا تجھے بلا رہے ہیں پس میں تیزی سے اٹھا اور اپنے کپڑے پہنے اور جلدی سے چل پڑا، جب آنحضورؑ کے گھر میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرے مولا صحن خانہ میں بیٹھے ہیں اور فرمایا ہرثمہ میں نے عرض کیا لبیک اے میرے مولا و آقا فرمایا بیٹھ جاؤ جب میں بیٹھ گیا تو فرمایا اے ہرثمہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے سنو اور یاد رکھو جان لو کہ وہ وقت آ گیا ہے کہ میں خدا کی بارگاہ میں منتقل ہو جاؤں اور اپنے جد بزرگوار اور آباؤ اجداد ابرار کے ساتھ جا ملوں میری زندگی کا خط آخر کو پہنچ گیا ہے اور مامون یہ پختہ ارادہ کر چکا ہے کہ مجھے انگور و انار میں زہر کھلائے گا پس زہر دھاگے پر کھینچے گا اور سوئی کے ساتھ انگور کے دانوں میں پھیلائے گا اور باقی رہے انار تو اپنے ایک غلام کے ناخن زہر آلود کرے گا اور اس کے ہاتھ سے میرے لیے انار کے دانے نکلوائے گا اور کل مجھے بلائے گا اور وہ انار اور انگور زبردستی مجھے کھلائے گا اس کے بعد خدا کی قضاء وقدر مجھ پر جاری ہو گی جب میں دار البقا کی طرف رحلت کروں تو مامون چاہے گا کہ مجھے اپنے ہاتھ سے غسل دے جب وہ یہ ارادہ کرے تو اسے تنہائی میں میرا یہ پیغام پہنچانا اور کہنا کہ وہ کہہ گئے ہیں اگر تو میرا غسل وکفن و دفن سے معترض ہوا تو خداوند عالم تجھے مہلت نہیں دے گا اور وہ عذاب جو آخرت میں تیرے لیے مہیا کیا ہے وہ جلد ہی دنیا میں تجھ پر نازل کرے گا جب تو اس سے یہ کہے گا تو وہ میرے غسل سے دستبردار ہو جائے گا اور تجھ پر چھوڑ دے گا اور اپنے مکان کی چھت سے جھانک کر دیکھے گا کہ تو مجھے غسل کس طرح دیتا ہے اے ہرثمہ خبردار میرے غسل سے معترض نہ ہونا جب تک یہ نہ دیکھ لے کہ مکان کے گوشہ میں سفید خیمہ نصب ہو گیا ہے جب خیمہ دیکھے تو مجھے خیمہ کے اندر اٹھا کر رکھ دینا اور خود خیمہ کے باہر کھڑے ہو جانا خیمہ کا دامن نہ اٹھانا اور دیکھنا نہیں ورنہ ہلاک ہو جائے گا اور جان لے کہ اس وقت مامون اپنے مکان کی چھت سے تجھے کہے گا اے ہرثمہ تم شیعہ تو یہ کہتے ہو کہ امام کو امام کے علاوہ کوئی غسل نہیں دیتا پس اس وقت امام رضاؑ کو کون غسل دے رہا ہے حالانکہ اس کا بیٹا مدینہ میں ہے اور ہم طوس میں ہیں جب یہ کہے تو اس کے جواب میں کہنا کہ ہم شیعہ یہ کہتے ہیں واجب ہے کہ امام کو امام ہی غسل دے اگر کوئی ظالم منع نہ کرے اور اگر کوئی تعدی کرے امام اور اس کے بیٹے کے درمیان جدائی ڈال دے تو پھر امامؑ کی امامت باطل نہیں ہو جائے گی اگر امام رضاؑ کو مدینہ میں رہنے دیتا تو ان کا بیٹا جو امام زمانہ ہے علانیہ اسے غسل دیتا اور اس وقت بھی امین انکا بیٹا ہی غسل دے رہا ہے اس طرح کہ دوسرے نہیں جانتے ہیں پس ایک گھنٹہ کے بعد دیکھو گے کہ وہ خیمہ اٹھا دیا گیا ہے اور مجھے غسل وکفن دے کر نعش کو چارپائی پر رکھ دیا گیا ہے۔

پھر میرا جنازہ اٹھا کر میرے دفن کی جگہ کی طرف لے جائیں گے اور جب مجھے ہارون کے گنبد میں لے جائیں گے تو مامون چاہے گا کہ وہ اپنے باپ ہارون کی قبر کو قبلہ قرار دے اور ایسا نہیں ہوگا بلکہ جتنے ہتھوڑے زمین پر ماریں گے ایک ناخن کے ٹکڑے کے برابر بھی نہیں کھود سکیں گے جب یہ حالت دیکھو تو اس کے پاس جا کر اسے میری طرف سے کہنا کہ جو ارادہ تو نے کیا ہے یہ صورت پذیر نہیں ہوگا اور امام کی قبر مقدم ہوتی ہے۔

اور اگر ہارون کے منہ والی طرف ایک بیلچہ لگائیں کھدی ہوئی قبر اور بنی ہوئی ضریح ظاہر ہوگی جب قبر ظاہر ہوگی تو ضریح سے سفید پانی نکلے گا اور قبر اس پانی سے پر ہو جائے گی ایک بڑی مچھلی اس پانی میں ظاہر ہوگی جو قبر کے برابر ہوگی کچھ دیر کے بعد وہ مچھلی

ناپید ہوجائے گی اور پانی جذب ہوجائے گا اس وقت قبر میں رکھ دینا لیکن قبر پر مٹی کسی کو نہ ڈالنے دینا کیونکہ قبر خود بخود بھر جائے گی۔

پس حضرتؑ نے کہا کہ جو کچھ میں نے کہا ہے اس کو یاد رکھنا اور اس کے مطابق عمل کرنا اور اس میں سے کسی بات کی مخالفت نہ کرنا میں نے کہا اے میرے سید و سردار میں خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس سے کہ آپؑ کے امور میں سے کسی امر کی مخالفت کروں۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ میں حضرتؑ کی خدمت سے محزون و مغموم گریان و نالاں باہر آیا اور سوائے خدا کے میرے ضمیر پر کوئی مطلع نہیں تھا جب دن ہوا تو مامون نے مجھے بلایا اور چاشت کے وقت تک میں اس کے پاس کھڑا رہا پھر کہنے لگا اے ہرثمہ جاؤ اور میرا اسلام رضاؑ کو پہنچاؤ اور کہو کہ اگر آپؑ کے لیے آسان ہو تو میرے پاس تشریف لے آئیں اور اگر اجازت دیں تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوجاؤں اگر تشریف لانے کو قبول کرلیں تو پھر اصرار کرنا کہ بہت جلدی آجائیں جب میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میرے بات کرنے سے پہلے فرمایا کہ تجھے میری وصیتیں یاد ہیں میں نے عرض کیا جی ہاں پس آپؑ نے جوتا منگوایا اور فرمایا مجھے معلوم ہے کہ تجھے اس نے کس کام کے لیے بھیجا ہے اور جوتا پہن کر ردائے مبارک دوش پر ڈالی اور متوجہ ہوئے۔

جب آپ مامون کی مجلس میں داخل ہوئے تو وہ کھڑا ہوگیا اور آپؑ کا استقبال کیا اور اپنی باہیں آپؑ کی گردن میں ڈال دیں آپؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا اور حضرتؑ کو اپنے تخت پر بیٹھایا اور اس امامؑ مختار کے ساتھ گفتگوئے بسیار کی پس اپنے ایک غلام سے کہنے لگا کہ انگور و انار لے آؤ۔

ہرثمہ کہتا ہے کہ جب میں نے انگور و انار کا نام سنا تو اس سید ابرار کی باتیں مجھے یاد آگئیں اور میں صبر نہ کرسکا اور لرزہ براندام ہوا اور میں نے نہ چاہا کہ میری حالت مامون پر ظاہر ہو میں اس کی مجلس سے باہر نکل آیا اور خود ایک گوشہ میں بیٹھ گیا جب زوال شمس کا وقت قریب آیا تو میں نے دیکھا کہ حضرتؑ مامون کے دربار سے باہر نکلے اور گھر تشریف لے گئے۔

ایک گھنٹہ بعد مامون نے حضرتؑ کے گھر اطباء کے بھیجنے کا حکم دیا میں نے اس کا سبب پوچھا تو کہنے لگا کہ آپؑ کو کوئی بیماری عارض ہوگئی ہے اور لوگ حضرتؑ کے معاملہ میں قسم قسم کے گمان کرتے تھے جب رات کا تیسرا حصہ گزرا تو صدائے گریہ و شیون آپؑ کے گھر سے بلند ہوئی لوگ آپؑ کے گھر کے دروازے کی طرف دوڑے میں تیزی سے گیا تو دیکھا کہ مامون کھڑا ہے وہ سر برہنہ اور اپنے بٹن وغیرہ کھول رکھے ہیں بلند آواز سے گریہ و نوحہ کر رہا ہے جب میں نے یہ حالت دیکھی تو بیتاب ہوگیا اور رونے لگا جب صبح ہوئی تو مامون آپؑ کی تعزیت کے لیے بیٹھا اور ایک گھنٹہ کے بعد آپؑ کے مکان میں داخل ہوا اور کہنے لگا غسل کا سامان حاضر کرو میں چاہتا ہوں کہ میں خود انہیں غسل دوں جب میں نے یہ بات سنی تو آپؑ کے فرمان کے مطابق اس کے پاس جا کر آپؑ کا پیغام دیا جب وہ تہدید اس نے سنی تو ڈر گیا اور غسل دینے سے دستبردار ہوگیا اور غسل میرے اوپر چھوڑ دیا۔

جب وہ باہر گیا تو ایک لحظہ کے بعد جو خیمہ آپؑ نے فرمایا تھا برپا ہوا میں ایک گروہ کے ساتھ خیمہ کے باہر کھڑا تھا اور تسبیح و تکبیر و تہلیل کی آواز سن رہا تھا اور پانی ڈالنے اور برتنوں کی حرکت کی آواز ہمارے کانوں میں آ رہی تھی اور ایسی خوشبو پردہ کے پیچھے سے

ہمارے پاس آ رہی تھی کہ ویسی خوشبو ہم نے کبھی نہیں سونگھی تھی۔

اچانک میں نے دیکھا کہ مامون مکان کی چھت سے جھانک رہا ہے اور مجھے پکار کر کہا جو کچھ میرے مولا نے خبر دی تھی اور میں نے وہ جواب دیا جو آپؑ نے فرمایا تھا پس میں نے دیکھا کہ خیمہ اٹھ چکا ہے اور میرے مولاؑ کو کفن پہنا کر اور خوشبو لگا کر چارپائی پر رکھ دیا گیا ہے پس آپؑ کا جنازہ میں باہر لے آیا مامون اور تمام حاضرین نے آپؑ کی نماز جنازہ پڑھی جب ہارون کے گنبد میں گئے تو ہم نے دیکھا کہ بیلچہ دار ہارون کی پشت والی طرف حضرتؑ کی قبر کھودنا چاہتا ہے جتنے بیلچے اس نے زمین پر مارے ایک ذرہ بھی اس مٹی سے جدا نہیں ہوتا تھا مامون کہنے لگا تو نے دیکھا کہ زمین کس طرح ان کی قبر کھودنے سے امتناع کر رہی ہے۔

میں نے کہا کہ مجھ سے آپؑ نے فرمایا ہے کہ ہارون کی قبر کے آگے والی طرف ایک بیلچہ لگاؤں اور یہ بتایا تھا کہ بنی ہوئی قبر ملے گی مامون کہنے لگا سبحان اللہ بڑی عجیب چیز ہے لیکن امام رضاؑ سے کوئی چیز بھی عجیب وغریب نہیں ہے اے ہرثمہ جو کچھ آپؑ نے کہا ہے اس پر عمل کرو ہرثمہ کہتا ہے کہ میں نے بیلچہ اٹھایا اور ہارون کی قبلہ کی طرف ایک بیلچہ میں نے زمین پر لگایا تو کھدی ہوئی قبر اور بنی ہوئی ضریح ظاہر ہوئی مامون کہنے لگا اے ہرثمہ انہیں قبر میں رکھ دو میں نے کہا کہ مجھے آپ نے حکم دیا ہے کہ انہیں قبر میں نہ رکھوں جب تک چند امور ظاہر نہ ہو لیں اور مجھے بتایا ہے کہ قبر سے سفید پانی جوش مارے گا اور قبر اس پانی سے پر ہو جائے گی اور پانی کے درمیان ایک مچھلی ظاہر ہوگی کہ جس کا طول قبر کے طول کے برابر ہوگا اور فرمایا کہ جب مچھلی غائب ہو جائے اور پانی قبر سے برطرف ہو جائے تو میں آپؑ کے جسد مبارک کو قبر کے کنارہ رکھ دوں اور وہ شخص کہ جس کے لیے خدا نے چاہا ہے کہ وہ انہیں قبر میں رکھے وہ آکر رکھے گا۔

مامون نے کہا اے ہرثمہ جو کچھ آپؑ نے فرمایا ہے اس پر عمل کرو جب پانی اور مچھلی ظاہر ہو چکے تو میں نے آپکی نعش مطہر قبر کے کنارے رکھ دی اچانک میں نے دیکھا کہ سفید پردہ قبر کے اوپر تن گیا ہے اور میں قبر کو نہیں دیکھ رہا تھا، آنجنابؑ کو قبر میں لے گئے بغیر اس کے ہاتھ لگائے پس مامون نے حاضرین سے کہا کہ قبر پر مٹی ڈالو میں نے کہا کہ حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ قبر پر مٹی نہ ڈالیں کہنے لگا پھر قبر پر کون مٹی ڈالے گا میں نے کہا کہ آپؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ قبر خود بخود پر ہو جائے گی، پس لوگوں نے مٹی اپنے ہاتھوں سے پھینک دی اور اس قبر کی طرف دیکھنے لگے اور جو عجائب وغرائب ظاہر ہوئے ان پر تعجب کرتے تھے اچانک قبر پر ہوگئی اور سطح زمین سے اونچی ہوئی۔

جب مامون واپس گھر گیا تو مجھے خلوت میں بلایا اور کہا کہ تجھے خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ جو کچھ تو نے آپؑ سے سنا ہے وہ مجھے بتائیں میں نے کہا جو کچھ آپؑ نے فرمایا تھا میں نے عرض کر دیا تھا کہنے لگا خدا کی قسم ہے اس کے علاوہ بھی جو کچھ آپؑ نے بتایا ہے وہ مجھے بتا جب میں نے انگور و انار کی بات اسے بتائی تو اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور اس کا ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا اور وہ سرخ زرد اور سیاہ ہو رہا تھا پس زمین پر گر کر بیہوش ہو گیا اور بیہوشی میں کہہ رہا تھا وائے ہے مامون پر خدا کی طرف سے وائے ہے مامون کے لیے رسول خدا کی طرف سے وائے ہے مامون پر علی مرتضیٰ کی طرف سے وائے ہے مامون پر فاطمہ زہراؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر حسنؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر حسینؑ شہید کربلا کی طرف سے وائے ہے مامون پر زین

العابدینؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر امام محمد باقرؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر امام جعفرؑ صادقؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر امام موسیٰ کاظمؑ کی طرف سے وائے ہے مامون پر امام حق علیؑ بن موسیٰؑ کی طرف سے وائے ہے، خدا کی قسم یہ واضح خسارہ ہے بار بار یہ باتیں کرتا اور روتا اور فریاد کرتا تھا میں اس کے یہ حالات دیکھ کر ڈر گیا اور مکان کے ایک گوشہ میں چلا گیا۔

جب وہ اصلی حالت میں آیا تو مجھے بلایا اور مستوں کی طرح مدہوش تھا پھر کہنے لگا خدا کی قسم تو اور تمام اہل آسمان واہل زمین میرے نزدیک حضرتؑ سے زیادہ عزیز نہیں ہیں، اگر میں نے سن لیا کہ ان باتوں میں سے ایک بات بھی تو نے کہیں بیان کی ہے تو میں تجھے قتل کر دوں گا میں نے کہا کہ اگر ان میں ایک کلمہ بھی کہیں ظاہر کروں تو میرا خون آپ کے لیے مباح ہے پھر اس نے مجھ عہد و پیمان لیے اور بڑی بڑی قسمیں مجھے دیں کہ میں ان اسرار کو ظاہر نہ کروں جب میں نے پشت پھیری تو ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہنے لگا **یستخفون من الناس ولا یستخفون من اللہ وھو معھم اذیبتبون مالا یرضی من القول وکان اللہ بما تعملون محیطاً** یعنی لوگوں سے چھپاتے ہیں اور خدا سے نہیں چھپاتے حالانکہ خدا ان کے ساتھ ہے راتوں میں کہ جب ایسی باتیں کرتے ہیں کہ جنہیں خدا پسند نہیں کرتا اور خدا نے تمہاری تمام گزاریوں پر احاطہ کیا ہوا ہے اور وہ ان سب سے باخبر ہے۔

قطب راوندی نے حسن بن عباد امام رضاؑ کے کاتب سے روایت کی ہے کہ جب مامون نے بغداد کے سفر کا ارادہ کیا تو میں امام رضاؑ کی خدمت میں گیا جب میں بیٹھ گیا تو فرمایا اے عباد کے بیٹے ہم عراق میں داخل نہیں ہوں گے جب میں نے یہ بات سنی تو رونے لگا اور میں نے کہا کہ اے فرزند رسولؐ ہمیں آپؑ کے اہل وعیال اور اولاد سے ناامید کر دیا ہے فرمایا تم تو عراق میں داخل ہو گے میں نہیں ہوں گا جب حضرتؑ شہر طوس کے قریب پہنچے اور آپؑ کو بیماری لاحق ہوئی تو آپ نے وصیت فرمائی کہ آپؑ کی قبر قبلہ کی طرف کی دیوار کے قریب بنائیں اور آپؑ کی اور ہارون کی قبر کے درمیان تین ہاتھ کا فاصلہ رکھیں پہلے ہارون کے لیے چاہتے تھے وہاں قبر کھودیں بہت سے بیلچے اور ہتھوڑے ٹوٹ گئے لیکن اس جگہ کو نہیں کھود سکے تھے حضرتؑ نے فرمایا کہ قبر آسانی سے کھد جائے گی اور ایک مچھلی تانبے کی شکل وصورت میں ظاہر ہوگی اور اس پر عربی خط اور زبان میں کچھ لکھا ہوگا جب میری لحد کھودو تو زیادہ گہری کھودنا اور اس مچھلی کی شکل میری پائنتی کی طرف دفن کر دینا۔

جب حضرتؑ کی قبر مقدس کھودنے لگے تو بیلچہ زمین پر لگاتے وہ ریتلی جگہ کی طرح نیچے چلا جاتا یہاں تک کہ مچھلی کی شکل ظاہر ہوگئی اور اس مورتی کے اوپر لکھا تھا کہ یہ علی بن موسیٰؑ الرضا کا روضہ ہے اور وہ گڑھا ہارون جبار کا ہے۔

تمام شد جو کچھ کہ ہم نے کتاب جلاء العیون سے نقل کیا ہے (مترجم کہتا ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ آپؑ کی تجہیز وتکفین کی کیفیت کے سلسلہ میں روایات مختلف ہیں ان کے بعض مضامین کے لحاظ سے ان میں مشکل ہے ہوسکتا ہے کہ ان میں ابو الصلت ہرثمہ کی روایت صحیح ہو اور یہ بھی امکان ہے کہ دونوں سے آپؑ نے وصیت فرمائی ہو اور بعض چیزیں ان میں سے ایک کو اور دوسری دوسرے کو بتائی ہوں اور پھر جو ایک آدھ اختلاف ہے وہ راویوں کی بھول کا نتیجہ ہو (واللہ العالم مترجم) مناسب ہے کہ یہاں تین چیزوں کا طرف اشارہ کیا جائے۔

پہلی چیز

یہ کہ آپؑ کی تاریخ شہادت کے متعلق زیادہ مشہور یہ ہے کہ ماہ صفر ۲۰۳ھ میں آپؑ کی وفات ہوئی لیکن اس کے دن میں اختلاف ہے ابن اثیر طبرس اور کچھ دوسرے علماء نے اس ماہ کا آخری دن کہا ہے اور بعض نے چودہ تاریخ کہی ہے اور کفعمی نے اس ماہ کی سترہ بتائی ہے اور صاحب کتاب العداد اور صاحب مسار الشیعہ نے ذی العقدہ کی تیئس تاریخ کہی ہے اور اس دن دور و نزدیک سے آپؑ کی زیارت مستحب ہے جیسا کہ سید بن طاؤس ے کتاب اقبال میں فرمایا ہے اور حمیری نے ثقہ جلیل معمر بن خلاد سے نقل کیا ہے کہ ایک دن مدینہ میں امام محمد تقیؑ نے فرمایا اے معمر سوار ہو جائیں میں نے عرض کیا کہاں جائیں گے فرمایا سوار ہو اور اس سے سروکار نہ رکھو پس میں سوار ہوا اور حضرتؑ کے ساتھ گیا یہاں تک کہ ایک وادی یا پکٹ زمین میں پہنچے فرمایا یہاں کھڑے ہو جاؤ میں وہیں کھڑا رہا یہاں تک کہ حضرتؑ واپس ہوئے میں نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں آپؑ کہاں پر تشریف لے گئے تھے فرمایا میں خراسان گیا تھا اور اس وقت میں نے اپنے باپ کو دفن کیا ہے۔

اور شیخ طبرسی نے اعلام الوری میں امیہ بن علی سے روایت کی ہے کہ میں مدینہ میں تھا اور ہمیشہ امام محمد تقیؑ کی خدمت میں جایا کرتا اور سلام عرض کرتا تھا اس زمانہ میں جب کہ امام رضاؑ خراسان میں تھے اور امام محمد تقیؑ کے اہل بیتؑ اور ان کے والد کے چچا آنحضرتؑ کی خدمت میں آکر سلام کرتے اور ان کی تعظیم و تکریم کرتے تھے پس ایک دن آپؑ نے ان کی موجودگی میں اپنی کنیز کو بلایا اور فرمایا انہیں کہہ دو یعنی گھر والوں کو کہ وہ ماتم کے لیے تیار ہو جائیں پس جب وہ لوگ چلے گئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم نے یہ پوچھا کیوں نہیں کہ کس کے ماتم کے لیے۔

جب دوسرا دن ہوا تو پھر حضرتؑ نے اس کنیز سے وہی فرمائش کی تو اس گروہ نے عرض کیا کہ کس کے ماتم کے لیے تیار ہوں، فرمایا اہل زمین سے بہترین شخص کے ماتم کے لیے پس چند دنوں کے بعد خبر آئی کہ جس دن آپؑ کے فرزند ارجمند نے خبر دی تھی اس دن امام رضا علیہ السلام نے عالم بقاء کی طرف کوچ کیا تھا۔

دوسری چیز

یہ کہ علماء نے امام رضاؑ کا امام محمد تقیؑ کے علاوہ کوئی بیٹا ذکر نہیں کیا بلکہ بعض نے تو یہ کہا ہے کہ آپؑ کی اولاد حضرتؑ ہی پر منحصر تھی شیخ مفید نے فرمایا ہے کہ امام رضاؑ کی دنیا سے رحلت ہوئی تو ہم آپؑ کا سن شریف باپ کی وفات کے دن سات سال اور چند ماہ تھا ابن شہر آشوب نے تصریح کی ہے کہ آپؑ کے فرزند محمدؑ امام ہی ہیں لیکن علامہ مجلسی نے بحار میں قریب الاسناد سے نقل کیا ہے کہ بزنطی حضرت رضاؑ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ چند سال تک میں آپؑ سے پوچھتا رہا آپؑ کی بعد والے خلیفہ کے متعلق اور آپؑ یہ فرماتے رہے کہ میرا بیٹا اور اس وقت آپؑ کا کوئی بیٹا نہیں تھا اب خدا نے آپؑ کو دو بیٹے عطا فرمائے ہیں تو آپؑ کے ان دو بیٹوں میں سے کون

ہے الخ۔

ابن شہرآشوب نے مناقب میں فرمایا ہے کہ مسجد زردکی اصل جوکہ شہر میں ہے یہ ہے کہ امام رضاؑ نے اس میں نماز پڑھی ہے پس وہاں مسجد بنادی گئی پھراس میں امام رضاؑ کے ایک بیٹے دفن ہوئے اور کئی کرامتیں وہاں سے نقل ہوئی ہیں۔

نیز علامہ مجلسی نے بحار میں حسن خلق کے باب میں عیون اخبار الرضا سے ایک روایت نقل کی ہے کہ امام رضاؑ کی ایک بیٹی تھی فاطمہ نامی جس نے اپنے پدرگزرگوار سے روایت حدیث کی ہے اور وہ حدیث یہ ہے

عن فاطمة بنت الرضا عن ابيها عن ابيه جعفر بن محمد عن ابيه وعمه عن علی بن ابی طالب علیہم السلام عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔قال من کف غضبه کف الله عنه عذابه ومن حسن خلقة بلغه الله درجته الصائم القائم

یعنی فاطمہ دختر امام رضاؑ نے اپنے آباؤاجداد سے رسول اللہؐ سے روایت کی ہے کہ آپؐ نے فرمایا جوشخص اپنے غضب کوروک لے خداوند عالم اس سے اپنے عذاب کوروک دے گا اور جوشخص اپنا خلق اچھا کرے تو خداوندعالم اسے روزہ داراور عبادت میں قیام کرنے والے کے درجہ تک پہنچادے گا۔

نیز شیخ صدوق نے روایت کی ہے:

مسنداً عن فاطمة بنت علی بن موسیٰ الرضا عن ابيها الرضا عن ابآئه عن علی علیہم السلام قال لا یحل لمسلم ان یروع مسلماً ۔

جناب فاطمہ نے اپنے والدامام رضاؑ سے اپنے آباؤاجداد کے واسطہ سے حضرت علیؑ سے روایت کی ہے کسی مسلمان کے لیے یہ جائزنہیں کہ وہ کسی مسلمان کوڈرائے اور کتب انساب میں بھی ذکرکیا ہے کہ حضرت کی ایک بیٹی فاطمہ نامی تھی جوکہ محمد بن جعفر بن قاسم بن اسحاق بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ابوہاشم جعفری کے بھتیجے کی بیوی تھی اور وہ حسن بن جعفر قاسم کی ماں ہے شبنجی نے نورالابصار میں اس مخدرہ سے ایک کرامت بیان کی ہے خواہشمند اس کی طرف رجوع کریں۔

تیسری چیز

شعراء نے امام رضاؑ کے بہت سے مرثیے کہے ہیں اور علامہ مجلسی نے بحار میں ایک مستقل باب کا آپؑ کے مراثی میں ایراد کیا ہے لیکن چونکہ وہ اشعار عربی میں ہیں اور یہ کتاب فارسی ہے لہذ انقل کرنے کی گنجائش نہیں لیکن تبرکاً وتیمناً چنداشعار کے ذکر پراکتفاء کرتے ہیں (ہم طوالت کے خوف سے انہیں بھی چھوڑ رہے ہیں مترجم) واضح ہوکہ آپؑ کی زیارت کا ثواب اس سے کہیں زیادہ ہے کہ

بیان ہو سکے اور ہم نے کتاب مفاتیح الجنان میں چند روایات پر اختصار کیا ہے اور اس فصل کی ابتدا میں ان میں سے مختصر کی طرف اشارہ کیا ہے اور اگر اس جگہ طوالت کی گنجائش ہوتی تو ہم ان دلائل و کرامات و برکات کی چند حکایات سے اپنی کتاب کو زینت دیتے جو کہ آپؑ کے مشہد مقدس سے ظاہر ہوئے ہیں۔

ساتویں فصل

امام رضاؑ کے چند اعاظم اصحاب اور حضرت کے مداح دعبل بن علی خزاعی کا تذکرہ (درجہ اول کا شاعر)

پہلا: کہ جس کا مقام فضل و بلاغت اور شعر و ادب میں اس سے بالاتر ہے کہ بیان ہو، قاضی نوراللہ مجالس المومنینؒ میں فرماتے ہیں اس کے احوال خجستہ مال تفصیل و اجمال کے ساتھ کتاب کشف الغمہ اور عیون اخبار الرضا اور باقی کتب امامیہ میں مذکور ہیں اور خود غسل دعبل سے کشف الغمہ میں نقل کیا ہے کہ جب میں نے قصیدہ موسومہ بمدارس آیات کو نظم کیا تو ارادہ کیا کہ امام ابوالحسن علیؑ بن موسیٰ الرضا علیہ السلام کی خدمت میں خراسان جاؤں اور یہ قصیدہ ان کے حضور پیش کروں۔

جب میں خراسان گیا اور حضرتؑ کی خدمت سے مشرف ہوا اور میں نے ان کے سامنے یہ قصیدہ پڑھا تو آپ نے بہت تحسین کی اور داد دی اور فرمایا جب تک میں تمہیں حکم نہ دوں یہ قصیدہ کسی کے سامنے نہ پڑھنا، یہاں تک کہ میرے آنے کی خبر مامون کو ملی اور اس نے مجھے بلایا، احوال پرسی کی اس کی بعد کہنے لگا کہ قصیدہ مدارس آیات کو میرے سامنے پڑھو، میں نے ایسے قصیدہ کی لاعلمی ظاہر کی۔

مامون نے اپنے ایک خادم سے کہا کہ حضرت امام علیہ السلام کو بلاؤ تو ایک گھنٹہ بعد حضرتؑ تشریف لائے مامون نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ میں نے دعبل سے کہا ہے کہ قصیدہ مدارس آیات میرے سامنے پڑھو تو اس نے اس سے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔

حضرتؑ نے مجھے حکم دیا کہ اے دعبل وہ قصیدہ پڑھو پس میں نے پڑھا تو مامون نے بہت تحسین کی اور داد دی اور پچاس ہزار درہم مجھے عطا کئے اور امام رضاؑ نے بھی مجھے اتنا ہی انعام دیا۔ پس میں نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ میں توقع رکھتا ہوں کہ اپنے لباس میں سے ایک کپڑا عنایت فرئیں تاکہ مرتے وقت میں اسے اپنا کفن بناؤں، فرمایا ایسا کروں گا اور مجھے ایک کپڑا عنایت کیا کہ جسے آپؑ خود استعمال کر چکے تھے اور ایک عمدہ تولیہ بھی مجھے مرحمت فرمایا اور فرمایا کہ اس کی حفاظت کرنا کہ اس کی وجہ سے محفوظ رہو گے اور اس

کے بعد فضل بن سہل ذوالریاستین نے جو مامون کا وزیر تھا مجھے عمدہ صلہ دیا، ترکی راہوار گھوڑا زین وساز کے ساتھ دیا۔ جب کچھ وقت گزر گیا تو عراق کا طرف واپسی کا مجھے خیال آیا اثنائے راہ میں بعض ڈاکو ہم پر ٹوٹ پڑے انہوں نے مجھے اور میرے ساتھیوں کو لوٹ لیا، چنانچہ میرے بدن پر سوائے ایک پرانی قبا کے کچھ نہ رہنے دیا مجھے اپنے اسباب میں سے کسی چیز پر افسوس نہیں تھا سوائے اس کپڑے اور تولیے کہ جو کہ حضرتؑ نے بطور انعام مجھے دیا تھا میں فکر کر رہا تھا آپؑ کے اس ارشاد میں کہ فرمایا تھا کہ اس کپڑے اور تولیہ کی حفاظت کرنا کہ تم اس کی برکت سے محفوظ رہو گے کہ اچانک ایک ڈاکو اس گھوڑے پر سوار ہو کر جو فضل بن سہل ذوالریاستین نے مجھے دیا تھا آیا اور میرے اشعار کا یہ مصرعہ پڑھا کہ مدارس آیات خلت من تلاوت اور رونے لگا۔

جب میں نے اس کی حالت کا مشاہدہ کیا تو مجھے تعجب ہوا کہ ان کے درمیان میں ایک شیعہ کو دیکھا تھا تو میں نے اس بناء پر کپڑا اور تولیہ واپس ملنے کے خیال سے اس شخص سے کہا کہ اے مخدوم یہ قصیدہ کس کا ہے وہ کہنے لگا تجھے اس سے کیا۔

میں نے کہا کہ میں دعبل ہوں اور یہ میرا قصیدہ ہے کہنے لگا یہ بات جو تو کہہ رہا ہے دور از کار اور بعید ہے میں نے کہا کہ اہل قافلہ سے تحقیق کرو، پس اس نے کسی کو بھیج کر اہل قافلہ میں سے کچھ افراد کو حاضر کیا اور میرے حالات پوچھے تو انہوں نے بتایا کہ یہ دعبل بن علی خزاعی ہے۔

جب اسے میرے متعلق یقین ہو گیا کہ میں دعبل ہوں تو کہنے لگا کہ میں تمام اہل قافلہ کا مال واسباب تیری وجہ سے بخشتا ہوں اس وقت ان کے منادی نے اپنے ساتھیوں کے درمیان ندا دی تو ہمارا مال ہمیں واپس کر دیا اور ہمیں حفاظت کے ساتھ جائے امن تک پہنچا دیا اور جو کچھ حضرتؑ نے فرمایا تھا اس کا راز ظاہر ہوا اور تمام اہل قافلہ حضرتؑ کے دیئے ہوئے کپڑے اور تولیے کی وجہ سے بچ گئے۔ اور کتاب عیون اخبار الرضاء میں مذکور ہے کہ دعبل جب اس مصیبت سے چھوٹا اور شہر قم میں پہنچا تو قم کے شیعہ اس کے پاس آئے اور اس سے قصیدہ مذکور کے پڑھنے کی استدعا کی، دعبل انہیں جامع مسجد میں لے گیا اور منبر پر جا کر ان کے سامنے قصیدہ پڑھا اہل قم نے بہت سا مال اور خلعتیں اس پر نچھاور کیں، اس وقت جب انہیں حضرتؑ کے جبہ مبارک کی خبر ملی جو آپؑ نے دعبل کو دیا تھا تو انہوں نے التماس کیا کہ وہ جبہ ہزار دینار سے ہمارے ہاں بھیج دو، دعبل نے اس سے انکار کیا۔ دوبارہ انہوں نے خواہش کی کہ اس کا کچھ ٹکڑا ہزار دینار پر دے دو، وہ بھی درجہ قبولیت کو نہ پہنچا اور جب دعبل قم سے باہر نکلا تو بعض خود رائے اور خود سر جوان جو وہاں رہتے تھے دعبل کے پاس پہنچ گئے اور زبردستی وہ جبہ اس سے چھین لیا۔ دعبل واپس قم میں آیا اور وہاں کے لوگوں سے التماس کیا کہ وہ جبہ اسے واپس کر دیں ان نوجوانوں نے انکار کر دیا اور اپنے مشائخ واکابر کے حکم کی اطاعت نہ کی اور دعبل سے کہا کہ جبہ تمہارے ہاتھ میں نہیں آئے گا۔ وہی ہزار دینار لے لو، دعبل نے قبول نہ کیا بالآخر جب اس سے ناامید ہو گیا تو التماس کیا کہ مجھے اس میں سے ایک ٹکڑا دے دو، اس جماعت نے یہ بات قبول کر لی اور جبہ کا ایک ٹکڑا اسے دے دیا، دعبل اپنے وطن کی طرف لوٹ گیا جب گھر پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ چور اس کا سارا گھر لوٹ کر لے گئے ہیں اور چونکہ امام رضا علیہ السلام سے جدا ہوتے وقت حضرتؑ نے ایک تھیلی اسے دی تھی اور اس میں سو دینار تھے اور فرمایا تھا کہ اس کی حفاظت کرنا کیونکہ تجھے اس کی ضرورت پڑے گی، دعبل نے وہ عراق کے شیعوں کو بطور ہدیہ

دے دی اورانہوں نے اسے ہر دینار کے بدلے سو درہم دیئے، چنانچہ اس تھیلی سے دس ہزار درہم اس کے ہاتھ لگے اورانہیں حالات میں دعبل کی کنیز کوکہ جس سے اس کو بہت محبت تھی آنکھوں میں سخت قسم کی تکلیف ہوگئی طبیب اس کے پاس لے آئے جب انہوں نے آنکھ کا معائنہ کیا تو وہ کہنے لگے کہ اس کی دائیں آنکھ معیوب ہوچکی ہے ہم اس کا علاج نہیں کر سکتے، البتہ اس کی بائیں آنکھ کا علاج کریں گے اور امید ہے کہ وہ ٹھیک ہوجائے گی۔

دعبل یہ بات سن کر بہت غمگین ہوااوراسے بہت تکلیف ہوئی یہاں تک کہ اسے حضرتؑ کے جبہ کا ٹکڑا یاد آیا، اس وقت اس نے اسے اس کنیز کی آنکھوں پر ملا اور شام سے پٹی اس پر باندھ دی، جب صبح ہوئی تو اس کی برکت سے اس کی آنکھیں پہلے سے بھی بہتر ہوگئیں۔

مولف کہتا ہے کہ وہ سو دینار والی تھیلی جو حضرتؑ نے دعبل کو دی تھی اس میں رضویہ نقدی تھی یعنی حضرتؑ کے نام پر وہ مسکوک تھے اس لیے شیعوں نے ہر دینار سو درہم پر خرید کیا تھا اور چونکہ قاضی نوراللہ نے ساری روایت عیون اخبار الرضاؑ سے نقل نہیں کی، بلکہ اس کا پہلا حصہ کشف الغمہ سے نقل کیا ہے، لہذا سو دینار اور جبہ والی بات مجمل ہوگئی ہے اور میں روایت کے پہلے حصے کی طرف عیون کے مطابق اشارہ کرتا ہوں۔

شیخ صدوق نے سند معتبر کے ساتھ روایت کی ہے کہ دعبل امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں مقام مرو میں حاضر ہوا اور عرض کیا فرزند رسولؐ میں نے آپؑ کے لیے ایک قصیدہ کہا ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ آپؑ سے پہلے کسی کے سامنے نہیں پڑھوں گا فرمایا لے آؤ، پس اس قصیدہ مدارس آیات پڑھا یہاں تک کہ اس شعر تک پہنچا۔

اری فیهم فی غیر هم متقسماً

وایدیهم من فیهم صفرات

میں دیکھتا ہوں کہ ان کا مال فيی ان کے غیر میں تقسیم ہورہا ہے اور ان کے ہاتھ اپنے مال فی سے خالی ہیں۔

اور حضرتؑ رونے لگے اور فرمایا اے خزاعی تو نے سچ کہا ہے پس جب اس شعر پر پہنچا۔

اذا اوتروا مدوالیٰ واتریهم

اکفا عن الاوتار منقبضات

جب ان پر ظلم وستم ہوتا ہے تو وہ ظلم کرنے والوں کی طرف اپنی ہتھیلیاں بڑھاتے ہیں جو کہ بدلہ لینے سے منقبض اور بند ہیں۔

حضرتؑ نے اپنی ہتھیلی کو الٹ پھیر کیا اور فرمایا خدا کی قسم منقبضات (بند ہیں) اور جب اس شعر پر پہنچا کہ

لقد خفت فی الدنیا وایام سعیها
وانی لارجو لامن بعد وفاتی

میں دنیا اور اس میں سعی و کوشش میں تو خوفناک ہوں، البتہ اپنی وفات کے بعد امن وچین کی امید رکھتا ہوں، حضرت نے فرمایا خدا تجھے مامون قرار دے فزع اکبر (بڑی مصیبت) کے دن۔

پس جب وہ اس شعر پر پہنچا

وقبر بغداد لنفس ذکیة
تضمنها الرحمن فی الغرفات

اور بغداد میں پاکیزہ نفس کی قبر ہے خدائے رحمن نے جنت کے کمروں کے پہلو میں اسے قرار دیا ہے، آپؑ نے فرمایا کیا میں تیرے قصیدہ کے اس مقام کے ساتھ دو بیت ملحق نہ کردوں کہ جن سے تیرا قصیدہ مکمل ہو جائے۔ عرض کیا ملحق فرمائے، فرزند رسولؐ نے فرمایا۔

وقبر بطوس یالها من مصیبة
الحث علی الاء حشآء بالزفرات
الی الحشر حتی یبعث الله قآئما
یفرج عنا الهم والکربات

اور ایک قبر طوس میں ہے اور کتنی بڑی ہے اس کی مصیبت کہ جس نے اپنے گرم سانسوں سے انتڑیوں کو چھیل دیا ہے حشر کے دن تک کے لیے، یہاں تک کہ خداوند عالم مبعوث فرمائے گا قائم کو جو ہمارے غم اور مصیبتوں کو دور کر دے گا۔

دعبل نے عرض کیا یہ قبر جس کے متعلق آپؑ نے فرمایا ہے کہ وہ طوس میں ہے یہ کس کی قبر ہے فرمایا وہ میری قبر ہے، زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ طوس شیعوں اور میرے زواروں کے آنے جانے کی جگہ بن جائے گا، آگاہ رہو کہ جو شخص طوس میں میری زیارت کرے میری غربت و مسافرت میں تو وہ قیامت کے دن بخشا جانے کے ساتھ ساتھ میرے درجہ میں بھی ہوگا، پس جب دعبل قصیدہ پڑھنے سے فارغ ہوا تو آپؑ نے اس سے فرمایا کہ کہیں جانا نہیں اور اٹھ کر دولت سرا کے اندر گئے اور کچھ دیر بعد خادم باہر آیا اور سو دینار رضوی دعبل کے لیے لے آیا اور کہا کہ میرے مولا فرما رہے ہیں کہ انہیں اپنے صرف میں لے لو، دعبل کہنے لگا خدا کی قسم میں اس کے لیے نہیں آیا اور میں نے یہ قصیدہ کسی چیز کے طمع میں نہیں کہا اور وہ دیناروں کی تھیلی واپس کر دی اور آپؑ کے لباس

میں سے ایک کپڑے کی خواہش کی تا کہ اس سے تبرک وتشرف حاصل کروں، پس حضرتؑ نے جبہ خز (ریشمی جبہ) تھیلی سمیت اس کے لیے بھیجا اور خادم سے فرمایا کہ اسے کہو کہ یہ تھیلی لے لے کہ اس کی اسے ضرورت پڑے گی اور اسے واپس نہ کر، پس دعبل نے تھیلی اور جبہ رکھ لیا اور قافلہ کے ساتھ وہ مرو سے نکلا، جب قوہان کے درمیان پہنچا تو ڈاکوؤں نے ان پر حملہ کر دیا اور اہل قافلہ کو پکڑ کر ان کی مشکیں باندھ دیں کہ جن میں دعبل بھی تھا، پس وہ ڈاکو اہل قافلہ کے مال کے مالک بن بیٹھے اور آپس میں انہوں نے تقسیم کر لیا، ایک ڈاکو نے اس مقام کی مناسبت سے دعبل کا یہ شعر پڑھا

ارى فيهم في غير هم متقسما
وايديهم من فيهم صفرات

دعبل نے سنا تو کہنے لگا کہ یہ شعر کس کا ہے اس نے کہا قبیلہ خزاعہ کے ایک شخص کا ہے کہ جس کا نام دعبل ہے، دعبل نے کہا وہ دعبل میں ہوں جس نے یہ قصیدہ کہا ہے، پس وہ شخص اپنے رئیس کے پاس گیا اور وہ ایک ٹیلے کے اوپر نماز پڑھ رہا تھا اور وہ شیعہ تھا اس نے دعبل کے واقعہ کی خبر دی، وہ ڈاکوؤں کا سردار دعبل کے پاس آ کر کہنے لگا کہ دعبل تو ہے۔

کہنے لگا ہاں اس نے کہا قصیدہ پڑھو، دعبل نے قصیدہ پڑھا پس اس نے حکم دیا کہ دعبل اور تمام اہل قافلہ کی مشکیں کھول دو اور ان کے اموال انہیں دعبل کی عزت واحترام میں واپس کر دو، دعبل کی ولادت حضرت صادقؑ کی وفات کے سال میں ہوئی ہے اور اس کی وفات مقام شوش ۲۴۶ھ ہجری میں ہوئی ہے۔

ابوالفرج نے اغانی میں کہا ہے کہ دعبل بن علی مشہور شیعہ ہے حضرت علیؑ کی طرف میلان رکھتا تھا اور اس کا قصیدہ مدارس آیات بہترین اشعار میں سے ہے اور فخر میں اس نے برابری کی ہے، تمام ان بیتوں کی جو اہل بیت کے لیے کہی گئی ہیں، پس ابوالفرج نے دعبل کے امام رضاؑ کی خدمت میں جانے اور آنجنابؑ کا اسے تیس ہزار درہم رضویہ صلہ دینے اور اپنے لباس میں سے اسے خلعت دینے کا واقعہ نقل کیا ہے اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ دعبل نے قصیدہ مدارس آیات ایک کپڑے پر لکھا اور اس کا احرام باندھا اور گھر والوں کو حکم دیا کہ اسے اس کا کفن قرار دیں اور دعبل ہمیشہ اپنے زمانہ کے خلفاء سے خوفزدہ ان سے فراری اور پنہاں رہتا بسبب اس ہجو کے جو ان کی تھی اور وہ اس کی زبان سے ڈرتے تھے اور دعبل سے حکایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ جس زمانہ میں خلیفہ سے فرار کئے ہوئے تھا میں نے ایک رات نیشاپور میں اکیلے کاٹی اور ارادہ کیا کہ اس رات عبداللہ بن طاہر کے متعلق قصیدہ کہوں جس وقت میں یہ سوچ رہا تھا، حالانکہ میں نے دروازہ بند کیا ہوا تھا تو میں نے سنا کہ آواز آئی السلام علیکم الجِ یرحمك الله اپنے مقصد میں داخل ہو جا، خدا تجھ پر رحمت کرے، میرا بدن کانپنے لگا اور مجھ پر سخت قسم کی حالت طاری ہوئی، پس اس آواز دینے والے نے کہا خدا تجھے عافیت دے ڈر نہیں، کیونکہ میں تیرے جن بھائیوں میں سے یمن کا رہنے والا ہوں ہمارے پاس عراق میں سے ایک آنے والا آیا اور اس نے تیرا مقصد مدارس آیات پڑھا، میں دوست رکھتا تھا کہ وہ قصیدہ خود تجھ سے سنوں، دعبل کہتا ہے کہ میں نے اس کے لیے یہ قصیدہ پڑھا تو وہ اتنا رویا کہ زمین پر گر پڑا، پس کہنے لگا خدا تجھ پر رحمت نازل کرے آیا تیرے لیے ایک حدیث بیان نہ کروں کہ جو تیری نیت کو

زیادہ کرے اور اپنے مذہب سے متمسک رہنے میں تیری مدد کرے میں نے کہا کہ ہاں بیان کرو، کہنے لگا میں مدت سے امام جعفر علیہ السلام کا ذکر سنتا تھا، پس میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے سنا کہ آپؑ نے فرمایا مجھ سے میرے باپؑ نے اپنے باپؑ سے اپنے جد بزرگوار سے حدیث بیان کی کہ رسول خداؐ نے فرمایا علی وشیعته هم الفائزون۔ کہ علی اور اس کے شیعہ فائز و کامیاب ہیں، وہ مجھ سے رخصت ہوا اور جانے لگا تو میں نے کہا خدا تجھ پر رحمت کرے مجھے اپنا نام تو بتا، کہنے لگا کہ میں طبیان بن عامر ہوں۔انتھی

دوسرا: حسن بن علی بن زیاد بجلی کوفی وجوہ طائفہ اور حضرت امام رضاؑ کے اصحاب میں سے ہے اور الیاس صیرفی کا نواسہ ہے جو کہ حضرت صادق علیہ السلام کے شیوخ اصحاب میں سے تھا اس نے اپنے نانا الیاس سے روایت کی ہے کہ اس نے اپنے احتضار کے وقت کہا کہ گواہ رہو یہ گھڑی جھوٹ بولنے کی نہیں میں نے کہا حضرت صادق علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ خدا کی قسم وہ بندہ نہیں مرتا جو خدا اور رسولؐ و آئمہ علیہم السلام کو دوست رکھتا ہے کہ جہنم کی آگ اسے مس کرے اور اس کلام کا آپؑ نے تین مرتبہ اعادہ کیا بغیر اس کے کہ آپؑ سے سوال کیا گیا ہو اور شیخ طوسی نے احمد بن محمد بن عیدیٰ بن قمی سے روایت کی ہے کہ میں نے حدیث کی تلاش میں کوفہ کا سفر کیا اور وہاں حسن بن علی وشا سے ملاقات کی اور میں نے اس سے سوال کیا کہ علاء بن رزین اور ابان بن عثمان کی کتاب میرے پاس لے آؤ جب وہ لے آیا تو میں نے اس سے کہا کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ مجھے اجازت دو کہ ان دونوں کتابوں کی روایت کروں۔

کہنے لگا خدا تجھ پر رحمت کرے تجھے کیا جلدی ہے جا اور ان سے لکھ لے پھر سُن۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ میں حوادث روزگار سے مامون نہیں ہوں، وہ کہنے لگا اگر مجھے معلوم ہوتا کہ حدیث کے لیے تیرے جیسا طلب گار ہے تو میں بہت سی احادیث اخذ کرتا، کیونکہ میں نے اس مسجد میں نوسو مشائخ کو دیکھا ہے جن میں سے ہر ایک کہتا تھا کہ مجھ سے جعفرؑ بن محمدؑ نے حدیث بیان کی۔

مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سابق زمانہ میں اہل قم کس قدر حدیث کے متلاشی تھے کہ سا ان سفر باندھ کر قم سے کوفہ تک طلب حدیث کے لیے جاتے تھے اور ان کا اعتماد بھی اصول پر ہوتا اور کوئی حدیث اجازہ اور سماع کے بغیر نہیں کرتے تھے خلاصہ یہ کہ وہ مشائخ اجازہ اور اجلاء اصحاب آئمہ اس سے روایت کرتے ہیں اور اگر اس سے وقف کی لغزش ہوگئی تھی کہ اس نے امام موسیٰ علیہ السلام پر توقف کیا تو اس کا تدارک اس نے امام رضاؑ کی طرف رجوع کر کے اور ان کی امامت اور آنحضرتؑ کے بعد کی صحبت کا قائل ہو کر کر لیا تھا، ابن شہر آشوب نے مناقب میں اس سے روایت کی ہے کہ میں نے چند کاغذات پر کچھ مسائل لکھے تا کہ ان سے علیؑ بن موسیٰ علیہ السلام کا امتحان کروں، پس صبح کے وقت میں آپؑ کے مکان کی طرف چلا آپؑ کے دروازے پر زیادہ جمعیت کی وجہ سے میں آپؑ کے در دولت تک نہ پہنچ سکا اس حالت میں میں نے ایک خادم کو دیکھا کہ وہ پوچھتا پھرتا تھا کہ حسن بن علی وشا الیاس بغدادی کی بیٹی کا لڑکا کون سا ہے، میں نے کہا اے غلام جس شخص کو تو تلاش کر رہا ہے وہ میں ہوں، پس اس نے ایک تحریر مجھے دی اور کہا کہ یہ جواب ہے ان مسائل کا کہ جو تیرے پاس ہیں، پس میں نے اس واضح معجزہ کے سبب سے آپؑ کی امامت کا یقین کر لیا اور واقفیہ کے مذاہب اور طریقوں کو چھوڑ دیا۔

تیسرا حسن بن علی بن فضال تیملی کوفی جس کی کنیت ابو محمد ہے، قاضی نور اللہ نے مجالس میں کہا ہے کہ حسن کہتا ہے کہ امام موسیٰؑ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اور وہ حضرت امام رضاؑ کے روایان حدیث میں سے ہے اور وہ حضرتؑ سے پورا اختصاص رکھتا تھا، جلیل القدر عظیم المنزلۃ زاہد صاحب ورع اور ثقہ تھا، روایات میں اور کتاب نجاشی میں فضل بن شاذان سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک مسجد میں ایک قاری کے پاس درس پڑھتا تھا وہاں میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو آپس میں باتیں کر رہے تھے ان میں سے ایک مجھ سے کہنے لگا کہ پہاڑ میں ایک شخص رہتا ہے کہ جسے ابن فضال کہتے ہیں اور اس گروہ میں سب سے زیادہ عابد ہے کہ جنہیں ہم نے دیکھا ہے اور کہنے لگا کہ وہ صحرا میں چلا جاتا ہے اور سجدہ ریز ہوتا ہے تو صحرا کے پرندے اس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں اور وہ اس طرح زمین پر محو پڑا رہتا ہے کہ دور سے اس طرح گمان ہوتا ہے کہ کوئی کپڑا یا ٹکڑا پڑا ہے اور صحرا کے وحشی جانور اس کے نزدیک چرتے رہتے ہیں اور اس سے بدکتے نہیں بسبب انتہائی موانست کے جو انہیں اس سے حاصل ہو گئی ہے۔

فضل بن شاذان کہتا ہے یہ بات سننے کے بعد میں نے گمان کیا کہ شاید یہ کسی ایسے شخص کے حالات ہیں جو گزشتہ زمانہ میں ہوگا اور یہ بات سننے کے تھوڑے وقت کے بعد میں نے دیکھا کہ ایک شخص خوبصورت نیک شمائل جس نے روئی کا لباس اور ردا اوڑھ رکھی ہے اور سبز جوتا پاؤں میں پہنے ہوئے ہے دروازے سے داخل ہوا اور میرے باپ کو کہ جس کے ساتھ میں بیٹھا ہوا تھا سلام کیا میرا باپ اس کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو گیا اور اس کو جگہ دی اور اس کی تعظیم و تکریم کی جب کچھ دیر کے بعد وہ اٹھ کر چلا گیا تو میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے اس نے کہا کہ یہ حسن بن علی بن فضال ہے، میں نے کہا وہی عابد و فاضل جو مشہور ہے، کہنے لگا ہاں وہی ہے میں نے کہا کہ یہ وہ نہیں ہوگا کہنے لگا کہ وہ تو ہمیشہ پہاڑ میں رہتا ہے، کہنے لگا تو کس قدر کم عقل ہے بیٹا، کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اب وہیں سے آیا ہو، پس جو کچھ اس میں نے اہل مسجد سے سنا تھا وہ باپ کے سامنے بیان کیا میرا والد کہنے لگا جو کچھ تو نے سنا ہے وہ درست ہے اور یہ حسن وہی حسن ہے۔ حسن کبھی کبھی میرے باپ کے پاس آیا کرتا تھا پس میں اس کے پاس گیا اور کتاب ابن بکیر وغیرہ کتب احادیث اس سے سماع کیں اور اکثر ایسا ہوتا کہ ہو اپنی کتاب لے کر میرے حجرے میں آتا اور میرے سامنے اس کی قرائت کرتا اور جس سال طاہر بن حسین خزاعی نے جو مامون کا سپہ سالار تھا حج ادا کیا اور کوفہ لوٹ کے آیا جب اس نے حسن کے فضائل و کمالات کی تعریف سنی تو کسی کو حسن کے پاس بھیجا کہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہونے سے معذور ہوں، میں التماس کرتا ہوں کہ آپ میرے پاس تشریف لے آئیں تو حسن نے طاہر کے پاس جانے سے انکار کر دیا اور اصحاب نے اسے طاہر کے پاس جانے کی جتنی ترغیب دی اس نے قبول نہ کی اور کہنے لگا کہ مجھے اس سے کوئی نسبت اور لگاؤ نہیں اور اس کے اس استغناء سے میں سمجھا کہ اس کا ہمارے گھر آنا دیانت داری کی بناء پر تھا اور اس کا مصلیٰ مسجد کوفہ کے اس ستون کے پاس تھا کہ جسے سابعہ اور اسطوانہ ابراہیم علیہ السلام کہتے تھے اور حسن اپنی پوری عمر میں عبداللہ بن افطح کی امامت کا قائل رہا اور مرض موت میں کوئی واقعہ دیکھا اور اس عقیدہ سے پلٹ آیا اور حق کی طرف رجوع کیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حسن کی وفات ۲۲۴ھ ہجری میں ہوئی اور اس کی تصانیف میں سے کتاب زیارات و بشارات و کتاب نوادر و کتاب

ردعلی الغلات وکتاب شواہد کتاب المستعہ اور کتاب ناسخ ومنسوخ وکتاب ملاحم وکتاب صلوۃ اور کتاب رجال ہے۔

چوتھا حسن بن محبوب سراد اور الزارد بھی کہا گیا ہے، ابوعلی بجلی کوفی ثقہ وجلیل القدر اور اپنے زمانہ کے ارکان اربعہ میں سے اور اصحاب اجماع میں سے ہے اور اس کی بہت سی کتب ہیں اور ان میں کتاب میشخہ کتاب حدود ودیات وفرائض ونکاح وطلاق اور کتاب نوادر جو کہ ہزار ورق کے قریب ہے اور کتاب تفسیر وغیرہ حضرت رضا علیہ السلام سے اور حضرت صادق علیہ السلام کے ساٹھ اصحاب سے روایت کرتا ہے اور منقول ہے کہ اس کے باپ محبوب کا حسن کی تربیت میں اتنا اہتمام کیا تھا کہ اسے اخذ حدیث میں ترغیب دلانے کے لیے یہ قرارداد کی ہوئی تھی ک جو حدیث وہ علی بن رئاب سے سنے گا اور اسے لکھے گا ہر حدیث کے بدلے اسے ایک درہم دے گا اور یہ علی بن رئاب ثقات اور اجلاء علماء شیعہ کوفہ میں سے ہے، اس نے حضرت صادقؑ اور حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ سے روایت کی ہے اور اس کا بھائی یمان بن رئاب روسائے خوارج میں سے تھا اور ہر سال یہ دونوں بھائی تین دن کے لیے جمع ہوتے اور مناظرہ کرتے تھے پھر اس کے بعد ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے اور پھر ایک دوسرے سے کلام یہاں تک کہ سلام بھی نہیں کرتے تھے۔

شیخ کشی نے علی بن محمد قتیبی سے جعفر بن محمد بن حسن بن محبوب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے جد حسن بن محبوب کا نسب نامہ اس طرح ہے، حسن بن محبوب بن وہب بن جعفر بن وہب اور یہ وہب سندھی غلام تھا، جریر بن عبداللہ بجلی کا اور زراد کا معنی ہے زرہ درست کرنے والا، پس یہ امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپؑ سے التماس کیا کہ آپؑ اُسے جریر سے خرید کر لیں اور جریر چونکہ ناپسند کرتا تھا کہ وہ اس کے ہاتھ سے باہر نکلے، لہذا کہنے لگا کہ یہ غلام آزاد ہے، میں نے اس کو آزاد کیا اور جب اس کی آزادی محقق ہو گئی تو اس نے حضرت امیر المومنین کی خدمت اختیار کر لی اور حسن بن محبوب نے ۲۲۴ھ کے آخر میں پینسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی۔

فقیر کہتا ہے اس لحاظ سے چونکہ وہب حسن زراد کا دادا تھا حسن کو رزاد کہتے تھے، یہاں تک کہ امام رضاؑ نے بزنطی سے فرمایا کہ حسن بن محبوب زراد نہ کہو بلکہ دراد کہو، کیونکہ خداوند عالم قرآن میں فرماتا ہے، **قودرنی السرد**، آپؑ کا زراد سے نہی کرنا اور سراد کا حکم دینا اس وجہ سے نہیں کہ زراد میں کوئی عیب ہے کیونکہ سراد وزراد کا ایک ہی معنی ہے، بلکہ یہ اہتمام تو قرآن مجید کی طرف ترغیب دینے کے لیے ہے، یہ کہ جب تک ممکن ہو انسان کو اس طرح ہونا چاہیے کہ اس کے کلمات اور شواہد قرآن کے مطابق ہوں اور کلام خدا سے ماخوذ ہوں، جیسا کہ حضرتؑ کے حالات میں روایت ہوئی ہے کہ آپؑ کی تمام باتیں اور آپؑ کے جوابات اور مثالیں سب قرآن مجید سے ماخوذ ہوتی ہیں۔

پانچواں زکریا بن آدم بن عبداللہ بن سعد شعری قمی ثقہ جلیل القدر اور امام رضا علیہ السلام کے نزدیک صاحب منزلت تھا شیخ کشی نے زکریا بن آدم سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے خانوادہ سے باہر چلا جاؤں، کیونکہ ان میں بیوقوف اور سفیہ زیادہ ہو گئے ہیں۔

آپؑ نے فرمایا یہ کام نہ کرنا، کیونکہ تیری وجہ سے ان سے آفات دفع ہوتی ہیں جیسا کہ اہل بغداد سے حضرت ابوالحسنؑ کے

واسطہ سے دفع ہوتی ہیں اور روایت کی ہے علی بن مسیب ہمدانی سے جو حضرت رضاؑ کے ثقات اصحاب میں سے ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میرا راستہ دور ہے اور میں ہر وقت آپؑ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوسکتا تو اپنے احکام دینی کس سے اخذ کروں، حضرتؑ نے فرمایا ''من زکریا بن آدم القمی المامون علی الدین والدنیا'' یعنی معالم دین زکریا بن آدم قمی سے لو جو کہ دین و دنیا میں مامون ہے اور منجملہ زکریا بن آدم کی سعادتوں کے جس پر وہ فائز ہوا ہے یہ ہے کہ ایک سال حضرت امام رضا علیہ السلام کے ساتھ مدینہ سے مکہ تک حج کے لیے مشرف ہوا اور حضرتؑ کا زمیل تھا کہ ظاہراً جس سے مراد یہ ہے کہ حضرتؑ کے ساتھ ایک ہی محمل میں سوار تھا۔

اور علامہ مجلسی نے تاریخ قم میں نقل کیا ہے کہ اس نے اہل قم کی مدح میں کہا ہے کہ ان میں سے اکثر اشعرمین ہیں اور پیغمبر اکرمؐ نے ان کے حق میں بخشش کی دعا کی ہے اور فرمایا **اللھم اغفر الله اشعر مین** خدایا اشعرمین کو بخش دے **صغیر ھم و کبیر** ہم ان کے چھوٹے بڑوں کو اور یہ بھی فرمایا کہ اشعریون مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں ان کے مفاخر میں سے یہ ہے کہ پہلا شخص کہ جس نے قم میں شیعیت کا اظہار کیا وہ موسیٰ بن عبداللہ بن سعد اشعری تھا اور ان کے مفاخر میں سے یہ بھی ہے امام رضا علیہ السلام نے زکریا بن آدم عبداللہ بن سعد اشعری سے فرمایا کہ تیری وجہ سے خداوند عالم اہل قم سے بلا و مصیبت کو دور رکھتا ہے جس طرح کہ اہل بغداد سے موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی وجہ سے بلا دور رکھا تا ہے۔

اور یہ بھی ان کے مفاخر میں سے ہے کہ انہوں نے بہت سی زرعی زمینیں اور املاک آئمہ علیہم السلام پر وقف کئے ہیں اور یہ کہ پہلے اشخاص کہ جنہوں نے آئمہ علیہم السلام کی خدمت میں خمس بھیجا وہ یہی تھے اور یہ کہ آئمہ علیہم السلام نے ان میں سے ایک جماعت کو مکرم کیا اور عزت بخشی ہدایا تحائف اور کفنوں کے ساتھ کہ جن میں سے ہیں ابو جریر زکریا بن ادریس زکریا بن آدم عیسیٰ بن عبداللہ بن سعد وغیرہ۔

شیخ کشی نے سند معتبر کے ساتھ زکریا بن آدم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام رضاؑ کی خدمت میں ابتدا شب میں وادر ہوا اور ابو جریر زکریا بن ادریس قمی کی وفات ہوچکی تھی، پس حضرتؑ نے اس کے متعلق مجھ سے سوال کیا اور اس پر ترحم کیا یعنی فرمایا **رحمه الله ولم یزل یحدثنی واحد حتی طلع الفجر فقام علیه السلام فصلی الفجر** خدا اس پر رحم کرے اور مسلسل آپؑ مجھ سے اور میں آپؑ سے باتیں کرتا رہا یہاں تک کہ صبح طلوع ہوگئی پھر حضرتؑ کھڑے ہو گئے اور آپؑ نے نماز صبح ادا کی۔

مولف کہتا ہے کہ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس رات حضرتؑ صبح صادق تک بیدار رہے زکریا بن آدم سے باتیں کرتے رہے، پس چاہیے کہ وہ مطالب بہت ہی اہم تھے کہ جن کے متعلق گفتگو کرتے رہے اور وہ نہیں ہوسکتے سوائے تذکرہ علوم و اسرار کے جیسا کہ رسول خداؐ کے حالات میں سلمان فارسی سے اسی کے قریب قریب منقول ہے۔

ابن ابی الحدید نے کتاب استیعاب سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہمیں عائشہ سے روایت ہوئی ہے وہ کہتی ہے کہ

سلمان فارسیؓ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک رات کے وقت انفرادی مجلس ہوئی تھی یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ ہماری نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیادہ قریب ہوجائے بلکہ ظاہر روایت سے تو یہ سمجھ آتا ہے کہ اس رات آپؑ نے نماز تہجد بھی نہیں پڑھی اور یہ نہیں ہوسکتا مگر یہ کہ آپؑ کسی ایسی چیز میں مشغول تھے کہ جو اس سے افضل تھی اور وہ مذاکرہ علم ہے۔

شیخ صدوق نے اس مجلس میں جو مشائخ مذہب امامیہ کو لکھوائی ہے فرمایا ہے کہ جو شخص اکیس اور تیئس کی رات ماہ رمضان کی مذاکرہ علمی میں بیدار رہ کے گزار دے تو وہ افضل ہے، بالجملہ اس کی قبر قم کے اس قبرستان کے وسط میں مشہور ہے جو کہ لحوطہ (احاطہ) میں ہے جو شیخان بکیر کے نام سے معروف ہے اور اس کے قریب میں اس کے چچا زاد بھائی زکریا بن ادریس بن عبداللہ بن سعد قمی معروف بابو جریر کی قبر ہے جو کہ حضرت صادقؑ وحضرت کاظمؑ وحضرت رضا علیہ السلام کے اصحاب میں سے صاحب قدر ومنزلت تھا، امام رضاؑ کے نزدیک ان کے قریب دفن ہے، آدم بن اسحاق بن آدم بن عبداللہ بن سعد اشعری جو کہ زکریا بن آدم کا بھتیجا ہے اور ثقہ وجلیل ہے اور حضرت جواد تقیؑ کے اصحاب میں شمار ہوتا ہے اور زکریا بن آدم حضرت رضاؑ اور حضرت جوادؑ کے اصحاب میں شمار ہوتا ہے۔

چھٹا صفان بن یحییٰ ابو محمد بجلی کوفی عمدہ کھجوریں بیچنے والا ثقہ جلیل عابد وزاہد نبیل فقیہ مسلم اور صاحب منزلت حضرت رضا صلوات اللہ وسلامہ علیہ کے ہاں اس کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو صاحب مجالس المومنین فرماتے ہیں کہ کتاب خلاصہ اور ابن داؤد میں لکھا ہے کہ اصحاب حدیث اور دوسرے لوگوں کے نزدیک اپنے زمانہ میں وہ زیادہ قابل وثوق تھا اور امام رضاؑ اور حضرت جواد علیہ السلام کے راویوں اور ان کے وکلا میں سے تھا اور اس کا باپ امام جعفر صادق علیہ السلام کے راویوں میں سے تھا اور حضرتؑ کے نزدیک اس کی بڑی قدر ومنزلت تھی اور کتاب فہرست نجاشی میں صفوان روایت کرے اور علم فقہ میں اسے مسلم سمجھتے ہیں اور صفوان مال تجارت میں عبداللہ بن جندب اور علی بن نعمان کے ساتھ شریک تھا جو کہ مومنین میں سے تھے اور ان میں سے ہر شخص روزانہ اکاون رکعت نماز پڑھتا تھا، پس بیت الحرام میں انہوں نے ایک دوسرے سے عہد کیا کہ جو کوئی ان میں سے دوسرے کے بعد رہ جائے وہ مرنے والے کی نمازیں ادا کرے اور اس کے روزے بھی رکھے اور چونکہ صفوان ان دونوں کے بعد رہ گیا، لہذا اس عہد کی بنا پر روزانہ ایک سوترپن ۱۵۳ رکعت نماز پڑھتا تھا اور اس کا ثواب ان اپنے مومن بھائیوں کی ارواح کو ہدیہ کرتا تھا اور اس کی پرہیزگاری کا یہ عالم تھا کہ اس نے ایک سفر پر کسی کا اونٹ کرایہ پر لیا اس کے ایک دوست نے اسے دو دینار امانت کے طور پر دیئے کہ انہیں اہل کوفہ کے ہاں پہنچا دے صفوان نے جب تک کرایہ پر اونٹ دینے والے سے اجازت نہ لے لی انہیں اپنے سامان میں نہیں رکھا۔

مولف کہتا ہے کہ اس عمل میں اس بزرگوار کی اقتدا کی تھی شیخ اجل عالم زبانی محقق صمدانی مرحوم اخوند ملا احمد اردبیلی نجفی نے جو کہ ورع وتقویٰ وزہد وقدسی وفضل میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے اس حد تک کہ علامہ مجلسی نے فرمایا ہے کہ ہم نے ایسا بزرگوار متقدمین ومتاخرین میں نہیں سنا روایت ہے کہ ایک سفر پر کاظمین سے نجف کے لیے انہوں نے سواری کرایہ پر لی تھی اور اس کا مالک ساتھ نہیں تھا جب آپؒ نے چاہا کہ روانہ ہوں تو اہل بغداد میں سے ایک شخص نے آپؒ کو ایک خط دیا کہ یہ نجف میں پہنچا دینا اس بزرگوار نے وہ خط تو لے لیا، لیکن پیادہ نجف تک گئے اور سواری پر سوار نہیں ہوئے اور فرمایا کہ میں نے سواری والے سے اس خط کی اجازت نہیں لی

تھی،فقیر کہتا ہے کہ یہ حکایت جس طرح محقق مذکور کی شدت احتیاط اور کثرت ورع پر دلالت کرتی ہے اس طرح برادر دینی کی قضاء حاجت میں اس مرحوم کے زیادہ اہتمام پر بھی دلالت کرتی ہے کیونکہ آنجناب کے لیے ممکن تھا کہ عذر پیش کرتے اور اس خط کو قبول ہی نہ کرتے ،لیکن یہ نہیں چاہا کہ یہ فضیلت آپؒ سے فوت ہوجائے جیسا کہ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ مرد مومن کی حاجت روائی کرنا افضل ہے تین حج سے یہاں تک کہ آپؑ نے دس حجوں تک شمار کیا ہے اور روایت ہے کہ بنی اسرائیل میں جب کوئی عابد انتہائے درجہ عبادت کو پہنچ جاتا تو تمام عبادات میں سے لوگوں کی حاجات پورا کرنے کی کوشش کرتا بہرحال معمر بن خلاد سے منقول ہے کہ حضرتؑ ابوالحسنؑ نے فرمایا کہ دو دو حریص بھیڑیوں کا گوسفندوں کو قتل کرنے کے لیے ایسے گوسفندوں میں جا پڑنا کہ جن کا چرواہا ان کے ساتھ موجود نہ ہو ان کا ضرر مرد مسلمان کے دین میں جب ریاست سے زیادہ نہیں ہے پھر اس کے بعد فرمایا صفوان ریاست کو دوست نہیں رکھتا اور شیخ طوسی نے فرمایا ہے کہ صفوان نے حضرت صادقؑ کے چالیس اصحاب سے روایت کی ہے اور بہت سی کتابیں تصنیف کی ہیں مثل حسین بن سعید کی کتابوں کے اور اس کے کچھ مسائل ہیں جو اس نے ابوالحسن موسی سے لیے ہیں اور شیخ کشی نے نقل کیا ہے کہ صفوان بن یحییٰ نے ۲۱۰ھ میں وفات پائی ہے حضرت امام محمد تقی علیہ السلام نے اس کے لیے حنوط اور کفن بھیجا اور اسماعیل بن موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ اس کی نماز جنازہ پڑھائے۔

ساتواں محمد بن اسماعیل بن بزیع ابوجعفر منصور عباس کا غلام ثقہ صحیح گروہ امامیہ کے صلحاء میں سے اور ان کے ثقات میں سے ہے بہت جلیل القدر ہے اور اصحاب حضرت موسیؑ ورضاؑ میں سے ہے اس نے حضرت جواد علیہ السلام کو بھی دیکھا ہے اور ایک روایت ہے کہ یہ اور احمد بن حمزہ بن بزیع وزراء میں سے تھے اور ثقہ جلیل القدر علی بن نعمان نے (جو کہ امام رضاؑ کے اصحاب میں سے ہیں) وصیت کی ہے کہ اس کی کتابیں محمد بن اسماعیل بن بزیع کو دی جائیں اور کشی نے روایت کی ہے کہ امام رضاؑ نے فرمایا کہ بیشک ظالموں کے دروازوں پر اللہ تبارک وتعالیٰ کے ایسے بندے ہیں کہ جن کے ذریعہ وہ برہان کو روشن کرتا ہے اور انہیں شہروں میں تمکین وقدرت دیتا ہے کہ ان کے ذریعہ سے اپنے اولیا سے مصائب وبلیات کو دور کرے اور اللہ ان کے ذریعہ سے امور مسلمین کی اصلاح کرتا ہے کیونکہ وہ مومنین کے لیے ضد سے بچنے کے ملجا وماویٰ ہیں اور انہیں کے پاس گھبرا کر ہمارے شیعوں میں سے صاحبان حاجت جاتے ہیں انہیں کی وجہ سے خداوند عالم مومن کے دل کے خوف کو ظالمین کے گھر میں امن سے بدل دیتا ہے۔

راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا کس چیز سے یہ مرتبہ ملتا ہے فرمایا وہ ہمیں ہمارے شیعوں میں سے مومنین کے دلوں میں سرور وخوشی داخل کرے خوش کرے۔

پس اے محمد ایسے لوگوں میں سے ہوجا اور یہ وہی محمد ہے کہ جس نے حضرت جوادؑ سے پیراہن مانگا تھا تا کہ اسے اپنا کفن بنائے اور حضرتؑ نے اس کے لیے بھیجا اور حکم دیا کہ اس کے بٹن کاٹ دیئے جائیں اور محمد کے مقام فید میں جو مکہ کے راستہ میں ایک منزل ہے وفات پائی ہے شیخ ثقہ جلیل ابن قولویہ نے سند صحیح کے ساتھ محمد بن یحییٰ اشعری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مقام فید میں علی بن بلال کے ساتھ میں محمد بن اسماعیل بن بزیع کی قبر پر جانے کے لیے روانہ ہوا تو علی بن بلال نے مجھ سے کہا کہ اس قبر والے نے مجھے

امام رضا علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا جو شخص مومن بھائی کی قبر کے پاس جائے اور قبر پر ہاتھ رکھ کر سات مرتبہ سورہ انا انزلنا پڑھے تو وہ فزع اکبر سے مامون رہے گا یعنی قیامت کے دن کے بڑے و عظیم خوف سے اور دوسری روایت میں ہے، راوی کہتا ہے کہ میں محمد بن علی بن بلال کے ساتھ ابن بزیع کی قبر پر گیا محمد قبر کے سرہانے قبلہ رخ ہو کر بیٹھ گیا اور قبر کو اپنے سامنے رکھ کر کہنے لگا کہ مجھے اس قبر والے نے خبر دی ہے کہ اس نے حضرت جوادؑ سے سنا کہ جو شخص اپنے برادر مومن کی قبر کی زیارت کرے اور اس کی قبر کے پاس قبلہ رو ہو کر بیٹھے اور اپنا ہاتھ قبر پر رکھ کر سات مرتبہ سوا انا انزلنا پڑھے تو وہ فزع اکبر (بڑا خوف) سے مامون رہے گا۔

مولف کہتا ہے کہ فزع اکبر سے مامون ہونا ممکن ہے کہ پڑھنے والے کے لیے ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ میت کے لیے ہو جیسا کہ کچھ روایات سے معلوم ہوتا ہے اور میں نے ایک مجموعہ میں دیکھا ہے کہ شیخ شہید اپنے استاد فخر المحققین فرزند آیۃ اللہ علامہ کی قبر پر گئے اور فرمایا کہ میں اس قبر والے سے نقل کرتا ہوں اور انہوں نے اپنے والد ماجد سے نقل کیا ہے ان کی سند سے امام رضا علیہ السلام سے کہ جو برادر مومن کی قبر کی زیادت کرے اور اس کے پاس سورہ قدر کو پڑھے اور کہے کہ **اللھم جاف الارض عن جنوبھم وصاعد الیك ارواحھم وزدھم منك رضوانا واسکن الیھم من رحمتك ماتصل به وحدتھم وتونس وحشتھم انك علی کل شئی قدیر** تو مامون ہو جائے گا فزع اکبر سے پڑھنے والا اور میت اور منجملہ ان چیزوں کے جو محمد بن اسماعیل کی جلالت اور امام رضا علیہ السلام کے ساتھ اختصاص پر دلالت کرتی ہیں ایک چیز وہ ہے جو جناب سید مرتضیٰ والد علامہ طباطبائی بحر العلوم نے نقل ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے علامہ مذکور کی ولادت کی رات دیکھا کہ حضرت امام رضا صلوات اللہ علیہ نے محمد بن اسماعیل بن بزیع کو ایک شمع دے کر بھیجا اور اس نے وہ شمع والد بحر العلوم کے گھر کی چھت پر روشن کر دی، پس اس شمع کی روشنی اتنی بلند ہوئی کہ جس کی انتہا نہیں دیکھی جا سکتی تھی فقیر کہتا ہے کہ اس میں شک نہیں کہ وہ شمع بحر العلوم تھے کہ جنہوں نے دنیا کو اپنے نور سے روشن کیا اور ان کی جلالت کے لیے کافی ہے کہ شیخ اکبر جناب الحاج شیخ جعفر کاشف الغطا رضوان اللہ علیہ باوجود اس فقاہت وریاست و جلالت کے سید کے جوتے کی مٹی کو اپنے عمامہ کے حنک کے ساتھ صاف کرتے اور تواتر کو پہنچا ہوا ہے کہ آپ ملاقات امام عصر عجل اللہ فرجہ سے مشرف ہوئے اور ان کی کرامات باہرات اس حد تک نقل ہوئی ہیں کہ شیخ اعظم صاحب جواہر نے ان کے حق میں فرمایا ہے صاحب الکرامات الباہرہ والمعجزات القاہرہ آپ کی ولادت شریف کربلائے معلیٰ میں ۱۱۵۵ھ میں ہوئی، تقریباً اٹھاون سال ان کا نور جلوہ گر رہا اور ۱۲۱۲ھ غریب، میں عزی میں غروب کیا اور آپ کی تاریخ وفات مطابق ہوئی اس مصرعہ کے

قد غاب مهد یها جدا وها دیها

آٹھواں نصر بن قابوس حضرت صادقؑ و موسیٰ بن جعفرؑ و حضرت رضا علیہم السلام سے روایت کرتا اور ان کے نزدیک صاحب منزلت ہے اور شیخ طوسی فرماتے ہیں کہ میں بیس سال تک حضرت صادق علیہ السلام کا وکیل رہا لیکن یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ آپؑ کا وکیل ہے وہ بہترین اور فاضل شخص ہے اور شیخ مفید نے کتاب ارشاد میں اسے خواص اور ثقات امام موسیٰ علیہ السلام میں سے شمار کیا ہے اور آپؑ کے شیعوں میں سے اسے صاحب علم وورع وفقہ کہا ہے اور اس سے حضرت رضا علیہ السلام کی امامت کی نص کی روایت کی ہے اور

شیخ کشی نے اس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام کے مکان پر تھا، پس حضرتؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے مکان کے ایک کمرے کے دروازے پر لے آئے، پس دروازہ کھولا میں نے ان کے فرزند علی علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کے ہاتھ میں ایک کتاب ہے کہ جس پر وہ نظر کر رہے ہیں، پس مجھ سے فرمایا اے نصر اسے پہچانتے ہو میں نے عرض کیا جی ہاں یہ آپؑ کے فرزند ہیں۔فرمایا اے نصر جانتے ہو یہ کتاب کیا ہے کہ جس میں وہ نظر کر رہا ہے؟

میں نے عرض کیا کہ نہیں،

فرمایا یہ جفر ہے کہ جس میں پیغمبر یا وصی پیغمبر کے علاوہ کوئی نظر نہیں کرتا۔راوی کہتا ہے کہ نصر کے لیے امامت کے سلسلہ میں شک وشبہ پیدا نہ ہوا یہاں تک کہ اسے حضرت ابوالحسن کی وفات کی خبر ملی اور نیز نصر مذکور سے روایت ہے کہ ایک دفعہ اس نے امام موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے آپ کے والد سے ان کے بعد کے امامؑ کے متعلق پوچھا تھا اور آنجناب نے آپؑ کا تعین فرمایا تھا، لہذا جب ان کی وفات ہوئی تو باقی لوگ تو دائیں بائیں طرف گئے لیکن میں اور میرے ساتھی آپؑ کی امامت کے قائل رہے، پس مجھے خبر دیجئے کہ آپؑ کے بعد امامؑ کون ہیں۔فرمایا میرا بیٹا علی علیہ السلام

گیارہواں باب

امام کل عاکف وحجتہ اللہ علیٰ جمیع العباد حضرت ابوجعفرؑ امام محمد تقی جواد صلوات اللہ علیہ وعلی اباء واولادہ الامجاد کی تاریخ سوانح

اوراس کی چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

آپؑ کی ولادت اسم مبارک کنیت اور نسب کے بیان میں

واضح ہو کہ آنحضرتؑ کی ولادت میں اختلاف ہے اور علماء ومشائخ کے نزدیک زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ انیس رمضان یا پندرہ رمضان کو ۱۹۵ھ ہجری مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے اور ابن عیاش نے آپؑ کی ولادت دس رجب بیان کی ہے اور دعائے ناحیہ مقدسہ کے یہ کلمات اللھم انی اسئلك بالمولودین فی رجب محمد بن علی الثانی وابنه علی بن محمد المنتجب اس قول کے مؤید ہیں۔آپ کا اسم گرامی محمدؐ اور مشہور کنیت ابوجعفر القاب شریفہ تقیؑ اور جواد ہیں اور مختار ومنتجب ومرتضیٰ وقانع وعالم وغیرہ بھی کہے گئے ہیں۔

شیخ صدوق فرماتے ہیں کہ آپؑ کو تقی اس لیے کہتے ہیں کہ چونکہ آپؑ خدا سے ڈرتے تھے،لہذا خداوند عالم نے انہیں شر مامون سے محفوظ رکھا جب کہ مستی کی حالت میں مامون آپ کے مکان میں داخل ہوا اور اس نے آپؑ پر تلوار کے وار کئے یہاں تک کہ اسے یہ گمان ہوا کہ اس نے حضرتؑ کو قتل کر دیا ہے،لیکن خداوند عالم نے ان کی اس کے شر سے نگہبانی کی،مولف کہتا ہے اس واقعہ کی تفصیل آپ کے معجزات کی فصل میں انشاءاللہ ضرور آئے گی۔

آپ کی والدہ گرامی کنیز تھیں کہ جنہیں سبیکہ کہتے تھے اور امام رضا علیہ السلام نے ان کا نام خیزران رکھا اور وہ معظّمہ اہل نوبہ میں سے ماریہ قبطیہ والدہ ابراہیم فرزند رسول خداؐ کے خاندان سے تھیں اور وہ مخدرہ اپنے زمانہ کی عورتوں سے افضل تھیں اور ان کی

طرف رسول اکرمؐ نے اپنے ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے؛ بابی ابن خیرۃ الاما النوبیۃ الطیبۃ میرا باپ قربان ہو بہترین کنیز کے فرزند پر جو کہ اہلنوبہ اور پاکیزہ ہے، اور یزید بن سلیط کی خبر میں ہے جب کہ رکن نے امام موسی علیہ السلام سے مکہ کے راستہ میں ملاقات کی تو اس سے فرمایا کہ مجھے اس سال گرفتار کرلیں گے اور معاملہ میرے بیٹے علیؑ کے سپرد ہے جو ہمنام ہے علیؑ اور علیؑ کا، پہلا علی تو علیؑ بن ابی طالب ہے اور دوسرا علی علیؑ بن الحسینؑ ہے۔ خداوند عالم میرے بیٹے علیؑ کو پہلے علیؑ کا فہم وحکمت و بینائی محبت اور اس کا دین اور دوسرے علیؑ کی محنت وسختی اور اس کا صبر اس چیز پر جو اسے ناپسند ہے عطاء فرمائے گا اور اس کے لیے بولنا جائز نہیں، مگر ہارون کی موت کے چار سال بعد پھر فرمایا کہ جب تیرا گزر اس جگہ سے اور اس سے ملاقات کرے تو اسے بشارت دینا کہ اس کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوگا جو امانت دار اور مبارک ہوگا اور وہ تجھے بتائے گا کہ تو نے مجھ سے ملاقات کی تھی تو اس کو اس وقت خبر دینا کہ وہ کنیز کہ جس سے بیٹا پیدا ہوگا کنیز رسولؐ ماریہ قبطیہ کے اہل بیت میں سے ہوگی اور اگر میرا سلام اس کنیز تک پہنچا سکو تو ضرور پہچانا۔

مولف کہتا ہے کہ اس معظّمہ جلیلہ کی جلالت کے لیے کافی ہے کہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام یزید بن سلیط کو حکم دیں کہ آپ کا سلام اس مخدرہ کو پہنچائے جیسا کہ رسول خداؐ نے جابر بن عبداللہ انصاری کو حکم دیا تھا کہ وہ آپ کا سلام حضرت باقر کو پہنچائے۔

باقی رہی آپؑ کی ولادت کی کیفیت تو وہ اس طرح ہے جیسا کی علامہ مجلسی نے جلاالعیون میں ذکر کیا ہے، فرماتے ہیں کہ ابن شہر آشوب نے سند معتبر کے ساتھ جناب حکیمہ خاتون دختر نیک اختر امام موسیٰ کاظمؑ سے روایت کی ہے کہ ایک دن میرے بھائی حضرت امام رضاؑ نے مجھے بلوایا اور فرمایا کہ اے حکیمہ آج رات فرزند مبارک خیزران سے پیدا ہوگا، ضروری ہے کہ تم اس کی ولادت کے وقت موجود رہو تو میں آپؑ کی خدمت میں رہی، جب رات ہوئی تو مجھے خیزران اور دائیوں کے ساتھ حجرہ میں چھوڑ کر آپ علیہ السلام باہر چلے گئے اور چراغ ہمارے پاس روشن کر دیا۔

جب خیزران کو دردزہ شروع ہوئی اور اسے ہم نے طشت کے اوپر بٹھایا تو ہمارا چراغ گل ہوگیا اور چراغ کے گل ہونے سے ہم مغموم ہوئے، اچانک ہم نے دیکھا کہ وہ خورشید امامت افق رحم سے طالع ہوا اور طشت کے درمیان نزول کیا اور نازک سے پردہ نے آپؑ پر احاطہ کیا ہوا تھا اور حضرتؑ سے نور ساطع تھا کہ جس سے وہ تمام حجرہ منور ہوگیا اور ہم چراغ سے بے نیاز ہو گئے، پس اس نور مبین کو میں نے اٹھالیا اور اپنے دامن میں رکھا اور وہ پردہ میں نے ان کے خورشید جمال سے دور کیا، اچانک امام رضا علیہ السلام حجرہ میں تشریف لائے بعد اس کے کہ ہم انہیں ایک پاکیزہ کپڑے میں لپیٹ چکے تھے تو آپؑ نے اس گوشوارہ عرش امامت کو ہم سے لیا اور گہوارہ عزت وکرامت میں رکھا اور وہ مہد عزت وشرف میرے سپرد کرتے ہوئے فرمایا کہ اس گہوارے سے جدا نہ ہونا، جب آپؑ کی ولادت کا تیسرا دن ہوا تو انہوں نے اپنی حقیقت نگاہیں کھول کر آسمان کی طرف اور دائیں بائیں نگاہ دوڑائی اور زبان فصیح میں ندا دی اشھد ان لا الہ الا اللہ و اشھد ان محمداً رسول اللہ جب میں نے یہ عجیب حالت اس نور دیدہ کی مشاہدہ کی تو جلدی سے حضرتؑ کی خدمت میں گئی اور جو کچھ میں نے دیکھا اور سنا تھا حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا تو آپؑ نے فرمایا کہ اس کے بعد جو عجائبات اس سے مشاہدہ کرو گی وہ اس سے زیادہ ہیں جواب دیکھ چکی ہو اور کتاب عیون المعجزات میں سند معتبر کے ساتھ حکیم بن عمران سے

روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاء علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا دعا کیجئے کہ خداوند عالم آپؑ کو فرزند عنایت فرمائے حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم مجھے ایک فرزند عنایت فرمائے گا جو کہ میری امامت کا وارث ہوگا، جب امام محمد تقی علیہ السلام پیدا ہوئے تو حضرتؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھے فرزند عطا کیا ہے جو کہ موسیٰ بن عمران کے مشابہ ہے جو دریا میں شگاف کرتا تھا اور عیسیٰ بن مریم کی نظیر ہے کہ جس کی والدہ کو پاک و پاکیزہ قرار دیا گیا تھا، وہ طاہر مطہر ہوا تھا پھر آپؑ نے فرمایا میرا یہ بیٹا ظلم وستم سے شہید کر دیا جائیگا اور اس پر آسمانوں کے رہنے والے گریہ کریں گے خداوند عالم اس کے دشمن اس کے قتل کرنے والے اور اس پر ظلم وستم ڈھانے والا ہوگا اور وہ اس کو شہید کرنے کے بعد اپنی زندگی سے بہرہ ور نہیں ہوگا، بہت جلدی عذاب خدا سے دوچار ہوگا۔

اور حضرت کی ولادت کی رات صبح تک آپؑ ان سے باتیں کرتے رہے اور اسرار الہٰی ان کے گوش الہام نیوش تک پہنچاتے رہے، مشہور یہ ہے کہ آپؑ کا رنگ مبارک گندم گوں تھا اور بعض نے سفید کہا ہے، آپؑ بالا قد تھے، روایت ہے کہ آپؑ کا نقش خاتم نعم القادر اللہ تھا۔

آپؑ کی تسبیح مہینہ کی بارہ اور تیرہ تاریخ میں ہے اور وہ تسبیح یہ ہے سبحان من لا یعتدی علی اهل مملکته سبحان من لا یواخذ اهل الارض بالوان العذاب سبحان الله وبحمده اور درالنظم میں حکمیہ خاتون سے نقل کیا ہے کہ حضرت جوادؑ کی ولادت کے تیسرے دن چھینک آئی تو کہا کہ الحمد لله و صل علیٰ سیدنا محمد و علی الائمة الراشدین۔

دوسری فصل

حضرت جوادؑ کے فضائل مناقب اور علوم کا بیان نمبر ا حضرت کے دلائل واضح اور آنجنابؑ کے امتحان کے لیے مجلس مامون کا ذکر

علامہ مجلسی اور دوسرے علمائی نے فرمایا ہے کہ حجرت جوادؑ کا سن مبارک اپنے پدبزرگوار کی وفات کے وقت نو سال تھا اور بعض نے سات سال کہا ہے، اور امام رضاؑ کی شہادت کے وقت آپؑ مدینہ میں تھے اور بعض شیعہ حضرات آپؑ کی صغیر سنی وجہ سے تامل میں تھے، یہاں تک کہ علماء وافاضل واشراف واماثل شیعہ اطراف عالم سے حج کے لیے آئے اور مناسک حج سے فارغ ہونے کے بعد حضرتؑ کی خدمت میں پہنچے تو مشاہدہ معجزات وکرامات وعلوم وکمالات سے اس منبع سادات کی امامت کا اقرار کیا اور شک وشبہ کا زنگ اپنے دلوں کے آئینوں سے دور کیا یہاں تک کہ شیخ کلینی اور وسرے علماء نے روایت کی ہے کہ ایک مجلس میں یا چند دن پے در پے غوامض مسائل میں سے تین ہزار مسئلے اس معدن فضائل وعلوم سے پوچھے گئے اور سب کے وافی وشافی جواب سنے اور چونکہ امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد مامون کا نام زبان زد خلائق ہو گیا اور اسے لوگوں نے طعن وملامت کا نشانہ بنالیا تھا وہ چاہتا تھا کہ وہ بظاہر اس جرم سے بری ہوجائے تو جب وہ خراسان سے بغداد پہنچا تو اس نے امام محمد تقی   کی خدمت میں خط لکھا اور آپؑ کو بڑے اعزاز واکرام کے ساتھ بلا بھیجا۔ جب آپؑ بغداد میں تشریف لائے اس سے پہلے کہ مامون آپؑ سے ملاقات کرتا ایک دن وہ شکار کے ارادہ سے سوار ہوا اثناءراہ کچھ بچوں کے پاس پہنچا جو راستے میں کھڑے تھے اور حضرت جواد بھی وہاں موجود تھے، جب بچوں نے مامون کی سواری کو آتے دیکھا تو وہ منتشر ہو گئے لیکن حضرت جوادؑ نے اپنی جگہ سے حرکت نہ کی اور نہایت تمکین ووقار کے ساتھ اپنی جگہ پر کھڑے رہے، یہاں تک کہ مامون آپؑ کے قریب پہنچ گیا اور انوار امامت وجلالت کے مشاہدہ اور آثار متانت وہیبت کے ملاحظہ سے اسے تعجب ہوا۔ عنان فرس روک کر اس نے پوچھا کہ صاحبزادے آپؑ کیوں دوسرے بچوں کی طرح راستہ سے نہیں ہٹے اور اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔

حضرتؑ نے فرمایا اے خلیفہ راستہ تنگ نہیں تھا کہ میں اسے تیرے لیے کشادہ کرتا اور کوئی خطا میں نے نہیں کی کہ تجھ سے بھاگتا اور مجھے یہ گمان نہیں کہ کسی جرم وخطاء کے بغیر تو کسی کو معرض عقاب میں لائے گا۔

یہ باتیں سن کر مامون کا تعجب اور بڑھا اور آپ کے حسن و جمال کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا، پس اس نے پوچھا صاحبزادے آپؑ کا کیا نام ہے فرمایا میرا نام محمدؑ ہے کہنے لگا کس کے بیٹے ہو، فرمایا علیؑ بن موسیٰؑ الرضا علیہ السلام کا بیٹا ہوں۔

مامون نے جب آپؑ کا نسب شریف سنا تو اس کا تعجب زائل ہوا اور اس امام مظلوم کا نام سن کر کہ جنہیں شہید کر چکا تھا منفعل ہوا اور صلوات و رحمت آپؑ پر بھیجی اور روانہ ہوا۔ جب صحرا میں پہنچا تو اس کی نگاہ ایک تیتر پر پڑی اس کے پیچھے باز کو چھوڑا وہ باز کچھ دیر تک غائب رہا جب وہ فضا سے واپس آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی کہ جس میں ابھی زندگی کی رمق باقی تھی، مامون یہ دیکھ کر حیران ہوا اور وہ مچھلی اپنی مٹھی میں لے لی اور واپس لوٹا، جب اسی جگہ پر پہنچا کہ جہاں جاتے ہوئے اس کی حضرت جوادؑ سے ملاقات ہوئی تھی دوبارہ اس نے دیکھا کہ باقی بچے منتشر ہو گئے اور حضرتؑ نے اپنی جگہ سے حرکت نہیں کی۔

مامون کہنے لگا اے محمدؑ یہ کیا چیز ہے جو میرے ہاتھ میں ہے حضرتؑ نے ملک علام کے الہام سے فرمایا کہ خداوند عالم نے کئی ایک دریا پیدا کئے ہیں کہ جن سے بادل اٹھتے ہیں اور چھوٹی چھوٹی مچھلیاں ان بادلوں کے ساتھ اوپر کو جاتی ہیں اور بادشاہوں کے باز ان کا شکار کرتے ہیں اور بادشاہ انہیں مٹھی میں بند کر کے سلالہ نذرگا امتحان لیتے ہیں، مامون کو اس معجزہ کے دیکھنے سے زیادہ تعجب ہوا اور کہنے لگا یہ حق ہے کہ آپؑ امام رضا علیہ السلام کے فرزند ہیں اور اس بزرگوار کے بیٹے سے یہ عجائب واسرار بعید نہیں ہیں، پس آپؑ کو بلایا اور آپؑ کی بہت ہی عزت وتکریم کی اور ارادہ کیا کہ اپنی بیٹی ام الفضل کی حضرتؑ سے ترویج وشادی کرے۔ یہ معاملہ سن کر بنی عباس چیخ اٹھے اور وہ جمع ہو کر مامون کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ خلعت خلافت جو قامت بنی عباس پر فٹ بیٹھی ہے اور یہ شرف و کرامت جس نے ان میں قرار پایا ہے باوجود اس عداوت قدیمی کے جو اس سلسلہ اور ہمارے درمیان چلی آ رہی ہے کیوں ان سے نکال کر اولاد علیؑ میں قرار دیتے ہیں، اور جو کچھ آپؑ نے امام رضا علیہ السلام کے ساتھ کیا ہماری نگاہیں ہمیشہ اس پر لگی تھیں یہاں تک یہ مہم سر ہوئی۔

مامون کہنے لگا اس عداوت کا سبب تمہارے آباؤ اجداد تھے، اگر وہ انکی خلافت کو غصب نہ کرتے تو ہمارے اور انکے درمیان کوئی عداوت ودشمنی نہ ہوتی اور وہ ہماری نسبت خلافت وامامت کے زیادہ مستحق ہیں وہ کہنے لگے یہ چھوٹا سا بچہ ہے کہ جس نے ابھی تک علم وکمال کسب نہیں کیا اگر صبر کرو کہ وہ کامل ہو جائے اور اس کے بعد اس کے ساتھ شادی کرو تو زیادہ مناسب ہوگا۔

مامون کہنے لگا تم لوگ انہیں نہیں پہچانتے، ان کا علم خدا کی طرف سے ہے اور کسب وتحصیل کا محتاج نہیں اور ان کے چھوٹے بڑے دوسروں سے افضل ہیں اور اگر چاہتے ہو کہ یہ بات تمہیں معلوم ہو تو اس وقت کے علماء کو جمع کر لو تا کہ وہ اس سے مباحثہ کر لیں۔

انہوں نے یحییٰ بن اکثم کو جوان کے علاء میں سے عالم تھا اور اس وقت بغداد کا قاضی بھی تھا کا انتخاب کیا اور مامون

نے ایک بہت بڑا جلسہ ترتیب دیا اور باقی علماء واشراف اور یحییٰ بن اکثم کو جمع کیا، پس مامون نے حکم دیا کہ جلسہ کے صدر مقام پر حضرتؑ کے لیے فرش بچھایا جائے اور گاؤ تکئے آپؑ کے لیے لگائے جائیں، شیخ مفید فرماتے ہیں کہ حضرت جواد علیہ السلام تشریف لائے جب کہ آپؑ کی عمر سات سال اور کچھ مہینے تھی اور آپؑ اپنی جگہ پر دو تکیوں کے درمیان بیٹھ گئے یحییٰ بن اکثم آپؑ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا، باقی لوگوں میں سے ہر کوئی اپنے مرتبہ ومقام پر بیٹھا اور مامون کے لیے حضرتؑ کے پہلو میں جگہ قرار پائی۔

پس یحییٰ نے چاہا کہ حضرتؑ کا امتحان لینے کے لیے مسئلہ پوچھے، پہلے اس نے مامون کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا اے امیر المومنین آپؑ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں ابوجعفرؑ سے ایک مسئلہ پوچھوں، مامون نے کہا خود آنجناب سے اجازت حاصل کرو۔

یحییٰ نے آپؑ سے اذن چاہا حضرتؑ نے فرمایا کہ تمہیں اجازت ہے پوچھو جو چاہتے ہو، یحییٰ نے کہا آپؑ پر قربان جاؤں کیا فرماتے ہیں اس شخص کے حق میں جو محرم تھا اور اس نے شکار کیا۔

حضرتؑ نے فرمایا حل میں شکار کیا ہے یا حرم میں عالم تھا یا جاہل، عمداً قتل کیا یا سہواً، وہ آزاد تھا یا غلام، بچہ تھا یا بڑا، یہ اس کا پہلا شکار تھا یا پہلے بھی کر چکا تھا، وہ شکار پرندوں میں سے تھا یا ان کے علاوہ چھوٹے جانور کا شکار کیا یا بڑے کا، یہ اصرار کرتا ہے یا پشیمان ہوا ہے، رات کو شکار کیا ہے یا دن کو، عمرہ کا احرام باندھے تھا یا حج کا۔

یحییٰ یہ فروعات سن کر متحیر ہو گیا اور اس کے ہوش اڑ گئے اور عجز اس کے چہرہ سے ظاہر ہوا اور اس کی زبان لڑکھڑا گئی اس وقت حاضرین جلسہ پر معاملہ واضح ہو گیا۔

پس مامون حمد خدا بجالایا اور کہنے لگا اب تمہیں حقیقت معلوم ہوئی، اس نے حضرتؑ کی طرف رخ کیا اور کہا کہ آپؑ خطبہ اور خواستگاری کریں گے۔ آپؑ نے فرمایا ہاں، عرض کیا پھر میری بیٹی ام الفضل کا اپنے ساتھ شادی کرنے کا خطبہ ارشاد فرمائیں، کیونکہ میں آپؑ کو اپنی دامادی کے لیے پسند کر چکا ہوں اگرچہ کچھ لوگ اس ازدواج کو ناپسند اور مکروہ سمجھتے ہیں اور ان کے ناک زمین پر لگا دیں گے پس حضرتؑ نے خطبہ نکاح پڑھنا شروع کیا اور فرمایا

الحمد الله اقراراً ابنعمته ولا اله الله اخلاصا لوحدا نیته وصلی الله محمد سید برمته والا صفیاء من عترته اما بعد فقد کان من فضل الله علی الانام ان اغناهم الحلال عن الحرام فقال سبحانه وانکحو الایامی منکم والصالحین من عباد کم واماتکم ان یکونو افقرآءً یغنهم الله من فضله والله واسع علیم۔

پس حضرتؑ نے مامون کے ساتھ صیغہ نکاح پڑھا اور ام الفضل سے ترویج کی اور پانچ سو عمدہ درہم حق مہر قرار دیا جو آپؑ کی جدہ ماجدہ جناب فاطمہ سلام علیہا کے حق مہر کے برابر تھا، جب صیغہ نکاح جاری ہوا تو مامون کے خدم وحشم بہت سی خوشبو لے کر آئے اور

خواص کی داڑھیوں کو اس مرکب خوشبو سے معطر کیا، پھر باقی لوگوں کے پاس لے کر گئے انہوں نے بھی اپنے آپ کو خوشبو لگائی، پھر خوانہائے نعمت لائے اور لوگوں نے کھانا کھایا اس کے بعد مامون نے ہر گروہ کو اس کی شان کے مطابق جائزہ اور انعام دیا اور مجلس برخواست ہوئی، خواص بیٹھے رہے اور باقی لوگ چلے گئے۔

اس وقت سے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں اگر میل خاطر ہو تو مسائل محرم کے جوابات فرمایئے تا کہ ہم مستفید ہوں، پس حضرتؑ نے جواب دینے شروع کئے اور مسئلہ کی ہر ایک شق کو بیان کیا مامون نے صدائے احسنت (بہت اچھے) بلند ہوئی اس وقت آپ کی خدمت میں عرض کیا آپؑ بھی یحییٰ سے کوئی مسئلہ پوچھئے حضرتؑ نے یحییٰ سے فرمایا میں پوچھوں عرض کیا جس طرح آپ کی مرضی ہو اور اگر پوچھیں گے تو معلوم ہوا تو بتا دوں گا ورنہ آپ سے استفادہ کروں گا فرمایا اس مسئلہ کا جواب بیان کرو ایک شخص نے دن کے ابتدائی وقت میں ایک عورت کی طرف نظر کی اور اس کا یہ دیکھنا حرام تھا جب دن چڑھ آیا تو حلال ہو گیا جب ظہر کا وقت ہوا تو حرام ہو گیا، جب عصر کا وقت آیا تو حلال ہو گیا جب سورج غروب ہوا تو حرام ہو گیا جب عشاء کا وقت آیا تو حلال ہو گیا جب آدھی رات ہوئی تو حرام ہو گیا اور جب طلوع ہوا تو اس کے لیے دیکھنا حلال ہو گیا، بتاؤ یہ کیسے ہوا کہ یہ عورت کبھی اس کے لیے حرام تھی اور کبھی حلال۔

یحییٰ کہنے لگا خدا کی قسم میں اس مسئلہ کا جواب نہیں جانتا آپؑ ہی بیان فرما دیں تا کہ میں بھی یاد کرلوں۔

فرمایا یہ عورت کنیز تھی اور یہ مرد اجنبی تھا صبح کے وقت اس نے ان کی طرف دیکھا تو یہ دیکھنا اس کے لیے حرام تھا جب دن چڑھا اس نے اسے خرید لیا تو وہ حلال ہو گیا، ظہر کے وقت اس کو آزاد کر دیا تو حرام ہو گئی، عصر کے وقت اس سے نکاح کر لیا تو حلال ہو گئی مغرب کے وقت اس سے اظہار کیا کہ تیری پشت میری ماں یا بہن کی طرح ہے تو حرام ہو گئی، عشاء کے وقت کفارہ اظہار دے دیا تو حلال ہو گئی، آدھی رات کے وقت کو اس کو طلاق رجعی دے دی تو حرام ہو گئی اور صبح صادق کے وقت رجوع کیا تو حلال ہو گئی۔

اس وقت مامون نے بنی عباس میں سے حاضرین کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا آیا تمہارے درمیان کوئی ایسا شخص ہے کہ جو اس مسئلہ کا اس طرح جواب دے سکے یا سابقہ مسئلہ کو اس تفصیل سے جان لے۔

وہ کہنے لگے نہیں خدا کی قسم آپؑ ابو جعفرؑ کے حالات کو ہم سے زیادہ جانتے تھے، مامون کہنے لگا تم پروائے ہو اہلبیت رسولؐ فضل و کمال کی وجہ سے مخلوق میں امتیاز رکھتے ہیں اور ان کا سن کا کم ہونا ان کے کمالات کے لیے مانع نہیں ہے پھر کچھ فضائل ابو جعفرؑ کے بیان کئے، مجلس برخاست ہوئی اور لوگ چلے گئے دوسرے دن بھی مامون نے بہت سے جوائز عطیات لوگوں مین تقسیم کئے اور حضرت جوادؑ کا بہت اکرام واحترام کیا اور حضرت کو جب تک زندہ رہا اپنی اولاد واقرباء پر فضیلت دیتا رہا۔

مولف کہتا ہے کہ علماء نے دن کو بارہ گھنٹوں میں تقسیم کیا ہے اور ہر گھنٹے کو یک امامؑ کے ساتھ نسبت دی ہے اور دن کا نواں گھنٹہ حضرت جوادؑ کے متلعق ہے اور اس گھنٹے کو دعا میں حضرتؑ سے مامون کے سوال کرنے کی طرف بھی اشارہ ہے جو اس چیز کے متعلق کیا تھا جو اس کے ہاتھ میں تھی اور اسی طرح یحییٰ بن اکثم کا آپؑ سے سوال کرنا اور آپ کا دونوں کو جواب دینا جہاں کہ فرمایا ہے،

وبالامام الفاضل محمد بن علی علیہ السلام الذی سُل فوفقته للجواب

وامتحن فعضدته بالتوفيق والصواب صلى الله عليه وعلىٰ اهل بيته الاطهار۔

اور اس گھنٹے میں حضرتؑ سے متوسل ہونا وسعت رزق کے لیے مفید ہے اور مناسب ہے حضرتؑ کے توسل کے لیے یہ دعا پڑھی جائے، اللهم انی اسئلك بحق عليك محمد بن علی علیه السلام الاجدت به علی من فضلك و تفضلت به علی من وسعك ووسعت به علی من رزقك واغنيتنی عمن سواك وجعلت حاجتی اليك وقضا عليك انك لما تشاء قدير۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ دعا ہر نماز کے بعد قرض ادا کرنے کے لیے مجرب ہے۔

۲۔حضرت کا آئمہ علیہم السلام کی طرف سے طواف کرنے کا حکم

شیخ کلینی نے موسیٰ بن القاسم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت جوادؑ سے عرض کیا کہ میں ارادہ رکھتا ہوں آپؑ کی طرف سے اور آپؑ کے والد بزرگوار کی طرف سے طواف کروں، بعض کہتے ہیں کہ اوصیاؑ کے لیے طواف کرنا جائز نہیں ہے حضرت نے فرمایا بلکہ جتنا تجھ سے ممکن ہو طواف کرو بیشک یہ مطلب جائز ہے۔راوی کہتا ہے کہ میں نے تین سال بعد حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا چند سال قبل میں نے آپؑ سے اجازت لی تھی آپؑ کی طرف سے اور آپؑ کے والد کی طرف سے طواف کرنے کی اور آپؑ نے مجھے اجازت دی تھی، پس میں نے آپؑ کی طرف سے اور آپؑ کے والد بزرگوار کی طرف سے جتنے خدا نے چاہے طواف کئے، پھر میرے دل میں ایک چیز آئی اور میں نے اس پر عمل کیا، فرمایا وہ کیا تھی۔

میں نے عرض کیا کہ ایک دن میں نے رسول خداؐ کی طرف سے طواف کیا، جب آپؑ نے پیغمبر اکرمؐ کا نام سنا تو تین مرتبہ فرمایا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

پھر میں نے کہا کہ دوسرے دن میں نے امیر المومنین کی طرف سے طواف کیا، تیسرے دن امام حسنؑ، چوتھے دن امام حسینؑ کی طرف سے، اسی طرح بابعد کے ہر دن ایک امامؑ کی طرف سے طواف کیا یہاں تک کہ دسویں دن پھر آپؑ کی طرف سے طواف کیا اے میرے آقا یہ بزرگوار وہ گروہ ہیں کہ جن کی ولایت کو میں نے اپنا دین قرار دیا ہے، فرمایا اس وقت تو اس دین سے متدین ہوا ہے کہ جس کے علاوہ خداوند عالم اپنے بندوں سے کچھ بھی قبول نہیں کرے گا، میں نے کہا کہ بعض اوقات میں آپؑ کی والدہ جناب فاطمہ

صلوات اللہ علیہا کی طرف سے طواف کرتا ہوں اور بعض اوقات نہیں کرتا۔ فرمایا اس کام کو زیادہ کیا کرو، کیونکہ یہ کام ان سب کاموں سے افضل ہے جن پر تم عمل کرتے ہو انشاء اللہ۔

۳۔ حضرتؑ کا ان صدمات سے متفکر ہونا جو آپؑ کی والدہ گرامی حضرت فاطمہ علیہا السلام پر وارد ہوئے

دلائل طبری سے منقول ہے کہ اس نے محمد بن ہارون بن موسیٰ سے اس نے اپنے باپ سے اس نے ابن الولید سے اس نے زکریا بن آدم سے روایت کی ہے کہ ایک دفعہ میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں تھا کہ حضرت جوادؑ کو آپؑ کی خدمت میں لے کر آئے جب کہ آپؑ کا سن مبارک چار سال سے کم تھا، پس آپ نے اپنے ہاتھ زمین پر رکھ لئے اور سر آسمان کی طرف اٹھا کر آپؑ کافی دیر تک فکر کرتے رہے۔

حضرتؑ امام رضا علیہ السلام نے فرمایا میری جان تم پر فدا ہو، کس لیے اس قدر فکر کر رہے ہو عرض کیا میرا تفکر اس چیز میں ہے جو میری والدہ جناب فاطمہ علیہا السلام کے ساتھ سلوک کیا گیا، یاد رہے خدا کی قسم میں ان دونوں کو باہر نکالوں گا، پھر انہیں ہوا میں اڑا دوں گا، پھر انہیں سمندر میں پھینک دوں گا، پس حضرت امام رضاؑ نے انہیں اپنے قریب بلایا اور دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان ہوں تو ہی امامت کے لائق ہے۔

۴۔ ابوسائل الے المسائل کی روایت

سید بن طاؤس نے محمد بن حارث نوفلی امام محمد تقی علیہ السلام کے خادم سے روایت کی ہے کہ جب مامون نے اپنی بیٹی کی شادی امام محمد تقیؑ سے کر دی تو آپؑ نے اس کے لیے لکھا کہ ہر عورت کے لیے اس کے شوہر کے مال سے حق مہر ہوتا ہے اور خداوند عالم نے ہمارے اموال آخرت میں ذخیرہ کر رکھے ہیں جیسا کہ اس نے تمہارے مال دنیا میں تمہیں دے دیئے ہیں اور تمہاری بیٹی کے نکاح کے بدلے الوسائل الے المسائل دیتا ہوں اور وہ وہ مناجات ہے کہ جو میرے والد نے مجھے دی ہے اور انہیں ان کے والد موسیٰ بن جعفرؑ سے پہنچی ہے اور انہیں ان کے والد جعفرؑ سے اور انہیں ان کے والد محمدؑ سے اور انہیں ان کے والد علی بن الحسینؑ سے اور انہیں ان کے والد حسینؑ سے اور انہیں ان کے بھائی حسنؑ سے اور انہیں ان کے والد امیر المومنین علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام سے اور انہیں حضرت رسول اکرمؐ سے اور آنحضرتؐ کو جبریل نے لا کر دی اور عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت رب العزت آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ دنیا و آخرت کے خزانوں کی چابی ہے اسے اپنے مطالب تک پہنچنے کے لیے اپنا وسیلہ بنائیں تا کہ اپنی مراد کو پالیں اور آپؐ کا مطلب حصول مراد ہے اور اسے حاجات دنیا کے لیے ترجیح نہ دیں کیونکہ یہ چیز آپؐ کی آخرت کے حصہ کو کم کر دے گی اور وہ دس وسیلے ہیں کہ جن کے واسطہ سے مرغوب چیزوں کے دروازے کھل جاتے ہیں اور ان کے ذریعہ حاجات طلب کی جاتی ہیں اور

وہ انجام کو پہنچتی ہیں اور وہ نسخہ اس مناجات استخارہ کا یہ ہے اللھم ان خیر تك فیما استحزتك فیه تنیل الرغائب۔
مولف کہتا ہے کہ میں نے ان دس مناجات کو باقیات صالحات میں تحریر کیا ہے جو طالب ہے وہاں رجوع کرے۔

۵۔حضرتؑ کا غیب کی خبر دینا

طبری نے شلمغانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ اسحاق بن اسماعیل نے اس سال حج کیا جس سال لوگوں کی ایک جماعت ابوجعفر جوادؑ کی طرف ان سے سوال کرنے اور ان کا امتحان کرنے کے لیے گئے تھے اسحاق کہتا ہے کہ میں نے ایک رقعہ میں دس مسئلے تیار کئے تا کہ ان کے متعلق حضرتؑ سے سوال کروں میری بیوی حاملہ تھی میں نے اپنے آپ سے کہا کہ حضرتؑ نے مسائل کے صحیح جواب دیئے تو آپؑ سے گزارش کروں گا کہ وہ خدا سے دعا کریں کہ وہ اسے لڑکا قرار دے، پس جب باقی لوگ اپنے سوالات حضرت سے کر چکے تو میں کھڑا ہوا جب کہ وہ رقعہ میرے پاس تھا اور میں چاہتا تھا کہ اپنے مسائل کے متعلق سوال کروں کہ حضرتؑ نے مجھ پر نظر فرمائی اور ارشاد فرمایا اے ابویعقوب اس کا نام احمد رکھنا پس میرے ہاں بیٹا پیدا ہوا میں نے اس کا نام رکھا وہ کچھ دن زندہ رہا پھر مر گیا۔

مشہور تھا وہ کہتا تھا کہ میں نے ایک بچوں کا کھلونا اپنے ساتھ لیا جس کا کچھ حصہ چاندی کا تھا اور میں نے کہا کہ میں اپنے مولا ابوجعفرؑ کے لیے تحفہ لے جاتا ہوں، پس جب لوگ اپنے مسائل کے جواب سن چکے اور آپؑ کے پاس سے منتشر ہو گئے تو حضرتؑ اُٹھ کھڑے ہوئے اور آپؑ صریاً (پانی کا خود وغیرہ) کی طرف تشریف لے گئے میں بھی آپؑ کے پیچھے چلا میری ملاقات آپؑ کے خادم موفق سے ہوئی اور میں نے اس سے کہا کہ میرے لیے حضرتؑ سے اجازت طلب کرو پس میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؑ نے سلام کا جواب دیا درآنحالیکہ آپؑ کے چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار تھے اور مجھے آپؑ نے بیٹھنے کا حکم نہ دیا میں آپؑ کے قریب گیا اور جو کچھ میرے تھیلے میں تھا وہ آپؑ کے سامنے خالی کر دیا، آپؑ نے غضب ناک شخص کی طرح میری طرف دیکھا اور ان آلات کو دائیں بائیں پھینک دیا اور فرمایا خدا نے مجھے ان چیزوں کے لیے پیدا نہیں کیا مجھے کھیلنے سے کیا سروکار ہے، پس میں نے آپؑ سے درخواست کی کہ مجھے معاف کر دیں آپؑ نے معاف کر دیا۔

٦۔حضرت کا قدرت الٰہی کی طرف اشارہ کرنا

مدینۃ المعاجز مین عیون المعجزات سے نقل کیا ہے کہ عمر بن فرج رخجی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد تقی ؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ آپؑ کے شیعہ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپؑ جتنا پانی دجلہ میں ہے اس کو اور اس کی مقدار کو جانتے ہیں اور اس وقت ہم دجلہ کے کنارے پر تھے۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ آیا خداوند عالم قدرت رکھتا ہے کہ یہ علم اپنی مخلوق میں سے ایک مچھر کو دے دے، یا یہ قدرت نہیں رکھتا

میں نے کہا کہ یہ قدرت رکھتا ہے فرمایا میں تو خدا کے نزدیک مچھر اور اس کی بہت سی مخلوق سے زیادہ عزت رکھتا ہوں۔

۷۔ حضرتؑ کا تین ہزار مسئلہ کا جواب دینا

شیخ کلینی اور دوسرے علماء نے علی بن ابراہیم سے اور ان کے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ گردونواح کے ایک گروہ نے حضرت جواد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی آنجناب نے اجازت دے دی پس وہ لوگ حاضر خدمت ہوئے اور حضرتؑ سے ایک ہی مجلس میں تین ہزار مسائل پوچھے اور آپؑ نے ان کے جواب دیئے۔

مولف کہتا ہے ممکن ہے کہ سوال کرتے وقت ہر ایک شخص اس جماعت کا سوال کرتا ہو اور وہ یہ نہ دیکھتا ہو کہ دوسرا بھی سوال کر رہا ہے اور حضرتؑ نے ان میں سے اکثر کا جواب ہاں یا ناں میں دیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے چونکہ حضرتؑ لوگوں کے دلوں کے حالات سے باخبر تھے جب تک سائل اپنا سوال کرتا حضرتؑ اس کا جواب دے دیتے اور اسے مہلت نہ دیتے کہ وہ اپنے سوال کو بیان کرے، چنانچہ روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا میں قربان جاؤں حضرتؑ نے فرمایا قصر نہ کرے،لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے جو آپؑ نے فرمائی ہے فرمایا یہ شخص سوال کرنا چاہتا تھا کہ ملاح کشتی میں قصر نماز پڑھے یا پوری میں نے کہا کہ نماز قصر نہ کرے اور علامہ مجلسی نے چند اور وجوہ بھی اس حدیث کے استبعاد کو دور کرنے لیے بیان فرمائی ہیں یہ ان کے نقل کرنے کا مقام نہیں، واللہ العالم

تیسری فصل

حضرت امام تقی علیہ السلام کے دلائل و معجزات

ہم چند معجزات کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلا معجزہ! شیخ مفید وابن شہر آشوب اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ جس وقت حضرت جوادؑ اپنی بیوی ام الفضل کے ساتھ بغداد سے مدینہ کی طرف واپس جارہے تھے جب آپؑ شارع کوفہ پر دار مسیب میں پہنچے تو وہیں اتر گئے، اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا پس آپؑ مسجد میں تشریف لے گئے وہاں ایک بیری کا درخت تھا جس پر بیر نہیں لگتے تھے تو آپؑ نے پانی کا کوزہ منگوایا اور اس درخت کے نیچے وضو کیا اور نماز مغرب کے لیے کھڑے ہوئے، آپؑ نے جماعت کرائی اور پہلی رکعت میں الحمد کے بعد سورہ عصر اور دوسری رکعت میں حمد و توحید پڑھی، رکوع سے پہلے قنوت پڑھا، تیسری رکعت اور تشہد کے بعد سلام پھیرا پس ایک لحظہ بیٹھ کر ذکر خدا بجالائے اور کھڑے ہو کر چار رکعت نافلہ مغرب پڑھے پھر تعقیبات نماز پڑھے اور دو سجدے شکر کے بجالائے اور مسجد

سے باہر آ گئے۔

پس لوگ اس درخت کے قریب گئے تو دیکھا کہ وہ بار آور ہو چکا ہے اور عمدہ میوے اس پر لگے ہیں انہیں تعجب ہوا انہوں نے اس بیری کے بیر کھائے تو انہیں شیریں اور میٹھا پایا اور یہ کہ ان میں گٹھلیاں نہیں تھیں، پس لوگوں نے حضرت کو وداع کیا، آپ مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے اور معتصم کے زمانہ تک مدینہ میں رہے کہ اس نے آپؑ کو بغداد میں ۲۲۵ھ میں بلایا اور آپؑ نے اس سال کے ماہ ذیقعدہ کے آخر تک توقف کیا اور آپؑ کی وفات ہوگئی اور اپنے جد مبارک امام موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی پشت کی طرف دفن ہوئے اور شیخ مفید سے منقول ہے کہ میں نے اس بیری کے بیر کھائے ہیں اور وہ گٹھلی کے بغیر تھے۔

دوسرا معجزہ! قطب راوندی نے محمد بن میمون سے روایت کی ہے کہ جس وقت امام جوادؑ بچے تھے اور جناب امام رضا علیہ السلام ابھی تک خراسان نہیں گئے تھے آپؑ نے مکہ کا سفر کیا میں بھی آپؑ کی خدمت میں تھا جب میں نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضرتؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں مدینہ جانا چاہتا ہوں آپؑ ابوجعفر محمد تقیؑ کے لیے خط لکھ دیں تا کہ میں اسے لے جاؤں حضرتؑ نے تبسم فرمایا اور خط لکھ دیا میں وہ خط مدینہ لے آیا اور اس وقت میں نابینا ہو چکا تھا پس موفق خادم حضرت محمد تقیؑ کو لے آیا جب کہ آپؑ ابھی گہوارے میں تھے پس میں نے خط دیا تو حضرت نے موفق سے فرمایا کہ خط کی مہر توڑ کر کاغذ کھولو موفق نے خط کی مہر توڑی اور اسے کھول کر حضرت کے سامنے کیا، پس حضرتؑ نے اس کو پڑھا تو کہنے لگے اے محمد تمہاری آنکھوں کا کیا حال ہے میں نے عرض کیا فرزند رسولؐ میری آنکھیں علیل ہوگئی ہیں اور ان کی بینائی جاتی رہی ہے جیسا کہ آپؑ مشاہدہ کر رہے ہیں۔

پس حضرتؑ نے اپنا دست مبارک میری آنکھوں پر پھیرا، حضرتؑ کے ہاتھ کی برکت سے میری آنکھیں شفایاب ہوگئیں، پس میں نے آپؑ کے ہاتھ پاؤں کے بوسے لیے اور آپؑ کی خدمت سے باہر نکلا درآنحالیکہ میں بینا تھا۔

تیسرا معجزہ! نیز حسین مکاری (کرایہ پر چلنے والا یا سواری دینے والا) سے روایت ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں بغداد میں تھا اور آپ خلیفہؑ کے ہاں نہایت عظمت وجلالت سے تھے میں نے دل میں کہا کہ اب حضرت جواد علیہ السلام مدینہ واپس نہیں جائیں گے اس قدر ومنزلت کی وجہ سے جو آپؑ کو حاصل ہے جب یہ خیال میرے دل میں آیا میں نے دیکھا کہ حضرتؑ نے سر جھکایا، پھر بلند کیا درآنحالیکہ آپؑ کا رنگ زرد ہو گیا تھا اور فرمایا اے حسین جو کی روٹی نمک کے ساتھ حرم رسولؐ میں میرے نزدیک ان چیزوں سے بہتر ہے کہ جنہیں تو یہاں دیکھ رہا ہے۔

چوتھا معجزہ! کشف الغمہ میں قاسم بن عبدالرحمن سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں زیدیہ مذہب کا تھا ایک دن میں بغداد میں تھا، میں نے دیکھا کہ لوگ حرکت واضطراب میں ہیں، بعض دوڑ رہے ہیں اور بعض اونچی جگہ پر جا رہے ہیں اور کچھ کھڑے ہوئے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ کیا بات ہے وہ کہنے لگے ابن الرضاؑ ابن الرضاؑ یعنی حضرت جوادؑ فرزند امام رضا علیہ السلام آ رہے ہیں میں نے کہا خدا کی قسم میں بھی کھڑا ہو جاتا ہوں اور انہیں دیکھوں گا اچانک میں نے دیکھا کہ حضرتؑ ظاہر ہوئے اور آپؑ

خچر پر سوار تھے، میں نے دل میں کہالعن اللہ اصحاب الامامیۃ یعنی امامیہ رحمت خدا سے دور ہے جب کہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خداوند عالم نے اس نوجوان کی اطاعت واجب قرار دی ہے، یہ خیال میرے دل میں آیا ہی تھا کہ حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا!

اے قاسم بن عبدالرحمن البشرًا امنا واحدا نتبعه انا اذا لفی ضلال وسعر کیا ہم جیسے ایک بشر کی اتباع کریں پھر تو ہم گمراہی اور بھڑکتی ہوئی آگ میں ہیں۔

دوبارہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ جادوگر ہے، آپؑ نے میری طرف رخ کر کے فرمایا القی الذکر علیه من بیننا بل هو کذاب اشر کیا ہم میں سے اسی پر ذکر نازل کیا گیا ہے، بلکہ وہ بہت جھوٹا اور متکبر ہے، جب حضرتؑ نے میرے خیالات کی خبر دی تو میرا اعتقاد کامل ہوگیا اور میں نے آپؑ کی امامت کا اقرار کرلیا اور یہ یقین پیدا کرلیا کہ وہ مخلوق خدا پر اللہ کی حجت ہیں، مولف کہتا ہے کہ یہ دونوں آیتیں سورہ قمر میں ہیں، پہلی آیت کا معنی جیسا کہ تفسیر میں ہے کہ قوم ثمود نے صالح پیغمبرؑ کی تکذیب کی اور کہنے لگے کہ کیا وہ انسان نہیں جو ہماری جنس سے ہے اور اکیلا ہے کہ جس کے کوئی پیچھے چلنے والا اور خدم وحشم نہیں ہم اس کی پیروی کریں مراد اس معنی کا انکار ہے یعنی ہم ایسے شخص کے تابع نہیں ہوتے جو ہم پر فضیلت نہیں رکھتا اور بے کس و بے یار و مددگار اور اعزاء واقربا کے بغیر ہے بیشک جب ہم نے اس کا اتباع کرلیا تو گمراہی اور جلانے والی آگ میں ہوں گے اور دوسری آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم میں سے اس پر وحی القاء کی گئی ہے، حالانکہ اس سے بہتر اور زیادہ حقدار موجود ہیں ایسا نہیں ہے کہ وحی اس کے ساتھ مخصوص ہو، بلکہ وہ جھوٹا خود پسند اور متکبر ہے۔

پانچواں معجزہ! شیخ مفید طبرسی اور دوسرے بزرگوں نے علی بن خالد سے روایت کی ہے کہ ایک زمانہ تھا جب کہ میں عسکر تھا یعنی سامرہ میں میں نے سنا کہ ایک شخص کو شام سے قید و بند میں لے آئے ہیں اور یہاں اسے زندان میں رکھا گیا ہے کہتے ہیں کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں اس مکان میں گیا کہ جہاں اسے انہوں نے قید کر رکھا تھا اور پاسبان کے ساتھ میں نے مدارت ومحبت کی یہاں تک وہ مجھے اس کے پاس لے گئے جب میں نے اس سے گفتگو کی تو اسے صاحب علم، عقل وفہم پایا، پس میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص بتا تیرا واقعہ کیا ہے کہنے لگا تجھے معلوم ہونا چاہیے کہ میں ایک شخص ہوں شام میں اس جگہ جو راس الحسینؑ کے نام سے معروف ہے، یعنی وہ جگہ کہ جہاں امام حسینؑ کا سر رکھا گیا تھا یا نصب کیا گیا تھا خدا کی عبادت کرتا تھا، ایک رات میں محراب عبادت میں ذکر خدا میں مشغول تھا کہ اچانک میں نے ایک شخص کو دیکھا جو میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا کھڑے ہو جاؤ تو میں کھڑا ہوگیا اور وہ تھوڑا سا راستہ مجھے لے گیا اچانک میں نے دیکھا کہ میں مسجد کوفہ میں ہوں۔

فرمایا کہ اس جگہ کو پہچانتے ہو میں نے کہا ہاں یہ مسجد کوفہ ہے، پس اس نے نماز پڑھی میں نے بھی اس کے ساتھ نماز ادا کی، پس ہم اکٹھے باہر نکلے تھوڑا سا راستہ مجھے لے کر گیا تو میں نے دیکھا کہ مسجد نبوی میں ہوں پس اس نے رسول خداؐ کو سلام کیا اور نماز پڑھی اور میں نے بھی نماز پڑھی پھر مل کر ہم باہر نکلے اور تھوڑا سا راستہ طے کیا تو میں نے دیکھا کہ میں مکہ میں ہوں، پس

اس نے طواف کیا میں نے بھی اس کے ساتھ طواف کیا اور ہم باہر نکلے تھوڑا سا دور آئے تھے کہ میں نے دیکھا کہ میں اسی اپنے محراب عبادت میں شام میں تھا اور وہ شخص میری نظر سے غائب ہو گیا۔

پس میں ایک سال تک تعجب میں رہا جب دوسرا سال شروع ہوا تو دوبارہ میں نے اس شخص کو دیکھا کہ ہو میرے پاس آیا اور میں اس کے دیکھنے سے خوش ہوا، پس اس نے مجھے بلایا اورانہیں مقامات پر لے گیا جہاں گزشتہ سال لے گیا تھا جب اس نے مجھے شام پلٹا دیا اور مجھ سے جدا ہونے لگا تو میں نے اس سے کہا کہ تجھے قسم ہے اس خدا کے حق کی کہ جس نے تجھے یہ قدرت وتوانائی بخشی ہے مجھے بتا کہ تو کون ہے،فرمایا میں محمدؑ بن علی بن موسیٰؑ بن جعفر علیہ السلام ہوں، پس میں نے یہ حکایت ایک شخص کے سامنے بیان کی اور آہستہ آہستہ یہ خبر معتصم کے وزیر محمد بن عبدالملک زیات کے کانوں تک پہنچی اس نے اپنے ملازمین کو بھیجا کہ جو مجھے گرفتار کر کے عراق لے آئے اور یہاں قید کر دیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو اور مجھ پر یہ بہتان باندھ دیا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ دار ہوں۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے اس سے کہا کہ کیا تو چاہتا ہے کہ میں تیرا واقعہ محمد بن عبدالملک کو لکھ بھیجوں تا کہ وہ تیری حقیقت حال سے مطلع ہو اور تجھے رہا کر دیا جائے، وہ کہنے لگا لکھ دو پس میں نے محمد بن عبدالملک کو خط لکھا اور اس قیدی کے حالات کی تفصیل اس میں درج کی، جب اس کا جواب آیا تو میں نے دیکھا کہ وہی میرے والا خط ہے کہ جس کی پشت پر لکھا ہے اس شخص سے کہو کہ وہ اس سے کہے جو اسے ایک ہی رات میں شام سے کوفہ مدینہ اور مکہ لے گیا اور مکہ سے پھر شام پہنچا دیا کہ وہ آ کر اسے قید سے چھڑا کر لے جائے۔

راوی کہتا ہے کہ میں خط کا جواب دیکھنے سے بہت مغموم ہوا اور اس شخص کی حالت پر میرا دل جلا، دوسرے دن صبح میں نے کہا کہ جلدی جاؤں اور اسے خط کے جواب کی اطلاع دوں اور اسے صبر اور حوصلہ کی تلقین کروں جب میں زندان کے دروازے پر پہنچا تو میں نے دیکھا کہ زندان کے پاسبان سپاہی اور بہت سے لوگ بڑی تیزی سے گردش کر رہے ہیں اور کسی کو تلاش کر رہے ہیں۔

میں نے کہا کیا ہوا، کہنے لگے وہ شخص جو نبوت کا دعویٰ کرتا تھا اور زندان میں قید تھا گزشتہ رات سے مفقود ولا پتہ ہے اور اس کا کوئی نام ونشان نہیں ملتا نا معلوم وہ زمین میں چلا گیا یا فضا کے پرندے اسے اٹھا کر لے گئے ہیں علی بن خالد کہتا ہے کہ میں سمجھا کہ محمد بن علیؑ اعجاز سے اسے باہر نکال لے گئے ہیں اور میں اس وقت زیدیہ مذہب کا تھا جب یہ معجزہ دیکھا تو امامیہ مذہب کا ہو گیا اور میرا اعتقاد اچھا ہو گیا۔

مولف کہتا ہے کہ محمد بن عبدالملک اپنی سزا کو پہنچا، مسعود کہتا ہے کہ جب خلافت متوکل عباسی کی طرف منتقل ہوئی اور اس کی خلافت کے چند مہینے گزرے تو وہ محمد بن عبدالملک زیات پر غضب ناک ہوا اور اس کا تمام مال چھین لیا اور اسے وزارت سے معزول کر دیا اور محمد بن عبدالملک نے انہی وزارت کے زمانہ میں لوہے کا ایک تنور بنایا ہوا تھا اور اس میں میخیں لگائی ہوئی تھیں کہ ان میخوں کی نوکیں تنور کے اندر کی طرف تھیں جس کو وہ سزا دینا چاہتا تھا حکم دیتا کہ اسے اس تنور میں ڈال دیا جائے تو وہ ان میخوں کے صدمے اور جگہ کی تنگی سے سخت ترین عذاب میں ہوتا اور ہلاک ہو جاتا اور جب متوکل اس پر غضب ناک ہوا تو حکم دیا کہ اسے اسی تنور میں پھینکا جائے، محمد چالیس دن تک اسی تنور میں معذب رہا یہاں تک کہ ہلاک ہو گیا اور اپنی زندگی کے آخری دن اس نے کاغذات اور دوات منگوائی

اور یہ شعر لکھ کر متوکل کے پاس بھیجے۔

هی السبیل فمن الی یوم
کانه ماتریك العین فی قوم
لا تجز عن رویں انها دول
دنیا تنقل من قوم الیٰ قوم

رستہ یہی ہے ایک دن سے دوسرے دن تک گویا آنکھ تجھے کبھی نیند میں دیکھا گھبراؤ نہیں اور تھوڑا سا صبر کرو، یہ تو منتقل ہونے والی دنیا ہے جو ایک قوم سے دوسری قوم کی طرف منتقل ہوتی ہے،متوکل کو فرصت نہیں تھی کہ یہ رقعہ اس تک پہنچاتے دوسرے دن جب رقعہ اسے دیا گیا تو حکم دیا کہ اس کو تنور سے باہر نکالیں جب تنور کے پاس گئے تو اسے مردہ پایا گیا،اور واضح ہو ہم امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے سلسلہ میں نقل کر چکے ہیں کہ ابو الصلت کو مامون نے زندان میں قید کر دیا،ایک سال قید میں رہا تو انوار مقدسہ محمدؐ وآل محمدؐ سے متوسل ہوا ابھی اس کی دعا ختم نہ ہوئی تھی کہ حضرت جوادؑ اس کے پاس آئے اور اسے قید سے چھڑا لے گئے۔

چھٹا معجزہ! شیخ کشی نے محمد بن سنان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام رضاء علیہ السلام کی خدمت میں آنکھوں کے درد کی شکایت کی،پس حضرتؑ نے ایک کاغذ لیا اور ابوجعفر حضرت جوادؑ کے لیے خط لکھا اور حضرت تین سالہ بچے سے بھی چھوٹے تھے،پس حضرت رضاؑ نے وہ خط ایک خادم کو دیا کہ میں اس کے ساتھ جاؤں اور مجھ سے فرمایا کہ اسے پوشیدہ رکھنا،یعنی اگر حضرت جوادؑ سے معجزہ دیکھوں تو اس کو میں ظاہر نہ کروں۔

پس میں حضرتؑ کے پاس گیا اور ایک خادم نے آپ علیہ السلام کو اپنی دوش پر اٹھا رکھا تھا،محمد کہتا ہے کہ پس خادم نے حضرتؑ کے سامنے وہ خط کھول کر آگے کیا حضرتؑ نے اس خط میں نگاہ کرتے اور سر آسمان کی طرف بلند کرتے اور فرماتے ناج (نجات پائے گا) پس آپؑ نے یہ کام چند دفعہ کیا،پس ہر قسم کی آنکھ کی تکلیف جاتی رہی اور میری آنکھیں اتنی روشن اور بینا ہوئیں کہ جس طرح کسی کی آنکھیں نہ تھیں،پس میں نے حضرت جواد علیہ السلام سے کہا کہ خداوند عالم آپؑ کو جس طرح کہ اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کا شیخ قرار دیا ہے اس امت کا شیخ (بزرگ) قرار دے۔

پھر میں نے حضرت سے عرض کیا اے صاحب فطرس کی شبیہ،پھر میں واپس لوٹ آیا اور حضرت امام رضا علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ اسے چھپائے رکھنا اور مسلسل میری آنکھیں صحیح وسالم ہیں یہاں تک کہ میں نے حضرت جوادؑ کا یہ معجزہ اپنی آنکھ کے بارے میں فاش کر دیا تو میری آنکھوں میں درد عود کر آیا۔

راوی کہتا ہے کہ محمد بن سنان سے کہا تیرا کیا مقصد تھا اس سے جو تو نے حضرتؑ سے کہا اے شبیہ صاحب فطرس تو اس نے جواب میں کہا کہ خداوند عالم نے ملائکہ میں سے ایک ملک پر غضب کیا کہ جسے فطرس کہتے تھے،پس اس کے پر و بال توڑ دیئے اور دریا کے ایک جزیرہ میں اسے پھینک دیا یہاں تک کہ جب امام حسین علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو خداوند عالم نے جبریل حضرت پیغمبر اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تا کہ حضرت کو امام حسین علیہ السلام کی ولادت کی تہنیت ومبارک باد کہے اور جبریل کی فطرس سے دوستی تھی پس جبریل اس کے پاس سے گزرا جب کہ وہ جزیرہ میں پڑا تھا، پس اسے بتایا کہ امام حسینؑ پیدا ہوئے ہیں اور خداوند عالم نے اسے حکم دیا ہے کہ جا کر پیغمبر اکرمؐ کو مبارک باد دوں، پھر فطرس سے کہا کیا تیری یہ خواہش ہے کہ تجھے اپنے ایک پر پر اٹھا لوں اور تجھے حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلوں تا کہ وہ تیری شفاعت کریں۔

فطرس کہنے لگا کہ ہاں پس جبرئیل اسے اپنے ایک پر کے اوپر اٹھا کر پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں لے آیا پس خداوند عالم کی طرف سے مبارک باد پیش کی اس وقت فطرس کا واقعہ آنحضرتؐ سے بیان کیا، حضرتؐ نے فطرس سے فرمایا کہ اپنے پر حسینؑ کے گہوارے سے ملو اور اس سے تبرک وتحسین حاصل کرو ان کی عظمت وبزرگی کی وجہ سے خداوند عالم نے دوبارہ اسے پر وبال عنایت فرمائے اور اسے اس کی جگہ اور مقام کی طرف جو کہ وہ ملائکہ کے ساتھ رکھتا تھا پلٹا دیا۔

ساتواں معجزہ! شیخ کلینی اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے محمد بن ابی العلاء سے وہ کہتا ہے کہ میں نے یحییٰ بن اکثم سے سنا جو کہ سامرہ کا قاضی تھا کہ جب میں آزما چکا اور مناظرہ کر لیا اور اس سے محاورہ ومراسلہ کر چکا اور اس سے علوم آل محمدؐ کے متعلق سوال کر چکا تو ایک دن میں مسجد نبوی میں گیا اور قبر مبارک کا طواف کرنے لگا میں نے محمد بن علی الرضاؑ کو بھی طواف قبر کرتے ہوئے دیکھا پس میں نے آپؑ سے ان مسائل کے متعلق مناظرہ کیا جنہیں میں اچھی طرح جانتا تھا تو آپؑ نے ان کا جواب دیا اس وقت میں نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ ایک مسئلہ آپؑ سے پوچھوں لیکن مجھے اس کے متعلق سوال کرنے سے شرم آتی ہے۔

حضرت نے فرمایا میں تجھے اس کی خبر دیتا ہوں اس سے پہلے کہ تو مجھ سے سوال کرے اور وہ یہ ہے کہ تو امام کے متعلق سوال کرنا چاہتا ہے۔

وہ کہنے لگا خدا کی قسم یہی ہے میرا سوال، فرمایا میں ہوں امامؑ، میں نے کہا میں اس کی علامت چاہتا ہوں حضرت کے ہاتھ میں ایک عصا تھا وہ بول اٹھا کہ بیشک میرے مولا اس زمانہ کے امام اور حجت ہیں۔

آٹھواں معجزہ! سید بن طاؤس نے کتاب مہج الدعوات میں ابونصر ہمدانی سے امام محمد تقی علیہ السلام کی بیٹی حکیمہ خاتون سے روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ میں امام محمد تقی علیہ السلام کی وفات کے بعد ام عیسیٰ مامون کی بیٹی کے پاس تعزیت کے لیے گئی جو کہ حضرتؑ کی بیوی تھی میں نے دیکھا کہ وہ بہت ہی جزع وفزع اور گریہ وزاری امامؑ کے لیے کر رہی ہے اس حد تک کہ وہ چاہتی ہے کہ اپنے آپ کو گریہ کرتے کرتے فناہ کر دے مجھے خوف ہوا کہ کہیں اس کا پتہ زیادہ غم وغصہ کی وجہ سے پھٹ نہ جائے اور اس اثناء میں جب کہ ہم باتیں کر رہے تھے حضرتؑ کے کرم وحسن خلق وشرف کی اور جو کچھ خداوند عالم نے آپؑ کو عزت وکرامت مرحمت فرمائی تھی، ام عیسیٰ کہنے لگی کہ میں تجھے ایک عجیب وغریب چیز بتاتی ہوں کہ جو کہ سب سے بڑی ہے میں نے کہا کہ وہ کون سی چیز ہے ام عیسیٰ کہنے لگی کہ میں ہمیشہ امام کی دیکھ بھال کرتی تھی اور کبھی کبھی میں سخت باتیں سنتی تو اپنے باپ سے کہتی اور میرا باپ مجھ سے کہتا کہ صبر کرو کہ وہ فرزند رسولؐ ہے اور رسولؐ کا تعلق دار ہے اچانک میں ایک دن بیٹھی ہوئی تھی کہ ایک لڑکی مکان کے دروازے سے داخل ہوئی اور اس

نے مجھے سلام کیا میں نے کہا کہ تو کون ہے۔

وہ کہنے لگی کہ میں عمار یاسر کی اولاد میں سے ہوں اور حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی بیوی ہوں جو کہ تیرے شوہر ہیں۔

پس مجھے اتنی غیرت آئی کہ نزدیک تھا کہ سر اٹھائے بیابان کی طرف چلی جاؤں اور جلاوطنی اختیار کرلوں اور شیطان قریب تھا کہ مجھے اس بات پر آمادہ کرے کہ میں اس لڑکی کو کوئی تکلیف و آزار پہنچاؤں، لیکن میں نے اپنا غصہ کو پی لیا اور اس کے ساتھ نیکی و احسان کیا اور اسے خلعت دی، جب وہ عورت میرے سامنے سے چلی گئی میں اپنے باپ کے پاس گئی اور میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ اس کو کہہ سنایا۔

میرے باپ نے جو اس وقت مستی کی حالت میں تھا ایک غلام کی طرف اشارہ کیا جو اس کے سامنے کھڑا تھا کہ تلوار لے آؤ اور تلوار لے کر سوار ہوا اور کہنے لگا خدا کی قسم میں جا کر اسے قتل کرتا ہوں۔

جب میں نے اپنے باپ سے اس صورت حال کا مشاہدہ کیا تو میں پشیمان ہوئی اور **اناللہ وانا الیہ راجعون** پڑھا اور میں نے کہا کہ میں نے اپنے نفس کے ساتھ کیا کیا اور اپنے شوہر کو قتل کرا دیا، میں اپنے منہ پر طمانچے مارتی تھی، میں بھی باپ کے پیچھے پیچھے جارہی تھی یہاں تک کہ وہ اس کمرے میں داخل ہوا کہ جس میں امامؑ موجود تھے اور مسلسل وہ ان پر تلوار چلاتا رہا یہاں تک کہ انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، پھر وہاں سے باہر آ گیا میں وہاں سے بھاگ گئی اور صبح تک مجھے نیند نہ آئی۔

جب چاشت کا وقت ہوا تو میں باپ کے پاس گئی اور کہا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے گزشتہ رات کیا کیا کہنے لگا کہ نہیں میں نے کہا آپ نے امام رضا علیہ السلام کے بیٹے کو قتل کر دیا، اس بات سے وہ متحیر ہو گیا اور بے قابو ہو کر بے ہوش ہو گیا، ایک گھنٹہ کے بعد ہوش میں آیا کہنے لگا وائے ہو تجھ پر تو کیا کہتی ہے۔

میں نے کہا کہ آپ ان کے پاس گئے اور انہیں تلواریں مار مار کر قتل کر دیا، مامون اس بات سے بہت گھبرایا کہنے لگا کہ یاسر غلام کو بلا کر لاؤ یاسر لایا گیا تو یاسر سے کہا وائے ہو تجھ پر یہ کیا بات ہے جو میری بیٹی کہتی ہے، یاسر کہنے لگا کہ یہ سچ کہتی ہے۔

مامون اپنا چہرہ اور سینہ پیٹنے لگا اور کہا کہ **اناللہ وانا الیہ راجعون** ہم قیامت تک کے لیے لوگوں کے درمیان رسوا ہوئے اور ہلاک ہوئے، یاسر جاؤ اور حضرتؑ کے حالات کی تحقیق کرو اور ہمارے لیے خبر لے کر آؤ، کیونکہ قریب ہے کہ میری روح بدن سے نکل جائے۔

یاسر مکان کی طرف گیا اور میں اپنے رخسار پر طمانچے مارتی تھی، پس وہ جلدی واپس آ گیا اور کہنے لگا بشارت اور مژدہ ہو اے امیر، کہنے لگا کیا بات ہے اس نے بتایا میں گیا تو دیکھا کہ حضرتؑ بیٹھے ہوئے تھے اور آپ علیہ السلام کے بدن پر پیراہن ہے اور لحاف اوڑھے ہوئے تھے اور مسواک کر رہے تھے، میں نے آپ علیہ السلام کو سلام کیا اور عرض کیا کہ یہ پیراہن جو آپؑ نے پہن رکھا

ہے میں چاہتا ہوں کہ تبرک کے طور پر مجھے دے دیجئے تا کہ میں اس پر نماز پڑھوں اور میرا مقصد یہ تھا کہ امامؑ کے جسم مبارک پر نگاہ کروں کہ آیا اس پر تلوار کے زخم ہیں کہ نہیں، خدا کی قسم آپ علیہ السلام کا جسم ہاتھی کے دانت کی طرح سفید تھا کہ جسے زردی نے مس کیا ہوا اور آپؑ کے بدن پر تلوار وغیرہ کا کوئی زخم نہیں تھا، پس مامون دیر تک روتا رہا اور کہنے لگا کہ اس معجزہ کا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی اور یہ اولین وآخرین کے لیے عبرت ہے۔

اس کے بعد یاسر کہنے لگا کہ سوار ہونا اور تلوار ہاتھ میں لینا اور ان کے مکان میں داخل ہونا تو مجھے یاد آتا ہے لیکن واپس آنا مجھے یاد نہیں ہے، پس میرا معاملہ اور ان کے پاس جانا کس طرح تھا خدا اس لڑکی پر سخت لعنت کرے اس لڑکی کے پاس جاؤ اور اسے کہو کہ تیرا باپ کہہ رہا ہے خدا کی قسم اگر اس کے بعد تو نے حضرتؑ کی شکایت کی یا ان کی اجازت کے بغیر ان کے گھر سے باہر آئی تو میں تجھے سزا دوں گا، پھر فرزند رضا علیہ السلام کے پاس جاؤ اور ان کو میرا اسلام کہو اور بیس ہزار دینار ان کے لیے لے جاؤ اور وہ گھوڑا کہ جس پر میں گذشتہ رات سوار تھا کہ جسے شہری کہتے ہیں وہ آپؑ کے پاس لے جاؤ اور ہاشمین سے کہو کہ وہ آپؑ پر سلام کرنے کے لیے حاضر ہوں اور آپؑ کو جا کر سلام کریں۔

یاسر کہتا ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا جس طرح مامون نے کہا تھا اور مامون کا سلام آپؑ کی خدمت میں پہنچایا اور جو مال مامون نے بھیجا تھا وہ آپؑ کی خدمت میں پیش کیا اور گھوڑا بھی جا کر دیا۔

حضرتؑ نے اس مال وزر پر نگاہ کی اور تبسم فرمایا اور فرمایا جو عہد ہمارے اور مامون کے درمیان تھا وہ اسی طرح تھا کہ وہ تلوار لے کر مجھ پر گھس آئے، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ میرے اور تمہارے درمیان ایک مانع ہے کہ جو میری مدد کرتا ہے۔

پس میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ اس عتاب وسرزنش کو چھوڑ دیجئے، خدا اور آپؑ کے جد رسولؐ کی قسم ہے کہ مامون اس طرح مست تھا کہ وہ ان چیزوں میں سے کسی کو نہیں جان رہا تھا اور اس نے سچی نذر کی قسم کھائی ہے کہ وہ اب مست نہیں ہوگا اور مستی والی کوئی چیز استعمال نہیں کرے گا، کیونکہ یہ شیطان کے دام اور جال میں سے ہے، پس جس وقت آپؑ مامون کے پاس جائیں تو یہ بات اس کے سامنے نہ کریں اور نہ اسے سرزنش فرمائیں۔ فرمایا میرا ارادہ بھی یہی تھا، اس کے بعد آپؑ نے اپنا لباس منگوایا اور پہن کر کھڑے ہو گئے اور تمام لوگ بھی آپؑ کے ساتھ مامون کے پاس گئے مامون کھڑا ہو گیا اور آپؑ سے بغلگیر ہوا اور آپؑ کو سینہ سے لگایا اور ترحیب کی اور کسی کو اجازت نہ دی کہ اس کے دربار میں آئے اور مسلسل آپؑ سے باتیں کرتا رہا، جب نشست برخواست ہونے لگی، حضرتؑ نے فرمایا اے مامون میں تجھے وصیت کرتا ہوں اسے قبول کر، مامون کہنے لگا ہاں فرمائیے وہ کون سی ہے، فرمایا میں چاہتا ہوں کہ رات کے وقت باہر نہ جایا کرو، کیونکہ اس پست مخلوق سے تو مامون نہیں ہے اور میرے پاس ایک دعا ہے تو اپنے آپ کو اس کے ذریعہ محصور کر لے اور اسے برائیوں بلاؤں اور مکروہات سے اپنا حرز قرار دے جیسا کہ اس نے مجھے گزشتہ شب تیرے شر سے محفوظ رکھا ہے اور اگر تو روم وترک کے لشکروں کا سامنا بھی کرے اور وہ سب تیرے خلاف ہو جائیں تمام اہل زمین کے ساتھ تب بھی تجھے ان سے کوئی برائی نہیں پہنچے گی اور اگر چاہیے تو میں اس کو تیرے ساتھ بھیج دوں۔

اس نے قبول کیا جب صبح ہوئی تو حضرت جوادؑ نے یاسر کو بلایا اور اپنے ہاتھ سے وہ حرز تحریر کیا اور یاسر سے فرمایا کہ یہ مامون کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ اس کے لیے صاف وشفاف چاندی کی ایک نلکی بناؤ اور اس کے بعد جو میں کہوں گا وہ اس پر او پر لکھ دینا اور جب اسے بازو پر باندھنے لگے تو مکمل وضو کرے اور چار رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورہ حمد اور آیۃ الکرسی وشھد اللہ والشمس وضحٰھا واللیل اور توحید کو سات سات دفعہ پڑھے اور جب نماز سے فارغ ہو تو اسے دائیں بازو پر باندھ لے تاکہ سختیوں اور تنگیوں کے وقت خدا کی قوت سے ہر اس چیز سے سالم رہے جس سے خوف وحذر رکھتا ہے اور جس وقت بازو پر باندھنے لگے تو قمر درعقرب نہیں ہونا چاہیے۔

روایت ہے کہ جب مامون نے یہ حرز آپ سے لیا اور اہل روم سے جنگ کی تو اسے فتح ہوئی اور تمام جنگوں اور غزوات میں اپنے ساتھ رکھتا تھا اور حرز مبارک کی وجہ سے مظفر ومنصور رہا اور حرز یہ ہے۔

وجاز فی الفضۃ ما کان رعآء لمثل تعویذ وحرز ودعآء فقد اتیٰ فیہ صحیح من خبر عاضدہ حرزُ الجواد۔ المشتھر

نواں معجزہ! ابوجعفر طبری نے ابراہیم بن سعید سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد تقیؑ کو دیکھا کہ آپؑ زیتون کے پتوں پر ہاتھ لگاتے تو وہ چاندی کے ہو جاتے، پس میں نے ان میں سے بہت سے حضرتؑ سے لیے اور انہیں بازار میں فروخت کیا اور کبھی ان میں تغیر نہیں آیا، یعنی وہ خالص چاندی کے ہو گئے تھے۔

دسواں معجزہ! حضرت کے بعض دلائل اور نیز عمارہ بن زید نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امام محمد تقی کو دیکھا تو میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ امامؑ کی علامت کیا ہے فرمایا امام وہ ہے جو یہ کام کر سکے پھر آپؑ نے اپنا دست مبارک ایک پتھر پر رکھا تو آپؑ کی انگلیوں کے نشان اس پر ابھر آئے، راوی کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپؑ لوہے کو کھینچتے تھے بغیر اس کے کہ اسے آگ میں پگھلاتے اور پتھر پر اپنی انگوٹھی سے مہر لگاتے۔

گیارہواں معجزہ! ابن شہر آشوب اور دوسرے علماء نے محمد بن ریان سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مامون نے ہر حربہ آزمایا کہ کسی طرح امام محمد تقی علیہ السلام کو اپنی طرح اہل دنیا بنا لے اور لہو ولعب وفسق وفجور کی طرف مائل کرے، لیکن یہ اس کے لیے ممکن نہ ہو سکا اور اس کا حیلہ وتدبیر حضرتؑ پر اثر انداز نہ ہوا یہاں تک کہ جس وقت اس نے چاہا کہ وہ اپنی لڑکی کو حضرتؑ کے گھر روانہ کرے (رخصتی ہو) اور زفاف واقع ہو تو اس نے سو کنیزوں کو حکم دیا جو کہ سب کنیزوں سے زیادہ خوبصورت تھیں کہ ان میں سے ہر ایک اپنے ہاتھ میں جواہرت سے پر جام لے لے اور حضرتؑ کا استقبال کریں جب کہ آپؑ وارد ہوں اور حضرتؑ حجلہ عروس میں بیٹھیں۔

ان کنیزوں نے اسی دستور العمل کے مطابق عمل کیا، لیکن حضرت جواد علیہ السلام نے ان کی طرف التفات نہ فرمایا، مامون نے مخارق نامی گویے کو بلایا اور وہ ایک خوش آواز شخص تھا جو رباب بجاتا تھا اور اس کی داڑھی لمبی تھی مخارق نے مامون سے کہا کہ اے

امیر المومنین اگر مقصد ابوجعفرؑ کو دنیا کی طرف مائل کرنا ہے تو یہ کام میرے ذمہ رہا اور میں اس کے لیے کافی ہوں، پس وہ حضرت علیہ السلام کے پاس بیٹھ گیا اور اس نے اپنی آواز کو بلند کیا کہ جس سے تمام اہل خانہ اس کے پاس جمع ہو گئے، پس اس نے رباب بجانا اور گانا شروع کیا ایک گھنٹہ تک وہ یہی کچھ کرتا رہا، اس نے دیکھا کہ حضرت جواد علیہ السلام نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی اور نہ اپنے دائیں بائیں دیکھا اس کے بعد آپؑ نے سر اونچا کیا اور فرمایا خدا سے ڈرو اے بڑی داڑھی والے شخص۔

جب آپؑ نے یہ ارشاد فرمایا تو رباب و مضراب مخارق کے ہاتھ سے گر پڑا اور پھر مرتے دم تک اس کا یہ ہاتھ بیکار رہا، مامون نے اس سے پوچھا تجھے کیا ہو گیا تھا کہنے لگا جب ابوجعفرؑ نے مجھے پکارا تو میں ایسا گھبرایا کہ جس سے کبھی بھی صحت یاب نہ ہوں گا۔

بارہواں معجزہ! قطب راوند نے روایت کی ہے کہ معتصم نے اپنے وزراء کی ایک جماعت کو طلب کیا اور کہنے لگا تم محمد تقی علیہ السلام کے حق میں جھوٹی گواہی دو اور اسے تحریر کرو کہ وہ خروج کا ارادہ رکھتا ہے پس معتصم نے حضرت کو بلایا اور کہنے لگا تم نے میرے خلاف خروج کا ارادہ کیا ہے۔

فرمایا خدا کی قسم میں نے اس سلسلہ میں کوئی کام بھی نہیں کیا، کہنے لگا کہ فلاں فلاں اشخاص تمہارے اس کام پر گواہی دیتے ہیں پس ان لوگوں کو حاضر کیا گیا تو وہ کہنے لگے کہ یہ آپؑ کے خطوط ہیں جو آپؑ نے اس سلسلہ میں تحریر کئے ہیں ہم نے یہ آپؑ کے غلاموں سے حاصل کئے ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ حضرتؑ ایوان کے ایک کنارہ پر بیٹھے تھے، پس آپؑ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور کہا خداوندا اگر یہ لوگ میرے خلاف جھوٹ بولتے ہیں تو ان کا مواخذہ فرما، راوی کہتا ہے کہ میں نے ایوان کے اس صفحہ اور جانب کو دیکھا کہ سخت جنبش واضطراب میں ہے اور جو شخص اپنی جگہ سے کھڑا ہوتا ہے وہ گر جاتا ہے معتصم نے کہا اے فرزند رسولؐ میں توبہ کرتا ہوں اس چیز سے جو میں نے کہی ہے، دعا کیجئے کہ خدا اس جنبش کو ختم کر دے، آپؑ نے عرض کیا خداوند عالم اس جنبش کو ختم کر دے، حالانکہ تو جانتا ہے کہ یہ لوگ تیرے اور میرے دشمن ہیں پس اس میں سکون آ گیا۔

تیرہواں معجزہ! نیز اسماعیل بن عباسی ہاشمی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں عید کے دن حضرت جوادؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنجناب سے تنگی معاش کی شکایت کی، حضرتؑ نے اپنے مصلیٰ کو اٹھا کر مٹی سے سونے کی ڈھیلی اٹھائی یعنی مٹی آپؑ کے ہاتھ کی برکت سے سونے کا ٹکڑا ہو گئی، پھر وہ مجھے عطاء فرمایا میں اسے بازار لے کر گیا تو وہ سونا مثقال تھا۔

چودھواں معجزہ! شیخ کشی نے احمد بن علی بن کلثوم سرخسی سے نقل کیا ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے امامیہ (شیعہ اثنا عشریہ) میں سے ایک شخص کو دیکھا جو ابوزینبہ کے نام سے مشہور تھا، پس اس نے مجھ سے الحکم بن بشار مروزی کے متعلق سوال کیا اور اس اثر کے متعلق جو اس کے حلق میں ہے اور میں نے دیکھا تھا کہ اس کی گردن پر خط کی طرح ذبح کا نشان ہے چند مرتبہ میں نے اس سے نشان کے متعلق پوچھا، لیکن اس نے مجھے نہیں بتایا۔ ابوزینبہ نے کہا کہ ہم بغداد میں سات آدمی ایک ہی حجرہ میں

رہتے تھے امام محمد تقی علیہ السلام کے زمانہ میں ایک دن الحکم عصر کے وقت سے ناپید ہوگیا اور رات کے وقت بھی نہ آیا، جب رات کا اول وقت شروع ہوا تو حضرت جواد علیہ السلام کی طرف سے توقیع وخط آیا کہ تمہارا ساتھی وہ مرد خراسانی یعنی الحکم ذبح ہو چکا ہے اور اس کو ایک نمدے میں لپیٹ کر فلاں مزبلہ پر ڈال گئے ہیں جا کر اس کو اٹھالاؤ اور فلاں فلاں چیز سے اس کا علاج کرو تو وہ شفا پائے گا اور ٹھیک ہو جائے گا۔

پس ہم اس جگہ گئے اور اسے مذبوحی حالت میں پڑا ہوا پایا جس طرح حضرتؑ نے خبر دی تھی پس اسے ہم لے آئے اور اس کا علاج کیا جیسے حضرتؑ نے فرمایا تھا تو وہ درست ہو گیا، احمد بن علی راوی کہتا ہے کہ اس کا واقعہ یوں تھا کہ الحکم نے بغداد کے ایک گھر میں متعہ کیا تھا اس گروہ کو پتہ چل گیا تو انہوں نے اسے ذبح کر کے نمدے میں لپیٹ کر مزبلہ پر ڈال گئے۔

مولف کہتا ہے کہ استحباب شیعوں کے نزدیک ثابت ہے، بلکہ حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے آپؑ نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو رجعت پر ایمان نہ رکھتا ہو اور متعہ کو حلال نہ سمجھتا ہو اور حضرتؑ سے منقول ہے کہ خداوند علم نے ہمارے شیعوں پر ہر قسم کی نشہ آور شراب حرام کی ہے اور اس کے عوض میں انہیں متعہ دیا ہے اور متعہ کرنے کی فضلیت میں روایات بہت ہیں ان میں سے شیخ مفید نے کتاب متعہ میں صالح بن عقبہ سے اس کے باپ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے عرض کیا کہ جو شخص متعہ کرے اس کے لیے کوئی ثواب ہے، فرمایا اگر اس متعہ میں اس کا مقصد خدا اور حکم شریعت کا امتثال وفرمانبرداری ہو اور اس شخص کی مخالفت ہو کہ جس سے اس نے منع کیا تھا وہ اس عورت سے جو بات بھی کرے خداوند عالم اس کے لیے ایک حسنہ لکھے گا اور جب اس کی ساتھ ہمبستری کرے تو خداوند عالم اس کی وجہ سے اس کے گناہ معاف کر دے گا اور جب وہ غسل کرے گا تو اس کے ہر بال کے بدلے کہ جس پر سے پانی گزرے اللہ تعالیٰ اسے مغفرت عطاء فرمائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے از روئے تعجب حضرتؑ سے عرض کیا کہ جتنے بال اس کے بدن پر ہیں حضرتؑ نے فرمایا کہ جتنے بال اس کے بدن پر ہیں اور حضرت صادق علیہ السلام سے یہ بھی روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ جو شخص بھی متعہ کرے اور اس کے بعد غسل کرے تو جو قطرہ بھی اس کے بدن سے گرے گا اس سے خداوند عالم ستر فرشتے پیدا کرے گا جو قیامت تک اس کے لیے استغفار کریں گے اور قیامت آنے تک اس سے اجتناب کرنے والے پر لعنت کریں گے اور روایت ہے کہ حضرت ابوالحسن علیہ السلام نے اپنے بعض موالیوں کو لکھا کہ متعہ کرنے میں اصرار اور مبالغہ نہ کرنا جو کچھ تم پر لازم ہے وہ سنت کو قائم کرنا ہے، یعنی متعہ اتنی مقدار میں کرو کہ جس سے سنت قائم ہو، لیکن اپنے آپ کو متعہ کرنے میں مشغول نہ رکھو یہاں تک کہ اپنی بیویوں کو ترک کر دو اور انہیں معطل چھوڑ دو، پس وہ کافر ہو جائیں اور نفرین کریں ان لوگوں پر کہ جنہوں نے تمہیں اس بات کا حکم دیا ہے اور وہ ہم پر لعنت بھیجیں۔

چوتھی فصل

حضرت امام محمد تقیؑ کے کچھ کلمات شریفہ اور مواعظ بلیغہ کا ذکر

پہلا ارشاد: آپؑ نے فرمایا اللہ پر بھروسہ کرنا ہر مہنگی چیز کی قیمت اور ہر بلند چیز کی طرف سیڑھی ہے۔

دوسرا ارشاد: آپؑ نے فرمایا مومن کی عزت لوگوں سے بے نیاز ہونے میں ہے اور کیا ہی عمدہ شعر ہے۔

دو قرص نان اگر از گندم است یا از جو
دوتای جامہ گراز کہنہ است یا از نو
چہار گوشہ دیوار خود بخاطر جمع
کہ کس نگوید ازایں جاخیز وآنجا رو
ہزار بار نکو تر بنزد دانایان
زفر مملکت کیقباد وکیخسرو

تیسرا ارشاد: فرمایا لوگوں کے سامنے ولی خدا اور تنہائی میں دشمن خدا نہ بن۔ فقیر کہتا ہے کہ یہ کلمہ شریفہ مشابہ ہے آپؑ کے جدامجد امیر المومنینؑ کی فرمائش کے جو آپؑ نے فرمائی کہ لوگوں کے سامنے شیطان کو گالیاں نہ دو جب کہ تنہائی میں اس کے دوست ہو۔

چوتھا ارشاد: استفادہ کا معنی ہے فائدہ اٹھانا، فائدہ چاہنا اور فائدہ دینا یعنی جو خدا کے لیے کسی بھائی کو فائدہ پہنچائے اس نے بہشت میں ایک گھر حاصل کیا ہے۔

پانچواں ارشاد: فرمایا کس طرح تلف اور ضائع ہوسکتا ہے وہ شخص کہ جس کا خدا کفیل ہے اور کس طرح نجات پا سکتا ہے وہ شخص کہ جو اپنا رشتہ خدا سے توڑ لے اور الگ ہوجائے اور دوسرے سے جا چمٹے تو خدا اسے کسی دوسرے کے سپرد کردیتا ہے اور جو شخص علم کے بغیر عمل کرے تو وہ فاسد عمل زیادہ کرتا ہے اس سے کہ جس کی اصلاح اور درستی کرتا ہے یعنی درست عمل کی بجائے فاسد زیادہ کرتا ہے۔

چھٹا ارشاد: فرمایا بُرے آدمی کی صحبت اور ساتھ دینے سے بچو، کیونکہ اس کی مثال بے نیام تلوار کی سی ہے جس کا منظر تو اچھا

ہے لیکن اس کے آثار بُرے ہیں۔

ساتواں ارشاد: فرمایا کہ انسان کی خیانت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ خیانت کرنے والوں کا امین ہو۔

آٹھواں ارشاد: روایت ہے کہ ایک شخص نے حضرتؑ سے عرض کیا کہ مجھے وصیت کیجئے فرمایا اسے قبول کرو گے عرض کیا جی ہاں، فرمایا فقر کو اپنا تکیہ بناؤ اور فقر کی گردن میں بائیں ڈال دو اور شہوت کو ترک کرو اور ہوس وخواہش نفس کی مخالفت کرو اور یہ جان لو کہ تم ہر وقت خدا کے سامنے ہو، پس اپنے آپ کو دیکھو کہ کس طرح ہو۔

نواں ارشاد: فرمایا مومن تین خصلتوں کا محتاج ہے خدا کی توفیق اور اپنے نفس میں سے واعظ جو ہمیشہ اُسے وعظ کرتا ہے اور جو کچھ اسے کوئی وصیت کرے وہ اسے قبول کرے۔

دسواں ارشاد: فرمایا دلوں کے ساتھ خدا کی طرف جانے کا قصد کرنا اعضاء وجوارح کو اعمال میں تھکانے سے زیادہ منزل مقصود تک پہنچانے والا ہے۔

مولف کہتا ہے کہ روایات دل اور اس کی مراعات کے متعلق بہت ہیں، حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ انسان میں ایک گوشت کا ٹکڑا ہے کہ جب تک وہ صحیح سالم ہے باقی بدن بھی صحیح ہے اور جب وہ بیمار اور فاسد ہو جائے تو باقی بدن بھی بیمار اور فاسد ہو جاتا ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ جب دل پاکیزہ ہو تو باقی جسم بھی پاکیزہ رہتا ہے اور جب دل خبیث ہے تو باقی جسم بھی خبیث ہے۔ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے امام حسن علیہ السلام سے وصیت فرمائی کہ مصیبتوں میں سب سے زیادہ مصیبت فقر وفاقہ ہے اور اس سے بدتر بدن کا بیمار ہونا ہے اور اس سے بدتر دل کی بیماری ہے، اور نعمتوں میں سے ایک نعمت مال کی وسعت ہے اور اس سے بہتر بدن کی صحت ہے اور اس سے بہتر دل کی پرہیزگاری ہے اور حضرت امام باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ دل تین قسم کے ہیں ایک دل سرنگوں اور الٹا ہے کہ جس میں کوئی چیز ٹھہر نہیں سکتی اور وہ کافر کا دل ہے اور ایک دل وہ ہے کہ جس میں اچھائی اور برائی دونوں داخل ہو جاتی ہیں اور ان میں سے جو زیادہ قوی ہوتی ہے وہ غالب آجاتی ہیں اور ایک وہ دل ہے جو کشادہ ہے اور اس میں انوار الٰہی کا چراغ ہے جو ہمیشہ روشنی دیتا رہتا ہے اور اس کا نور قیامت تک برطرف نہیں ہوگا اور وہ مومن کا دل ہے اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے، آپؑ نے فرمایا کہ دل کی قدر ومنزلت بدن میں امام جیسی ہے، لوگوں میں روایت ہے کہ ایک دفعہ جناب موسیٰ بن عمران اپنے اصحاب کو موعظہ فرما رہے تھے آپؑ کے وعظ کے دوران ایک شخص کھڑا ہو گیا اور اس نے اپنا پیراہن چاک کر دیا، خداوند عالم کی طرف سے حضرت موسیٰ علیہ کو وحی آئی کہ اس سے کہو کہ وہ اپنا پیراہن چاک نہ کرے، بلکہ اپنے دل کو میرے لیے چاک کرے، مولف نے فارسی کے کچھ اشعار لکھے ہیں (ہم انہیں چھوڑ رہے ہیں۔ مترجم)

گیارہواں ارشاد: فرمایا جو شخص اپنی خواہش نفس کی اطاعت کرے اس نے اپنے دشمن کی آرزو پوری کر دی۔

بارہواں ارشاد: شیخ صدوق نے عبدالعظیم بن عبداللہ حسنی سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے امام محمد تقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ مجھ سے کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جو آپؑ کے آباؤ اجداد سے نقل ہوئی ہے، آپ علیہ السلام نے فرمایا

میرے والد نے میرے دادا سے اور اپنے آباؤاجداد سے حدیث بیان کی کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہمیشہ لوگ خیر وخوبی میں رہیں گے جب تک ان میں تفاوت رہے گا، پس جب برابر اور مساوی ہو گئے تو ہلاک ہو جائیں گے۔

میں نے عرض کیا کچھ مزید ارشاد فرمائے اے فرزند رسولؐ، دوبارہ آپؑ نے اپنے آباؤاجداد کی وساطت سے امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ اگر تم میں سے ہر ایک کے عیوب دوسرے پر آشکار ہو جائیں تو تم ایک دوسرے کو دفن نہ کرو میں نے عرض کیا مزید کچھ فرمائیں اے فرزند رسولؐ، پھر آپؑ نے امیر المومنین علیہ السلام سے نقل کیا کہ آپؑ نے فرمایا تمہارے مال لوگوں کے لیے گنجائش نہیں رکھتے، پس لوگوں کو کشادہ روی اور اچھی ملاقات کے ساتھ گنجائش دو، کیونکہ میں نے رسول خداؐ سے سنا ہے آپؐ نے فرمایا تم لوگوں کے لیے اپنے اموال کے ذریعہ کبھی بھی وسعت پیدا نہیں کر سکتے، پس اپنے اخلاق کے ساتھ انہیں وسعت دو۔

جناب عبدالعظیم کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جواد علیہ السلام سے عرض کیا کہ اے فرزند رسولؐ اس سے زیادہ کچھ فرمائیے، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے جو شخص زمانہ پر غضب ناک ہو اس کا غضب طویل ہوگا، یعنی زمانہ کی نامناسب وغیر ملائم چیزیں ایک دو نہیں تا کہ انسان کا غم وغصہ جلدی ختم ہو جائے، بلکہ وہ زیادہ اور حد سے متجاوز ہیں، لہذا اس کا غصہ طویل ہوگا فقیر کہتا ہے کہ اس معنی میں ہے آپؑ کا یہ فرمان یعنی آنکھ کے خار کے باوجود آنکھ بند کر لو یہ کنایہ ہے اس سے کہ مکارہ اور رنج وبلائے دنیا اور بیوفا دوستوں کے غیر مناسب رویہ سے چشم پوشی کرو اور اسے برداشت کرو، ورنہ کبھی خوش اور راضی نہیں ہو گے اور ہمیشہ غصہ اور تلخی کی حالت میں زندگی بسر کرو گے، کیونکہ دنیا کی طبیعت میں ناپسند چیزیں رچی بسی ہوئی ہیں جناب عبدالعظیم نے عرض کیا مزید فرمائیے ارشاد ہوا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ برے لوگوں کے پاس بیٹھنا اچھے لوگوں سے بدظن کر دیتا ہے عرض کیا اور فرمائیے، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا سفر قیامت کا برا زادراہ بندگان خدا پر ستم کرتا ہے فقیر کہتا ہے کہ یہ بھی آپ کا ارشاد ہے ظلم کرنا بادشاہوں کی زندگی کی انتہا ہے، مناسب ہے کہ میں یہ چند اشعار اس کلمہ شریفہ کے ذیل میں حکیم فردوسی کے نقل کروں۔

برستم چنین گفت وستان کہ کم
کن اے پور برزیردستان ستم
اگرچہ تراز یردستا بس است
فلک رادرایں زیرستان بسی است
مکن تاتوانی دل خلق ریش
وگر میکنی میکنی بیخ خویش!
مکن تاتوانی ستم بر کسے!
ستمگر بگیتی نماند بسے!

عبدالعظیم کہتے ہیں میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ کچھ زیادہ فرمائیے، فرمایا حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ہے

کہ ہر مرد کی قیمت وہی چیز ہے جو اس کو حسین بنائے، علم وہنر وعرفان سے مقصد کمالات نفسانیہ وکسب وتحصیل کی طرف تحریص وترغیب دینا ہے خلیل بن احمد کہتا ہے کہ بہترین جملہ جو انسان کو طلب علم ومعرفت کی طرف ترغیب دلاتا ہے، حضرت امیرؑ کا قول ہے کہ ہر شخص کی قیمت وہ چیز ہے جو اس کو حسین بنائے۔

جناب عبدالعظیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کچھ مزید فرمائے اے فرزند رسولؐ فرمایا! امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ انسان اپنی زبان کے نیچے چھپا ہوا ہے۔

مرد پنہاں است درزیر زبان خویشتن
قیمت و قدرش نادانی تانیا دی درسخن

یہی وجہ ہے کہ فرمایا بات کرو تا کہ پہچانے جاؤ، چوں در بستہ باشد چہ داند کسے۔ کہ گو ہر فروش است یا پیلہ ور۔ میں نے عرض کیا اور کچھ ارشاد فرمائے فرزند رسولؐ فرمایا امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ شخص ہلاک نہیں ہوگا جو اپنی قدر ومنزلت کو پہچانتا ہے۔

میں نے کہا کچھ اور اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے عمل سے پہلے تدبیر کرنا تجھے پشیمانی سے بچا لے گا۔

ندانستہ درکار تندی مکن
بندیش بنگرز سرتابہ بن

فقیر کہتا ہے کہ حضرت صادق علیہ السلام کے مواعظ میں اس مطلب کے قریب قریب نقل ہو چکا ہے اور ہم نظامی کے ان دو اشعار کو اس کلمہ سریفہ کی مناسبت سے نقل کرتے ہیں۔

درسرکار کہ درآئی نخست
زخنہ بیرون شد نش کن درست
تانگنی جائے قدم استوار
پائے منہ در طلب، ہیچ کار

عرض کیا مزید ارشاد ہوا اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جو شخص زمانہ پر اعتماد کرلے وہ زمین پر آگرے گا۔

میں نے عرض کیا اور کچھ ارشاد ہو، فرمایا امیر المومنین علیہ کا ارشاد ہے اس شخص نے اپنے نفس کو خطرہ میں ڈال دیا جو اپنی رائے سے مستغنی ہے یعنی جو مہم امور میں اپنی رائے اور دانش پر بھروسہ کریں اور عقلمندوں سے مشورہ کرنا چھوڑ دے۔

عرض کیا مزید ارشاد ہوا اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے اہل وعیال کی کمی اور تھوڑا ہونا مال کی دوتو

نگریوں میں سے ایک ہے کیونکہ جس کے اہل وعیال کم ہوئے اس کی زندگی آسانی سے گزرے گی اور اس کی معیشت زیادہ وسیع ہوگی جیسا کہ مال کی کثرت کی صورت میں بھی حال اسی نوال پر ہے۔

عرض کیا مزید ارشاد ہوا اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے جس میں عجب وخود پسندی آجائے وہ ہلاک ہوا۔

عرض کیا مزید ارشاد ہوا اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس کو یقین ہے کہ جو کچھ دے رہا ہے اس کا عوض اس کی جگہ آجائے گا تو وہ عطاء وبخشش کرنے میں جوانمردی دکھائے گا، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اس عطاء وبخشش کا عوض اسے مل جائے گا۔

فقیر کہتا ہے کہ ایک شاعر نے امیر المومنین علیہ السلام کی مدح میں اسی مطالب کی طرف اشارہ کیا ہے،

جاد بالقرص والطوی ملا حبنبیه وعاف الطعام وهو سعوب

فاعا والقرص المنیر علیه القرص والمقرص الکرام کسوب

منقول ہے کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام نے ایک نخلستان کو پانی دیا کچھ مقدار جو کے بدلے، پس وہ جو آپؑ گھر لے گئے اور ان کی روٹیاں پکائی گئیں، جب چاہا کہ افطار کریں تو ایک سائل آپؑ کے گھر کے دروازے تک آیا، حضرتؑ نے اپنی روٹی سائل کو دے دی اور خود رات کو بھوکے سو رہے۔ شاعر کہتا ہے کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے اپنی روٹی بخش دی جب کہ بھوک سے آپؑ کے پہلو پر تھے اور وہ روٹی کھانا پسند نہیں کر رہے تھے سائل کی وجہ سے، حالانکہ وہ بھوکے تھے، پس جب آپؑ نے روٹی سائل کو دی تو سورج کی ٹکیہ آپؑ کے لیے آسمان پر پلٹ آئی اور کریم روٹی دینے والا نفع حاصل کرنے والا ہے۔

عبد العظیم کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا مزید ارشاد ہوا اے فرزند رسولؐ، فرمایا امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے جو شخص عافیت وسلامت پر راضی ہو جائے تو اس کو ان لوگوں سے سلامتی مل جائے گی جو اس سے اوپر ہیں، اس وقت جناب عبد العظیم نے کہا کہ میں نے حضرت جواد علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ جو کچھ اب تک آپؑ نے فرمایا ہے وہ میرے لیے کافی ہے۔

مولف کہتا ہے کہ یہ روایت سولہ فقرات پر مشتمل ہے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے ارشادات میں سے کہ جن میں سے ہر ایک کو حضرت جواد علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد کے اسناد سے امیر المومنین علیہ السلام سے بیان فرمایا ہے اب میں بھی جواد علیہ السلام کی اقتداء میں حضرتؑ کے ارشادات میں سے بارہ فقرے نہج البلاغۃ سے نقل کرتا ہوں کہ جن کہ مجموعی تعداد حضرت جواد علیہ السلام کے اپنے بارہ فقرات کو ملا کر چالیس جملہ بن جائے گی کہ جو شخص انہیں یاد کر لے تو یہ حدیث شریف شامل حال ہو جائے گی۔

من حفظ من شیعتنا اربعین حدیثاً بعثه الله عزوجل یوم القیامة عالماً فقیهاً ولم یعذبه۔

جو ہمارے شیعوں میں سے چالیس حدیثیں یاد کرلے خداوند عالم قیامت کے دن اسے عالم وفقیہ کر کے اٹھائے گا اور اس پر عذاب نہیں کرے گا۔

۱۔ امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا جب انسان کی عقل کم ہو جاتی ہے تو اس کی گفتگو کم ہو جاتی ہے۔

۲۔ آپؑ نے فرمایا کہ سب سے بڑا عیب یہ ہے تو لوگوں کی ان عیوب میں عیب جوئی کرے جو خود تجھ میں موجود ہے، پس احمق وہ شخص ہے کہ خود ہزار عیب سے آلودہ ہے اور سر سے لے کر پاؤں تک وہ معصیت میں ڈوبا ہوا ہے، پھر اپنے عیوب سے آنکھیں بند کر کے لوگوں کے عیوب کے بارے میں زبان کھولتا ہے، ہمہ جمال خویشتند طعنہ بر عیب دیگراں چہ زنند، اور آنجنابؑ نے ایسے اشخاص کو جو لوگوں کے عیوب کی جستجو کرتے ہیں اور انہیں بیان کرتے ہیں لیکن ان کی خوبیوں کو بیان نہیں کرتے اپنے بعض کلمات میں اس مکھی کے ساتھ تشبیہ دی ہے جو انسانی بدن کے فاسد اور کثیف جگہوں کی تلاش میں رہتی ہے اور ان کے اوپر بیٹھتی ہے اور بدن کی صحیح جگہوں سے اسے سروکار نہیں ہوتا۔

۳۔ آپؑ نے فرمایا کہ بوڑھے آدمی کی رائے اور اندیشہ میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے نوجوان کی جلاوت ومردانگی سے شاید اس میں نکتہ یہ ہو کہ پیر صاحب تدبیر کی رائے عقل وتجربہ سے صادر ہوتی ہے اور وہ فتنہ کی اصلاح ہی نہیں بلکہ بہت سے فتنوں کی آگ کے بجھانے کا سبب ہوتی ہے۔ بخلاف نوجوان کی مردانگی کے جو کہ زیادہ تر تہوار اور نفس کی ہلاکتوں میں ڈالنے اور ناآزمودہ کاموں پر مبنی ہوتی ہے جو کہ غالباً جنگ کی آگ کی بھڑکنے اور ایک گروہ کی ہلاکت کا سبب بنتی ہے اسی لیے ابو الطیب کہتا ہے۔

الرای قبل شجاعة الشجعان
هو اول وهی المحل الثانی
فاذا هما اجتمعا لنفس حرة
بلغت من العلیا کل مکان

رائے بہادروں کی شجاعت سے پہلے ہونی چاہیے یہ پہلی چیز ہے اور وہ دوسری جگہ پر ہے، پس جب یہ دونوں کسی آزاد نفس کے لیے جمع ہو جائیں تو وہ بلندی کے ہر مقام تک پہنچ سکتا ہے۔

۴۔ فرمایا حاجت کا فوت ہو جانا زیادہ آسان ہے اس سے کہ انسان اس سے حاجت طلب کرے جو اس کا اہل نہیں

(مولف نے اس کے بعد عربی وفارسی کے اشعار نقل کئے ہیں جنہیں ہم نے ترک کر دیا ہے) مترجم

۵۔ فرمایا قناعت (جو کہ اسباب معاش میں مساہلہ کرنا ہے یعنی جتنا مل جائے اس پر اکتفا کرنا) ایسا مال ہے جو فنا نہیں ہوتا اور ایسا خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

فقیر کہتا ہے کہ حضرت ہادی علیہ السلام کے معجزات کی فصل میں قناعت کے سلسلہ میں گفتگو ہوگی۔

۶۔ اپنے نفس کو آداب سکھانے کے لیے کافی ہے تیرا ان چیزوں سے اجتناب اختیار کرنا کہ جنہیں تو اپنے غیر سے برا سمجھے، پس جو شخص کہ سعادت نفس اور تہذیب اخلاق کا طالب ہے اسے چاہیے کہ دوسرے لوگوں کو اپنے عیوب کا آئینہ قرار دے اور جو کچھ ان سے سرزد ہوا تو قبیح ہوگا، اور جسے حسن اور اچھا جانے تو جان لے کہ یہ عمل اس سے بھی حسن ہی ہوگا، پس اپنے قبائح کے زائل کرنے کی کوشش کرے اور اچھے اخلاق کی تحصیل میں سعی بلیغ کرے۔

۷۔ فرمایا بعض اوقات ایک وقت کا کھانا یا ایک لقمہ کا کھانا بہت سے کھانوں سے روک دیتا ہے اور اسی مفہوم میں ہے آپؑ کا یہ ارشاد بھی بسا اوقات ایک لحظہ کی خواہش طویل احزان وغموم کا سبب بنتی ہے اور حریری نے مقامات میں اپنا یہ کلام حضرتؑ کے ارشاد سے اخذ کیا ہے، کئی ایک لقمہ ایسے ہوتے ہیں جو کھانے والے کے لیے ہیضہ پیدا کر دیتے ہیں اور اسے بہت سے کھانوں سے محروم کر دیتے ہیں۔

۸۔ فرمایا فتنہ کے زمانہ میں اونٹ کے اس بچہ کی طرح ہو جاؤ جو تیسرے سال میں داخل ہو کہ نہ اس کی پشت ہے کہ اس پر سواری کی جاسکے اور نہ پستان ہیں کہ دودھ دوہا جائے، خلاصہ یہ کہ فتنہ میں داخل نہ ہو اور اپنے قوت بازو اور مال کے ساتھ اس کا ساتھ نہ دو اور اس طرح ہو جاؤ کہ لوگ تجھ سے فائدہ نہ حاصل کرسکیں، کیونکہ اکثر اوقات خون بہائے جاتے ہیں اور مال لوٹے جاتے ہیں اور عزتیں تباہ و برباد ہوتی ہیں، اب اگر تو اس میں شریک ہوا تو دنیا و آخرت کا خسارہ اٹھائے گا۔

۹۔ آپؑ نے فرمایا جو شخص اپنے اخراجات میں میانہ روی اختیار کرے وہ فقیر و محتاج نہیں ہوتا۔

۱۰۔ آپؑ نے فرمایا جس چیز کے لیے لوگ کہیں کہ اس کا کیا کہنا زمانہ غدار اس کے لیے ایک برا دن چھپائے ہوئے ہے۔

خویشتن آرائے مشودر بہار
تانکند درتو طمع روزگار

۱۱۔ جو شخص اپنے سفر کی دوری کو یاد رکھے تو وہ اپنے اس دور کے سفر کے لیے تیاری اور اس کے اسباب کرتا ہے، لہذا وہ اشخاص جو آخرت کے زاد راہ اور توشہ کی تیاری میں مصروف نہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس منزل سے غافل ہیں پس اپنے سفر کے لیے آمادہ ہو اور غفلت میں وقت نہ گزارے (مولف نے عربی فارسی کے کچھ اشعار لکھے ہیں جو ترک کر رہا ہوں) مترجم

۱۲۔ فرمایا عبرتیں اور نصیحتیں کتنی زیادہ ہیں، لیکن ان میں بہت کم عبرت حاصل کی جاتی ہے۔

کاخ جہاں پر است زذکر گذشتگان
لکن کیسکہ گوش دہد ایں ندا کم است

تاریخ میں ہے کہ جب عبدالملک بن مروان نے مصعب بن زبیر کو قتل کیا اور عراق کو تسخیر کر لیا تو کوفہ میں گیا اور دار الامارہ

میں داخل ہوا اور تخت سلطنت پر تکیہ لگایا اور مصعب کے سر کو اپنے سامنے رکھا اور وہ انتہائی وفرح وانبساط میں تھا کہ اچانک حاضرین میں سے ایک شخص (کہ جسے عبدالملک بن عمر کہتے تھے) کا بدن لرزا اور اس نے کہا امیر سلامت رہے اس دارالامارہ کے متعلق میرے دل میں ایک عجیب قصہ و واقعہ ہے اور اس طرح ہے کہ میں عبیداللہ بن زیاد لعین کے ساتھ اسی مجلس میں تھا کہ امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک اس کے پاس لے آئے اور اس کے پاس رکھا گیا، پس کچھ مدت کے بعد مختار نے کوفہ کو تسخیر اور مطیع کر لیا اور اسی مجلس میں اس کے پاس بیٹھا تھا اور میں نے عبیداللہ بن زیاد کا سر اس کے پاس دیکھا، مختار کے بعد میں اس سر والے مصعب کے ساتھ موجود تھا کہ مختار کا سر اس کے پاس رکھا گیا اب میں امیر کے ساتھ اس مجلس میں بیٹھا ہوں اور مصعب کا سر میں اس کے پاس دیکھ رہا ہوں اور میں امیر کو اس مجلس کے شر اور برائی سے خدا کی پناہ میں قرار دیتا ہوں۔

عبدالملک بن مروان نے جب یہ واقعہ سنا تو وہ لرزنے لگا اور اس نے حکم دیا کہ اس دارالامارہ کو مسمار کر دو۔ (اس قصہ کو بعض شعراء فارسی نے اشعار میں نظم کیا ہے جو اصل کتاب میں موجود ہیں، مترجم)

مولف کہتا ہے کہ کشف الغمہ میں حضرت جواد علیہ السلام کے حالات میں بہت سے کلمات حضرت امیر المومنین کے نقل کیے ہیں کہ جنہیں حضرت جواد علیہ السلام نے جناب امیر المومنین علیہ السلام سے نقل فرمایا ہے، چونکہ مقام میں گنجائش طویل نہیں ہم بیان نہیں کر رہے، جو شخص طالب ہو وہاں رجوع کرے۔

پانچویں فصل

حضرت امام محمد تقی علیہ السلام کی شہادت کا بیان

واضح ہو کہ جب مامون نے حضرت جواد علیہ السلام کو ان کے والد بزرگوار کی وفات کے بعد بغداد بلایا اور اپنی بیٹی کی شادی ان سے کر دی تو آنجنابؑ مامون کی بُری معاشرت سے اتنے تنگ ہوئے کہ اس سے اجازت لی اور حج بیت اللہ الحرام کو روانہ ہوئے اور وہاں سے اپنے جد بزرگوار کے مدینہ لوٹ آئے اور مدینہ میں قیام فرمایا اور آپؑ مدینہ میں رہے کہ مامون کی وفات ہوئی اور اس کے بھائی معتصم نے خلافت غصب کر لی اور یہ سترہ رجب ۲۱۸ھ کا واقعہ ہے اور جس وقت معتصم خلیفہ ہوا اور اس نے اس معدن سعادت و خیرات کے زیادہ فضائل وکمالات دیکھے تو حسد کا شعلہ اس کے سینہ کے اندر منتقل ہوا اور حضرتؑ کو راستہ سے دور کرنے کے درپے ہوا اور آنجنابؑ کو بغداد بلایا، جب آپؑ نے بغداد جانے کا ارادہ کیا تو حضرت امام علی نقی علیہ السلام کو اپنا خلیفہ و جانشین مقرر کیا اور اکابر شیعہ اور اپنے ثقات اصحاب کی موجودگی میں حضرتؑ کی امامت پر نص صریح بیان کی اور کتب علوم الٰہی اور اسلحہ وآثار رسالت پناہ اور باقی انبیاء اپنے فرزندؑ کے سپرد کئے اور دل شہادت پر آمادہ رکھا۔ اپنے فرزند گرامی سے رخصت ہوئے اور دل خونین کے ساتھ اپنے جد امجد کی

تربت سے جدائی اختیار کی اور بغداد کی طرف روانہ ہوئے اور معتصم لعین نے اس سال کے آخر میں آپؑ کو زہر سے شہید کیا۔

اس مظلوم امامؑ کی شہادت کی کیفیت اختلاف کے ساتھ بیان ہوئی ہے زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ کی بیوی ام الفضل مامون کی بیٹی نے اپنے چچا معتصم کی تحریک سے آپؑ کو زہر دیا کیونکہ ام الفضل حضرت سے منحرف تھی کیونکہ آپؑ کنیزوں اور دوسری عورتوں کی طرف بھی میل ورغبت رکھتے تھے اور امام علی نقی علیہ السلام کی والدہ کو اس پر ترجیح دیتے تھے، اس وجہ سے ام الفضل ہمیشہ حضرتؑ سے شاکی تھی اور اس نے اپنے باپ کے زمانہ میں بارہا اپنے باپ سے شکایت کی لیکن مامون اس کی شکایت پر کان نہیں دھرتا تھا اور جو کچھ وہ امام رضاء علیہ السلام کے ساتھ کر چکا تھا اس کے بعد پھر تعرض کرنا اور اہل بیت رسالت کو اذیت دینا اپنی حکومت کے لیے مناسب نہیں سمجھتا تھا سوائے ایک رات کے جب کہ ام الفضل اپنے باپ کے پاس گئی اور شکایت کی کہ حضرت جواد علیہ السلام نے عمار یاسر کی اولاد میں سے ایک عورت لے لی ہے اور حضرتؑ کی بدگوئی کی۔

مامون چونکہ شراب میں مست تھا، لہذا غضب میں آکر تلوار اٹھالی اور حضرتؑ کے سرہانے پہنچا اور اتنے تلوار کے وار آپؑ کے بدن پر کئے کہ حاضرین نے یہ گمان کیا کہ آنجنابؑ کے بدن کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے، جب صبح ہوئی تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت صحیح وسالم ہیں اور آپؑ کے بدن پر زخم کا کوئی نشان نہیں ہے جیسا کہ تیسری فصل میں یہ خبر لکھی جا چکی ہے خلاصہ یہ کہ کتاب عیون المعجزات سے نقل ہوا ہے کہ جب حضرت جواد علیہ السلام بغداد میں داخل ہوئے اور معتصم کو ام الفضل کا آپؑ سے انحراف معلوم ہوا تو اسے بلایا اور حضرتؑ کے قتل پر راضی کر لیا اور اس کے پاس زہر بھیجا کہ وہ اسے حضرتؑ کے کھانے میں ملا دے۔

ام الفضل رزاقی انگور زہر آلود کر کے اس امام مظلومؑ کے پاس لے آئی اور جب حضرتؑ نے وہ انگور کھائے اور زہر کا اثر آپؑ کے بدن میں ظاہر ہوا تو ام الفضل اپنے کئے پر پشیمان ہوئی لیکن اب کوئی چارہ نہیں کر سکتی تھی تو گریہ وزاری کرنے لگی، حضرتؑ نے فرمایا اب مجھے قتل کرنے کے بعد گریہ کرتی ہے خدا کی قسم ایسی بیماری میں مبتلا ہوگی کہ جس پر مرہم پٹی نہیں کی جا سکے گی، جب وہ نونہال جوئبار امامتؑ ابتدائے جوانی میں دشمنوں کے زہر کی وجہ سے گر پڑے تو معتصم نے ام الفضل کو اپنے حرم میں بلایا اس کی شرمگاہ میں ایک ناسور پیدا ہو گیا اور اطباء نے جتنا علاج کیا فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ وہ معتصم کے گھر آ گئی اور جتنا مال اس کے پاس تھا وہ سب اس بیماری کے علاج میں صرف کیا اور اتنی پریشان ہوئی کہ لوگوں سے گدائی کرتی پھرتی اور بدترین حالات میں ہلاک ہوئی اور دنیا وآخرت گنوا بیٹھی۔

مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں بھی تقریباً اسی طرح لکھا ہے سوائے اس کے کہ اس نے کہا ہے معتصم اور جعفر بن مامون دونوں نے مل کر ام الفضل کو حضرتؑ کے قتل کرنے پر آمادہ کیا اور جعفر بن مامون اس امر کی سزا میں مستی کی حالت میں کنویں سے گرا اسے مردہ حالت میں کنویں سے نکالا گیا اور علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں نقل کیا ہے کہ جب لوگوں نے معتصم کی بیعت کر لی تو وہ حضرت امام تقی علیہ السلام کے حالات کی ٹوہ میں لگا اور عبدالملک زیات کو جو مدینہ کا والی تھا خط لکھا کہ وہ حضرتؑ کو ام الفضل کے ساتھ

بغداد بھیج دے، جب آپ بغداد تشریف لائے تو بظاہر آپؑ کی عزت وتکریم کی اور حضرتؑ وام الفضل کے لیے تحفے تحائف بھیجے پھر شربت لیموں نمکین حضرتؑ کے لیے استناس نامی غلام کے ہاتھ بھیجا اور وہ ظرف شربت سر بمہر تھا، جب وہ غلام حضرتؑ کی خدمت میں شربت لے کر آیا تو کہنے لگا کہ یہ وہ شربت ہے جو خلیفہ نے خود اپنے لیے بنایا ہے اور خود خواص کی جماعت کے ساتھ استعمال کیا ہے اور یہ حصہ آپؑ کے لیے بھیجا ہے کہ اسے برف کے ساتھ ٹھنڈا کر کے تناول فرمائیں اور جتنا اس امام مظلومؑ نے اس کے پینے سے انکار کیا اس ملعون نے زیادہ اصرار کیا یہاں تک کہ آپؑ جاننے کے باوجود وہ شربت زہر آلود نوش فرمایا اور حیات کثیر البرکات سے دستبردار ہوئے۔

شیخ عیاشی نے زرقان ابن ابی داؤد قاضی کے دوست اور ہمیشہ اس کے ساتھ رہنے والے سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن ابن ابی داؤد معتصم دربار سے غمناک حالت میں گھر واپس آیا اس کے غم واندوہ کے متعلق میں نے سوال کیا تو کہنے لگا کہ آج کا دن ابوجعفر محمد بن علیؑ کی وجہ سے اتنا سخت گزرا ہے کہ میں نے آرزو کی کہ کاش میں آج سے بیس سال پہلے مر گیا ہوتا، میں نے پوچھا کہ کیا ہوا۔

کہنے لگا ہم خلیفہ کے دربار میں حاضر تھے کہ ایک چور کو لے آئے کہ جس نے خود چوری کا اقرار کیا تھا اور خلیفہ نے چاہا کہ اس پر حد جاری کرے، پس اس نے علماء اور فقہا کو اپنی مجلس میں اکٹھا کیا اور محمد بن علیؑ کو بھی بلایا پھر ہم سے پوچھا کہ ہاتھ کہاں سے کاٹنا چاہیے میں نے کہا کہ کلائی سے کاٹنا چاہیے، وہ کہنے لگا کہ کس دلیل سے میں نے کہا کہ آیت تیمم کی وجہ سے **فامسحو الوجوھکم وایدیکم** مسح کرو اپنے چہروں اور ہاتھوں کا، کیونکہ خداوند علام نے اس آیت میں ہاتھ کا ہتھیلی پر اطلاق کیا ہے اور اہل مجلس کی ایک جماعت نے بھی میری موافقت کی اور بعض دوسرے فقہا نے کہا کہ کہنی سے کاٹنا چاہیے اور انہوں نے آیت وضو سے استدلال کیا اور کہنے لگے خداوند عالم فرماتا ہے **وایدیکم الی المرافق** لہذا ہاتھ کہنی تک ہے، پس معتصم حضرت امام محمد تقیؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا آپؑ کیا فرماتے ہیں انہوں نے کہا کہ حاضرین نے کہا ہے اور تو نے سنا ہے، معتصم نے کہا کہ مجھے ان کے کہے ہوئے سے سروکار نہیں جو آپؑ جانتے ہیں وہ بتایئے حضرتؑ نے فرمایا کہ مجھے اس سوال سے معاف کرو، خلیفہ نے انہیں قسم دی کہ ضرور بتائیں۔ حضرتؑ نے فرمایا اب چونکہ تو نے قسم دی ہے تو میں کہتا ہوں کہ تمام حاضرین نے اس مسئلہ میں خطا کی ہے، بلکہ چور کی یہ حد ہے کہ اس کی چار انگلیاں کاٹی جائیں اور اس کی ہتھیلی رہنے دی جائے۔

معتصم نے کہا کہ کس دلیل سے، آپؑ نے فرمایا اس لیے کہ رسول خداؐ نے سجود کے سلسلے میں فرمایا کہ سات جگہیں زمین پر لگنی چاہیں کہ جن میں سے دو ہاتھ کی ہتھیلیاں بھی ہیں، پس اگر چور کا ہاتھ کلائی یا کہنی سے کاٹا گیا تو اس کی ہتھیلیاں باقی نہیں رہتیں۔ تاکہ وہ عبادت خدا میں ان پر سجدہ کرے، حالانکہ مواضع سجود حقوق اللہ ہیں اور کسی کو اس پر حق نہیں کہ اسے کاٹے جیسا کہ خداوند عالم فرماتا ہے "**وان المساجد للہ**" کہ مساجد مخصوص ہیں اللہ کے لیے، معتصم نے آپؑ کے کلام کو پسند کیا اور حکم دیا کہ چور کا ہاتھ وہیں سے کاٹا جائے جہاں سے حضرتؑ نے فرمایا تھا، اس وقت مجھ پر قیامت گزر گئی اور میں نے تمنا کی کہ کاش میں مر گیا ہوتا اور ایسا روز بد نہ دیکھا ہوتا۔

زرقان کہتا ہے کہ تین دن کے بعد ابن ابی داؤد خلیفہ کے پاس گیا اور تنہائی میں اسے سے کہا کہ خلیفہ کی خیر خواہی مجھ پر لازم و ضروری ہے اور وہ معاملہ جو آج سے چند دن پہلے واقع ہوا ہے وہ آپ کی سلطنت اور حکومت کے لیے مناسب نہیں تھا، کیونکہ خلیفہ نے اس مسئلہ کے لیے جو اس کے لیے مشکل ہو گیا تھا علماء امصار کو بلایا اور وزراء وافسران وامراء اور پولیس اور باقی اکابر واشراف کے سامنے ان سے سوال کیا اورانہوں نے ایک طریقہ پر جواب دیا اور پھر اس قسم کی مجلس میں اس شخص سے سوال کیا کہ جسے اہل عالم میں سے آدھے لوگ امامؑ اور خلیفہ سمجھتے ہیں اوراس خلیفہ کواس کے حق کا غاصب شمار کرتے ہیں اوراس نے تمام علماء کے خلاف فتویٰ دیا اور خلیفہ نے تمام علماء کا قول چھوڑ کر اس کے فتویٰ کے مطابق عمل کیا یہ خبر لوگوں کے درمیان منتشر ہوگئی اور یہ حجت ودلیل ہوگئی اس کے شیعوں اور موالیوں کے لیے۔

معتصم نے جب یہ باتیں سنی تو اس کا رنگ متغیر ہو گیا اور وہ متنبہ ہوا اور کہنے لگا خدا تجھے جزائے خیر دے کہ تو نے مجھے ایسے امر سے آگاہ کیا کہ جس سے میں غافل تھا، چند روز کے بعد اپنے ایک منشی کو بلایا اور اسے حکم دیا کہ وہ حضرتؑ کو دعوت دے اور ان کے کھانے میں زہر ملا دے، اس بدبخت نے حضرتؑ کو مہمانی پر بلایا حضرتؑ نے معذرت کی کہ تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہاری مجلس میں حاضر نہیں ہوتا، اس ملعون نے بہت اصرار کیا کہ مقصد آپؑ کے کھانا کھلانے اور آپؑ کی تشریف آوری سے ہمارے گھر کا متبرک ہونا ہے اور خلیفہ کا ایک وزیر بھی آپؑ کی ملاقات کی خواہش رکھتا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ آپؑ کی صحبت سے شرفیاب ہو، پس اس نے اتنا اصرار کیا کہ امام مظلومؑ اس کے گھر تشریف لے گئے جب کھانا لے کر آئے اور آپؑ نے تناول فرمایا تو آپؑ نے زہر کا اثر اپنے گلے میں محسوس کیا تو کھڑے ہو گئے اور اپنا گھوڑا منگوایا۔

صاحب مکان آپؑ کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا اور ٹھہرنے پر اصرار کیا حضرتؑ نے فرمایا جو کچھ تو نے میرے ساتھ کیا ہے اگر اب میں تیرے مکان پر نہ رہوں تو تیرے لیے بہتر ہوگا اور جلدی سے سوار ہو کر اپنے مکان کی طرف پلٹ گئے جب اپنے مکان میں پہنچے تو اس زہر قاتل کا اثر آپؑ کے بدن شریف میں ظاہر ہوا اور تمام دن آپؑ رنجور ونالاں رہے یہاں تک کہ طائر روح نے درجات بہشت کی طرف پرواز کی صلوات اللہ علیہ۔انتہی

پس آپؑ کا جنازہ غسل وکفن کے بعد مقابر قریش میں لے آئے اور ان کے جد بزرگوار امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی پشت سر کی طرف دفن کیا اور بحسب ظاہر واثق باللہ نے آپؑ کی نماز جنازہ پڑھائی، لیکن درحقیقت حضرت امام علی نقی علیہ السلام طی الارض کے ذریعہ مدینہ سے آئے اور اپنے والد بزرگوار کے غسل وکفن ونماز دفن کا اہتمام کیا اور کتاب بصائر الدرجات میں ایک ایسے شخص سے روایت ہے کہ جو ہمیشہ امام علی نقی علیہ السلام کے ساتھ رہتا تھا وہ کہتا ہے کہ جس وقت حضرتؑ بغداد میں تھے میں ایک دن حضرت امام نقی علیہ السلام کے ساتھ مدینہ میں بیٹھا تھا اور حضرت ابھی بچے تھے اور آپؑ کے سامنے ایک تختی تھی کہ جسے آپؑ پڑھ رہے تھے، اچانک آپؑ کی حالت متغیر ہوگئی اور آپؑ اٹھ کر گھر کے اندر چلے گئے اچانک میں نے گریہ وزاری کی آواز سنی جو حضرتؑ کے گھر سے بلند تھی، کچھ دیر بعد حضرتؑ باہر آئے تو میں نے ان حالات کا سبب پوچھا۔

فرمایا اسی وقت میرے والد بزرگور نے وفات پائی ہے میں نے کہا کہ آپؑ کو کیسے معلوم ہوا، فرمایا کہ خداوند عالم کے اجلال و

تعظیم کی ایک حالت مجھ پر طاری ہوئی کہ اس سے پہلے میں اپنی ذات میں ایسی حالت محسوس نہیں کرتا تھا، اس حالت سے میں سمجھا ہوں کہ میرے والد وفات پا گئے ہیں اور امامت میری طرف منتقل ہوگئی ہے، کچھ مدت کے بعد خبر آئی کہ حضرتؑ اسی وقت رحمت الٰہی سے واصل ہوئے تھے حضرت جواد علیہ السلام کی تاریخ وفات میں اختلاف ہے زیادہ مشہور یہ ہے کہ آخر ماہ ذیعقد کے ۲۲۰ھ ہجری میں آپؑ شہید ہوئے اور بعض نے ذوالحجہ کی چھ تاریخ کہی ہے، یہ واقعہ مامون کی وفات کے ڈھائی سال بعد کا ہے جیسا کہ خود حضرتؑ نے فرمایا تھا کہ الفرج بعد ماموں بثلاثین شهراً مامون کے تیس ماہ بعد کشائش اور چھٹکارا ہے اور مسعودی نے آپ کی وفات ذی الحجہ ۲۱۹ھ میں بیان کی ہے اور وفات کے وقت آپؑ کا سن مبارک پچیس سال اور چند ماہ ہے۔

چھٹی فصل

حضرت جوادؑ کی اولاد کا ذکر!

واضح ہو کہ سید فاضل نسابہ سید ضامن بن سدقم حسینی مدنی نے کتاب تحفۃ الازہار فی نسب ابناء الائمۃ الاطہار علیہم السلام میں فرمایا ہے کہ حضرت جواد علیہ السلام کے بیٹے تھے ابوالحسن امام علی نقی علیہ السلام وابواحمد بن موسیٰ مبرقع وابواحمد حسین وابوموسیٰ عمران اور حضرتؑ کی بیٹیاں فاطمہ وخدیجہ وام کلثوم وحکمیہ تھیں اور ان سب کی والدہ ایک کنیز تھی جسے سمانہ مغربیہ کہتے تھے اور ام الفضل مامون کی بیٹی سے حضرت جواد علیہ السلام کی کوئی اولاد نہ تھی اور آپؑ کی نسل منحصر ہے دو بیٹوں میں امام علی نقی علیہ السلام اور ابواحمد بن موسیٰ۔

مولف کہتا ہے کہ تاریخ قم سے ظاہر ہوتا ہے کہ زینب وام محمد ومیمونہ بھی حضرت جواد علیہ السلام کی بیٹیاں تھیں اور شیخ مفید نے آپؑ کی بیٹیوں میں امامہ نامی ایک بیٹی کا ذکر کیا ہے بہر حال موسیٰ مبرقع سادات رضویہ کے جد اعلیٰ ہیں اور الحمدللہ ان کی اولاد کا رشتہ ابھی تک منقطع نہیں ہوا اور بہت سے سادات کا سلسلہ نسب ان تک پہنچتا ہے اور سادات رضویہ میں وہ پہلے شخص ہیں جو قم میں ۲۵۶ھ ہجری میں وادر ہوئے اور ہمیشہ وہ اپنے چہرہ پر برقعہ ڈالے رہتے تھے، اسی لیے انہیں موسیٰ مبرقع کہتے ہیں جب وہ قم میں وارد ہوئے تو عرب کے بڑے لوگوں نے انہیں قم سے نکال دیا اور وہ کاشان میں چلے گئے۔

جب کاشان میں پہنچے تو احمد بن عبدالعزیز بن دلف عجلی نے ان کی عزت وتکریم کی اور بہت سی خلعتیں اور سواریاں انہیں بخشیں اور یہ طے کیا کہ ہر سال ایک ہزار مثقال سونا اور ساز وسامان کے ساتھ ایک گھوڑا انہیں دے گا، لیکن روسائے عرب اہل قم اس کے بعد پشیمان ہوئے اور ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور معذرت چاہی اور عزت واحترام کے ساتھ قم لے گئے اور ان کی تعظیم وتکریم کی اور قم میں موسیٰ کی حالت اچھی ہوگئی، یہاں تک کہ انہوں نے اپنے مال بستیاں اور زرعی زمینیں خرید کی، اس کے بعد ان کی ہمشیرہ گان زینب وام محمد ومیمونہ حضرت جواد علیہ السلام کی بیٹیاں ان کے پاس آگئیں اور ان کے بعد بریسمہ موسیٰؑ کی

بیٹی آئی اوران سب کی وفات قم میں ہی ہوئی اور جناب فاطمہ علیہا السلام کے پاس دفن ہوئیں اور زینب وہی ہیں جنہوں نے جناب فاطمہ کی قبر پر گنبد بنوایا بعد اس کے کہ ان کی قبر پر بوریئے کی چھت تھی اور موسیٰ نے بدھ کی رات اور یاردیبہشت مہینہ کے آخری دن جب کہ ماہ ربیع الثانی کے دو دن باقی تھے ۲۹۶ء ہجری میں دنیا سے رحلت کی اور امیر قم عباس بن عمرو غنوی نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی اور وہاں دفن ہوئے جہاں اب ان کی قبر مشہور ہے جیسا کہ تاریخ قم میں مذکور ہے اور سید ضامن بن شدقم فرماتے ہیں کہ موسیٰ مبرقع قم میں محمد بن حسن ابو خالد اشعری کہ جس کا لقب شنبولہ تھا ان کے مکان میں دفن ہوئے ،فقیر کہتا ہے کہ یہ محمد بن حسن قم کے راویوں اور امام رضاء علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا اور سعد بن سعد احوص اشعری قمی کا وصی تھا اور اس وقت وہ جگہ محلہ مولویاں کے نام سے مشہور ہے اور وہاں دو مقامات ہیں ایک چھوٹی جگہ ہے کہ جس میں دو قبریں بنی ہیں ایک موسیٰ مبرقع کی قبر کہلاتی ہے اور دوسری احمد بن محمد بن احمد بن موسیٰ کی قبر ہے جو بڑی بارگاہ بنی ہے، جو چہل اختران کے نام سے اور اس کے کتبہ پر شاہ طہماسپ کا نام لکھا ہے بتاریخ ۹۵۳ھ پہلا شخص جو وہاں دفن ہوا محمد بن موسیٰ مبرقع تھا، اس کے بعد اس کی بیوی بریہہ جعفر بن امام علی نقی علیہ السلام کی بیٹی اپنے شوہر کے پہلو میں دفن ہوئی ، بریہہ کے بھائی یحییٰ صوفی قم میں رہ گیا، اور میدان زکریا بن آدم میں حمزہ بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے مقبرہ کے پاس رہائش اختیار کی اور محمد بن موسیٰ کے پہلو میں اور اس کے نزدیک کچھ علوین و سادات کی قبریں ہیں، منجملہ ان کے زینب موسیٰ کی بیٹی اور ابو علی محمد بن احمد بن موسیٰ مع اس کی بیٹیوں فاطمہ، بریہہ وام سلمہ وام کلثوم کے اور ان کے علاوہ علویات و فاطمیات ہیں جو کہ تمام موسیٰ مبرقع کی نسل سے ہیں اور وہاں دفن ہیں اور محمد بن احمد بن موسیٰ کہ جسے ابو علی اور ابو جعفر بھی کہتے ہیں، شخص فاضل ، انتہائی پرہیز گار اچھی گفتگو کرنے والا نیکو منظر فصیح و دانا دعاقل تھا اور تحفہ الازہار میں ہے کہ اس کا لقب اعرج تھا اور وہ قم میں رئیس و نقیب تھا اور امارت حاج اس سے متعلق تھی ، خلاصہ یہ کہ والی قم نے اسے فضل میں آئمہ ؑ سے تشبیہ دی ہے اور اسے امامت کے قابل سمجھا ہے اور اس کی وفات تین ربیع الاول ۳۱۵ھ ہجری میں ہوئی ہے اور محمد بن موسیٰ کے مقبرہ میں دفن ہوا ہے اور تحفۃ الازہار میں ہے کہ موسیٰ مبرقع کے پانچ بیٹے تھے ابو القاسم حسین و علی و احمد و محمد و جعفر اور احمد بن موسیٰ مبرقع کی اولاد اس کے بیٹے احمد بن موسیٰ سے ہے اور احمد کی اولاد اس کے بیٹے محمد اعراج سے ہے۔ والبقیۃ فی ولدہ لابنہ ابی عبداللہ احمد نقیب قم اور نسل کی بقاء محمد کے بیٹے احمد ابی عبداللہ کی اولاد ہے جو کہ نقیب قم تھا۔

مولف کہتا ہے کہ ابو عبداللہ احمد بن محمد اعرج مذکور سید جلیل القدر عظیم الشان رفیع المنزلۃ رئیس اور نقیب قم تھا، عابد و زاہد لوگوں کے دلوں کے نزدیک سخی و کریم اور بڑی جاہ منزلت کا مالک تھا، اس کی ولادت قم میں ۳۱۳ھ میں اور وفات ماہ صفر ۳۵۸ھ میں واقع ہوئی اور اس کی وفات سے اہل قم کو بہت صدمہ ہوا اور وہ وہی ہے جو کہ موسیٰ کے ساتھ دفن ہوا نہ کہ احمد بن موسیٰ مبرقع ، کیونکہ احمد کا قم میں آنا معلوم نہیں ہے اور اس کے چار بیٹے تھے، ابو علی محمد و ابو الحسن موسیٰ و ابو القاسم علی و ابو محمد الحسن اور چار ہی بیٹیاں تھیں۔ اس کے بیٹے باپ کی وفات کے بعد رکن الدولہ کے پاس جانے کے قصد سے شہری میں چلے گئے، رکن الدولہ نے انہیں تسلی دی اور حکم دیا کہ ان سے رعایت برتی جائے اور ان کے املاک سے خراج نہ لیا جائے۔ وہ پھر دوبارہ قم آ گئے اس کے بعد ابو علی محمد خراسان چلا گیا، اہل

خراسان نے اس کی عزت وتکریم کی اور وہ خراسان میں رہا یہاں تک کہ وہیں قتل ہوگیا یا وفات پائی اور ابوالقاسم علی بھی خراسان گیا اور طوس میں رہائش اختیار کرلی اور ابوالحسن موسیٰ قم میں رہا اور اپنے بھائی ابومحمد اور بہنوں کے کاروبار میں شریک ہوگیا اور اس کے باپ کے جو املاک باقی رہ گئے تھے انہیں قبضہ میں لیا اور جو رہن تھے انہیں رہن سے چھڑوایا، اس کی سیرت اچھی تھی اور قم کے لوگوں سے بہت اچھے پیرائے میں زندگی گزاری اور ان کے حقوق کا خیال رکھا، پس اہل قم اس کی صحبت اور میل جول کی طرف راغب ہوئے اور وہ ان کا رئیس وسردار ہوگیا اور ۳۷۱ھ میں وہ حج کے لیے گیا اور اپنے چچازاد بھائیوں پر شفقت ومہربانی کی اور انہیں خلعتیں اور عطیات دیئے پس انہوں نے اس کا بہت شکریہ ادا کیا، پھر وہ قم کی طرف لوٹ آیا تو اہل قم نے اس کے آنے کی بڑی خوشی منائی اور محلہ جات اور کوچہ و بازار کی آئینہ بندی کی اور صاحب بن عباد کو خط لکھا اور اسے تہنیت ومبارک باد دی، خلاصہ یہ کہ ابوالحسن موسیٰ مذکور سید فاضل متواصل سہل الجانب تھا اور سادات قم اور اس کے اطراف کی نقابت اس کے سپرد تھی اور تقسیمات وظائف رسوم ومرسومات اور مشاہرات سادات آبہ وقم دکاشان دخورزن سب اس کے اختیار میں تھے اور ان سادات کی تعداد اس زمانہ میں مرد اور بچے تین سو اکتیس تھی اور ہر ایک کا وظیفہ مہینہ تیس من (فارسی) کھانا اور دس درہم چاندی تھی اور ان میں سے جو شخص فوت ہوجاتا اس کا نام وظیفہ کے رجسٹر سے کاٹ دیتے اور جو ان میں سے نیا پیدا ہوتا اس کا نام اس جگہ پر لکھا جاتا۔

ابوالحسن موسیٰ کے چند بیٹے تھے کہ جن میں سے ایک ابوجعفر ہے جو کہ ذوالکفاتین ابوالفتح علی بن محمد حسین بن عمید کا داماد ہے جو کہ رکن الدولہ دیلمی کا وزیر تھا اور میں نے اپنی کتاب میں اس کے اور اس کے والد ابوالفضل بن عمید کے حالات تحریر کئے ہیں۔

ابوالحسن موسیٰ کی اولاد میں سے ایک عالم جلیل السید ابوالفتح عبیداللہ بن موسیٰ مذکور ہیں کہ جس کا نام شیخ منتجب الدین نے فہرست میں لیا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ ثقہ و پرہیزگار و فاضل اور اخبار آئمہ اطہار علیہم السلام کا راوی ہے اور اس کی تصانیف میں سے کتاب انساب سادات ہے، ایک اور کتاب حلال وحرام میں اور ایک کتاب ہے مذاہب مختلفہ میں اور مجھے خبر دی ہے ان کتب کی ثقات کی ایک جماعت نے شیخ مفید نیشاپوری سے اور انہوں نے خود اس سے اور واضح ہو کہ مفید نیشاپوری کے علاوہ ان کے بھائی جلیل ابو سعید محمد بن احمد نیشاپوری جد شیخ ابوالفتوح رازی نے بھی سید عبیداللہ مذکور سے روایت کی ہے اور معلوم رہے کہ اولاد اور ذریت موسیٰ مبرقع کی زیادہ تر ری اور قم میں تھی اور وہاں سے قزین، ہمدان، خراسان، کشمیر و ہندوستان میں منتشر ہوئے ہیں اور اس وقت شیعوں کے شہروں میں اعظم سادات واشراف ہیں۔

قاضی نوراللہ نے مجالس میں فرمایا ہے رضویہ نسب شریف سادات عظام رضویہ مشہد مقدس منور اور سادات رضویہ قم کا سب ابی عبیداللہ احمد نقیب قم بن محمد اعرج ابن احمد بن موسیٰ مبرقع بن امام محمد تقی علیہ السلام تک انتہا ہوتی ہے سید مقیب امیر شمس الدین محمد جو کہ تیراں واسطوں کے ساتھ ابوعبداللہ احمد نقیب قم تک پہنچتا ہے اور وہ میرزا شاہ رخ کی سلطنت وحکومت کے زمانہ میں شہر قم سے مشہد مقدس آیا تھا اور میرزا ابوطالب مشہور بھی اس کی اولاد امجد میں سے ہے جو کہ ایک مدت تک بادشاہ مغفور کی تفویض سے ولایت تبریز کی حکومت میں اشتعال رکھتا تھا اور اس وقت اس کے فرزند اور بھتیجے مشہد مقدس رضوی میں انتہائی حشمت وشوکت کے ساتھ

سکونت پذیر ہیں۔

معلوم رہے کہ ابوعبداللہ احمد نقیب قم مذکور تک منتھی ہوتا ہے، سید اجل السید محسن بن سید رضی الدین محمد سید مجد الدین علی بن سید رضی الدین محمد بن بادشاہ بن القاسم بن میسرہ بن ابوالفضل بن خدار بن میر عیسیٰ بن ابی محمد جعفر بن علی بن ابی محمد بن احمد بن محمد اعرج بن احمد بن موسیٰ مبرقع بن امام جواد علیہ السلام کہ جس کے حق میں قاضی نور اللہ فرماتے ہیں کہ وہ سید فاضل عالی مقدار تھا اور اس کے والد بزرگوار سلطان حسین میرزا کے زمانہ میں قم سے مشہد مقدس رضوی کی طرف منتقل ہو گئے اور وہ یہاں افادہ علوم دین اور ترویج مذہب آباء طاہرین علیہم السلام میں مشغول رہے اور شیخ محمد بن ابی جمہور اس سید کی خدمت میں پہنچی اور اس کے ساتھ طریق معاشرت رکھا اور اپنی بعض تصانیف شریفہ کو اس سید بزرگوار کے نام سے مزین کیا اور مشہد مقدس کی مجاورت کے زمانہ میں ان کی حمایت کی برکت ومیمنت سے علماء مخالفین کے ساتھ عمدہ مناظرے کئے اور اس وقت ان کی اولاد میں سے ہے، سید متقی عامل یعنی انسان کامل صاحب طہارت ملکی ثمرۃ امیر محمد جعفر جو کہ شرافت ذات اور نفاست گوہر کی انتہا کی وجہ سے اس ذرہ احقر کی مدح سے مستغنی ہے۔

فتی لا یحب الزاد الامن التقیٰ
ولا یبتغیٰ الخلان الا ذوی الفضل
نکر دہ بہر رضائے حق و تتبع علم
نہ چشم سوئے غزال ونہ گوش سوئے غزل
من اللہ علینا بطول بقائہ
ورزقنی مرۃ اخری شرف القائہ

اور بعض متتبعین نے کہا ہے کہ میر جعفر مذکور کا ایک بیٹا تھا میر محمد زمان نامی اور وہ بھی علماء میں سے تھا اور اس نے قواعد کی شرح لکھی ہے اور اس کی وفات ۱۰۴۱ ہجری میں ہوئی ہے اور میر محمد زمان کا بیٹا میر محمد حسن تھا اور وہ بھی علماء میں سے تھا اور سید محسن کا ایک اور بیٹا میر محمد مہدی تھا اور وہ بھی علماء میں سے تھا اور اسے شیخ علی کرکی نے کاشان کی طرف جاتے ہوئے قم میں ۹۳۶ھ میں اجازہ دیا تھا اور اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ اس سید جلیل کی قبر شریف قم میں اس تکیہ میں ہے جو حضرت معصومہ سلام اللہ علیہا کے محسن کے قریب ہے اور آج کل وہ تکیہ محمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور وہاں ایک بقعہ ہے اور وہ بزرگوار اس بقعہ میں دفن ہیں، فقیر کہتا ہے کہ وہ بقعہ محمدیہ کے نام سے مشہور ہے اور وہ تکیہ حسینیہ کے نام سے شہرت رکھتا ہے اور کوچہ حرم میں محسن جدید کے قریب ہے کہ اس سید بزرگوار کی طرف منسوب ہے، سید اجل سید صدر الدین من میرزا محمد باقر رضی قمی شاہ رخ وافیہ اور اس کا بھائی میرزا محمد ابراہیم بن محمد باقر رضوی جو کہ علماء میں سے تھا اور ہمدان میں ساکن تھا، الیٰ غیر ذلک۔انتھی

یہ بھی واضح ہو کہ موسیٰ مبرقع تک منتھی ہوتا ہے، سید جلیل میر محمد بدیع خادم رضوی کا نسب جیسا کہ سید ضامن مدنی نے تحفہ میں کہا ہے، محمد بدیع بن ابی طالب بن القاسم بن محمد بن غیاث الدین عزیز شمس الدین محمد بن محمود بن محمد بن میر ہادی حسن بن علی بن ابی

الفتوح بن عیسیٰ بن محمد بن ابی محمد جعفر بن ابی جعفر علی بن ابی علی محمد بن ابی احمد موسیٰ الابرش بن ابی علی محمد اعرج بن احمد بن موسیٰ مبرقع سیدیہ بزرگوار صاحب مروت وشہامت ورفعت وریاست وعظمت وجلالت اور بہت سے محاسن کے مالک تھے اور ہمارے ساتھ مودت وصداقت ودوستی رکھتے تھے اور میں نے ان کی خدمت میں کتاب حقوق ومواریث تالیف عزالدین محمد بن تاج الدین محمد فقیہ حسینی ہدیہ کی اور یہ محمد بدیع والی امر مشہد مقدس میں تھے اور ان کی طرف رجوع کرتے تھے اعیان امجاد وزوار وقعاد اور وہ اہل بلاد کے مرجع تھے، پھر ان کا منصب ان کے بیٹے غیاث الدین کو دیا اور والی اوقاف امام رضاء علیہ السلام ہوا شاہ عباس بن شاہ صفی کے حکم سے پس وہ مشغول ہوا بنفس خراب جگہوں کی تعمیر میں اور انہیں مکمل کیا اور غلات وغیرہ کے لیے عمارتیں بنائیں اور اس کا والد ابوطالب سید جلیل القدر وجیہ ورئیس اور کثیر المحاسن لوگوں کے لیے صاحب مروت عالیہ وخیرات جاریہ اور ملجاء وماویٰ ومقصد تھا۔ حرم امام رضاء علیہ السلام میں شاہ عباس بن شاہ خدابندہ کی طرف سے خدمت گار تھا، شاہ عباس نے چاہا کہ اس کی بیٹی سے شادی کرلے تو اس نے معذرت چاہی اور اسے اس کے چچازاد بھائی میر حسن سے بیاہ دیا۔

پھر سید ضامن فرماتا ہے کہ میر حسن بن ولی اللہ بن ہداہت اللہ بن مراد بن نعمت اللہ میر حسن قائنی کے نام سے مشہور تھا، میں نے اسے ۱۰۵۶ھ میں مشہد مقدس رضوی میں ماہ ذوالحجہ میں دیکھا ہے وہ شخص عالم وفاضل کامل مدرس ومحقق تھا اور اس کا چچازاد بھائی محمد ابراہیم بن حسین بن نعمت اللہ بن ہدایت اللہ سید جلیل القدر عظیم الشان رفیع المنزلہ عالم وکامل فاضل اور قارین شیخ الاسلام تھا، پھر وہ ہندوستان کی طرف گیا اور ایک مدت تک وہاں رہا ۱۰۶۱ھ میں مکہ معظّمہ گیا اور وہاں وفات پائی۔

حضرت جوادؑ کی بیٹی جناب حکمیہ کا ذکر

واضح ہو کہ حکمیہ کاف کے ساتھ نہ کہ حلیمہ لام کے ساتھ جیسا کہ عوام کی زبان مشہور ہے، حضرت جواد علیہ السلام کی بیٹیوں سے فضائل ومناقب میں ممتاز ہیں اور انہوں نے چار اماموں کو دیکھا ہے اور حضرت ہادیؑ نے مکرمہ کو جس خاتون والدہ امام عصرؑ کو ان کے سپرد کیا تھا کہ انہیں علوم دین واحکام شریعت سکھائیں اور آداب الہیہ کے ساتھ ان کی تربیت کریں اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد یہ امام عصر صلوات اللہ علیہ کی طرف سے منصب سفارت پر فائز تھیں اور لوگوں کے عرائض آنحضرت کی خدمت میں توقیعات شریفہ (امام کے خطوط) جو اس ناحیہ مقدسہ سے صادر ہوتے لوگوں تک پہنچاتی تھیں، اور یہی حضرت صاحب الامرؑ کی دایہ گیری اور امور ولادت سپردگی سے متفخر ہوئیں جیسا کہ ان کی پھوپھی مکرمہ حکیمہ خاتون دختر امام موسیٰ بن جعفر علیہما السلام اپنے بھتیجے امام محمد تقی کی دایہ بننے کے منصب پر فائز ہوئیں جیسا کہ تصریح کی ہے ہاری اس بات کی علامہ بحر العلوم طالب ثراہ نے کتاب رجال میں اور یہ مخدرہ پہلی فرد ہیں کہ جنہوں نے آنجنابؑ کو بوسہ دیا اور گود میں لیا اور انہیں ان کے والد ماجد کی خدمت میں لے کر گئیں اور دوبارہ نرجس خاتون کی طرف واپس لے آئیں۔ خلاصہ یہ کہ معظّمہ سادات علویہ اور بنات ہاشمیہ میں سے فضائل ومناقب عبادت وتقویٰ وعلم کے لحاظ

سے ممتاز اور وقوف اسرار امامت سے سرفراز تھیں اور علماء نے ان کی زیارت کے استحباب کی تصریح کی ہے اور ان کی قبر شریف سامرہ میں قبہ عسکرین میں پائنتی کی طرف ضریح عسکریین میں متصل ہے اور ان کی علیحدہ ضریح ہے اور کتب مزار میں ان کے لیے مخصوص زیارت بیان نہیں ہوئی۔

علامہ مجلسی فرماتے ہیں معلوم نہیں کہ علماء کس بناء پر ان کی زیارت کے متعقد نہیں ہوئے باوجود اس مرتبہ فضیلت وجلالت کے کہ جو انہیں حاصل تھا اور علامہ بحر العلوم فرماتے ہیں کہ اس معظّمہ کی زیارت کو بیان کرنا باوجود اس عظمت وجلالت کے جیسا کہ میرے خال مفضال (ماموں) یعنی مجلسی نے فرمایا ہے عجیب ہے اور اس سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ بہت سے علماء مثل شیخ مفید کے ارشاد میں دیگر کتب وتواریخ وسیر ونسب میں اولاد حضرت جواد علیہ السلام میں ان کا ذکر نہیں کیا، بلکہ مفید کتاب ارشاد میں فرماتے ہیں کہ حضرت جواد علیہ السلام کی اولاد میں سے باقی رہے ان کے فرزند علیؑ امام اور ان کے بعد موسیٰ اور فاطمہ وامامہ اور آپؑ نے اولاد ذکور نہیں چھوڑی سوائے ان کے کہ جن کے نام ہم نے لیے ہیں۔ انتھی

ساتویں فصل

حضرت جوادؑ کے اصحاب میں سے چند بزرگوں کا تذکرہ

پہلا ابوجعفر احمد بن محمد بن ابی نصر بزنطی کوفی ثقہ جلیل القدر مجالس المومنین میں ہے کہ کتاب خلاصہ میں مذکور ہے کہ یہ بزرگوار امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا اور حضرتؑ کے نزدیک اس کی بہت قدر ومنزلت تھی اور اسے امام محمد جواد علیہ السلام کے ساتھ بہت اختصاص تھا، اصحاب نے اس روایت کی تصحیح پر اجماع کیا ہے جسے اس نے روایت کیا ہے اور علماء نے اس کے فقہ واجتہاد کا اقرار کیا ہے اس نے ۲۲۱ھ میں حسن بن علی فضال کی وفات کے آٹھ ماہ بعد وفات پائی، اور مختار کشی میں احمد سے منقول ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن صفوان بن یحییٰ ومحمد بن سنان وعبداللہ بن مغیرہ یا عبداللہ بن جندب کی معیت میں ہم امام رضاء علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے جب کچھ دیر بیٹھ چکے تو ہم کھڑے ہو گئے، پس حضرتؑ نے ان میں سے مجھ سے فرمایا کہ اے احمد تم بیٹھے رہو میں بیٹھ گیا اور حضرتؑ مجھ سے باتیں کرنے لگے اور میں بھی حضرتؑ سے سوال کرتا رہا اور جواب سنتا رہا یہاں تک کہ رات کا زیادہ تر حصہ گزر گیا اور جب میں نے چاہا اپنے گھر کی طرف واپس جاؤں تو مجھ سے فرمایا جاؤ گے یا یہیں سو رہو گے۔

میں نے عرض کیا میری جان آپؑ پر قربان جائے، اگر آپؑ فرمائیں کہ میں چلا جاؤں تو چلا جاؤں گا اور اگر فرمائیں کہ یہاں رہوں تو آپؑ کی خدمت میں رہوں گا پس آپؑ نے فرمایا کہ یہیں سو جاؤ کیونکہ اب وقت زیادہ ہو گیا ہے لوگوں نے گھروں کے دروازے بند کر لیے ہیں اور وہ سو گئے ہیں۔

حضرتؑ کھڑے ہوئے اور اپنے حرم شریف میں تشریف لے گئے اور جب مجھے گمان ہوا کہ آپؑ حرم کے اندر چلے گئے ہیں تو میں سجدہ میں گر پڑا اور میں نے اس سجدہ میں کہا کہ حمد وثنا مخصوص ہے خدا کے لیے جس نے اپنی حجت اور وارث علوم انبیاء کو میرے تمام بھائیوں اور اصحاب میں سے میرے ساتھ مقام انس وعنایت میں داخل کر دیا ہے اور میں ابھی سجدہ میں ہی تھا کہ حضرتؑ تشریف لے آئے اور پائے مبارکہ کے ساتھ مجھے متنبہ کیا، پس میں کھڑا ہو گیا تو حضرتؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اس پر اپنا ہاتھ پھیرا اور فرمایا کہ اے احمد حضرت امیر المومنین صلوات اللہ علیہ صعصعہ بن صوحان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور جب اس کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے تو اس سے فرمایا اے صعصعہ خبردار اس عیادت کی وجہ سے جو میں نے تیری کی ہے اپنے اصحاب پر فخر نہ کرنا اور خدا سے ڈرتے رہنا، امام رضا علیہ السلام یہ بات مجھ سے فرما کر دوبارہ حرم سرا میں تشریف لے گئے۔

نیز اسی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب امام علیؑ بن موسیٰ علیہ السلام کو مامون کے کہنے پر مدینہ سے لا رہے تھے تو انہیں بصرہ کی طرف سے لے چلے اور کوفہ نہ لائے، میں اس وقت قادسیہ میں تھا، پس آپؑ نے ایک مصحف میرے پاس بھیجا جب میں نے اس مصحف کو کھولا تو دیکھا کہ سورہ لم یکن اس سے زیادہ وطویل ہے جو کچھ لوگوں کے پاس موجود ہے اور میں نے وہاں سے چند آیتیں یاد کر لیں یہاں تک کہ آپؑ کا غلام مسافر آیا اور وہ مصحف مجھ سے لے کر ایک رومال میں رکھا اور اسے سربمہر کر دیا، پس جو کچھ میں نے اس مصحف سے یاد کیا تھا وہ میں بھول گیا اور جتنی میں نے کوشش کی کہ مجھے اس کا ایک ہی کلمہ یاد آئے نہ آ سکا، ظاہراً اس روایت کے آخری جملہ اصول مذہب کے خلاف ہیں، کیونکہ قرآن مجید کی ترتیب سورہ آیات کے اختلاف کو تو کسی حد تک تو مانا جا سکتا ہے لیکن یہ صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ اس کی آیات خرد برد ہو گئی ہوں۔ (مترجم)

دوسرا ابو محمد فضل بن شاذان بن خلیل ازدی نیشاپوری ثقہ جلیل القدر فقہا و متکلمین شیعہ میں سے شیخ طائفہ جو بہت عظیم الشان اور توصیف و بیان سے زیادہ جلیل ہے حضرت جواد علیہ السلام سے روایت حدیث کی ہے اور کہتے ہیں کہ حضرت امام رضا علیہ السلام سے بھی روایت کی ہے اور اس کا باپ یونس کے اصحاب میں سے ہے اور فضل نے ایک سو اسی کتابیں تصنیف کی ہیں اور حضرت ابو محمد عسکری علیہ السلام نے دو مرتبہ اور ایک روایت ہے کہ تین مرتبہ اس پر ترحم فرمایا ہے اور شیخ کشی نے کئی ایک روایات اس کی مدح میں بیان کی ہیں، اور ایک ایسی خبر بھی نقل کی ہے جو ان روایات کے منافی ہے، علامہ اور دوسرے علماء نے مدح سے منافات رکھنے والی روایات کا جواب دیا ہے۔ **وهو رضی الله عنه اجل من ان يغمر عليه وهو رئيس طائفتنا رضی الله عنهم اجمعين**

اور وہ خدا اس سے راضی رہے اس سے اجل ہے کہ اس پر طنز کیا جائے اور وہ ہمارے طائفہ وگروہ کا رئیس ہے اور مجالس المومنین میں کتاب مختار سے نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن طاہر نے فضل بن شاذان کو نیشاپور سے نکال دیا بعد اس کے کہ اس کو اپنے پاس بلایا اور اس کی کتب کی جانچ پڑتال کی، حکم دیا کہ یہ کتابیں اس کے لیے لکھی جائیں، پس فضل نے رؤس مسائل اعتقادیہ توحید وعدل اور اس قسم کے دوسرے مسائل اس کے لیے تحریر کئے جب وہ عبداللہ کے سامنے پیش ہوئے تو کہنے لگا اتنا کافی نہیں، میں چاہتا ہوں کہ تیرا

اعتقاد سلف کے بارے میں معلوم کروں تو فضل نے کہا کہ میں ابوبکر کو دوست رکھتا ہوں اور عمر سے بیزار ہوں۔

عبداللہ نے کہا کہ کس لیے بیزار ہے کہنے لگا اس وجہ سے کہ اس نے عباس کو شوریٰ سے خارج کر دیا تھا اس جواب کے القاء کرنے کی وجہ سے جو کہ عباسیوں کے لیے خوش کرنے والا تھا اس قط غلیظ سے چھٹکارا پایا ہے اور سحر بن بحر فارسی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے فضل بن شاذان کے ساتھ اپنی آخری مصاحبت کے زمانہ میں سنا کہ میں اکابر کی ایک جماعت کا جانشین ہوں جو کہ پہلے گزر چکے ہیں، مثلاً محمد بن ابی عمیر صفوان بن یحییٰ وغیرہ اور میں پچاس سال ان کی خدمت میں رہا ہوں اور ان سے استفادہ کیا ہے اور ہشام بن حکم جب فوت ہوا تو یونس بن عبدالرحمن مخالفین کی رو کے سلسلہ میں اس کا جانشین تھا اور جب یونس کی وفات ہوئی تو مخالفین کی رو میں سکاک اس کا قائم مقام تھا اور وہ بھی درمیان سے چلا گیا اب میں ان سب کا خلیفہ و جانشین ہوں۔ انتھی

مولف کہتا ہے کہ سکاک ابوجعفر محمد بن خلیل بغدادی ہے جو کہ متکلمین اور اصحاب ہشام اور اس کے شاگردوں میں سے ہے امامت میں ایک کتاب تحریر کی ہے خلاصہ یہ کہ فضل بن شاذان کی جلالت شان اس سے زیادہ ہے کہ جو بیان میں آسکے۔ اس کی وفات امام حسن عسکری علیہ السلام کے زمانہ میں ہوئی اور اس کی قبر پرانے نیشاپور میں ہے جو کہ موجودہ نیشاپور سے باہر تقریباً ایک فرسخ کے فاصلہ پر بقعہ و بارگاہ و صحن کے ساتھ زیارت گاہ اور مشہور ہے اور اس کی قبر کے پتھر پر لکھا ہے ھذا ضریح النحریر المتعال الیٰ ان قال الراوی من الا مین ابی الحسن علی بن موسی و ابی جعفر الثانی علیهما السلام زبدة الراداة نجبة الهداة وقدوة الا جلاء المتكلمين واسوة الفقهاء المتقدمين اليشخ العليم الجليل الفضل ابن شاذان بن الخليل طاب الله و ثراة وقد وصل بلقاء ربه فی "۲۶۰ھ" ہجری اور قبر کے گرداگرد والے پتھر پر لکھا ہے قد رحم علیه ابو محمد حسن العسكری فقال رحم الله الفضل ثلاثة ولاء وقال علیه السلام ایضا اغبط اهل خراسان بمكان الفضل وقال محمد بن ابراهيم الوراق خرجت الی الحج فدخلت الیٰ مولای ابی محمد الحسن واریته كتاب الفضل ابن شاذان فنظر فيه وتصفحه روقه روقه قال عليه السلام هذا صحيح يبتغی ان يعمل به رحم الله الفضل كتبه۔

> یعنی امام حسن عسکری نے اس پر ترحم کیا، پس تین مرتبہ فرمایا خدا فضل پر رحم کرے اور نیز حضرت نے فرمایا میں فضل کی وجہ سے اہل خراسان پر رشک کرتا ہوں، محمد وراق کہتا ہے کہ میں امام حسن عسکری کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کو فضل کی کتاب دکھائی تو حضرتؑ نے اس کا ایک ایک ورق دیکھا اور فرمایا یہ صحیح ہے اس پر عمل کرنا چاہیے خدا فضل پر رحم کرے، پوشیدہ نہ رہے کہ امام رضاؑ کے اصحاب کے تذکرہ میں حسن بن علی بن فضال کے حالات میں کچھ حالات فضل بن شاذان کے بیان ہو چکے ہیں۔

تیسرا ابوتمام حبیب ابن اوس طائی امامی نجاشی نے اور علامہ نے کتاب خلاصہ میں فرمایا ہے کہ ابوتمام امامی مذہب کا تھا اور

اس نے اہل بیتؑ کے متعلق بہت سے اشعار کہے ہیں اور احمد بن حسین نے نقل کیا ہے کہ میں نے ایک پرانا نسخہ دیکھا ہے جو شاید ابوتمام کے زمانہ میں یا اس کے قریب کے زمانہ میں لکھا گیا تھا کہ جس میں ابوتمام کا قصیدہ تھا کہ جس میں اس نے آئمہ علیہم السلام کا ذکر حضرت ابوجعفر جواد علیہ السلام تک کیا ہے اور ان سے آگے تجاوز نہیں کیا، کیونکہ اس نے حضرتؑ ہی کے زمانہ میں وفات پائی ہے اور جاحظ نے کتاب حیوان میں کہا ہے کہ مجھ سے حدیث بیان کی، ابوتمام نے اور وہ روسائے رافضہ میں سے تھا۔ انتھی

خلاصہ یہ کہ ابوتمام صاحب حماسہ اپنے وقت میں فصاحت و بلاغت میں یکتائے زمانہ تھا کہتے ہیں کہ چودہ ہزار جوزہ عرب کے اسے یاد تھے علاوہ قصائد اور قطعوں کے اور اس کا فن شعر میں محل منیع اور مرتبہ رفیع تھا اور ابراہیم بن مدبر باوجود کے اہل علم و معرفت وادب میں سے تھا۔ وہ ابوتمام کے اشعار میں سے کوئی حفظ نہیں کرتا تھا، کیونکہ اس سے دشمنی رکھتا تھا اور بعض اوقات اسے سب و شتم ولعن بھی کرتا تھا ایک دن ایک شخص نے ابوتمام کے چند اشعار اس کی طرف نسبت دیئے بغیر پڑھے ابراہیم کو پسند آئے اور اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ یہ اشعار کتاب کی پشت پر لکھوادو، جب اشعار لکھے جا چکے، کسی نے کہا اے امیر یہ ابوتمام کے اشعار ہیں جب ابراہیم نے یہ سنا تو بیٹے سے کہا کہ وہ صفحہ پھاڑ دو۔ مسعودی نے ابن مدبر کا یہ عمل پسند نہیں کیا اور کہا ہے کہ یہ عمل اس کا قبیح ہے کیونکہ عاقل کو چاہیے کہ وہ فائدہ حاصل کرے چاہے دشمن سے ہو یا دوست سے، پست سے ہو یا شریف سے، حضرت امیرالمومنین سے روایت ہے آپؑ نے فرمایا الحکمة ضالة المومن فخذ ضالتك ولو من اهل الشرك یعنی حکمت و دانائی مومن کی گمشدہ چیز ہے، لہذا اپنی گمشدہ کو لے لے چاہے اہل مشرک سے کیوں نہ ہو۔

بزرجمہر حکیم سے منقول ہے کہ اس نے فرمایا میں نے ہر چیز سے اس کی اچھی صفت اخذ کی ہے، یہاں تک کہ کتے بلی اور خنزیر اور کوئے سے، لوگوں نے پوچھا کتے سے کیا اخذ کیا ہے کہنے لگے اپنے مالک سے اس کی الفت اور اس سے وفاداری۔

کہنے لگے کوئے سے کیا اخذ کیا ہے کہنے لگا کہ اس کا احتراز اور حذر و خوف یعنی محتاط ہونا، کہا گیا کہ خنزیر سے کیا سیکھا ہے، کہنے لگے صبح سویرے اپنی حاجات کے لیے جانا، کہنے لگے کہ بلی سے کیا سیکھا ہے کہنے لگا حسن نغمہ اور سوال کرنے میں زیادہ تملق و چاپلوسی اور ابوتمام نے واثق کی حکومت کے زمانہ میں ۲۶۱ ہجری میں وفات پائی اور ابونہشل بن حمید طوس نے اس کی قبر پر گنبد بنوایا۔

چوتھا ابوالحسن علی بن مہنر یارا ہوازہ دورقی الاصلؒ کہ جس کی جلالت شان اور عظمت قدر اس سے زیادہ ہے کہ بیان ہو اور جو توقیعات شریفہ حضرت جواد علیہ السلام نے اسے لکھی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شخص معظم کس قدر جلیل الشان تھا، ان میں سے ایک توقیع میں ہے کہ تو نے مجھے خوش کیا ہے اس چیز سے جو تو نے بیان کی ہے اور تو ہمیشہ مجھے خوش رکھتا ہے خداوند عالم تجھے بہشت سے خوش کرے اور میری رضا کی وجہ سے وہ تجھ سے راضی ہو اور دوسری توقیع میں ہے واسئل الله ان یحفظك من بین یدیك ومن خلفك وفی کل حالاتك فابشر فانی ارجوان یدفع الله عنك والله اسئل ان یجعل لك الخیر الخ وفی توقیع آخر واما ما سئلت من الدعا فانك بعد لست قدری کیف جعلك الله عندی ورائما سمیتك باسمك ونسبك مع کثرة عنائتی بك ومحبتی لك ومعرفتی بما انت علیه فأدام الله لك الفضل وفی توقیع

آخر یا علی قد بلوتك وخبرتك فی النصیحة والطاعة والخدمة والتوقیر والقیام بما یجب علیك فلو قلت انی لم ارمثلك لرجوت ان اکون صادقاً اقول فتأمل فی تلك التوقیعات الشریفة فان فیها غنی عن التعرض لمدحه فان مدح الامام امام کل مدح ومن تصدی للقول بعده فقد تعرض للقدح۔

یعنی میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تیری سامنے اور پیچھے سے حفاظت کرے، بلکہ تیرے سب حالات میں پس تجھے خوشخبری ہو، میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تجھ سے دشمنوں کو دفع کرے اور اللہ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ تیرے لیے بھلائی قرار دے۔

دوسرے خط میں فرمایا، باقی رہا وہ جو تم نے دعا کے متعلق سوال کیا ہے تو بیشک تجھے معلوم نہیں کہ خداوند عالم نے تجھے میرے نزدیک کیسا قرار دیا ہے اور بعض اوقات میں تیرے نسب کے ساتھ تیرا نام لیتا ہوں، علاوہ میری زیادہ عنائت کے اور میری تجھ سے محبت کے اور میرا یہ جاننا کہ جس حالت میں تو ہو پس خدا تیرے فضل کو دائمی قرار دے۔ اور دوسرے خط میں ہے اے علی میں نے تیرا امتحان کیا ہے اور نصیحت وخلوص، اطاعت وخدمت وتوقیر میں اور تیرا قیام ان چیزوں کے ساتھ جو تجھ پر واجب ہیں، پس اگر میں کہوں کہ میں نے تیرے جیسا شخص نہیں دیکھا تو مجھے امید ہے کہ میں سچا ہوں گا، میں کہتا ہوں کہ ذرا ان توقیعات وخطوط میں غور وفکر کر، پس یہ اس کی مدح سے متعرض ہونے سے پہلے بے پرواہ کر دیتی ہیں کیونکہ امامؑ کی مدح ہر مدح کی امامؑ ہے اور جو آپؑ کے کلام کے بعد اس کے درپے ہو تو وہ اپنے آپ کو قدح کے لیے پیش کر رہا ہے یا وہ قدح کے لیے اقدام کر رہا ہے۔

بہر حال خبر میں ہے کہ علی بن مہزیار کا باپ نصرانی تھا اور مسلمان ہو گیا اور کہا گیا ہے کہ خود علی بھی ایسا ہی تھا خداوند عالم نے اس کی ہدایت کی اور اس نے دین کو سمجھا اور حضرت رضا وجواد علیہ السلام سے روایت کی اور حضرت جوادؑ کے خواص میں سے ہو گیا یہاں تک کہ آپؑ کی طرف سے وکالت حاصل کی، جیسا کہ حضرت ہادیؑ کی طرف سے بھی بعض اطراف کی طرف وکالت رکھتا تھا اور شیعوں کے لیے جو توقیعات اس کے متعلق صادر ہوئیں ان میں سوائے اس کی خیر وخوبی کے کچھ نہیں تھا اور اس نے تنتیس (۳۳) کتابیں تصنیف کیں اور آنجناب کی عادت یہ تھی کہ جب سورج طلوع کر لیتا تو سجدہ میں سر رکھ دیتے اور اس وقت تک سر نہ اٹھاتے جب تک کہ ایک ہزار برادر مومن کے لیے دعا نہ کرتے نہ کہ اپنی ذات کے لیے اور زیادہ سجدہ کرنے کی وجہ سے آپ کی پیشانی پر اونٹ کے گھٹنے کی طرح گٹہ پڑ گیا تھا اور یہ علی وہی ہے جو قرعاء مقام پر پچھلی رات اپنے بستر سے اٹھے اور باہر گئے تاکہ وضو کریں اور مسواک ان کے ہاتھ میں تھی وہ مسواک کر رہے تھے کہ اچانک دیکھا کہ آگ کی طرح کسی چیز کا شعلہ نکل رہا ہے اور اس کی شعاع سورج کی طرح ہے۔ اس پر ہاتھ رکھا تو دیکھا کہ اس میں کوئی حرارت نہیں ہے آیۃ شریفہ الذی جعل لکم من الشجر الاخضر نارا (وہ خدا کہ جس نے تمہارے لیے سبز درخت سے آگ قرار دی) کی تلاوت کی اور سوچ میں ڈوب گیا اور جب اپنی جگہ واپس آیا تو اس کے ساتھیوں کو آگ کی ضرورت تھی جب اس نور کو دیکھا تو خیال کیا کہ علی ان کے لیے آگ لے آیا ہے جب اس کے قریب گئے تو دیکھا کہ اس کی آگ میں تو حرارت نہیں ہے اور اس کی روشنی کبھی بجھ جاتی ہے اور کبھی شعلہ ور ہوتی ہے تین مرتبہ ایسا ہو کر بالکل بجھ گئی، اب

مسواک کے سرے کو دیکھا تو کوئی اثر آگ کا یا جلنے اور سیاہی کا اس میں نہیں ہے جب علی ہادیؑ کی خدمت میں پہنچے اور اپنی کیفیت بیان کی تو حضرتؑ نے اس مسواک کو بغور دیکھا اور فرمایا کہ وہ نور تھا اور یہ تیرے ہم اہلبیت کی طرف مائل ہونے اور میرے اور میرے آباؤ اجداد کی اطاعت کرنے کی وجہ سے تھا اور علی کا بھائی ابراہیم بھی اجلاء میں سے تھا اور روایت ہے کہ وہ امام زمانہ علیہ السلام کے سفراء میں سے تھا اور علی بن مہز یار کا بیٹا محمد بھی ثقہ اور حضرت ہادی علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا۔

پانچواں ثقتہ الاسلام محمد بن عمیر کا نام زیاد بن عیسیٰ اور محمد کی کنیت ابواحمد ہے اور وہ مہلب بن ابی صفرہ کے موالی میں سے ہیں اور ان کی اصل بغدادی ہے اور سکونت بھی بغداد میں تھی، ہمارے نزدیک اور مخالفین کے نزدیک عظیم المنز لہ اور جلیل القدر تھے اور وہ اصحاب اجماع میں سے ہے اور عامہ وخاصہ نے ان کی وثاقت وجلالت کی تصدیق کی ہے اور وہ لوگوں میں زیادہ عابد اور باورع تھا، اور انہیں یونس سے زیادہ صاحب فضل وفقہ کہا گیا ہے، حالانکہ یونس کی فقہ کے متعلق فضل بن شاذان سے روایت ہوئی ہے وہ کہتا تھا کہ اسلام میں کوئی ایسا شخص باقی لوگوں میں سے پیدا نہیں ہوا جو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ ہو اور سلمان کے بعد یونس بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہ پیدا نہیں ہوا اور ابن ابی عمیر نے حضرت کاظم و رضا و جواد علیہم السلام کی خدمت میں حضوری کا شرف حاصل کیا ہے اور چار کتابیں لکھی ہیں، اور ہارون اور مامون الرشید کے زمانہ میں وہ بڑی سختی اور شدت میں تھے، کیونکہ کئی سال تک انہیں قید رکھا اور بہت سے تازیانے لگائے تاکہ وہ قاضی بنیں اور اس لیے بھی کہ خلیفہ کو شیعوں کے نام بتائیں، کیونکہ وہ بزرگوار کوفہ کے شیعوں کو پہچانتے تھے جس وقت انہیں سو تازیانے مارے گئے ان کی طاقت جواب دے گئی اور قریب تھا کہ شیعوں کے نام بتادے کہ محمد بن یونس بن عبدالرحمن کی آواز سنی کہ جو کہہ رہا تھا **یا محمد بن ابی عمیر اذکر موقفك بین یدی اللہ** اے محمد اللہ کے سامنے اپنے کھڑے ہونے کو یاد کرو، لہذا انہوں نے نام نہ بتائے انہیں ایک لاکھ درہم سے زیادہ کا ملی ضرر ہوا اور چار سال برابر قید میں رہے اور ان کی بہن نے ان کی کتابیں جمع کر کے اوپر کے کمرے میں رکھ دی تھیں بارش آئی تو وہ کتابیں ضائع ہوگئیں، لہذا ابن ابی عمیر اپنے حافظ سے نقل کرتے تھے یا ان نسخوں سے جو لوگوں نے ان کی کتابوں سے تلف ہونے سے پہلے نقل کئے تھے، یہی وجہ ہے کہ ہمارے علماء ان کی تحریروں پر اعتماد رکھتے ہیں اور ان کی مراسیل کو مسانید کے حکم میں لیتے ہیں اور ان کی بہنیں سعیدہ اور آمنہ بھی روایت حدیث میں شمار ہوتی ہیں اور کشی سے روایت ہے کہ محمد بن ابی عمیر گرفتار ہوئے اور قید کر دیئے گئے اور انہیں مشقت وتنگی اور بہت بڑی مصیبت کا سامنا ہوا، جو کچھ ان کے پاس تھا وہ بھی لے لیا گیا، اس سب کا کرنے والا مامون لعین تھا اور یہ امام رضا علیہ السلام کی شہادت کے بعد کا واقعہ ہے، ابن ابی عمیر کی کتابیں ضائع ہوگئیں، پس اس کی کتب احادیث نہ مل سکیں، حالانکہ اس نے چالیس جلدیں اپنے پاس محفوظ رکھی ہوئی تھیں اور ان کا نام نوادر رکھا تھا اسی لیے ان کی وہ احادیث لے لی جاتی ہیں کہ جس کی سند منقطع ہے اور نیز روایت ہے کہ ہارون کے زمانہ میں سندی بن شاہک ملعون نے شیعہ ہونے کی وجہ سے اسے سو کوڑے لگائے پھر انہیں قید کر لیا گیا، ابن ابی عمیر نے ایک لاکھ اکیس ہزار درہم دیئے تب جا کر چھوٹے۔

منقول ہے کہ ابن ابی عمیر مالدار تھے اور ان کے پاس پانچ لاکھ درہم تھے اور شیخ صدوق ابن ولید سے روایت کرتے ہیں

اور وہ علی بن ابراہیم سے، وہ اپنے باپ سے، وہ کہتا ہے کہ ابن ابی عمیر بزازی کا کام کرتے تھے، ایک شخص سے انہیں دس ہزار درہم لینے تھے پس ان کا مال ختم ہو گیا اور وہ مفلس ہو گئے تو اس شخص نے جس سے قرض لینا تھا اپنا گھر دس ہزار درہم پر فروخت کر دیا اور اس کی قیمت ابن ابی عمیر کے پاس لے آیا۔ جب ان کے دروازے پر آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا ابن ابی عمیر باہر نکلے تو اس شخص نے وہ رقم ان کے سپرد کی اور کہنے لگا یہ آپ کا قرض لے کر آیا ہوں ابن ابی عمیر نے پوچھا کہ یہ مال تو نے کہاں سے لیا ہے کیا تجھے میراث میں ملا ہے یا تجھے کسی نے بخشا ہے وہ کہنے لگا ان میں سے کوئی بات نہیں ہوئی بلکہ میں نے اپنا قرض ادا کرنے کے لیے اپنا گھر بیچا ہے۔

ابن ابی عمیر نے فرمایا مجھ سے ذریح محاربی نے حضرت صادق علیہ السلام سے حدیث بیان کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا لا یخرج الرجل عن مسقط راسه بالدین یعنی انسان اپنے قرض کی بناء پر اپنا مکان ترک نہیں کرتا، پھر فرمایا یہ رقم لے جاؤ مجھے ایسی رقم کی ضرورت نہیں، حالانکہ خدا کی قسم ہے کہ میں اس وقت ایک ایک درہم کا محتاج ہوں، لیکن ان میں سے ایک درہم بھی قبول نہیں کروں گا۔

فضل بن شاذان سے روایت ہوئی ہے کہ جب میں عراق میں گیا تو ایک شخص کو دیکھا جو اپنے ساتھی کو سرزنش کر رہا تھا کہ تو صاحب عیال شخص ہے اور تجھے کسب کی ضرورت ہے، ان حالات میں تو طویل سجدہ کرتا ہے اور مجھے خوف ہے کہ طویل سجدہ کی وجہ سے تیری آنکھیں نابینا ہو جائیں اور تو کام کرنے سے رہ جائے اور اس قسم کے کلمات اس کی نصیحت کے لیے بہت کہے، بالآخر اس کا ساتھی اس سے کہنے لگا تجھ پر وائے ہو کس قدر تو نے مجھے سرزنش و عتاب کیا ہے اگر سجدہ کا طول انسان کو نابینا کر دیتا ہے تو پھر ابن ابی عمیر رضی اللہ عنہ نابینا ہو چکا ہوتا، کیونکہ وہ تو نماز صبح کے بعد سر سجدہ میں رکھتا اور زوال کے وقت اٹھاتا تھا۔

اور شیخ کشی نے روایت کی ہے کہ فضل بن شاذان ابن ابی عمیر کے پاس آیا اور وہ سجدہ میں تھے اور انہوں نے سجدہ کو بہت طول دیا، جب سر سجدہ سے اٹھایا اور اس کے سجدہ کے طول کا ذکر کرنے لگے تو انہوں نے کہا کہ اگر تم نے جمیل بن دراج کا سجدہ دیکھا ہوتا تو میرے سجدے کو طویل شمار نہ کرتے اور کہنے لگے میں ایک دن جمیل کے پاس گیا اس نے سجدہ کو بہت طول دیا ہے جب سر سجدہ سے اٹھایا تو میں نے کہا کہ آپ نے سجدہ کو طول دیا ہے تو وہ کہنے لگا کہ اگر معروف بن خربوز کے طول سجدہ کو تم دیکھتے تو میرے سجدہ کو سہل شمار کرتے، ان دو خبروں کو دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے ابن ابی عمیر سجدہ کی طوالت میں (جو کہ انتہائے خضوع اور کمال عبادت اور بندے کے حالات میں سے پروردگار کے نزدیک زیادہ قرب کی حالت ہے اور ابلیس کے لیے سخت ترین عمل ہے) معروف اور محل توجہ تھے اور ابن ابی عمیر نے اس عمل میں اپنے امام زمانہ حضرت موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کی اقتدا کی، کیونکہ آنجناب سجدہ طویل اور زیادہ آنسو اور مناجات کثیرہ اور پے در پے تضرع و زاری کے حلیف و ساتھی تھے، ان کی فقہ و حدیث اور علم و اخلاق بھی اسی خانوادہ کے برکات میں سے تھے۔

ہر بوئے کہ از مشک و قرنفل شنوی
از دولت آں زلف چو سنبل شنوی

چھٹا محمد بن سنان ابوجعفر زاہری علماء کے کلمات اس کے بارے میں انتہائی مختلف ہیں یہاں تک کہ ایک ہی شخص، شیخ مفید نے اس کو کتاب ارشاد میں حضرت کاظم علیہ السلام کے خواص وثقات اور حضرتؑ کے شیعوں میں سے صاحب ورع وفقہ وعلم تحریر کیا ہے اور اپنے دوسروں رسالہ میں اسے مطعون شمار کیا ہے اور شیخ الطائفہ نے فہرست ورجال میں اسے ضعیف شمار کیا ہے اور کتاب غیبت میں خواص آئمہ علیہ السلام میں ممدوحین کی فہرست میں گنوایا ہے، جیسا کہ فرماتے ہیں کہ ممدوحین میں سے ہو۔

حمران بن اعین یہاں تک فرماتے ہیں اور انہیں میں سے ہے، ابوطالب قمی کی روایت کی بناء پر جو اس نے نقل کی ہے کہ میں حضرت جواد علیہ السلام کی خدمت میں آپؑ کی زندگی کے آخری ایام میں حاضر ہوا تو میں نے سنا کہ آپ فرمارہے تھے خداوند عالم صفوان بن یحییٰ ومحمد بن سنان وزکریا بن آدم اور سعد بن سعد کو میری طرف سے جزائے خیر دے، اس میں شک نہیں کہ انہوں نے میرے ساتھ وفا کی ہے۔

نیز شیخ فرماتے ہیں کہ باقی رہا محمد بن سنان تو بے شک علی بن حسین بن داؤد سے روایت ہوئی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے حضرت جواد علیہ السلام کو محمد بن سنان کا ذکر خیر کرتے ہوئے سنا اور فرمایا خدا اس سے راضی رہے بسبب اس سے میری رضا کے، پس اس نے نہ کبھی میری مخالفت کی اور میرے والد کی اور آیۃ اللہ علامہ رفع اللہ مقامہ نے خلاصہ میں اس کے متعلق توقف کیا ہے اور کتاب مختلف میں فرمایا ہے کہ ہم بیان کر چکے ہیں محمد بن سنان کی روایت پر عمل کرنے کے رجحان کو اور سید ابن طاؤس نے فلاح السائل میں فرمایا ہے کہ میں نے ایسے شخص کی گفتگو سنی جو محمد بن سنان پر طعن وتشنیع کررہا تھا اور شاید وہ صرف اس کے طعن پر مطلع ہوا ہے اور اس کے تزکیہ اور تعریف سے واقف نہیں ہوا اور یہی احتمال ہے بہت سے مطاعن سے متعلق پھر اس کے مدائح کا ذکر کیا ہے اور یہ کہ حضرت جواد علیہ السلام کا معجزہ اس میں ظاہر ہوا، کیونکہ وہ نابینا تھا اور حضرتؑ نے اس کی آنکھوں کو مسح کیا تو اس کی بینائی پلٹ آئی جیسا کہ حضرت جواد علیہ السلام کے معجزات کی فصل میں اس واقعہ کا ذکر ہو چکا ہے، اور یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ وہ پھٹے پرانے کپڑے پہنتا اور عبادت گزار تھا۔

خلاصہ یہ کہ محمد بن سنان کے متعلق علماء نے کلام کو بسط دیا ہے جو شخص طالب ہے وہ رجوع کرے رجال کبیر وتعلقہ ورجال سید اجل علامہ بحر العلوم اور خاتمہ مستدرک شیخ مرحوم کی طرف، کیونکہ اس مختصر تحریر میں اس کی گنجائش نہیں۔

کہتے ہیں کہ بعض عارفین نے محمد بن سنان کے حالات معلوم کرنے کے لیے قرآن سے فال نکالی تو یہ آیت نکلی **انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء** (کہ بس اللہ کے بندوں میں سے علماء ہی ڈرتے ہیں)

اور محمد بن سنان کا نسب زاہر مولیٰ عمرو ابن حمق (جو کربلا میں شہید ہوا) تک جا پہنچتا ہے، اس طرح سے محمد بن سنان بن عبد اللہ بن زاہر اور پہلی جلد میں زاہر کے حالات میں اس کی طرف اشارہ ہو چکا ہے اور محمد کی اولاد واحفاد میں کچھ لوگ راویان حدیث ہیں کہ جن میں سے ابوعیسیٰ محمد بن احمد بن محمد بن سنان ہے۔ جو کہ شیخ صدوق کے مشائخ واساتذہ میں سے ہے۔

بارہواں باب

امام عاشر بدر باہر ابوالحسن الثالث مولانا الہادی امام علی نقی صلوات اللہ علیہ کی تاریخ وسوانح

اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

حضرتؑ کی ولادت اسم مبارک اور کنیت

آپؑ کی ولادت کے سلسلہ میں زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ نے پندرہ ذی الحجہ ۲۱۲ھ ہجری مدینہ کے اطراف میں کہ جس جگہ کو صریا کہتے ہیں دنیا کو اپنے نور سے روشن کیا،لیکن ابن عباس کی روایت ہے کہ آپؑ کی ولادت دور جب یا پانچ میں واقع ہوئی،آپؑ کی والدہ معظّمہ جلیلہ سمانہ مغربیہ ہیں جو سیدہ کے نام سے مشہور ہیں اور جنات الخلود میں ہے کہ وہ مخدرہ ہمیشہ مستحب روزہ سے رہتیں اور زہد وتقویٰ میں ان کی مثل ونظیر نہ تھی اور دارالنظیم میں ہے کہ اس بی بی کی کنیت ام الفضل تھی اور محمد بن فرج اور علی بن مہز یار نے حضرت ہادیؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا میری والدہ میرے حق کو پہچانتی ہیں اور وہ اہل جنت میں سے ہیں اور شیطان سرکش ان کے قریب نہیں پھٹکتا اور کسی جبار عنید کا مکران تک نہیں پہنچے گا اور خدا ان کا حافظ ونگہبان ہے اور وہ صدیقین اور صالحین کی ماؤں سے پیچھے نہیں رہیں۔

آپؑ کا اسم گرامی علیؑ اور کنیت ابوالحسن ہے اور چونکہ امام موسیٰؑ وامام رضاء کی کنیت بھی ابوالحسنؑ ہے،لہذ التعین کے لیے آپؑ کو ابوالحسن الثالث کہتے ہیں،جیسا کہ امام رضاؑ کو ابوالحسنؑ ثانی کہتے ہیں اور کبھی ثالث کی جگہ ماضیؑ یا ہادیؑ یا عسکریؑ کا ذکر کرتے ہیں،جیسا کہ علم حدیث کے ماہرین جانتے ہیں اور آپؑ کے زیادہ مشہور القاب نقیؑ اور ہادیؑ ہیں اور کبھی حضرتؑ کو نجیب ومرتضیٰؑ وعالم وفقیہ وناصح وامین ومؤتمن وطیب ومتوکل بھی کہتے ہیں،لیکن آپؑ آخری لقب کو پوشیدہ رکھتے تھے اور اپنے صاحب اصحاب سے فرماتے تھے کہ اس لقب سے اعراض کریں،اس وجہ سے چونکہ اس زمانہ میں یہ متوکل علی اللہ خلیفہ کا لقب تھا اور چونکہ حضرتؑ اور آپؑ کے بیٹے امام حسن علیہ السلام نے سامرہ میں سکونت اختیار کر لی تھی اس محلہ میں کہ جسے عسکر کہتے تھے،لہذا ان دونوں بزرگوں کو اس جگہ کی نسبت سے عسکری کہتے تھے اور حضرتؑ کے شمائل میں ہے کہ آپؑ متوسط قد تھے اور چہرہ سرخ وسفید اور رخسار تھوڑے سے ابھرے ہوئے تھے اور آنکھیں بڑی ابرو کشادہ اور آپؑ کا چہرہ دلکش تھا اور آپؑ کا نقش نگین اللہ ربی وھو عصمتی من خلق تھا اور آپؑ کی ایک اور انگوٹھی تھی کہ جس کا یہ نقش تھا حضظ لعھو دمن اخلاق المعبود اور سید بن طاؤس نے جناب عبدالعظیم حسنی سے روایت کی ہے کہ امام محمد

تقی علیہ السلام نے یہ حرز اپنے بیٹے امام علی نقی علیہ السلام کے لیے لکھا جب کہ وہ ابھی بچے تھے اور انہیں اس کا تعویز دیتے اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیتے تھے اور وہ حرز یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔اللھم رب الملائکۃ والروح الخ اور یہ مکمل مہج الدعوات میں موجود ہے اور آپؑ کی تسبیح ہے۔سبحان من ھو دائم لا یسھو سبحان اللہ من ھو قائم لا یلھو سبحان من ھو غنی لا یفتقر سبحان اللہ وبحمدہ۔

دوسری فصل

امام علی نقی کے مختصر فضائل ومناقب ومکارم اخلاق

اس سلسلہ میں چند اخبار پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔

پہلی خبر! شیخ طوسی نے کافور خادم سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ فلاں جگہ ایک تھال رکھ دو تا کہ میں اس سے نماز کے لیے وضو کروں اور پھر مجھے کسی حاجت کے لیے بھیج دیا اور فرمایا کہ جب واپس آؤ تو تھال رکھ دینا تا کہ وہ اس وقت کے لیے مہیا ہو جب میں نماز پڑھنا چاہوں۔پھر آپؑ چت لیٹ گئے تا کہ سو جائیں اور میں بھول گیا کہ حضرتؑ کی فرمائش پر عمل کرتا وہ سرد رات تھی پس اچانک میں ملتفت ہوا کہ حضرتؑ نماز کے لیے آئے ہیں اور مجھے یاد آیا کہ میں نے پانی کا برتن وہاں نہیں رکھا تھا کہ جہاں حضرتؑ نے فرمایا تھا،پس میں اپنی جگہ سے اٹھا حضرتؑ کی ملاقات کے خوف سے اور مجھے یہ دکھ ہوا کہ حضرتؑ اس پانی کے برتن کے حاصل کرنے میں سختی ومشقت برداشت کریں گے۔

اچانک آپ نے مجھے غصے کی حالت میں پکارا میں نے کہا انا للہ اب کیا عذر پیش کروں گا،کیا یہ کہوں کہ اس قسم کے کام کو بھول گیا تھا بہر حال سوائے آپؑ کے بلاوے پر جانے کے کوئی چارہ نہ دیکھا،پس میں آپؑ کی خدمت میں خوف واضطراب کی حالت میں گیا تو فرمایا وائے ہو تجھ پر کیا تجھے معلوم نہیں کہ میں صرف ٹھنڈے پانی سے وضو کرتا ہوں اور تو نے میرے لیے پانی گرم کر کے اس برتن میں رکھ دیا ہے۔

میں نے عرض کیا خدا کی قسم نہ تو میں نے وہ برتن وہاں رکھا ہے اور نہ اس میں پانی ڈالا ہے فرمایا الحمد للہ خدا کی قسم ہم خدا کی نعمت کو ترک نہیں کریں گے اور اس کے عطیہ کو رد کریں گے اور حمد ہے خدا کی جس نے ہمیں اطاعت گزاروں میں قرار دیا ہے اور ہمیں توفیق دی ہے اپنی عبادت پر اعانت ومدد کر کے بیشک رسول اللہؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم غضب ناک ہوتا ہے اس شخص پر جو اس کی

عطاء کو قبول نہ کرے۔

دوسری خبر! نیز شیخ نے روایت کی ہے لوگوں نے متوکل سے کہا کہ اس طرح کوئی شخص نہیں کرتا جس طرح تو علی بن محمد تقی علیہ السلام کے ساتھ سلوک کرتا ہے، کیونکہ جس وقت وہ تیرے دربار میں آتا ہے تو جو شخص اس مکان میں ہوتا ہے وہ اس کی خدمت کرتا ہے اس حد تک کہ وہ دروازے پر لٹکے ہوئے پردہ کو نہیں رہنے دیتے کہ وہ خود بلند کرے اور دروازہ کھولے اور جب لوگوں کو یہ معلوم ہوگا تو کہیں گے کہ اگر خلیفہ کو معلوم نہ ہوتا کہ یہ شخص اس امر خلافت کا مستحق ہے تو وہ اس طرح اس کے ساتھ سلوک نہ کرتا، لہٰذا جب وہ آئے تو اس کو بھی پردہ اٹھانے دے اور جانے دے جس طرح کہ باقی لوگ جاتے ہیں اور اسے بھی وہ زحمت برداشت کرنی پڑے جو دوسرے لوگوں کو کرنی پڑتی ہے۔

متوکل نے فرمان جاری کیا کہ کوئی شخص حضرت علی نقیؑ کی خدمت نہ کرے اور نہ ہی ان کے آگے پردہ اٹھائے اور متوکل بہت اہتمام کرتا ہے کہ جو خبریں اور مطالب اس کے گھر رونما ہوں ان سے وہ مطلع رہے، لہٰذا اس نے ایک شخص کو مقرر کیا ہوا تھا کہ جو واقعات کو اس کے لیے لکھتا تھا، پس اس شخص نے متوکل کے لیے لکھ بھیجا کہ جب علی بن محمد علیہ السلام مکان میں داخل ہوئے تو کسی نے ان کے سامنے سے پردہ بلند نہیں کیا، لیکن ایسی ہوا آئی کہ جس نے پردہ اٹھا دیا اور حضرتؑ بغیر کسی تکلیف کے اندر داخل ہو گئے۔

متوکل نے کہا کہ آپؑ کے باہر جانے کے وقت پورا خیال رکھنا، دوبارہ متوکل کے معین شدہ اخبار نویس نے لکھا کہ اس مرتبہ مخالف سمت سے ہوا آئی اور اس نے پردہ کو اٹھایا اور حضرتؑ بغیر کسی زحمت کے باہر چلے گئے، متوکل نے دیکھا کہ اس کام میں تو حضرتؑ کی فضیلت ظاہر ہوگئی، لہٰذا فرمان جاری کیا کہ دستور سابق پر عمل کرو اور آپؑ کے سامنے سے پردہ اٹھایا جائے۔

تیسری خبر! امین الدین طبرسی نے محمد بن حسن اشتر علوی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں اور میرا باپ متوکل کے گھر کے دروازے پر کھڑے تھے، میں اس وقت بچہ تھا اور اولاد ابو طالب و بنی عباس و آل جعفر کی ایک جماعت وہاں موجود تھی، ہم کھڑے ہوئے تھے کہ حضرت ابوالحسن علی ہادی علیہ السلام تشریف لائے اور تمام لوگ آپؑ کی تعظیم کے لیے سواریوں سے اتر پڑے یہاں تک کہ حضرتؑ مکان کے اندر چلے گئے تو اس گروہ میں سے کچھ لوگ کہنے لگے کہ ہم اس لڑکے کے لیے کیوں پیادہ ہوں، حالانکہ نہ تو وہ شرافت نسبی میں ہم سے بڑھا ہوا ہے اور نہ ہی اس کا سن زیادہ ہے خدا کی قسم ہم اس کی تعظیم کے لیے پیادہ نہیں ہوں گے۔

ابو ہاشم جعفری کہنے لگا خدا کی قسم جب اس کو دیکھو گے تو اس کے لیے ضرور پیادہ ہوگے، پس تھوڑی دیر گزری کہ حضرتؑ تشریف لائے، جب ان لوگوں کی نظر آپؑ پر پڑی تو سب کے سب پیادہ ہوگئے، ابو ہاشم نے ان سے فرمایا کیا تم نہیں کہتے تھے کہ ہم اس کے لیے پیادہ نہیں ہوں گے، کیا ہوا کہ تم اتر پڑے، کہنے لگے خدا کی قسم ہم خود پر قابو نہ پا سکے اور بے اختیار اتر آئے۔

چوتھی خبر! شیخ یوسف بن حاتم شامی نے در النظیم مین اور سیوطی نے در المنشور میں تاریخ الخطیب سے محمد بن یحییٰ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن یحییٰ بن اکثم نے واثق باللہ خلیفہ عباسی کی مجلس میں سوال کیا، جب کہ فقہا حاضر تھے کہ حج کے موقعہ پر حضرت آدمؑ کا سر کس نے مونڈا تھا تمام لوگ جواب دینے سے عاجز رہے، واثق نے کہا کہ میں ایسے شخص کو بلاتا ہوں جو اس کا جواب

دے گا، پس اس نے کسی کو حضرت ہادیؑ کے پاس بھیجا اور حضرتؑ کو لایا گیا، پس واثق نے پوچھا کہ اے ابوالحسنؑ ہمیں یہ بتایئے کہ حج کے موقعہ پر حضرت آدمؑ کا سر کس نے مونڈا تھا۔

فرمایا اے امیر میں تم سے خواہش کرتا ہوں کہ تو مجھے اس سوال کے جواب سے معاف کردے، وہ کہنے لگا میں آپؑ کو قسم دیتا ہوں کہ جواب عنائت فرمائیں۔

فرمایا اب اگر تو میرا عذر قبول نہیں کرتا تو سن، مجھے میرے والد نے میرے جد سے، انہوں نے اپنے والد سے اور اپنے جد رسول خداؐ سے خبر دی ہے کہ آپؐ نے فرمایا کہ آدمؑ کا سر تراشنے کے لیے جبریل مامور ہوئے اور وہ جنت سے ایک یاقوت لے آئے، وہ آدم کے سر پر پھیرا تو ان کے سر کے بال گر پڑے اور جہاں جہاں تک اس یاقوت کی روشنی گئی وہ جگہ حرم میں داخل ہوگئی۔

پانچویں خبر! شیخ اربلی نے روایت کی ہے کہ حضرت ہادیؑ ایک دن سامرہ سے کسی مہم کے سلسلہ میں جو آپؑ کو درپیش تھی، کسی بستی کی طرف گئے اور ایک شخص عرب آپؑ کی تلاش میں سامرہ آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ حضرتؑ فلاں بستی میں گئے ہیں، وہ عرب حضرتؑ کے ملنے کے ارادہ سے اس بستی میں گیا، جب آپؑ کی خدمت میں پہنچا تو حضرتؑ نے اس سے پوچھا کہ تمہاری کیا حاجت ہے۔

وہ کہنے لگا کہ میں کوفہ کے عربوں میں سے آپؑ کے جد امیرالمومنین علیہ السلام کی ولایت کے مستمسکین میں سے ایک شخص ہوں، مجھ پر قرض کا بہت بوجھ ہو گیا ہے کہ جس نے مجھے پریشان کر دیا ہے آپؑ کے علاوہ مجھے کوئی نظر نہیں آیا جو اسے ادا کرے، حضرتؑ نے فرمایا کہ خوش اور شادرہو، پس آپؑ نے اس شخص کو اپنے ساتھ ٹھہرالیا، جب صبح ہوئی تو حضرتؑ نے اس سے کہا کہ میں تجھ سے ایک حاجت رکھتا ہوں اور تجھے خدا کی قسم اس کی خلاف ورزی نہ کرنا۔ اعرابی نے کہا کہ میں مخالفت نہیں کروں گا تو آپؑ نے اپنے ہاتھ سے ایک کاغذ لکھا اس میں اعتراف کیا کہ حضرتؑ کے ذمہ ہے کہ وہ اس اعرابی کو مال دیں اور اس مال کا آپؑ نے اس کاغذ میں تعین فرمایا تھا اور اس کا اندازہ اس کے قرض کی تعداد سے کہیں زیادہ تھا۔

فرمایا کہ یہ خط لے لو اور جب میں سامرہ میں پہنچ جاؤں تو میرے پاس اس وقت آنا جب کہ لوگوں کی ایک جماعت میرے ہاں موجود ہو تو اس چیز کا مجھ سے مطالبہ کرنا اور اس پر زور دینا، تجھے خدا کی قسم اس کے خلاف نہ کرنا۔

وہ عرب کہنے لگا کہ ایسا ہی کروں گا اور وہ خط لے لیا، پس جب آپؑ سامرہ میں پہنچ گئے اور آپؑ کی خدمت میں اصحاب خلیفہ اور دوسرے لوگوں کا ایک گروہ حاضر ہوا تو وہ شخص آیا اور وہ خط نکالا اور اسی طرح مطالبہ کیا کہ جس طرح حضرتؑ نے اسے نصیحت کی تھی حضرتؑ نے نرمی اور ملائمت کے ساتھ اس سے گفتگو کی اور معذرت چاہی اور وعدہ کیا کہ میں اس کو پورا کروں گا اور تجھے خوش کروں گا۔

متوکل تک یہ خبر پہنچی تو اس نے تیس (۳۰) ہزار درہم حضرتؑ کی طرف بھیجے اور وہ رقم آپؑ نے اپنے پاس رکھ لی، جب وہ شخص آیا تو فرمایا کہ یہ مال لے لو اور اس سے اپنا قرض ادا کرو اور باقی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرو اور ہمیں معذور سمجھو، اعرابی کہنے لگا اے فرزند رسولؐ خدا کی قسم میرا مقصد تو اس مال کے تیسرے حصہ سے بھی کم تھا لیکن اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ، خدا بہتر

جانتا ہے کہ اپنی رسالت کہاں قرار دے اور وہ مال لے کر چلا گیا۔

مولف کہتا ہے کہ حضرتؑ کی یہ منقبت مشابہ ہے اس کے جو حضرتؑ کے متعلق روایت ہوئی ہے اور وہ روایت ابوامامہ سے دیلمی نے اعلام الدین میں اس طرح نقل کی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے کہا کیا میں تمہیں حضرت خضرؑ کی خبر نہ بتاؤں۔

وہ کہنے لگے ہاں اللہ کے رسولؐ، فرمایا! ایک دفعہ بنی اسرائیل کے ایک بازار میں جا رہے تھے کہ اچانک ایک مسکین کی نگاہ آپؑ پر پڑی تو وہ کہنے لگا مجھے صدقہ دیجئے خدا آپؑ کو برکت دے، خضر نے کہا کہ میں خدا پر ایمان لایا ہوں جو کچھ خدا نے مقدر کیا ہے وہ ہوگا، لیکن میرے پاس کچھ نہیں جو میں تجھے دے دوں۔

وہ مسکین کہنے لگا میں آپؑ کو وجہ اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ مجھ پر صدقہ کیجئے کیونکہ میں خیر کے آثار آپؑ کے چہرے پر دیکھ رہا ہوں اور آپؑ سے خیر کی امید رکھتا ہوں۔

حضرت خضرؑ کہنے لگے میں خدا پر ایمان لایا ہوں، بیشک تو نے مجھ سے امر بزرگ کے وسیلہ سے سوال کیا ہے میرے پاس کوئی چیز نہیں جو میں تجھے دے دوں، مگر یہ کہ میرا ہاتھ پکڑ لے اور مجھے فروخت کر دے۔

مسکین کہنے لگا یہ بات کیسے ٹھیک ہو سکتی ہے خضرؑ کہنے لگے میں تجھ سے سچی بات کہہ رہا ہوں کیونکہ تو نے ایک بڑی چیز کا واسطہ دے کر مجھ سے سوال کیا ہے اور تو نے سوال کیا ہے میرے پرودگار کی وجہ سے، لہذا مجھے فروخت کر دے، پس وہ آپؑ کو بازار میں لے گیا اور چار سو درہم کے بدلے بیچ دیا تو آپؑ ایک مدت تک خریدار کے پاس رہے لیکن اس نے آپؑ کو کسی کام پر نہ لگایا۔

پس جناب خضرؑ نے فرمایا کہ تو نے مجھے خدمت کرنے کے لیے خریدا ہے تو مجھے کسی کام کا حکم دے وہ کہنے لگا میں پسند نہیں کرتا کہ تمہیں زحمت و تکلیف میں ڈالوں، کیونکہ تم بوڑھے ہو آپؑ نے فرمایا نہیں زحمت میں نہیں ڈالو گے، یعنی جو کچھ کہو میں اس پر قدرت رکھتا ہوں وہ کہنے لگا پھر اٹھ کے یہ پتھر منتقل کرو (یعنی اس جگہ سے انہیں اس جگہ پر لے جاؤ) اور ایک دن میں انہیں چھ آدمی منتقل نہیں کر سکتے تھے، پس آپؑ کھڑے ہوئے اور اسی وقت ان سب کو منتقل کر دیا، وہ شخص کہنے لگا احسنت و اجملت یعنی تو نے اچھا کام کیا اور ایسی قوت تجھ میں ہے جو کسی میں نہیں ہے۔

پس اس شخص کو سفر پر جانا پڑا تو وہ حضرت خضرؑ سے کہنے لگا میرا خیال ہے کہ تم امین شخص ہو، پس تم میری جانشینی کرو اور اچھی طرح سے قائم مقامی کے فرائض انجام دینا، لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ تمہیں مشقت و تکلیف میں ڈالوں، فرمایا نہیں مجھے مشقت میں نہیں ڈال رہے ہو۔

وہ شخص کہنے لگا میرے واپس آنے تک تم کچھ اینٹیں میرے لیے بناؤ پس وہ شخص سفر پر چلا گیا اور جب واپس آیا تو جناب خضرؑ اس کے لیے ایک پختہ مکان بنا چکے تھے، پس وہ شخص کہنے لگا وجہ خدا کا واسطہ دے کر تم سے ایک سوال کرتا ہوں کہ تمہارا حسب اور

تمہارا معاملہ کیا ہے۔

جناب خضرؑ نے فرمایا کہ تو نے امر عظیم کے ذریعہ مجھ سے سوال کیا اور وہ ہے وجہ خداوند اور وجہ خدا نے ہی مجھے غلامی میں ڈالا ہے اب میں تجھے بتاتا ہوں میں وہی خضرؑ ہوں کہ جس کا نام لے کر ایک مسکین نے مجھ سے سوال کیا تھا اور میرے پاس کوئی ایسی چیز نہ تھی جو میں اس کو دیتا، اور اس نے وجہ خدا سے سوال کیا تھا، پس میں نے خود کو اس کی غلامی میں دے دیا اور اس نے مجھے فروخت کر دیا، اور تجھے میں خبر دوں کہ جس شخص سے بوجہ خدا سوال کریں اور وہ سائل کو رد کر دے باوجود یکہ اس پر قدرت رکھتا ہو تو وہ قیامت کے دن اس حاجت پر کھڑا ہوگا کہ اس کے چہرے پر کھال گوشت اور خون نہیں ہوگا سوائے ہلتی ہڈیوں کے اور وہ شخص حرکت نہیں کر سکے گا۔

وہ شخص کہنے لگا کہ میں نے آپؑ کو نہ پہچاننے کی وجہ سے مشقت وزحمت میں ڈالا ہے حضرتؑ نے فرمایا کہ کوئی حرج نہیں، تو نے مجھے اپنے پاس رکھا اور مجھ سے نیکی کی، وہ کہنے لگا میرے ماں باپ آپؑ پر قربان جائیں آپ میرے اہل وعیال و مال میں حکم کیجئے، جو کچھ خداوند عالم آپؑ کے لیے روشن کرے، یعنی یہاں رہ جائیے اور جو چاہیں کریں میں آپؑ کو اختیار دیتا ہوں، آپؑ جہاں چاہیں چلے جائیے، آپؑ نے فرمایا کہ مجھے آزاد کر دو تاکہ میں خدا کی عبادت کر سکوں، تو اس شخص نے ایسا ہی کیا، پس حضرت خضرؑ نے فرمایا حمد ہے اس خدا کی جس نے مجھے غلامی میں ڈالا اور پھر اس سے نجات دی۔

چھٹی خبر! قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ متوکل، واثق یا کسی اور خلیفہ نے اپنے لشکر کو حکم دیا جو کہ نوے ہزار ترکوں پر مشتمل تھا اور وہ سامرہ میں رہتا تھا کہ ہر شخص اپنے گھوڑے کا توبرہ سرخ مٹی سے پر کرے اور ایک وسیع بیابان میں ایک جگہ تھی، اس میں ایک دوسرے کی مٹی پر ڈالتے جائیں، انہوں نے ایسا ہی کیا تو ایک بڑے پہاڑ کے برابر جگہ ہوگئی اور اس کا نام تل مخالی (توبرے) رکھ دیا، اس وقت وہ خلیفہ اس ٹیلہ کے اوپر چڑھ گیا اور حضرت امام تقی علیہ السلام کو بھی وہاں بلایا اور کہنے لگا میں نے آپؑ کو یہاں اس لیے بلایا ہے تاکہ آپؑ میرے لشکر کو دیکھیں اور اس نے اپنے لشکر کو حکم دے رکھا تھا کہ پوری زیب وزینت اور تمام ہتھیاروں کے ساتھ حاضر ہوں اور اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی شان وشوکت اور دبدبہ واقتدار دکھائے تاکہ حضرتؑ یا آپؑ کے اہل بیتؑ میں سے کوئی شخص کہیں خروج کا ارادہ نہ کرے۔

حضرتؑ نے فرمایا آیا چاہتے ہو کہ میں بھی تمہیں اپنا لشکر دکھاؤں، وہ کہنے لگا جی ہاں، پس حضرتؑ نے دعا کی اور فرمایا دیکھو۔

جب اس نے نگاہ کی تو دیکھا کہ آسمان اور زمین کی درمیانی فضا مشرق سے لے کر مغرب تک ملائکہ سے پر ہے اور سب ہتھیاروں سے لیس ہیں، جب خلیفہ نے یہ حالت دیکھی تو اسے غش آ گیا، جب ہوش آیا تو حضرتؑ نے فرمایا کہ ہمیں تمہاری دنیا سے کوئی سروکار نہیں ہے امر آخرت میں مشغول ہیں اور تمہیں کوئی خدشہ اس چیز کا نہ رہے جو تم نے گمان کیا ہے یعنی اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ ہم تمہارے خلاف خروج کریں گے تو اس خیال سے راحت وآرام میں رہو ہم ایسا کوئی ارادہ نہیں رکھتے۔

ساتویں خبر! شیخ طوسی اور دوسرے اعلام نے اسحاق بن عبداللہ علوی عریض سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میرے والد اور

چچاؤں کے درمیان اختلاف ہوا ان چار دنوں کے متعلق کہ سال میں جن کا روزہ رکھنا مستحب ہے، پس وہ حضرت سوار ہوئے اور امام نقی علیہ السلام کی خدمت میں گئے اور آپؑ اس وقت مقام صریا میں مقیم تھے، اس سے پہلے کہ آپؑ سامرہ جاتے یہ لوگ آپؑ کی خدمت میں پہنچ گئے تو آپؑ نے فرمایا کہ تم اس لیے آئے ہو کہ ان چار دنوں کے متعلق سوال کرو کہ سال میں جن کا روزہ رکھنا مستحب ہے۔

کہنے لگے جی ہاں ہم صرف اسی چیز کے تعین کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔

فرمایا وہ چار دن یہ ہیں ایک سترہ ربیع الاول کہ جس دن رسول خداؐ پیدا ہوئے تھے، دوسرا ستائیس رجب کہ جس دن آپؐ مبعوث برسالت ہوئے اور تیسرا دن پچیس ذیعقدہ کا ہے کہ جس دن زمین بچھائی گئی اور چوتھا اٹھارہ ذی الحجہ کا ہے اور وہ غدیر کا دن ہے۔

آٹھویں خبر! قطب راوندی نے کہا ہے کہ حضرت علی بن محمد ہادی علیہ السلام میں خصال امامت جمع تھیں اور آپؑ میں فضل و علم وخصال خیر بدرجہ کمال تھے اور آپؑ کے تمام اخلاق مثل آپؑ کے آباؤ اجداد کے اخلاق کے فارق عادت تھے، جب رات ہوتی تو آپؑ قبلہ رخ ہو کر عبادت میں مشغول ہو جاتے اور ایک لحظہ عبادت سے غافل نہ رہتے، اور آپؑ کا جسم مبارک پر ریشم کا جبہ ہوتا اور آپؑ کا سجادہ ایک حصیر کا تھا، اگر ہم آپؑ کے محاسن شمائل کو بیان کریں تو کتاب طویل ہو جائے گی۔

تیسری فصل

امام علی نقی علیہ السلام کے دلائل اور معجزات

ہم اس سلسلہ میں چند اخبار پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلی خبر! امالی ابن الشیخ میں منصوری اور کافور خادم سے مروی ہے کہ سامرہ میں آپؑ کا ایک ہمسایہ تھا کہ جسے یونس نقاش کہتے تھے وہ زیادہ اوقات حضرتؑ کی خدمت میں گزارتا تھا اور آپؑ کی خدمت کرتا تھا ایک دن وہ آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آنحالیکہ وہ کانپ رہا تھا، عرض کرنے لگا اے میرے سید و سردار میں وصیت کرتا ہوں کہ میرے اہل خانہ کے ساتھ آپؑ اچھا برتاؤ کرنا۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا بات ہے اور تبسم فرماتے رہے عرض کیا کہ موسیٰ بن بغا نے ایک نگین مجھے دیا تھا تاکہ میں اس پر نقش کروں اور وہ نگینہ خوبی و عمدگی کی وجہ سے ایسا ہے کہ اس کی کوئی قیمت نہیں کر سکتا جب میں نے چاہا کہ اس پر نقش کروں تو وہ ٹوٹ کر دو حصے ہو گیا اور کل اس کے وعدہ کا دن ہے، اور موسیٰ بن بغا یا تو مجھے ہزار تازیانہ لگائے گا یا قتل کر دے گا۔

حضرتؑ نے فرمایا کہ تم اپنے گھر کل تک جا کر رہو اور تم سوائے بھلائی کے کچھ نہیں دیکھو گے، دوسرے دن اول صبح حضرتؑ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ موسیٰ بن بغا کا قاصد نگینہ کے لیے آیا ہے۔

فرمایا اس کے پاس جاؤ اور تمہیں سوائے خیر و خوبی کے کچھ نہیں نظر آئے گا، وہ شخص کہنے لگا جب اس کے پاس جاؤں تو کیا کہوں حضرتؑ نے فرمایا تم اس کے پاس جاؤ اور سنو کے وہ تم سے کیا کہتا ہے اور سوائے خیر کے کچھ نہیں ہوگا، وہ نقاش چلا گیا اور کچھ دیر بعد ہنستا ہوا واپس آیا اور عرض کیا کہ میں جب موسیٰ کے پاس گیا تو اس نے کہا کہ میری کنیزیں اس نگینہ کے لیے جھگڑ رہی ہیں آیا ممکن ہے کہ آپ اس کے دو کر دیں تا کہ دو نگینے ہو جائیں اور ان کا جھگڑا ختم ہو جائے، جب آپؑ نے سنا تو حمد خدا بجالائے اور فرمایا پھر تو نے اس کے جواب میں کیا کہا ہے کہنے لگا میں نے کہا ہے کہ مجھے مہلت دو تا کہ میں اس معاملہ میں غور وفکر کروں، حضرتؑ نے فرمایا اچھا جواب دیا ہے۔

دوسری خبر! شیخ صدوق نے امالی میں ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے کہتے ہیں کہ ایک دفعہ فقر و فاقہ کی مجھ پر شدت ہوئی تو میں امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا آپؑ نے مجھے اجازت بخشی اور فرمایا اے ابو ہاشم تو خدا کی عطاء کردہ نعمتوں میں سے کس شکر ادا کر سکتا ہے، ابو ہاشم کہتا ہے کہ میں نہ سمجھا کہ آپؑ کو کیا جواب دوں، حضرتؑ نے ابتدا کی اور فرمایا خدا نے ایمان تجھے عطاء فرمایا پس اس کی وجہ سے تیرا بدن آتش جہنم پر حرام کیا اور تجھے عافیت و سلامتی عطا کی تا کہ اطاعت کرنے کی وجہ سے تجھ پر عنایت کرے اور خدا نے تجھے قناعت دی ہے تا کہ آبرو ریزی سے تجھے محفوظ رکھے،

اے ابو ہاشم میں نے ابتداً تجھے یہ کلمات اس لیے کہے ہیں کہ چونکہ میرا گمان ہے کہ تو نے ارادہ کیا ہے کہ میرے پاس اس کی شکایت کرے کہ جس نے یہ تمام انعام تجھ پر کئے ہیں اور میں نے حکم دیا ہے کہ سو دینار زر سرخ کے تجھے دیں پس لے لے۔

مولف کہتا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان سب نعمات الٰہیہ میں سے افضل ہے، کیونکہ تمام اعمال کی قبولیت کا دارومدار اسی پر ہے۔

اور بحار کی پندرہویں جلد میں ہے، باب الرضا بموہبۃ الایمان یعنی یہ باب ایمان کی بخشش پر راضی رہنے کے لیے ہے اور یہ کہ ایمان سب نعمتوں سے زیادہ عظیم ہے، پس ہم اللہ سبحانہ تعالیٰ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ ایمان کو ہمارے دلوں میں ثابت رکھے اور ہمارے نامہ اعمال کو گناہوں سے پاک رکھے اور ایمان کے بعد نعمت عافیت و سلامتی ہے، پس اللہ تعالیٰ سے عافیت دنیا و آخرت کا سوال کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ رسول خداؐ کی خدمت میں عرض ہوا کہ اگر میں لیلۃ القدر کو پالوں تو اپنے خدا سے کیا چاہوں، فرمایا عافیت چاہو اور عافیت کے بعد نعمت قناعت ہے آیہ شریفہ **من عمل صالحاً من ذکر او انثی وھو مومن فلنحیینۃ حیوۃ طیبۃ۔**

(اس کا ظاہر معنی یہ ہے کہ جو شخص نیک عمل کرے یعنی کردار شائستہ، وہ مرد ہو یا عورت اور وہ مومن ہو، کیونکہ عمل بغیر ایمان مستحق جزا نہیں ہے، پس البتہ ہم اسے دنیا میں پاک خوش زندگی دیں گے) کے ذیل میں معصوم سے سوال ہوا کہ یہ حیاۃ طیبہ جو کہ خوش زندگی ہے یہ کیا ہے، فرمایا قناعت۔

اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ کوئی مال موجود چیز پر قناعت کرنے سے زیادہ نفع بخش نہیں، فقیر کہتا ہے کہ روایات قناعت کی فضیلت میں بہت ہیں، لیکن اس جگہ نقل کرنے کی گنجائش نہیں، منقول ہے کہ ایک حکیم سے کہا گیا کہ سونے سے بہتر کوئی چیز آپ نے دیکھی ہے، کہنے لگا ہاں وہ قناعت ہے۔

اس لیے بعض حکماء کے کلام میں ہے کہ اس نے کہا استغناوك عن الشي خير من استغنائك به کسی چیز سے مستغنی ہو جانا اس سے بہتر ہے کہ اس کے ذریعہ سے غنی حاصل کرو، کہا گیا ہے کہ دیوجانس کلبی جو کہ اساطین حکماء یونان میں سے ایک ہے، وہ شخص متقشف وزاہد تھا اور اس نے کسی چیز کا ذخیرہ نہیں کیا تھا، اور اس نے اپنے لیے رہنے کی کوئی جگہ بھی نہیں بنائی تھی، جب اسکندر نے اسے اپنے دربار میں بلایا، وہ حکیم اسکندر کے قاصد سے کہنے لگا، اسکندر سے کہو کہ جو چیز تجھے میرے پاس آنے سے روک رہی ہے اسی چیز نے مجھے تیرے پاس آنے سے باز رکھا ہے، جس نے تجھے منع کیا وہ تیری سلطنت ہے اور جس نے مجھے روکا وہ میری قناعت ہے کسی نے بہت اچھا کہا ہے وجدت القناعة اصل الغناء وصرت باذيالها ممتسك فلاذا يراني على بابه ولا ذا يراني به منهمك وعشت غنياً بلا درهم امر على الناس شبه الملك۔

یعنی میں نے قناعت کو غنی و تونگری کی اصل وجڑ پایا ہے اور میں اس کے دامن سے وابستہ ہو گیا ہوں، پس نہ یہ شخص مجھے اپنے دروازے پر دیکھتا ہے اور نہ یہ مجھے تونگری حاصل کرنے میں گھسا ہوا دیکھتا ہے، اور میں تونگر ہوں بغیر درہم و دینار کے اور میں لوگوں کے سامنے بادشاہ کی طرح گزرتا ہوں۔

کیمیائے کنم ترا تعلیم
کہ دراکسیر و ضمامت نیست
روز قناعت گزیں کہ درعالم
کیمیائے بہ از قناعت نیست

اور مولانا الرضاء کی طرف یہ شعر منسوب ہیں۔

لسبت بالعفة توب الغنى
وصرت امسى شامخ الراس
لست الى الناس متسانسا
لكننى انس بالناس!
اذا رايت التيه من ذى الغنى
تهت على التايه بالياس

ما ان	تفاخرت	علی	معدم
ولا	تضعضعت	لا	فلاس

پاکدامنی کی وجہ سے میں نے تونگری کا لباس پہن لیا اور میں سر اونچا کر کے چلتا ہوں، میں جانوروں کے ساتھ مانوس نہیں ہوتا، بلکہ لوگوں کے ساتھ انس پکڑتا ہوں، جب میں تونگر میں تکبر دیکھتا ہوں تو متکبر سے ناامیدی اور اس کی وجہ سے تکبر کرتا ہوں، میں نے کبھی فقیر پر فخر نہیں کیا اور نہ کبھی فقر وفاقہ سے گھبرایا ہوں۔

تیسری خبر! ابن شہر آشوب اور قطب راوندی نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں شرفیاب ہوا تو آپؑ نے مجھ سے ہندی زبان میں گفتگو کی، میں صحیح طور پر جواب نہ دے سکا آپؑ کے پاس ایک کوزہ پڑا تھا جو سنگریزوں سے پر تھا، پس آپؑ نے سنگریزہ اٹھایا اور اُسے چوس کر میری طرف پھینکا، میں نے اسے منہ میں رکھ لیا، خدا کی قسم میں آپؑ کی خدمت سے نہیں اٹھا تھا، مگر یہ کہ تہتر زبانوں میں گفتگو کر سکتا تھا کہ جن میں سے پہلی ہندی زبان تھی۔

چوتھی خبر! نیز ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے مولا حضرت امام علی نقی ہادی علیہ السلام سے شکایت کی کہ جب میں آپؑ کی خدمت سے سامرہ سے رخصت ہوتا ہوں اور بغداد جاتا ہوں تو آپ کی ملاقات کا شوق مجھ میں پیدا ہو جاتا ہے اور میرے پاس کوئی سواری سوائے اس ٹٹو کے کہ جو کمزور ہے نہیں ہوتی اور حضرتؑ سے خواہش کی کہ آپؑ اپنی زیارت پر قادر ہونے کی میرے لیے دعا فرمائیں، حضرتؑ نے فرمایا اے ابو ہاشم خدا تجھے قوت دے اور تیرے ٹٹو کو بھی، حضرت کی دعا کے بعد یہ عالم تھا کہ ابو ہاشم صبح کی نماز بغداد میں پڑھتے اور اپنے ٹٹو پر سوار ہو جاتے اور وہ بغداد و سامرہ کی درمیانی مسافت کو طے کرتے اور اسی دن زوال کے وقت سامرہ میں پہنچ جاتے اور اگر چاہتے تو اسی دن بغداد کی طرف واپس چلے جاتے اور یہ عجیب دلائل میں سے تھا جو مشاہدہ میں آتا تھا۔

پانچویں خبر! امالی شیخ طوسی میں حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ میں سامرہ میں کراہت وناپسندی کی حالت میں آیا، اب اگر یہاں سے جاؤں تو کراہت وناپسندیدگی میں جاؤں گا۔

راوی نے کہا اے میرے آقا وسردار یہ کس لیے فرمایا، اس کی آب وہوا کی اچھائی اور یہاں درد وتکلیف نہ ہونے کی وجہ سے، پھر آپؑ نے فرمایا کہ سامرہ خراب ہوگا، یہاں تک کہ اس میں صرف ایک سرائے اور گزرنے والوں کے لیے سبزی ہوگی۔

چھٹی خبر! قطب راوندی نے روایت کی ہے کہ اہل اصفہان کی ایک جماعت روایت کرتی ہے کہ اصفہان میں ایک شخص تھا کہ جسے عبدالرحمن کہتے تھے اور وہ شیعہ مذہب کا تھا، لوگوں نے اس سے کہا کہ تو نے کس طرح شیعہ مذہب اختیار کیا ہے اور امام علی نقی

علیہ السلام کی امامت کا قائل ہوا۔

وہ کہنے لگا ایک معجزہ کی وجہ سے جو میں نے دیکھا تھا اور اس کا واقعہ اس طرح ہے کہ میں فقیر ومحتاج تھا باوجود اس کے میں صاحب جرات تھا، ایک سال مجھے اہل صفان نے ایک گروہ کے ساتھ ظلم کی فریاد کے لیے متوکل کے پاس بھیجا، جب ہم متوکل کے پاس پہنچے تو ایک دن ہم اس کے مکان کے دروازے پر حاضر تھے کہ امام علی نقی علیہ السلام کو طلب کرنے کا حکم ہوا، میں نے ایک شخص سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے کہ جس کے حاضر کرنے کا متوکل نے حکم دیا ہے، اس نے کہا کہ یہ علوین میں سے ایک شخص ہے کہ رافضی جسے امام سمجھتے ہیں، پھر وہ کہنے لگا کہ ممکن ہے کہ متوکل نے اسے قتل کرنے کے لیے بلایا ہو، میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک کہ وہ علوی نہ آ جائے، اور میں اسے دیکھ نہ لوں، پس اچانک ایک شخص گھوڑے پر سوار آیا اور لوگ اس کے احترام میں دائیں بائیں صف کشیدہ ہو گئے اور اسے دیکھنے لگے، پس جب میری نظر آپؑ پر پڑی تو ان کی محبت میرے دل میں گھر کر گئی اور میں دل ہی دل میں ان کے لیے دعا کرنے لگا کہ خداوند عالم متوکل کے شر سے ان کو محفوظ رکھ۔

آنجنابؑ لوگوں کے درمیان سے گزر رہے تھے کہ درآنحالیکہ آپؑ کی نگاہ اپنے گھوڑے کی گردن کے بالوں پر تھی اور دوسری طرف نہیں دیکھتے تھے، یہاں تک کہ میرے قریب پہنچے اور میں آپؑ کے حق میں دعا کرنے میں مشغول تھا جب میرے مدمقابل پہنچے تو فرمایا کہ خدا تیری دعا قبول کرے اور تیری عمر کو طویل اور تیرے مال واولاد کو زیادہ کرے، جب میں نے یہ سنا تو مجھے لرزہ طاری ہوا اور ساتھیوں کے درمیان گر پڑا۔

تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ تجھے کیا ہو گیا ہے میں نے کہا کہ خیر ہے اور میں نے اپنی حالت کسی سے بیان نہ کی جب میں اصفہان کی طرف واپس آیا تو خداوند عالم نے مجھے بہت سا مال دیا اب جو مال میرے پاس گھر میں موجود ہے اس کی قیمت دس لاکھ درہم ہے علاوہ اس کے جو گھر سے باہر ہے، اور میری اولادیں دس ہیں اور میری عمر بھی ستر سال سے اوپر ہو چکی ہے اور میں اس شخص کی امامت کا قائل ہوں جس نے مجھے میرے دل کی بات بتائی اور اس کی دعا میرے حق میں قبول ہوئی۔

ساتویں خبر! نیز قطب راوندی نے ایک روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ متوکل کے زمانہ میں ایک عورت نے دعویٰ کیا کہ میں زینب بنت فاطمہ زہرا علیہا السلام ہوں۔

متوکل کہنے لگا کہ جناب زینبؑ کے زمانہ سے لے کر اب تک بہت زیادہ سال گزر گئے ہیں اور تو تو ابھی جوان ہے۔

وہ کہنے لگی کہ رسول خداؐ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا تھا اور دعا کی تھی کہ ہر چالیس سال کے بعد میری جوانی عود کر آئے گی، متوکل نے مشائخ بزرگان آل ابوطالب واولاد عباس اور قریش کو جمع کیا، سب کہنے لگے کہ وہ جھوٹ بولتی ہے، جناب زینب نے تو فلاں سال میں وفات پائی ہے۔

وہ عورت کہنے لگی کہ یہ سب جھوٹ بولتے ہیں میں لوگوں سے پوشیدہ رہتی تھی، اور کوئی شخص میرے حالات سے باخبر نہیں تھا، اب میں ظاہر ہوئی ہوں۔

متوکل نے قسم کھائی کہ حجت ودلیل کے ساتھ اس کے دعویٰ کو باطل کرنا چاہیے، وہ کہنے لگے پھر کسی کو بھیجو تاکہ فرزند رضاؑ کو بلا لائیں، شاید وہ کسی حجت سے اس عورت کی بات کو باطل کریں۔

متوکل نے آپؑ کو بلایا اور اس عورت کا قصہ آپؑ سے بیان کیا، آپ نے فرمایا یہ جھوٹ بولتی ہے جناب زینب علیہا السلام نے تو فلاں سال میں وفات پائی ہے۔

وہ کہنے لگا یہ بات تو یہ حضرات بھی کر چکے ہیں، اس کے قول کے بطلان پر کوئی حجت ودلیل بیان کیجئے، فرمایا اس کے قول کے بطلان کی دلیل یہ ہے کہ اولاد جناب فاطمہ علیہا السلام کا گوشت درندوں پر حرام ہے اس کو شیروں کے پاس بھیج دو، اگر یہ سچ کہتی ہے تو اسے شیر نہیں کھائیں گے۔

متوکل نے اس عورت سے کہا کہ اب کیا کہتی ہے، وہ کہنے لگی یہ شخص چاہتا ہے کہ مجھے اس سبب سے قتل کرے۔

حضرتؑ نے فرمایا یہ لوگ اولاد فاطمہؑ سے ہیں جس کو چاہو بھیج دو تاکہ یہ مطلب واضح ہو جائے۔

راوی کہتا ہے اس وقت سب کے ہوش اڑ گئے، بعض کہنے لگے کیوں دوسروں کا حوالہ دیتا ہے، خود کیوں نہیں جاتا۔

متوکل کہنے لگا اے ابوالحسنؑ آپؑ خود ان کے پاس کیوں نہیں جاتے، آپؑ نے فرمایا یہ تیری خواہش پر ہے، اگر چاہو تو میں ان کے پاس چلا جاتا ہوں، متوکل نے اس چیز کو غنیمت سمجھا، کہنے لگا کہ آپؑ خود درندوں کے پاس تشریف لے جائیں، پس سیڑھی رکھ دی گئی اور حضرتؑ درندوں کی جگہ چلے گئے اور وہاں جا کر بیٹھ گئے شیر آپؑ کی خدمت میں آئے اور خضوع وخشوع سے اپنے سر آپؑ کے سامنے زمین پر رکھ دیئے، اور حضرتؑ اپنا ہاتھ ان کے سروں پر پھیرتے رہے، پھر انہیں حکم دیا کہ ایک طرف لوٹ جاؤ، سب ایک طرف ہو گئے اور حضرتؑ کے حکم کی اطاعت کی، وزیر متوکل نے کہا یہ کام درست نہیں ہے، آنجنابؑ کو جلدی سے بلاؤ تاکہ لوگ یہ چیز نہ دیکھنے پائیں، ابھی آپؑ نے پاؤں سیڑھی پر رکھا ہی تھا کہ شیر آپؑ کے گرد جمع ہو گئے اور وہ اپنا جسم حضرتؑ کے لباس سے مس کرتے تھے، حضرت نے اشارہ کیا کہ واپس چلے جاؤ تو وہ واپس چلے گئے۔

پس حضرتؑ اوپر آ گئے اور فرمایا جو شخص یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں اولاد فاطمہؑ سے ہوں وہ اس جگہ جا بیٹھے، اس وقت وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے باطل دعویٰ کیا تھا، میں فلاں شخص کی بیٹی ہوں اور فقر وفاقہ نے مجھے مجبور کیا کہ یہ دھوکہ کروں۔

متوکل نے کہا کہ اسے شیروں کے پاس پھینک دو تاکہ وہ اسے چیر پھاڑ کھائیں، متوکل کی ماں نے اس کے سفارش کی تو متوکل نے اسے معاف کر دیا۔

آٹھویں خبر! شیخ مفید اور دوسرے علماء نے خیران اسباطی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں مدینہ میں گیا اور حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت سے مشرف ہوا، حضرتؑ نے مجھ سے پوچھا کہ واثق کا کیا حال ہے میں نے کہا کہ وہ خیر وعافیت سے ہے، دس دن ہوئے کہ میں اس کے پاس آیا ہوں فرمایا اہل مدینہ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے۔

میں نے عرض کیا کہ میری ملاقات تمام لوگوں کی نسبت اس سے زیادہ ہے اور میں اس کے حالات سے زیادہ باخبر ہوں،

فرمایالوگ کہتے ہیں کہ وہ مر گیا ہے۔

جب میں نے یہ کلا سنا تو میں سمجھا کہ لوگوں کے لفظ سے آپؑ کی مراد اپنی ذات ہے، پھر فرمایا جعفر نے کیا کیا ہے، میں نے عرض کیا بدترین حالت میں قید خانے میں بند تھا،فرمایا وہ خلیفہ ہو جائے گا، پھر فرمایا ابن زیات کیا کرتا تھا، میں نے کہا کہ لوگوں کے معاملات اس کے ہاتھ میں تھے اور اسی کا حکم چلتا تھا۔

فرمایااس کی ریاست اس کے لیے شوم و بدبختی کا سبب بن جائے گی، پھر کچھ دیر خاموش رہ کر آپؑ نے فرمایا تقدیرات الٰہی اور احکام خداوندی کے جاری ہونے سے کوئی چارہ کار نہیں، اے خیران جان لو کہ واثق مر گیا ہے، اور جعفر متوکل اس کی جگہ بیٹھا ہے اور ابن زیات قتل ہو گیا ہے۔

میں نے عرض کیا قربان جاؤں یہ واقعات کب رونما ہوئے،فرمایا تیرے وہاں سے آنے سے چھ دن بعد،مولف کہتا ہے کہ واثق ہارون بن معتصم بن عباس کا نواں خلیفہ ہے اور جعفر متوکل اس کا بھائی ہے جو اس کے بعد خلیفہ ہوا اور ابن زیات بن عبدالملک کاتب صاحب تنور معروف ہے جو کہ معتصم اور واثق کے زمانہ میں امر وزارت میں مشغول تھا، جب متوکل خلیفہ ہوا تو اسے قتل کر دیا، جیسا کہ امام جواد علیہ السلام کے معجزات میں اس کی طرف اشارہ کر چکے ہیں۔

نویں خبر! شیخ طوسی نے فحام سے محمد بن احمد ہاشمی منصوری سے اس کے باپ کے چچا ابو موسیٰ عیسیٰ بن احمد بن عیسیٰ بن منصور سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن میں نے حضرت امام علی نقی علیہ السلام سے عرض کیا کہ متوکل نے مجھے اپنے سے دور کر دیا ہے، میری روزی قطع کر دی ہے اور وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے اور اس میں کوئی وجہ نہیں سمجھتا، سوائے اس کے کہ اسے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ میں اس سے عقیدت رکھتا ہوں، پس جس وقت کوئی اس سے آپؑ خواہش کریں کہ جس کا قبول کرنا اس پر لازم ہو تو مناسب ہے کہ مجھ پر فضل و کرم کرتے ہوئے وہ خواہش میرے لیے قرار دیجئے۔

حضرتؑ نے فرمایا انشاء اللہ تیرا کام ٹھیک ہو جائے گا، جب رات ہوئی تو چند افراد متوکل کی طرف سے پے در پے میری تلاش میں آئے اور مجھے اس کے پاس لے گئے جب میں متوکل کے مکان کے قریب گیا تو میں نے فتح بن خاقان کو مکان کے دروازے پر کھڑے ہوئے دیکھا، کہنے لگا رات کو بھی تم اپنے مکان پر نہیں رہتے اور ہمیں تکلیف میں ڈال دیتے ہو کہ متوکل نے ہمیں تمہاری تلاش کی وجہ سے مصیبت و رنج و سختی میں ڈال رکھا ہے، پس میں متوکل کے پاس گیا اور اسے میں نے اپنے بستر پر دیکھا۔

کہنے لگا اے ابو موسیٰ ہم تجھ سے غافل ہو جاتے ہیں اور تو ہمیں فراموش کر دیتا ہے اور ہمیں اپنے حقوق یاد نہیں دلاتا، اب بتا کہ کیا کچھ تیرے ذمہ ہے میں نے کہا کہ فلاں صلہ وعطا اور فلاں رزق، پس میں نے چند چیزوں کا نام لیا تو اس نے حکم دیا کہ وہ چیزیں دگنی کر کے مجھے دیں، پر میں فتح بن خاقان سے کہا کہ امام علی نقی علیہ السلام یہاں تشریف لائے تھے، اس نے کہا کہ نہیں میں نے کہا پھر آپؑ نے کوئی خط متوکل کو بھیجا ہے کہنے لگا کہ نہیں، پس میں باہر نکلا تو فتح میرے پیچھے آیا اور کہنے لگا کہ مجھے اس میں شک نہیں کہ تو نے امام علی نقی علیہ السلام سے دعا کی خواہش کی ہے پس میرے لیے بھی حضرتؑ سے دعا

کی خواہش کر۔

جب میں حضرتؑ کی خدمت میں پہنچا تو فرمایا اے ابوموسیٰ یہ خوشی کا چہرہ، میں نے کہا جی ہاں آپؑ کی برکت سے اے میرے سیدوسردار لیکن مجھے لوگوں نے بتایا ہے کہ آپ اس کے پاس نہیں گئے اور نہ ہی آپؑ نے اس سے خواہش کی ہے۔

فرمایا خداوند عالم جانتا ہے کہ ہم مہمات میں صرف اسی سے پناہ لیتے ہیں اور سختیوں اور مصیبتوں میں اسی پر توکل کرتے ہیں اور ہمیں اس نے عادی بنایا ہے کہ جب ہم سوال کریں تو وہ پورا کرتا ہے اور ہمیں ڈر ہے کہ اگر ہم اس سے عدول کریں تو وہ بھی ہم سے روگردانی کرے۔

میں نے کہا کہ فتح نے مجھے اس طرح کہا ہے فرمایا وہ ظاہر میں ہمیں دوست رکھتا ہے اور اپنے باطن میں ہم سے دور رہتا ہے ،اور کسی دعا کرنے والے کے لیے دعا فائدہ مند نہیں جب تک کہ ان شرائط کے ساتھ دعا نہ کرے جب تو اطاعت خدا میں خلوص برتے اور رسولؐ خدا کی رسالت اور ہم اہل بیت کے حق کا اعتراف کرے اور پھر خدا سے کسی چیز کا سوال کرے تو وہ تجھے محروم نہیں کرے گا۔

میں نے عرض کیا اے میرے سیدوسردار مجھے کوئی ایسی دعا تعلیم کیجئے کہ باقی دعاؤں میں سے مجھے اس کے ساتھ مخصوص قرار دیجئے ،فرمایا یہ دعا ایسی ہے کہ جس کے ساتھ میں خدا کو بہت پکارتا ہوں اور میں نے خدا سے طلب کیا ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو محروم نہ کرے جو میرے مشہد میں اسے پڑھے اور وہ دعا یہ ہے۔

یا عدتی عند العدد ویا رجائی والمعتمد ویا کھفی والسند ویا واحد یا احد یا قل ھو اللہ احد اسئلك اللھم بحق من خلقه من خلقك ولم تجعل فی خلقك مثلھم احداً ان تصلی علیھم وتفعل بی کیت و کیت۔

دسویں خبر! قطب راوندی نے ہبۃ اللہ بن ابومنصور موصلی سے روایت کی ہے، وہ کہتا ہے دیار ربیعہ (جہاں ربیعہ قبیلہ رہتا تھا) میں ایک عیسائی کاتب تھا جو توانا کے اہل کفر میں سے تھا اور اس کا نام یوسف بن یعقوب تھا اور میرے والد اور اس کے درمیان دوستی تھی، پس وہ ایک دفعہ میرے والد کے ہاں آیا تو اس نے پوچھا کہ اس وقت کس لیے آئے ہو، کہنے لگا کہ مجھے متوکل نے بلایا ہے، لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ اس نے مجھے کیوں بلایا ہے مگر یہ کہ میں نے اپنی وصیت وسلامتی خداوند عالم سے سواشرفی پر خریدی ہے اور وہ رقم اپنے ساتھ اٹھا کر لایا ہوں تا کہ وہ حضرت علی بن محمد رضاء علیہ السلام کو دوں، میرا والد کہنے لگا کہ تو اس ارادہ میں موفق ہوا ہے جو تو نے کیا ہے پس وہ عیسائی متوکل کے پاس جانے کے لیے باہر گیا اور تھوڑے دنوں کے بعد واپس ہمارے پاس خوشحال وشاداں آیا، میرے والد نے اس سے کہا کہ اپنے حالات ہم سے بیان کرو، کہنے لگا میں سامرہ گیا اور اس سے پہلے کبھی سامرہ نہیں گیا تھا میں ایک مکان میں اترا اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ بہتر یہ ہے کہ متوکل کے پاس جانے سے پہلے یہ سواشرفی اس سے پہلے کہ مجھے کوئی پہچانے اور میری آمد کو سمجھے فرزند رضا علیہ السلام کو پہنچا دوں اور مجھے معلوم ہوا کہ متوکل کے فرزند رضاء علیہ السلام کو سوار ہونے سے منع کر

رکھا ہے اور وہ اپنے مکان پر ہی رہتے ہیں۔

میں نے دل میں کہا کہ کیا کروں، میں عیسائی شخص ہوں، اگر فرزند رضا علیہ السلام کے گھر کا اتہ پتہ کسی سے پوچھوں تو اس سے مامون نہیں ہوں کہ یہ خبر بڑی جلدی متوکل تک پہنچ جائے گی اور یہ اس چیز کی زیادتی کا سبب بنے کہ جس کی وجہ سے میں اس سے ڈر رہا ہوں، پس میں نے ایک گھنٹہ تک اس پر غور و فکر کی تو میرے دل میں آیا کہ میں اپنے گدھے پر سوار ہو جاؤں اور شہر میں پھرتا رہوں اور اس کو اس کی حالت پر چھوڑ دوں، جہاں چاہیے جائے شاید اس دوران حضرتؑ کے مکان کی اطلاع مل جائے بغیر اس کے کہ کسی سے پوچھوں۔

پس میں نے وہ رقم ایک کاغذ میں لپیٹ کر اپنے کیسہ میں رکھ لی، اور اپنے گدھے پر سوار ہو گیا، پس وہ جانور اپنی خواہش پر جا رہا تھا یہاں تک کہ وہ کوچہ و بازار سے گزر کر ایک مکان کے دروازے پر جا کر رک گیا، پس میں نے کوشش کی کہ آگے چلے لیکن اس نے حرکت نہ کی، میں نے اپنے غلام سے کہا کہ ذرا پوچھو یہ کس کا مکان ہے، لوگوں نے بتایا کہ یہ فرزند رضاء علیہ السلام کا مکان ہے۔

میں نے کہا اللہ اکبر خدا کی قسم یہ دلیل کافی ہے اچانک ایک سیاہ فام غلام گھر سے باہر نکلا اور کہنے لگا کہ یوسف بن یعقوب تو ہے، میں نے کہا ہاں، وہ کہنے لگا کہ اپنی سواری سے اترو، میں اترا تو اس نے مجھے دہلیز میں بٹھا دیا اور خود مکان کے اندر چلا گیا، میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بھی دوسری دلیل ہے اس غلام کو میرے نام کا علم کہاں سے ہوا، حالانکہ اس شہر میں کوئی بھی ایسا نہیں جو مجھے پہچانتا ہو اور میں اس شہر میں کبھی بھی نہیں آتا، پس وہ خادم باہر آیا اور کہنے لگا جو سو اشرفی تو نے کاغذ میں لپیٹ کر کیسہ میں رکھی ہوئی ہیں وہ لے آ۔ میں نے وہ رقم نکال کر اس کو دے دی اور کہا کہ یہ تیسری دلیل ہے۔

پھر وہ خادم واپس آیا اور کہنے لگا کہ اندر آ جاؤ، پس میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا جب کہ آپ تنہا اپنی جگہ پر بیٹھے تھے، فرمایا اے یوسف آیا تیری ہدایت کا زمانہ نہیں آیا۔

میں نے عرض کیا سے میرے مولا میرے لیے اس قدر برہان و دلیل ظاہر ہوئی ہے کہ جو کافی ہے فرمایا ہیہات (دور کی بات) تو اسلام نہیں لائے گا، البتہ ترا فلاں بیٹا اسلام لائے گا اور وہ ہمارا شیعہ ہے، اے یوسف کچھ لوگوں کو یہ گمان ہے کہ ہماری ولایت و دوستی تمہارے جیسے اشخاص کو فائدہ نہیں دیتی خدا کی قسم وہ جھوٹ بولتے ہیں وہ تمہارے جیسے اشخاص کو بھی نفع دیتی ہے پس جاؤ اس چیز کی طرف کہ جس کے لیے آئے ہو بیشک تم وہ کچھ دیکھو گے جو دوست رکھتے ہو۔

یوسف کہتا ہے پس میں متوکل کے پاس گیا اور اس مقصد تک پہنچا کہ جس کا میں ارادہ رکھتا تھا، پھر میں واپس آ گیا، ہبتہ اللہ راوی کہتا ہے کہ میں نے اس کے بیٹے سے اس کے باپ کے مرنے کے بعد ملاقات کی خدا کی قسم وہ مسلمان اور اچھا شیعہ تھا، پس اس نے مجھے خبر دی کہ اس کا باپ حالت عیسائیت ہی میں مرا اور وہ اسلام لے آیا، اور اپنے باپ کی موت کے بعد وہ کہا کرتا تھا کہ میں اپنے مولا کی بشارت ہوں۔

گیارہویں خبر! شیخ طبرسی نے ابوالحسین سعید بن سہل بصری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جعفر بن قاسم ہاشمی بصری وقف

کا قابل تھا(یعنی امام موسیٰ تک رک جانا اور کہنا کہ ان کے بعد کوئی امام نہیں)اور میں اس کے ساتھ سامرہ میں تھا کہ اچانک امام ابوالحسن علی نقی علیہ السلام نے اسے ایک راستہ پر دیکھا، اس سے فرمایا کہ تم کب تک سوتے رہو گے، کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تم اپنے خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔

جعفر نے کہا تو نے سنا جو کچھ علی بن محمد علیہ السلام نے مجھے کہا ہے۔قدواللہ قدح فی قلبی شیئا، خدا کی قسم اس نے میرے دل کی ایک چیز پر اثر کیا ہے، پس چند دنوں کے بعد خلیفہ کی اولاد میں سے کسی کا ولیمہ تھا اور ہمیں اس کی دعوت تھی اور امام علی نقی علیہ السلام بھی ہمارے ساتھ مدعو تھے،

جب آپؑ وہاں تشریف لائے تو آپؑ کے احترام میں سب لوگ خاموش ہو گئے ایک جوان اس مجلس میں تھا اس نے آپؑ کا احترام نہ کیا اور باتیں کرنے اور ہنسنے لگا۔

حضرتؑ نے اس کی طرف رخ کیا، اور فرمایا اے فلاں تو ہنسی سے اپنا دہن پر کرتا ہے اور ذکر خدا سے غافل ہے حالانکہ تو تین دن بعد اہل قبور میں سے ہوگا۔

راوی کہتا ہے کہ ہم نے کہا یہ چیز ہماری دلیل ہو جائے گی، دیکھیں کہ کیا ہوتا ہے اس جوان نے آپ کا کلام سننے کے بعد سکوت کیا اور ہنسنے اور باتیں کرنے سے منہ بند کیا، ہم کھانا کھا کر باہر آ گئے دوسرے دن وہ جوان بیمار ہو گیا اور تیسرے دن اول صبح وہ فوت ہو گیا اور دن کے آخری حصہ میں اسے دفن کر دیا گیا۔

نیز سعید نے بیان کیا ہے کہ اہل سامرہ میں سے ایک شخص کے ولیمہ میں ہم جمع ہوئے اور حضرت ابوالحسن علیؑ بن محمد علیہ السلام بھی وہاں تشریف رکھتے تھے، پس ایک شخص کھیل تماشہ اور مزاح کرنے لگا اور اس نے حضرتؑ کی جلالت واحترام کا خیال نہ کیا، پس حضرتؑ نے جعفر سے فرمایا کہ یہ شخص اس کھانے میں سے کھانا نہیں کھا سکے گا اور بہت جلدی اسے ایسی خبر ملے گی جو اس کے عیش و عشرت کو ناخوش اور ناگوار بنا دے گی، پس خوان طعام لے آئے، جعفر کہنے لگا اس کے بعد کوئی بات نہیں ہوگی اور علیؑ بن محمد علیہ السلام کا قول باطل ہو گیا، خدا کی قسم اس شخص نے اپنے ہاتھ کھانا کھانے کے لیے دھوئے اور کھانے کے لیے گیا، اس حالت میں اچانک اس کا غلام روتا ہوا دروازے سے آیا اور کہنے لگا اپنی ماں کی خبر لو جو مکان کی چھت سے گر پڑی ہے اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہے۔

جعفر نے جب یہ دیکھا تو کہنے لگا خدا کی قسم اب میں وقف کا قائل نہیں رہوں گا اور اپنے آپ کو واقفہ سے الگ کر لیا اور حضرتؑ کی امامت کا اعتقاد اختیار کر لیا۔

بارہویں خبر! ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ ایک شخص حضرت ہادی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا در آنحالیکہ وہ خوفزدہ تھا اور کانپ رہا تھا اور عرض کیا کہ میرے بیٹے کو آپؑ کی محبت کی وجہ سے گرفتار کر لیا گیا ہے اور آج رات اسے قتل کر کے پھینکیں گے اور اسی جگہ اسے دفن کر دیں گے، حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا چاہتے ہو۔

عرض کیا جو کچھ ماں باپ چاہتے ہیں یعنی اپنے بیٹے کی سلامتی چاہتے ہیں، فرمایا اس کے لیے کوئی خطرہ نہیں اور بیشک کل

تمہارا بیٹا تمہارے پاس آئے گا۔ جب صبح ہوئی تو اس کا بیٹا اس کے پاس آیا، وہ کہنے لگا اے میرے بیٹے تیرا واقعہ کس طرح ہے کہنے گا جب انہوں نے میری قبر کھودی اور میرے ہاتھ باندھ دیئے تو دس افراد پاک و پاکیزہ وخوشبودار میرے پاس آئے اور مجھ سے رونے کا سبب پوچھا میں نے اپنے رونے کا سبب بتایا، وہ کہنے لگے اگر طالب مطلوب ہو جائے یعنی جو شخص تجھے پھینکنا چاہتا ہے اور ہلاک کرنا چاہتا ہے وہ پھینکا جائے تو تو تجرد و تنہائی کی زندگی اختیار کر لے گا اور شہر سے چلا جائے گا، اور تربت رسولؐ کی ملازمت اور وہاں رہائش اختیار کرے گا، میں نے کہا ہاں۔

پس انہوں نے حاجب کو پکڑ لیا اور اسے پہاڑ کی بلندی سے گرایا اور کسی نے اس کی چیخ و پکار نہیں سنی اور نہ لوگوں نے ان دس افراد کو دیکھا اور وہ دس اشخاص مجھے آپؑ کے پاس لے آئے ہیں اور اب وہ میرے باہر آنے کے منتظر کھڑے ہیں کہ میں ان کے پاس جاؤں۔

پس اس نے اپنے باپ کو رخصت کیا اور چلا گیا، پس اس کا باپ امام علیہ السلام کی خدمت میں آیا اور اس نے اپنے بیٹے کے حالات آپؑ سے بیان کئے اور بہت قسم کے لوگ آپس میں کہتے جاتے تھے کہ فلاں جوان کو انہوں نے پھینکا ہے اور اس طرح کیا ہے، اور اس طرح کیا ہے، اور امام علیہ السلام تبسم کرتے اور فرماتے کہ یہ لوگ نہیں جانتے جو کچھ کہ ہم جانتے ہیں۔

تیرہویں خبر! قطب راوندی نے ابو ہاشم جعفری سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ متوکل نے ایک مجلس (نشست گاہ) شبکہ دار بنائی تھی اس طرح کہ سورج اس کی دیوار پر گردش کرے، اور اس میں خوش الحان پرندے ٹھہرے ہوئے تھے، پس جب اس کی سلامی کا دن ہوتا تو وہ اس مجلس میں بیٹھتا تو بسبب سن پرندوں کی چیخ و پکار کے نہ وہ سن سکتا تھا کہ اسے کیا کہا جا رہا ہے اور نہ یہ سنا جا تا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔

پس جب امام علی نقی علیہ السلام اس مجلس میں تشریف لاتے تو وہ پرندے خاموش ہو جاتے اس طرح کہ ان میں سے ایک پرندہ کی آواز بھی سنائی نہ دیتی اور جب حضرت اس مجلس سے اٹھ جاتے تو پرندے چیخنا چلانا شروع کر دیتے، اور متوکل کے پاس چند کبوتر تھے جس وقت آپؑ تشریف لاتے تو وہ حرکت بھی نہ کرتے اور جب آپؑ چلے جاتے تو وہ ایک دوسرے کے ساتھ لڑنا اور جنگ کرنا شروع کر دیتے۔

چوتھی فصل

حضرت ہادی علیہ السلام کے چند منقولہ کلمات

پہلا ارشاد! آپؑ نے فرمایا جو اپنے نفس سے راضی اور خوش رہے اور خود پسند ہو تو اس پر ناراض اور ناخوش ہونے والے

زیادہ ہوجائیں گے، فقیر کہتا ہے مناسب ہے سعدی کے یہ تین ارشاد یہاں نقل کئے جائیں۔

بحشم کسان ور نیا ید کسے
کہ از خود بزرگی نمائد یسے
مگو تا بگو یند شکرت ہزار
چہ خود گفتی از کس توقع مدار
بزرگان نہ کروند در خود نگاہ
خدا بینی از خویشتین بین مخواہ

دوسرا ارشاد! فرمایا صبر کرنے والے کے لیے ایک مصیبت ہے اور جزع فزع کرنے والے کے لیے دو ہیں، فقیر کہتا ہے ظاہراً جزع کرنے والی کی دو مصیبتیں (یوں ہیں) ایک تو وہ مصیبت جو اس پر وارد ہوئی ہے اور دوسری مصیبت اس مصیبت کا اجر ثواب نہ ملنا بسبب اس کی جزع و بیتابی کے جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ مصیبت زدہ تو وہ ہے جو ثواب سے محروم ہوا اور حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاذ کے لیے ایک کاغذ پر اس کے فرزند کی موت پر اسے تعزیت دیتے ہوئے تحریر فرمایا، بیشک تیرا بیٹا خدا کی خوشگوار بخششیوں میں سے تھا اور عاریتہً دی ہوئی چیزوں میں سے تھا جو بطور امانت سپرد کی جاتی ہیں، خدا نے تجھے اس سے رشک وخوشی کی حالت میں نفع پہنچایا اور اس نے اسے تجھ سے بہت سے اجر کے بدلے لے لیا ہے اور درود رحمت اور ہدایت ہے، اگر تو صبر کرے اور اس کے اجر کا خدا سے طالب ہو، پس تجھ پر دو مصیبتیں جمع نہ ہوجائیں کہ تیرا اجر حبط وساقط ہوجائے اور تو پشیمان ہو اس چیز پر جو تجھ سے فوت ہوئی ہے۔

صبر کی مدح اور ثواب کے متعلق روایات بہت ہیں، یہاں ایک روایت اور ایک حکایت پر اکتفا کرتا ہوں۔ حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ جب مومن کو قبر میں داخل کرتے ہیں تو نماز اس کی دائیں طرف ہوتی ہے اور زکوۃ اس کی بائیں طرف اور اس کا نیکی و احسان کرنا اس کو جھانک رہا ہوگا اور اس کا صبر اس کی ایک جانب ہوگا، پس جب دو سوال کرنے والے ملائکہ کے سوال کا وقت آئے گا تو صبر نماز وزکوۃ و نیکی سے کہے گا کہ اپنے ساتھی کی خبر گیری کرو، یعنی میت کی نگاہ داری کرو، پس جب اس سے عاجز آجاؤ تو پھر میں تو اس کے پاس ہی موجود ہوں، باقی رہی حکایت تو بعض تواریخ سے منقول ہے کہ کسریٰ ایران بزرجمہر حکیم پر غضب ناک ہوا اور حکم دیا کہ اسے ایک تاریک جگہ میں قید کردیا جائے اور اسے لوہے کی زنجیروں میں قید کیا جائے پس چند دن اسی حالت میں گزر گئے تو ایک دن کسی کو بھیجا کہ وہ اس کی خبر لے اور اس کی حالت پوچھے۔

جب وہ پیغام رساں آیا تو اسے کشادہ سینے اور مطمئن سانس کے ساتھ دیکھا وہ کہنے لگا کہ تو اس تنگی و سختی میں ہے لیکن اس طرح معلوم ہوتا ہے کہ تو آسائش اور فراخی میں زندگی گزار رہا ہے۔

حکیم کہنے لگا میں نے ایک معجون چھ چیزوں سے درست کی ہے اور اسے استعمال کیا ہے لہذا اس نے مجھے اس خوشحالی میں

رکھا ہوا ہے۔

وہ قاصد کہنے لگا وہ معجون ہمیں بھی دیکھا تا کہ ہم بلاؤں اور مصیبتوں میں اسے استعمال کریں،شاید ہم بھی اس سے فائدہ اٹھائیں،فرمایا وہ چھ چیزیں ہیں پہلی خدا پر اعتماد،دوسری یہ کہ جو کچھ مقدر میں ہو چکا ہے ہو کے رہے گا،تیسری یہ کہ صبر بہترین چیز ہے کہ جسے امتحان میں مبتلا شخص استعمال کرے،چوتھی یہ کہ اگر صبر نہ کروں تو کیا کرو گے،پانچویں یہ کہ شاید ایسی مصیبت وارد ہو جو اس مصیبت سے زیادہ سخت ہو،چھٹی یہ کہ ایک لحظہ سے دوسرے لحظہ تک کشائش ہے۔جب اس مطلب کی کسریٰ کو اطلاع دی گئی تو اس نے حکم دیا اور اسے قید و بند سے رہا کر کے اس کی تعظیم کی جائے۔

تیسرا ارشاد! فرمایا بیہودگی بیوقوفوں کی خوش طبعی اور جاہلوں کی کاریگری ہے،فقیر کہتا ہے کہ یہ معنی اس صورت میں ہے کہ اگر ہزل لام کے ساتھ ہو اور اگر لفظ ہزل ہمزہ کے ساتھ ہو جیسا کہ بعض نسخوں میں ہے تو پھر معنی ہے ریشخندی وفسون اور مسخرہ پن اور اس میں شک نہیں کہ یہ عمل رذیل واوباش اور پست فطرت لوگوں کا ہے اور اس عمل والے شخص کو دین ایمان کی کوئی خبر نہیں اور عقل ودانائی کا اس میں کوئی اثر ونشان نہیں اور کئی مرحلے وہ منزل انسانیت سے دور اور انسانیت کا نام اس سے متروک ہے۔

چوتھا ارشاد! فرمایا بیدار رہنا نیند کو زیادہ لذیز بناتا ہے اور بھوک کھانے کو زیادہ عمدہ اور پاکیزہ کرنے والی ہے۔

پانچواں ارشاد! فرمایا یاد کرو اس وقت کو جب اپنے اہل وعیال کے سامنے زمین پر پڑا ہو،پس کوئی طبیب نہیں جو تجھ سے موت کو روک سکے اور نہ کوئی دوست ہے جو تجھے اس وقت نفع پہنچائے،مولف کہتا ہے کہ حضرتؑ نے وقت احتضار کی طرف اشارہ کیا ہے،وہی حالت کہ جس کے متعلق خداوند عالم نے قرآن مجید میں ارشاد کیا ہے **اذا بلغت التراقی وقیل من راق**،یعنی جب روح حلق تک پہنچ جائے گی اور کہا جائے گا یعنی محتضر کے گھر والے کہیں گے کون ہے دعائیں پڑھ کر دم کرنے والا اور دوائیوں کے ساتھ علاج کرنے والا یا ملائکہ رحمت کہیں کہ کیا اسے رحمت کے آسمان کی طرف اٹھا کر لے جائیں یا ملا یکہ عذاب اسے جہنم کی طرف لے چلیں،**وظن انه الفراق** اور مرنے والا یقین کر لے کہ جو کچھ اس پر نازل ہوا ہے یہ جدائی ہے اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ بندہ تو شواہد موت کا علاج کر رہا ہوتا ہے،حالانکہ اس کے جوڑ اور اعضاء ایک دوسرے کو سلام کر رہے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ تجھ پر سلام ہو تو مجھ سے اور میں تجھ سے قیامت تک کے لیے جدا ہو جاؤں گا،**والتفت الساق بالساق** اور ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے مل جائے گی،یعنی اس کی پنڈلیاں موت کے ہول سے اور جان کنی کی سختی اور شدت سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑ جاتی ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ موت کی شدت کے ساتھ آخرت کی شدت جمع ہو جائے گی۔

فقیر کہتا ہے کہ میں نے مناسب سمجھا کہ اس مقام پر اس دعائے شریف کو نقل کروں تا کہ ناظرین اس کے پڑھنے سے فیض یاب ہوں۔

الٰهی کیف اصدر عن بابك بخیبة منك وقد قصدت علیٰ ثقة بك الٰهی کیف

تو یسنی من عطائك و قد امر تنی بد عائك صل علیٰ محمد وآل محمد وارحمنی اذاشتد الا نین و حظر علی العمل وانقطع منی الامل وافضیت الی المنون وبکت علی العیون وودعنی الا هل والا حباب وحثیٰ علی التراب ونسی اسمی وبلی جسمی وانطمس ذکری وهجر قبری فلم یزرنی زائر ولم یذکرنی ذاکر وظهرت منی المآثم واستولت علی المظالم وطالت شکایة الخصوم واتصلت دعوة المظلوم صل اللهم علی محمد وآل محمد وارض خصومی عنی یفضلك واحسانك وجد علی بعفوك ورضوانك الٰهی ذهبت ایام لذاتی وبقیت مآثمی وتبعاتی وقد اتیتك منیناً تائبا فلا تردنی محروماً ولا خآئباً اللهم آمن روعتیٰ واغفرزلتی وتب علی انك انت التواب الرحیم۔

الٰہی توئی آگہ ازحال من
عیانست پیش تو احوال من
توئی از کرم دلنواز ہمہ
بہ بیچارگی چارہ شاز ہمہ
بجرم گناہ شرمسارم مکن
اگر طاعتم روکن درقبول
من دوست ودامان آل رسول

چھٹاارشاد! فرمایا جو چیزیں مقدر ہو چکی ہیں وہ تجھے وہ چیزیں دکھاتی ہیں جنہوں نے تیرے دل میں فطور نہیں کیا۔

ساتواں ارشاد! فرمایا حکمت ودانائی فاسد طبیعتوں پر اثر نہیں کرتی ،فقیر کہتا ہے کہ اسی چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے امیر المومنین علیہ السلام فرماتے ہیں کہ خنزیروں کی گردنوں میں جواہرات نہ ڈالو، وارد ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل میں خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرمایا! اے بنی اسرائیل حکمت کی باتیں جاہلوں کے سامنے بیان نہ کرو ورنہ حکمت پر تم نے ظلم کیا ہے اور جو اس کے اہل ہیں ان سے منع نہ کرو ورنہ ان پر ظلم کیا ہے اور عمدہ کہا ہے کسی نے ان لکل تربة غرما ولکل بناء اُسا و ما کل راس یستحق التیجان ولا کل طبیعة یستحق افادة البیان، ہر زمین کے لیے الگ درخت بوئے جاتے ہیں اور ہر منزل کی

الگ اساس ہوتی ہے اور ہر سرتاج کا مستحق نہیں ہوتا اور ہر طبیعت بیان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔

قال العالم علیہ السلام آپؑ نے فرمایا ملا یکہ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے کہ جس میں کتا ہو۔

کے در آید فرشتہ تانکنی

سگ زدرودرو صورت از دیوار

پس اگر بیان کرنا لازمی ہوتو اتنی مقدار پر اختصار کر کہ جہاں تک اس کی فہم پہنچ سکے اور جس کی اس کے ذہن میں گنجائش ہو، پس کہا گیا ہے کہ جس طرح پھلوں کا گودا لوگوں کے لیے تیار کیا گیا ہے تو ان کے چھلکے چوپاؤں کے لیے مقدر کئے گئے ہیں، پس حکمت کا گودا صاحبان عقل وفراست کے لیے ہے اور اس کے چھلکے بھیڑ بکریوں جیسے لوگوں کے لیے ہیں۔

آٹھواں ارشاد! فرمایا جب زمانہ ایسا ہو کہ ظلم و جور غالب ہو تو حرام ہے کہ کسی کے متعلق تو برا گمان کرے جب تک کہ اس کی برائی کا تجھے علم نہ ہو جائے اور جب زمانہ ایسا ہو کہ ظلم و جور عدل پر غالب آجائیں تو پھر کسی کے لیے مناسب نہیں کہ کسی کے متعلق اچھا گمان رکھے جب تک اس میں اچھائی کو دیکھ نہ لے۔

مولف کہتا ہے کہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں اس خبر کو نقل کروں، حمران سے روایت ہوئی ہے کہ اس نے امام محمد باقر علیہ السلام سے پوچھا کہ آپؑ کی برحق حکومت کب ظاہر ہوگی، فرمایا اے حمران تیرے دوست بھائی اور شناسا موجود ہیں، ان کے حالات سے تو اپنے زمانہ کے حالات جان سکتا ہے یہ وہ زمانہ نہیں کہ امام حقؑ خروج کر سکے، تحقیق گزشتہ زمانہ میں ایک عالم تھا جس کا ایک بیٹا تھا جو اپنے باپ کے علم کی طرف میل و رغبت نہیں رکھتا اور نہ اس سے سوال کرتا تھا عالم اور اس کا ایک ہمسایہ تھا جو اس کے آس پاس آتا اور اس سے سوال کرتا اور اس کا علم تحصیل کرتا تھا، پس اس عالم کی موت کا وقت آ گیا تو اس نے اپنے بیٹے کو بلایا اور کہا اے بیٹا تو نے مجھ سے علم اخذ نہیں کیا اور تو اس میں رغبت کم رکھتا تھا اور تو نے مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہیں کیا اور میرا ایک ہمسایہ ہے جو مجھ سے سوال کرتا اور میرا علم حاصل کرتا اور اسے یاد رکھتا تھا، اگر تجھے میرے علم کی ضرورت ہو تو میرے ہمسائے کے پاس جانا اور اس کا پتہ نشان بتایا اور اس کی پہچان کرائی، پھر وہ عالم رحمت ایزدی سے واصل ہو گیا اور اس کا بیٹا باقی رہ گیا۔

پس اس وقت کے بادشاہ نے خواب دیکھا اور خواب کی تعبیر کے لیے اس عالم کے حالات پوچھے، لوگوں نے بتایا کہ وہ فوت ہو گیا ہے بادشاہ نے پوچھا کہ کوئی اس کا بیٹا موجود ہے لوگوں نے بتایا کہ ہاں اس کا بیٹا موجود ہے پس بادشاہ نے اس لڑکے کو بلایا۔

جب بادشاہ کا ملازم اس کو بلانے آیا تو وہ کہنے لگا، خدا کی قسم مجھے معلوم نہیں کہ بادشاہ مجھے کیوں بلا رہا ہے اور میرے پاس علم نہیں ہے اگر اس نے مجھ سے کوئی سوال کیا تو میں رسوا ہو جاؤں گا، پس اسی حالت میں اسے باپ کی وصیت یاد آئی اور اس شخص کے گھر گیا کہ جس نے اس کے باپ سے علم سیکھا تھا، کہنے لگا بادشاہ نے بلایا ہے اور مجھے نہیں معلوم کہ اس نے مجھے کس لیے بلایا ہے، اور مجھے میرا باپ حکم دے گیا ہے کہ اگر مجھے علم کی ضرورت پڑے تو میں تیرے پاس آؤں۔

وہ شخص کہنے لگا مجھے معلوم ہے کہ بادشاہ نے تجھے کیوں بلایا ہے اگر تجھے بتادوں تو جو کچھ تجھے حاصل ہو وہ میرے اور اپنے درمیان ساری تقسیم کرنا۔

وہ کہنے لگا جی ہاں، پس اس نے اسے قسم دی اور اس سلسلہ میں اس سے ایک تحریر لے لی کہ وہ اس وعدہ کی شرط کی وفا کرے گا، پھر وہ کہنے لگا کہ بادشاہ نے ایک خواب دیکھا ہے اور تجھے بلایا ہے تا کہ تجھ سے پوچھے کہ یہ زمانہ کون سا زمانہ ہے تو جواب میں کہیو کہ یہ بھیڑیئے کا زمانہ ہے۔

پس جب وہ لڑکا بادشاہ کے دربار میں گیا تو اس نے پوچھا کہ میں نے تجھے کس لے بلایا ہے، وہ کہنے لگا تو نے مجھے اس خواب کی وجہ سے بلایا ہے جو تو نے دیکھا ہے کہ یہ کون سا زمانہ ہے، بادشاہ نے کہا کہ تو سچ کہہ رہا ہے، پس بتا کہ یہ کیسا زمانہ ہے اس نے کہا کہ یہ بھیڑیئے کا زمانہ ہے۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے جائزہ وانعام دیا جائے اس نے انعام لیا اور اپنے گھر چلا گیا، لیکن اپنی شرط پوری نہ کی اور اس شخص کا حصہ اسے نہ دیا اور کہنے لگا شاید اس مال کے ختم ہونے سے پہلے میں مر جاؤں اور دوبارہ مجھے اس شخص سے دوبارہ سوال کرنے کی ضرورت نہ پڑے۔

پس جب اسی طرح کچھ وقت گزر گیا تو بادشاہ نے دوسرا خواب دیکھا اور کسی کو بھیج کر اس لڑکے کو بلایا، اب لڑکا پشیمان ہوا کہ اس نے اپنا وعدہ پورا نہیں کیا اور اپنے آپ سے کہنے لگا کہ میرے پاس تو علم ہے نہیں کہ میں بادشاہ کے پاس جاؤں اب اس عالم کے پاس کیسے جاؤں اور اس سے کس طرح سوال کروں، حالانکہ اس سے مکر وفریب کر چکا ہوں اور اس کے وعدہ کی وفا نہیں کی، پس کہنے لگا بہر حال میں دوبارہ اس کے پاس جاتا ہوں اور اس سے معذرت چاہتا ہوں اور دوبارہ قسم کھاتا ہوں کہ اس دفعہ وفا کروں گا شاید وہ مجھے تعلیم دے۔

پس وہ اس عالم کے پاس آیا اور کہنے لگا میں نے کیا جو کچھ کیا ہے اور اپنے عہد و پیمان پر وفا نہیں کی اور جو کچھ میرے پاس تھا وہ سب ختم ہو گیا ہے اور کوئی چیز میرے پاس باقی نہیں رہی، اب مجھے تیری ضرورت پڑی ہے تجھے قسم خدا دیتا ہوں کہ مجھے محروم نہ کر، اب میں تجھ سے عہد و پیمان باندھتا اور قسم کھاتا ہوں کہ اس دفعہ جو میرے پاس آیا وہ میں تیرے اور اپنے درمیان تقسیم کروں گا، اس وقت مجھے بادشاہ نے بلایا ہے اور مجھے معلوم نہیں کہ اس نے کیوں مجھے بلایا ہے اور کیا پوچھنا چاہتا ہے۔

وہ عالم کہنے لگا اس نے تجھے بلایا ہے تا کہ دوبارہ تجھ سے سوال کرے اس خواب کے متعلق جو دیکھا ہے کہ یہ کونسا زمانہ ہے تو کہیو کہ یہ گوسفند کا زمانہ ہے۔

پس جب وہ بادشاہ کے دربار میں گیا تو اس سے پوچھا کہ تجھے کس مقصد کے لیے بلایا ہے کہنے لگا تو نے خواب دیکھا ہے اور تو چاہتا ہے کہ مجھ سے سوال کرے کہ یہ کونسا زمانہ ہے بادشاہ کہنے لگا کہ تو نے سچ بتایا ہے، اب بتا کہ یہ کونسا زمانہ ہے۔

اس نے کہا کہ گوسفند کا زمانہ ہے، پس بادشاہ نے حکم دیا تو اسے صلہ دیا گیا اور جب گھر واپس آیا تو متردد ہوا کہ آیا اس عالم

کے ساتھ وفا کرے یا مکروفریب کرکے اسے اس کا حصہ نہ دے، پس بہت غوروفکر کے بعد کہنے لگا شاید اب مجھے اس کی ضرورت پیش نہ آئے اور ارادہ کیا کہ اس کے ساتھ دھوکہ کرے اور اس کے ساتھ کئے ہوئے وعدہ کو پورا نہ کرے۔

پس ایک مدت کے بعد پھر اسے بادشاہ نے بلایا تو وہ اپنے دھوکہ سے پشیمان ہوا اور کہنے لگا دو مرتبہ دھوکہ کرنے کے باوجود پھر میں کس طرح اس عالم کے پاس جاؤں اور خود مجھ کو علم نہیں کہ بادشاہ کو جواب دے سکوں، دوبارہ اس کی رائے اس پر برقرار ہوئی کہ وہ اس عالم کے پاس جائے۔

پس اس کی خدمت میں گیا تو اسے خدا کی قسم دی اور اس سے التماس کیا کہ وہ دوبارہ اسے خواب کی تعلیم دے اور کہنے لگا کہ اس دفعہ میں وفا کروں گا اور اب کے مکروفریب نہیں کروں گا، اب مجھ پر رحم کرو اور مجھے اس حالت میں نہ چھوڑو، پس اس عالم نے پیمان اور تحریریں اس سے لیں اور کہنے لگا پھر بادشاہ نے تجھے بلایا ہے تا کہ اس خواب کے متعلق سوال کرے جو اس نے دیکھا ہے کہ یہ کیا زمانہ ہے تو اس سے کہیو یہ ترازو کا زمانہ ہے، جب یہ بادشاہ کے دربار میں گیا تو اس نے اس سے پوچھا کہ تجھے کیوں بلایا ہے تو وہ جوان کہنے لگا کہ تو نے مجھے اس خواب کے لیے بلایا ہے جو دیکھا ہے اور تو مجھ سے پوچھنا چاہتا ہے کہ اب کونسا زمانہ ہے، بادشاہ نے کہا سچ کہتے ہو اب بتاؤ کہ کون سا زمانہ ہے، اس نے کہا ترازو کا زمانہ ہے، پس بادشاہ نے حکم دیا تو اس کو صلہ دیا گیا اور وہ صلہ اور انعاموں کو لے کر اس عالم کے پاس آیا اور اس کے سامنے رکھ دیا اور کہنے لگا یہ سارا وہ مال ہے کہ جو مجھے ملا ہے اور میں اسے لے آیا ہوں تا کہ اسے اپنے اور آپ کے درمیان تقسیم کروں، وہ عالم کہنے لگا چونکہ پہلا بھیڑیوں کا زمانہ تھا اور تو بھیڑیا تھا، لہذا پہلی مرتبہ تو نے پختہ ارادہ کیا کہ وفائے عہد نہ کرے، اور دوسرا زمانہ چونکہ گوسفند کا تھا اور گوسفند ارادہ کرتا ہے کہ ایک فلاں کام کرے، لیکن کرتا نہیں تو نے بھی ارادہ کیا کہ وفا کرے لیکن کی نہیں اور یہ زمانہ چونکہ ترازو کا زمانہ ہے اور ترازو کا کام ہے حق کی وفا اور اس کو پورا کرنا، لہذا تو نے بھی وفائے عہد کیا، اب اپنا مال اٹھالے کیونکہ مجھے اس کی حاجت وضرورت نہیں ہے، علامہ مجلسی فرماتے ہیں گویا حضرتؑ کی غرض ومقصد اس واقعہ کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ ہر زمانہ کے حالات ایک دوسرے سے مشابہت رکھتے اور ملتے جلتے ہیں جب تو اپنے یار دوستوں کو دیکھتا ہے کہ وہ تجھ سے مقام عذر مکر ہیں تو امام علیہ السلام کس طرح ان کے عہد و پیمان پر اعتماد کرلیں اور مخالفین کے خلاف خروج کریں، اور جب ایسا زمانہ آیا کہ جس میں لوگ عہد و وعدوں کو پورا کریں گے اور خدا کو معلوم ہوگا کہ یہ لوگ امام علیہ السلام سے کئے ہوئے وعدہ کو پورا کریں گے تو امام علیہ السلام کو مامور بظہور وخروج قرار دے گا، خداوند عالم ہمارے اہل زمانہ کی اصلاح فرمائے اور یہ عطیہ عظمیٰ ان کو نصیب کرے۔ **بمحمد وآلہ الطاہرین**

پانچویں فصل

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کا مدینہ سے سامرہ کی طرف جانا اور مخالفین کی طرف سے آپؑ پر ہونے والے بعض ظلم وستم اور حضرتؑ کی شہادت

واضح ہو کہ امام علی نقی علیہ السلام کی ولادت باسعادت اور نشوونما مدینہ طیبہ میں ہوئی اور آپؑ کی عمر کے آٹھ سال گزرے تھے جب کہ آپؑ کے والد بزرگوار شہید ہوئے اور امامت آپؑ کی طرف منتقل ہوئی، آپؑ ہمیشہ مدینہ میں رہے یہاں تک کہ متوکل کے زمانہ میں آپؑ کو اس نے سامرہ میں بلایا اس کا سبب یہ تھا کہ بریحہ عباس نے جو حرمین کا امام جماعت تھا متوکل کو لکھا کہ اگر تجھے مکہ و مدینہ کی ضرورت ہے تو علیؑ بن محمدؑ کو اس علاقہ سے نکال دے، کیونکہ اس علاقہ کے اکثر لوگوں کو انہوں نے اپنا مطیع وفرمانبردار بنالیا ہے اور کچھ اور لوگوں نے بھی متوکل کو اسی مضمون کے خطوط لکھے اور عبداللہ بن محمد والی مدینہ بھی آپؑ کو بہت اذیت وتکلیف پہنچاتا اور زیادہ اہانت کرتا تھا یہاں تک کہ اس نے بھی کئی خطوط آپؑ کے سلسلہ میں لکھے جو کہ متوکل کے غصہ اور غضب کا سبب ہوئے جب حضرتؑ کو یہ اطلاع ہوئی کہ والی مدینہ نے متوکل کو چند چیزیں لکھی ہیں جو آنجنابؑ کی نسبت اس کی اذیت وضرر کا سبب نہیں بنیں گی تو آپؑ نے متوکل کو ایک خط لکھا اور اس میں درج کیا کہ والی مدینہ مجھے آزار واذیت پہنچاتا ہے اور جو کچھ اس نے میرے متعلق لکھا ہے وہ کذب محض اور افتراء ہے، متوکل نے مصلحت کے طور پر آپؑ کو مشفقانہ خط لکھا اور اس میں امامؑ زمانہ کی تعظیم وتکریم کی اور لکھا کہ چونکہ میں مطلع ہوا ہوں کہ عبداللہ بن محمد نے آپؑ کی نسبت ناروا سلوک کیا ہے لہذا اس کا منصب بدل دیا ہے اور اس کی جگہ محمد بن فضل کو مقرر کیا ہے اور اسے آپؑ کے اعزاز واکرام وتجلیل کا حکم دیا ہے۔

یہ بھی حضرت کو لکھا کہ خلیفہ آپؑ کی ملاقات وافرالبرکات کا مشتاق ہوا ہے اور اس چیز کا خواہش مند ہے کہ اگر آپؑ کے لیے دشوار نہ ہو تو اس طرف تشریف لائیں اور اپنے اہل بیتؑ عزیزوں اور خدم وحشم میں سے جسے چاہیں اپنے ساتھ لے آئیں اور سکون و اطمینان خاطر کے ساتھ جس کی رفاقت میں چاہیں اور جب آپؑ چاہیں روانہ ہوں اور جب چاہیں کہیں نزول اجلال فرمائیں اور یحییٰ

بن ہرثمہ کوآپؑ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں اگر آپؑ چاہیں تو یہ راستہ میں آپؑ کی خدمت میں رہے گا اور ہر معاملہ میں آپؑ کی اطاعت کریگا، اور آپؑ کومعلوم ہونا چاہیے کہ کوئی شخص اہل خانہ، رشتہ داروں، بیٹوں اور خلیفہ کے خواص میں سے اس کے نزدیک آپؑ سے زیادہ گرامی قدر اور عزت دار نہیں ہے اور خلیفہ انتہائی لطف وشفقت ومہربانی آپؑ کی نسبت رکھتا ہے اور اس خط کو ابراہیم بن عباس ماہ جمادی الآخر ۲۴۳ہجری میں تحریر کیا ہے۔

باقی رہیں وہ اذیتیں اور آزار جو مخالفین کی طرف سے اس امام مبینؑ کو پہنچیں تو وہ بہت ہیں، ہم یہاں چند روایات کے ذکر پر اکتفاء کرتے ہیں۔

پہلی روایت! مسعودی نے یحییٰ بن ہرثمہ سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے متوکل نے مدینہ کی طرف امام علی نقی علیہ السلام کو وہاں سے سامرہ کی طرف لے جانے کے لیے بھیجا، بسبب بعض چیزوں کے جو متوکل کو حضرتؑ کے بارے میں پہنچی تھیں، پس جب میں مدینہ میں وارد ہوا تو اہل مدینہ کی فریاد اس قدر بلند ہوئی کہ میں نے ایسی فریاد وزاری کبھی نہیں سنی تھی پس میں نے انہیں خاموش کیا اور قسم کھائی کہ مجھے حضرتؑ کو مکر وتکلیف وآزار پہنچانے کا حکم نہیں ملا اور میں نے حضرتؑ کے گھر کی تلاشی لی تو وہاں علاوہ قرآن ودعا اور اس قسم کی چیزوں کے کچھ نہ پایا اور تذکرہ سبط میں ہے کہ میں نے نہیں پایا، وہاں مگر قرآن دعائیں اور کتابیں، پس آپؑ مجھے عظیم نظر آنے لگے اور میں حضرتؑ کو مدینہ سے لے چلا اور میں خود حضرتؑ کی خدمتیں بجالاتا اور حضرتؑ سے حسن سلوک کے ساتھ پیش آتا تھا، پس جن دنوں ہم راستہ میں تھے میں نے دیکھا کہ حضرتؑ گھوڑے پر سوار ہیں۔

دوسری روایت! شیخ کلینی اور دوسرے اعلام نے صالح بن سعید سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن سامرہ گیا اور آنجناب کی خدمت میں حاضر ہوا اور میں نے کہا کہ ان ستمگروں نے تمام امور میں آپؑ کے نور کو بجھانے اور ذکر کو چھپانے کی کوشش کی ہے یہاں تک کہ آپؑ کو اس جیسی جگہ اتارا ہے جو کہ گداگروں اور بے نام ونشان غریب اور مسافروں کے ٹھہرنے کے لیے ہے، حضرتؑ نے فرمایا اے سعید کے بیٹے ابھی تک تم ہماری قدر ومنزلت کے پہچاننے میں اس درجہ پر ہے اور تو سمجھتا ہے کہ یہ چیزیں ہماری شان کی بلندی کے منافی ہیں اور تو یہ نہیں جانتا کہ جسے خدا بلند کرے وہ ان چیزوں سے پست وحقیر نہیں ہوتا پھر آپؑ نے اپنے دست مبارک سے ایک طرف اشارہ کیا جب میں نے اس طرف دیکھا تو میں نے کئی باغات دیکھے جو مختلف پھولوں سے آراستہ تھے اور ایسے گلستان دیکھے جو قسم قسم کے میووں سے پیراستہ تھے اور ایسی نہریں دیکھی جوان باغوں کے صحن میں جاری تھیں اور حور وقصور غلمان ان میں دیکھے کہ جن کی مثل میرے خواب وخیال میں بھی نہیں تھی اور ان حالات کو دیکھ کر میری نگاہ حیران اور عقل پریشان ہوگئی، پھر حضرتؑ نے فرمایا ہم جس جگہ بھی جائیں یہ چیزیں ہمارے لیے مہیا وتیار ہیں اور ہم گداگروں کے سرائے میں نہیں ہیں۔

تیسری روایت! مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں روایت کی ہے کہ جب امام علی نقی علیہ السلام متوکل کے گھر میں داخل ہوئے تو آپؑ کھڑے ہو کر نماز میں مشغول ہوئے تو مخالفین میں سے ایک شخص آکے آپؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کب تک ریاکاری کروگے، حضرتؑ نے جب یہ جسارت سنی تو نماز میں تعجیل کی اور سلام پھیرا پھر اس کی طرف رخ کر کے فرمایا اگر تو نے جھوٹ

بولا ہے اس نسبت میں جو کہ میری طرف دی ہے تو خدا تیری بیخ کنی کرے، بس آپؑ نے یہ فقرہ کہا ہی تھا کہ وہ شخص گر کر مر گیا اور اس کا واقعہ متوکل کے گھر میں نئی چیز ہو گیا۔

چوتھی روایت! شیخ کلینی و شیخ مفید اور دوسرے علماء نے ابراہیم بن محمد طاہری سے روایت کی ہے کہ ایک پھوڑا متوکل کے بدن پر نکل آیا کہ جس سے وہ ہلاکت کے قریب پہنچ گیا اور کوئی شخص جرات نہیں کرتا تھا کہ نشتر اس کے قریب لے جائے، پس متوکل کی ماں نے نذر کی کہ اگر اس کو عافیت وصحت ہو گئی تو مال جلیل حضرت امام علی نقی علیہ السلام کے لیے بھیجے گی، پس فتح خاقان نے متوکل سے کہا اگر چاہو تو امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں کسی کو بھیجیں، شاید اس بیماری کی کوئی دوا بتائیں۔

کہنے لگا بھیج دو، جب حضرتؑ کی خدمت میں گئے اور اس کی حالت بیان کی تو فرمایا گوسفند کی وہ مینگنیاں کہ جو اس کے پاؤں کے نیچے مسلی گئی ہوں گلاب میں بھگوئی جائیں اور اس پھوڑے پر باندھ دی جائیں انشاءاللہ تعالیٰ فائدہ ہوگا۔

جب یہ خبر لے کر آئے تو خلیفہ تابعین کی ایک جماعت جو حاضر تھی ہنسنے لگی اور مذاق اور استعفر اء کیا، فتح بن خاقان کہنے لگا میں جانتا ہوں کہ حضرتؑ کی بات بے بنیاد نہیں اور آپؑ نے جو کچھ فرمایا ہے وہ بجالاؤ، اس سے کوئی ضرر نہیں ہوگا جب دوا باندھی گئی تو فوراً پھوڑا پھٹ گیا اور متوکل کو درد والم سے راحت ہوئی اور اس کی ماں خوش ہو گئی پس اس نے دس ہزار دینار ایک تھیلی میں رکھے اور اسے سربمہر کر کے حضرتؑ کی خدمت میں بھیج دیے جب متوکل اس بیماری سے شفایاب ہو گیا تو ایک شخص جسے بطحائی کہتے تھے متوکل کے پاس تھا اس نے حضرتؑ کی بہت برائیاں بیان کی اور کہنے لگا کہ اس نے بہت سا اسلحہ اور زرومال جمع کر رکھا ہے اور خروج کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، پس ایک رات متوکل نے سعید خادم کو بلایا اور کہنے لگا اطلاع کئے بغیر امام علی نقی علیہ السلام کے گھر میں گھس جاؤ اور اس میں جو ہتھیار اور مال ہو میرے پاس لے آؤ۔

سعید کہتا ہے کہ میں نے رات کے وقت سیڑھی اٹھائی اور حضرتؑ کے گھر کی طرف گیا اور سیڑھی آپؑ کے گھر کی دیوار کے ساتھ لگائی، جب میں نیچے اترنے لگا تو تاریکی کی وجہ سے راستہ گم ہو گیا اور میں حیران و پریشان ہو گیا اچانک حضرتؑ نے مکان کے اندر سے مجھے پکارا کہ اے سعید وہیں رہو یہاں تک کہ چراغ تمہارے لیے لے آئیں تو میں نیچے اترا تو دیکھا کہ حضرتؑ نے پشم کا ایک جبہ پہن رکھا ہے پشم کا عمامہ آپؑ کے سر پر ہے اور اپنا سجادہ ایک حصیر پر بچھایا ہوا ہے اور سجادہ پر روبقبلہ بیٹھے ہیں، پھر فرمایا کہ جاؤ اور ان کمروں مُں گردش کرو اور تلاشی لے لو، میں گیا اور تمام حجرے دیکھے ان میں کوئی چیز نہ ملی سوائے ایک تھیلی کے کہ جس پر متوکل کی ماں کی مہر لگی تھی اور ایک سربمہر تھیلی تھی۔

پھر فرمایا میرے مصلے کو اٹھاؤ جب میں نے اٹھایا تو مصلے کے نیچے ایک تلوار دیکھی جس کی نیام لکڑی کی تھی اور غلاف و نیام کے اوپر کچھ نہیں تھا، وہ تلوار ان دو تھیلیوں کے ساتھ اٹھا کر متوکل کے پاس لے گیا، جب اس نے اپنی ماں کی مہر اس پر دیکھی تو اسے بلایا اور حقیقت حال کے متعلق سوال کیا اس کی ماں کہنے لگی کہ یہ میں ان کے لیے بھیجی تھی اور انہوں نے ابھی تک اس کی مہر بھی نہیں توڑی جب دوسری تھیلی کی مہر توڑی گئی تو اس میں چار سو دینار تھے، پس متوکل نے ایک تھیلی اور اس کے ساتھ ملائی اور فرمایا اے سعید یہ

تھیلیاں اس تھیلی اور تلوار کے ساتھ ان کے پاس لے جاؤ اور ان سے معذرت طلب کرو۔

پس جب یہ چیزیں میں حضرتؑ کی خدمت میں لے کر گیا میں نے عرض کیا اے میرے سید و سردار میری تقصیر معاف کیجئے کہ میں نے بے ادبی کی اور اجازت لیے بغیر آپؑ کے گھر میں داخل ہوا، چونکہ خلیفہ کی طرف سے مامور تھا لہذا معذور ہوں، حضرتؑ نے فرمایا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون یعنی عنقریب جان لیں گے وہ لوگ جنہوں نے ظلم کیا ہے کہ ان کی بازگشت کہاں ہے۔

پانچویں روایت! علماء کی ایک جماعت نے کہ جن میں سے مسعودی بھی ہے روایت کی ہے کہ متوکل کے پاس امام علی نقی علیہ السلام کی شکایت کی گئی اور کہا گیا کہ آنجنابؑ کے گھر میں بہت سا اسلحہ اور زیادہ خطوط ہیں جو اہل قم میں سے ان کے شیعوں نے ان کے پاس بھیجے ہیں اور آپؑ کا یہ ارادہ ہے کہ تیرے خلاف خروج کریں، متوکل نے ترکوں کی ایک جماعت حضرتؑ کے گھر بھیجی اور انہوں نے رات کے وقت آپؑ کے گھر کا محاصرہ کیا اور اندر گھسے اور جتنی انہوں نے تلاشی لی کوئی چیز انہیں نہ ملی انہوں نے دیکھا کہ حضرتؑ ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور اس کا دروازہ بند کیا ہوا ہے اور پشم کا لباس پہنے ریتلی زمین پر بیٹھے ہیں اور آپؑ کی توجہ حق تعالیٰ کی طرف ہے اور آیات قرآن کی تلاوت میں مشغول ہیں، پس آنجنابؑ کو اسی حالت میں گرفتار کر کے متوکل کے پاس لے گئے اور انہوں نے کہا کہ ہم آپؑ کے گھر میں گھس گئے لیکن وہاں کوئی چیز نہیں ملی اور آنجنابؑ کو دیکھا کہ قبلہ رخ ہو کر بیٹھے قرآن پڑھ رہے تھے، متوکل اس وقت مجلس شراب میں تھا، پس اس امام معصومؑ کو اس مجلس شوم میں لے گئے شراب کا جام متوکل کے ہاتھ میں تھا اس نے آنجنابؑ کی تعظیم کی اور آپؑ کو اپنے پہلو میں بٹھایا اور شراب کا جام آپؑ کے سامنے پیش کیا، آپؑ نے فرمایا خدا کی قسم شراب میرے گوشت اور خون میں کبھی داخل نہیں ہوئی مجھے معاف رکھو، آپؑ سے درگزر کیا تب کہنے لگا پھر میرے لئے کچھ اشعار پڑھیں فرمایا مجھ سے شعر کی روایت بہت کم کی گئی ہے یا میں شعر کم پڑھتا ہوں۔ کہنے لگا اس سے چارہ کار نہیں، پس حضرتؑ نے یہ اشعار پڑھے جو کہ دنیا کی بیوفائی بادشاہوں کی موت اور موت کے بعد ان کی ذلت و خواری پر مشتمل ہیں۔

باتوا علی قلل الا جبال نحر سهم
غلب الرجال فلم تنفعهم القلل
واستنزلوا بعد عزعن معاقلهم
واسكنو ا حضراً يا بئسما نزلوا
فاذاهم صارخ من بعد وفنهم وانسخه
اين الا ساور والتيجان والحلل
اين الوجوه التى كانت منعمة!

من دونها تضرب الا ستادوالكلل

فاصفح القبر منهم حين ساتلهم

تلك الوجوه عليها الاوتنتقل

قد طال ما اكلوا دهراًوما شربوا!

واصبحو اليوم بعد الاكل قد أُكلوا

یعنی رات گزاری انہوں نے پہاڑی کی چوٹی پر جب کہ مضبوط قسم کے لوگ ان کی حفاظت وحراست کر رہے تھے پس وہ پہاڑ کی چوٹیاں انہیں نفع نہ دے سکیں، وہ عزت کے بعد اپنی پناہ گاہوں سے اتار لیے گئے اور انہیں زمین کے گڑہوں میں ساکن کیا گیا، کس برے مقام پر وہ اُترے، ایک چیخنے والے نے ان کے دفن ہونے کے بعد انہیں آواز دی کہ کہاں ہیں سونے کے کنگن تاج اور عمدہ لباس، کہاں گئے وہ چہرے جو ناز و نعمت میں پلے تھے، جن کے سامنے باریک پردے لٹکائے جاتے تھے، پس قبر نے فصیح زبان میں ان کے متعلق سوال کرنے والے سے کہا کہ ان چہروں پر کیڑے چل رہے ہیں، وہ طویل زمانہ تک کھاتے پیتے رہے اور آج کھانے کے بعد وہ خود کھائے جا رہے ہیں۔

متوکل یہ اشعار سن کر رونے لگا، یہاں تک کہ اس کے آنسوؤں سے اس کی داڑھی تر ہوگئی اور باقی حاضرین بھی روتے رہے اور کنز الفوائد کی روایت کی بناء پر متوکل نے شراب کا جام زمین پر مار کر توڑ دیا اور اس کا عیش ونشاط ناگوار ہو گیا اور پہلی روایت کی بنا پر حضرتؑ سے پوچھا کیا آپؑ مقروض ہیں، فرمایا ہاں چار ہزار دینا، پس اس نے چار ہزار دینار آپؑ کو دیئے اور عزت واحترام کے ساتھ آپؑ کو اپنے گھر کی طرف واپس کیا۔

چھٹی روایت! قطب راوندی نے فضل بن احمد کاتب سے ۔اس نے اپنے باپ معتز باللہ بن متوکل کے کاتب احمد بن اسرائیل سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن معتز کے ساتھ متوکل کی مجلس میں گیا وہ کرسی پر بیٹھا تھا اور فتح بن خاقان اس کے پاس کھڑا تھا۔

پس معتز سلام کر کے کھڑا ہو گیا اور میں اس کے پیچھے تھا اور قاعدہ یہ تھا کہ جب معتز اس کے پاس جاتا تو متوکل اسے مرحبا کہتا اور بیٹھنے کے لیے کہتا، لیکن اس دن وہ انتہائی غضب اور تغیر کی وجہ سے جو اس میں تھا معتز کی طرف متوجہ نہ ہوا اور فتح بن خاقان سے باتیں کرتا رہا اور ہر لحظہ اس کے چہرہ متغیر ہو رہا تھا اور اس کے غضب کا شعلہ اور بھڑکتا اور فتح بن خاقان سے کہتا کہ یہ اس پر افترا و بہتان ہے اور وہ ان چیزوں سے بری الذمہ ہے لیکن کوئی فائدہ نہ ہوتا اور اس کا غصہ بڑھتا جاتا اور کہتا کہ خدا کی قسم میں اس ریا کار کو قتل کروں گا جو جھوٹا دعویٰ کرتا ہے اور میری سلطنت میں رخنہ ڈالتا ہے۔

پھر کہنے لگا کہ چار آدمی پست قد اجڈ قسم کے لے آؤ جو کچھ نہ جانتے ہوں جب وہ حاضر ہوئے تو ہر ایک کے ہاتھ میں تلوار دے دی اور انہیں حکم دیا کہ جب امام علی نقی علیہ السلام حاضر ہوں تو انہیں قتل کر دو اور کہنے لگا کہ خدا کی قسم میں اس کے قتل کرنے کے بعد اس کا بدن بھی جلا دوں گا۔

کچھ دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ متوکل کے حاجب آئے اور کہنے لگے کہ وہ آ گیا ہے اچانک میں نے دیکھا کہ حضرتؑ داخل ہوئے اور آپؑ کے لبہائے مبارک حرکت کر رہے ہیں اور آپؑ دعا پڑھ رہے تھے اور اضطراب وخوف کا اثر بالکل آپؑ پر نہیں تھا، جب متوکل کی نگاہ آپؑ پر پڑی تو خود کو تخت سے گرا دیا اور آپؑ کے استقبال کو دوڑا اور انہیں بغل گیر کیا اور آپؑ کے ہاتھوں اور آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور تلوار اس کے ہاتھ میں تھی اور وہ کہہ رہا تھا اے میرے مولا سید وآقا اے فرزند رسول خداؐ اے بہترین خلق اے میرے چچازاد بھائی اور میرے مولا اے ابوالحسنؑ۔

اور حضرتؑ فرمانے لگے ''اعیذك بالله'' میں تمہیں خدا کی پناہ میں دیتا ہوں اے امیر مجھے ان کلمات کے کہنے سے معاف کرو، متوکل کہنے لگا آپؑ نے کس لیے تکلیف کی ہے اور اس وقت تشریف لائے ہیں اس ولدالزماں نے جھوٹ بولا ہے اور کہنے لگا، اے میرے سید وسردار آپؑ واپس جائیں اس جگہ کہ جہاں سے تشریف لائے ہیں، حضرتؑ نے فرمایا کہ تیرا قاصد ابھی آیا تھا اور اس نے کہا کہ متوکل آپؑ کو بلا رہا ہے متوکل کہنے لگا اے فتح بن خاقان اے عبداللہ اے معتز اپنے اور میرے آقا کی مشایعت کرو پھر جب ان پست قد غلاموں کی نگاہ حضرتؑ پر پڑی تو وہ زمین پر گر پڑے اور حضرتؑ کی تعظیم کے لیے سجدہ کیا جب حضرتؑ واپس چلے گئے تو متوکل نے ان غلاموں کو بلایا اور ترجمان سے کہا کہ ذرا ان سے پوچھو کہ کس بناء پر تم اس کے متعلق میرا حکم بجا نہیں لائے تو وہ کہنے لگے کہ حضرتؑ کی ہیبت سے ہم بے اختیار ہو گئے، جب آپؑ تشریف لائے تو آپؑ کی گرد سونگی تلواریں ہم نے دیکھیں اور تلوار والوں کو ہم نہیں دیکھ رہے تھے لہذا اس حالت کا دیکھنا ہمارے لیے مانع ہوا کہ ہم تیرے حکم کو بجا لاتے اور ہمارے دل بیم وخوف سے پُر ہو گئے، اس متوکل نے فتح خاقان کی طرف رخ کیا اور کہنے لگا یہ ہے تیرا امام اور ہنسا اور فتح اس لیے خوش ہوا کہ وہ مصیبت حضرتؑ سے ٹل گئی اور حمد خدا بجا لایا۔

ساتویں روایت! ابن بابویہ اور دوسرے علماء نے صقر بن ابی دلف سے روایت کی ہے کہ جب امام علی نقی علیہ السلام کو سامرہ لے آئے تو میں آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تا کہ آپؑ کے حالات معلوم کرلوں اور حضرتؑ کو زراقی حاجب متوکل کے پاس قید کیا گیا تھا، جب میں اس کے پاس گیا تو کہنے لگا کہ کس لیے آئے ہو میں نے کہا کہ آپؑ کو دیکھنے کے لیے حاضر ہوا ہوں، کچھ دیر میں بیٹھا رہا اور جب مجلس خلوت ہوئی تو رزاقی کہنے لگا تو گویا تم اپنے صاحب اور امامؑ کی خبر لینے آئے ہو، میں ڈر گیا اور کہا کہ میرا صاحب تو خلیفہ ہے وہ کہنے لگا چپ رہ کہ تیرا مولا ہی برحق ہے اور میں بھی تیرے جیسا عقیدہ رکھتا ہوں اور انہیں ہی امام سمجھتا ہوں، پھر کہنے لگا کیا چاہتے ہو کہ ان کی خدمت میں جاؤ، میں نے کہا ہاں، کہنے لگا کچھ دیر صبر کرو کہ ڈاکیہ باہر چلا جائے جب وہ چلا گیا تو اس نے ایک شخص کو میرے ساتھ کیا اور اس سے کہا کہ اسے اس علوی کے پاس لے جاؤ جو قید ہے اسے

اس کے پاس چھوڑ کر واپس آ جاؤ۔

جب میں آپؑ کی خدمت میں گیا تو دیکھا کہ آپؑ ایک چٹائی پر بیٹھے ہیں اور آپؑ کے سامنے ایک قبر کھودی ہوئی موجود ہے پس میں سلام کر کے آپؑ کی خدمت میں بیٹھ گیا تو آپؑ نے فرمایا کیسے آئے ہو میں نے عرض کیا کہ آپؑ کے حالات معلوم کرنے کے لیے، جب میری نگاہ قبر پر پڑی تو میں رونے لگا۔

آپؑ نے فرمایا گریہ نہ کرو اس وقت مجھے ان سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا میں نے کہا الحمد للہ، پھر صقر نے آپؑ سے حدیث لاتعازوالایام فتعادیکم (دنوں سے دشمنی نہ رکھو ورنہ یہ تم سے دشمنی رکھیں گے) پوچھی تو حضرتؑ نے جواب دیا، پھر فرمانے لگے رخصت ہو کر چلے جاؤ چونکہ میں تمہارے بارے میں مطمئن نہیں، ایسا نہ ہو کہ کوئی اذیت وتکلیف تمہیں نہ پہنچے۔

آٹھویں روایت! سیدابن طاؤس اور دوسرے علماء نے روایت کی ہے کہ جب متوکل نے چاہا کہ اپنے وزیر فتح بن خاقان کا اعزاز واکرام کرے اور جو اس کی قدرومنزلت اس کے ہاں ہے وہ دوسروں پر ظاہر کرے اور حقیقت میں اس کی غرض نقص شان اور استخفاف قدر امام علی نقی علیہ السلام تھی اور اس چیز کو صرف بہانہ بنایا تھا پس سخت گرمی کے دن فتح بن خاقان کے ساتھ سوار ہوا اور حکم دیا کہ تمام امراء علماء وسادات واشراف واعیان اس کی ہمرکابی میں پیدل چلیں اور انہیں میں امام علی نقی علیہ السلام بھی تھے، متوکل کا حاجب زرافہ کہتا ہے کہ میں نے اس دن حضرتؑ کو دیکھا کہ پیدل چل رہے تھے اور آپؑ کو سخت تعب وتکلیف ہو رہی تھی اور آپؑ کے بدن مبارک سے پسینہ بہہ رہا تھا میں آپؑ کے پاس گیا اور عرض کیا اے فرزند رسولؐ خدا آپؑ اپنے کو کیوں زحمت میں ڈال رہے ہیں۔

فرمایا ان کا مقصد میری ہی تخفیف وتذلیل ہے لیکن میرے بدن کی حرمت ناقہ صالح اور اس کے بچے سے کم نہیں ہے زرافہ کہتا ہے کہ جب میں اپنے گھر واپس آیا تو یہ واقعہ میں نے اپنے بچوں کے معلم کو بتایا کہ جس کے متعلق مجھے شیعہ ہونے کا گمان تھا اس نے مجھے قسم دی کہ کیا تو نے یہ بات حضرتؑ سے سنی ہے۔

میں نے کہا کہ تو نے یہ کہاں سے سمجھا ہے وہ کہنے لگا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرتؑ جھوٹ نہیں بولتے اور خداوند عالم وقوم صالح کے واقعہ میں فرماتا ہے تمتعوا فی دار کم ثلثۃ ایام، اپنے گھروں میں تین دن فائدہ اٹھا لو اور وہ قوم ناقہ کی کونچیں کاٹنے کے تین دن بعد ہلاک ہوگئی تھی۔

جب میں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو اسے گالیاں دے کر گھر سے نکال دیا، لیکن جب وہ چلا گیا تو میں نے غور وفکر کیا اور دل میں کہا ہوسکتا ہے کہ یہ بات سچ ہو، اب اگر میں اپنے معاملات اور امور میں احتیاط کرلوں تو کیا حرج ہے پس میں نے اپنے پراگندہ اموال کو جمع کیا اور تین دن کے ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا جب تیسرا دن ہوا تو متوکل کا بیٹا منتصر ترکوں اور اپنے مخصوص غلاموں کے ایک گروہ کے ساتھ متوکل کے دربار میں گھس آیا اور انہوں نے اسے فتح بن خاقان کے ساتھ ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔

یہ حالات دیکھنے کے بعد میں نے آپؑ کی امامت کا اعتقاد کرلیا اور آپؑ کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ واقعہ بیان کیا جو میرے اور معلم کے درمیان گزرا تھا۔

فرمایا معلم نے سچ کہا ہے میں نے اس دن اس پر نفرین اور بددعا کی تھی اور خداوند عالم نے میری دعا قبول فرمائی تھی، مولف کہتا ہے کہ جواذیتیں متوکل لعین کی طرف سے حضرتؑ کو پہنچی ہیں چاہے جو خود حضرتؑ کو پہنچیں یا آپؑ کے شیعہ دوستوں اولادعلیؑ وفاطمہ علیہا السلام کو یا قبر امام علیہ السلام اور آپؑ کے زائرین کو پہنچیں کہ جن سب کی بازگشت آپؑ ہی کی طرف ہے وہ اس سے زیادہ ہو سکیں کیونکہ متوکل اکفر (زیادہ کافر) بنی عباس ہے، جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام کی اخبار غیبیہ میں اسے اس صفت کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے یہ شخص خبیث باطن پست فطرت اور انتہائی کمینہ تھا اور آل ابوطالب کا سخت دشمن تھا اور تہمت لگا کر انہیں گرفتار کر لیتا اور ہمیشہ ان کے آزار داذیت کے درپے رہتا تھا اور اس کا آثار قبر شریف امام حسین علیہ السلام کے محو کرنے کے سلسلہ میں اور حضرتؑ کے زواروں کو اذیت وتکلیف پہنچانے میں اصرار اظہر من الشمس وابین من الاس ہے اور ہم نے تتمۃ المنتھی میں اختصار کے ساتھ ان واقعات کو تحریر کیا ہے ایک اور روایت فرمائی جو کہ علماء اہل سنت میں سے ہے، اخبار الاول میں کہتا ہے کہ ۲۳۷ھ ہجری میں متوکل نے حکم دیا کہ امام حسین علیہ السلام کی قبر کو گرا دیا جائے اور اس کے گرد جو مکانات ہیں انہیں مسمار کر دیں اور وہاں زراعت کریں اور حضرتؑ کی زیارت سے لوگوں کو منع کر دیا اور زمین کربلا کو کھود ڈالا، مسلمانوں کو اس کا بہت دکھ ہوا اور اہل بغداد نے دیواروں پر اس کے لیے گالیاں اور فحش ودشنام لکھ دیئے اور شعراء نے اس کی ہجو کی کہ ان میں سے اس کی ہجو میں کہا گیا ہے۔

تا الله ان كانت امية قد انت
قتل بن نلبيها مظلوما!
فلقد اتاه بنوابه بمثلها
هذا العمرك قبره مهد وما
اسفوا على ان لا يكونوا شاركوا
فى قتله فتتبعوه رمياً

خدا کی قسم اگرچہ بنی امیہ نے اپنے نبیؐ کے نواسے کو مظلوم شہید کیا ہے تو نبیؐ کے چچا کے بیٹوں نے ویسا ہی کردار دکھایا ہے یہ لو تمہاری جان کی قسم اس کی قبر مسمار کر دی ہے، انہیں افسوس ہے کہ وہ اس کے قتل میں کیوں شریک نہیں ہوئے، پس انہوں نے اس کی بوسیدہ ہڈیوں کا پیچھا کیا۔

ابوالفراج اصفہانی نے روایت کی ہے کہ متوکل نے عمر بن فرج رنجی کو مکہ اور مدینہ کا گورنر مقرر کیا، اس لعین نے لوگوں کو آل ابوطالب سے نیکی واحسان کرنے سے روکا اور اس کام کا سختی سے تعاقب کیا، یہاں تک کہ لوگوں نے اپنی جان کے خوف سے اولادعلیؑ کی رعایت چھوڑ دی اور اولاد امیر المومنین پر معاملہ اتنا سخت ہو گیا کہ خواتین علویات کے تمام لباس پھٹ گئے اور ان کے پاس درست و

صحیح حالت میں ایک لباس بھی نہیں تھا کہ جس میں وہ نماز پڑھیں سوائے ایک پرانے کرتے کے جوان کے پاس باقی رہ گیا تھا، جب نماز پڑھنے لگتیں تو باری باری وہ قمیض پہن کر نماز ادا کرتیں، نماز پڑھنے کے بعد وہ بی بی اس کو اتار کر دوسری کو دیتی اور خود برہنہ چرخہ کاتنے بیٹھ جاتی مسلسل اس تنگی وعسرت میں رہے، یہاں تک کہ متوکل ملعون فی النار دالسقر ہوا اور متوکل کی خباثت کی تفصیل طویل اور رشتہ کلام سے خارج ہے اسی مقدار کو دیکھنے سے معلوم ہوسکتا ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام پر اس کا زمانہ کتنا سخت تھا۔ واللہ المستعان

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی شہادت کا ذکر

واضح ہو کہ آپؑ کی شہادت کا سال باتفاق ۲۵۴ھ ہجری تھا، البتہ وفات کے دن میں اختلاف ہے کچھ علماء نے تین رجب کا دن تحریر کیا ہے اور اس قول کی بناء پر کہ آپؑ کی ولادت ۲۱۲ھ ہجری میں ہوئی تو وفات کے وقت آپؑ کا سن مبارک تقریباً بیالیس سال ہوگا اور آپؑ کے والد بزرگوار کی وفات کے وقت آپؑ کی عمر آٹھ سال اور پانچ ماہ گزر چکے تھے کہ آپؑ منصب امامت کبریٰ اور خلافت عظمیٰ سے سرفراز ہوئے اور آپؑ کی مدت امامت تنتیس (۳۳) سال تھی۔ علامہ مجلسی فرماتے ہیں تقریباً تیرہ سال آپؑ نے مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا اور اس کے بعد متوکل نے آپؑ کو سامرہ بلایا اور بیس سال آپؑ نے سامرہ میں اس مکان میں رہائش رکھی کہ جہاں آپ کا مدفن ومشہد ہے۔

فقیر کہتا ہے اس روایت کی بنا پر کہ متوکل نے حضرتؑ کو ۲۴۳ھ ہجری میں سامرہ میں بلایا، آپؑ کی سامرہ میں اقامت تقریباً گیارہ سال بنتی ہے اور مسعودی کے قول کی بناء پر انیس سال ہے اور آپؑ نے اپنی زندگی میں مامون کی خلافت کا کچھ زمانہ اور معتصم، واثق ومتوکل ومستنصر مستعین ومعتز کی خلافت وحکومت کا زمانہ دیکھا ہے اور معتز کے زمانہ میں آپؑ کو زہر دے کر شہید کیا گیا۔

مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ مجھ سے محمد بن فرج نے سہر جرجان کے مشہور محلہ غسان میں حدیث بیان کی وہ کہتا ہے کہ مجھ سے ابودعامہ نے بیان کیا، وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام علی بن محمد بن علی بن موسیٰ علیہم السلام کی خدمت سے بسبب اس بیماری کی عیادت میں کہ جس میں آپؑ کی وفات ہوئی شرفیاب ہوا۔ جب میں نے چاہا کہ آپ کی خدمت سے مراجعت کروں تو فرمایا اے ابو دعامہ تیرا حق مجھ پر واجب ہوگیا ہے کیا تو چاہتا ہے کہ تجھ سے ایسی حدیث بیان کروں کہ جس سے تو خوش ہو، میں نے عرض کیا کہ میں بہت شائق اور محتاج ہوں اس کا، فرمایا مجھ سے میرے والد محمدؑ نے اپنے والد علیؑ بن موسیٰؑ سے ان کے باپ موسیٰؑ بن جعفر سے ان کے باپ جعفرؑ بن محمد سے اُن کے باپ محمدؑ بن علیؑ سے ان کے باپ علیؑ بن الحسینؑ سے ان کے باپ حسینؑ بن علیؑ سے ان کے باپ علی بن ابی طالب سے رسول خدا صلوات اللہ علیہ اجمعین نے حدیث بیان کی، پس مجھ سے فرمایا کہ لکھو میں نے عرض کیا کہ کیا لکھوں، فرمایا لکھو کہ رسول خداؐ نے فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ الایمان ماوقرتہ(ماوقرنی)القلوب وصدقة الا عمال والاسلام ماجری بہ اللسان وحلت بہ المنا کحة، ایمان وہ ہے جودلوں میں اثر کرے اورنقش ہواوراعمال اس کی تصدیق کریں اور اسلام وہ ہے جوزبان پر جاری ہواورجس سے نکاح کرنا جانبین سے حلال ہو،ابودعامہ کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا اے فرزندرسولؐ میں نہیں جانتا کہ ان دومیں سے کون بہتر ہے یہ حدیث یااس کی اسناد،فرمایا یہ حدیث ایک صحیفہ میں ہے جوحضرت علی بن ابی طالبؑ کے خط اوررسولؐ اکرم کے املاء سے ہے جوکہ ہم میں سے ہرایک امام کووراثت میں پہنچا ہے۔انتھی

شیخ طبرسی نے روایت کی ہے کہ ابوجعفر ہاشمی نے یہ اشعارامام علی نقی علیہ السلام کی علالت وکسالت کے سلسلہ میں کہے ہیں۔

مادت الارض بی وادت فواد
واعترتنی موار دالعر وآء
حین قیل الامام نضو علیل
قلت نفسی فدا ته کل الفدآء
مرض الذین لاعتلا لك واعتل
وغارت له نجوم السماء
عجباان منیت بالداء والسقم
وانت الامام حسم الداء
انت اسی الادآء فی الدین
والدنیا والمحی الاموات والاحیاء

میرے ساتھ زمین ہلنے لگی میرا دل بوجھل ہوگیا اور مجھے بخار کی سی سردی لگنے لگی، جب کہا گیا کہ امامؑ کمزوراور بیمار ہیں، میں نے کہا کہ میرا نفس پورے طور پران پرقربان ہوجائے آپؑ کی بیماری سے تو دین وایمان ہی بیماراورعلیل ہوگئے اوراس کی وجہ سے آسمان کے ستارے چھپ گئے، تعجب ہے کہ آپؑ بیماری میں مبتلا ہوگئے، حالانکہ آپؑ دین ودنیا کی بیماریوں کا علاج کرتے ہیں اورمردہ اورزندوں کے زندہ کرنے والے ہیں۔بہرحال شیخ صدوق اوردوسرے اعلام کےقول کے مطابق معتمدعباسی معتز کے بھائی نے حضرتؑ کوزہر دیااوراس امام غریب ومسافر کی شہادت کے وقت سوائے امام حسن عسکری علیہ السلام کے کوئی بھی آپؑ کے پاس نہیں تھااورجب حضرتؑ نے دنیا سے رحلت کی توتمام امراءواشراف حاضر ہوئے اورامام حسن عسکریؑ نے اپنے والدشہید کے جنازہ پرگریبان چاک کیااورخوداپنے والد

گرامی کے غسل وکفن کی طرف متوجہ ہوئے اور آنجنابؑ کو اس حجرہ میں دفن کیا جو آپ کی عبادت کی جگہ تھا اور کچھ جاہل واحمق لوگوں نے حضرتؑ پر اعتراض کیا کہ مصیبت میں گریبان چاک کرنا مناسب اور درست نہیں ہے، حضرتؑ نے ان احمقوں سے فرمایا کہ تم احکام دین خدا کو کیا جانو، حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر تھے اور انہوں نے اپنے بھائی ہارون کے غم میں گریبان چاک کیا تھا۔

شیخ اجل علی بن الحسین مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں فرمایا ہے کہ ہم سے ایک گروہ نے بیان کیا جن میں سے ہر ایک نے بتایا کہ ہم حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی وفات کے دن حضرتؑ کے مکان پر موجود تھے اور وہاں تمام بنی ہاشم آل ابوطالبؑ وآل عباس جمع تھے اور بہت سے شیعہ بھی جمع تھے اور ان کے نزدیک امر امامت وصیامت حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام پر ظاہر نہیں ہوا تھا اور آپؑ کے امر کی سوائے ثقات ومعتمدین کے (کہ جن کے سامنے امام علی نقی علیہ السلام نے حضرتؑ کی امامت پر نص کی تھی) کسی کو اطلاع نہ تھی، پس اس جماعت نے جو وہاں موجود تھی بیان کیا کہ ہم سب مصیبت وحیرت میں تھے کہ اچانک گھر کے اندر سے ایک خادم آیا اور اس نے دوسرے خادم کو آواز دی اور کہا اے ریاش یہ رقعہ لے لو اور امیر المومنین (معتز) کے پاس لے جاؤ اور یہ فلاں شخص کے سپرد کرو اور کہو کہ حسنؑ بن علیؑ نے دیا ہے، لوگوں نے جب اسم مبارک امام حسنؑ فرزند امام علیؑ نقی علیہ السلام سنا تو سب نے نگاہیں بلند کیں تا کہ شاید حضرتؑ کو دیکھ سکیں، پس انہوں نے دیکھا کہ صدر رواق سے ایک دروازہ کھلا اور ایک سیاہ رنگ کا خادم آیا، پھر اس کے پیچھے امام حسن عسکری علیہ السلام تشریف لائے جب کہ آپؑ غمناک، افسوس خوردہ اور سر برہنہ اور گریبان چاک تھے، اور آپؑ کے جسم پر ملحم (ایک قسم کا لباس ہے) تھا کہ جس کو استر لگایا ہوا تھا، وہ سفید رنگ کا تھا اور آپؑ کا چہرہ مبارک آپؑ کے والد بزرگوار کے چہرہ کی طرح تھا، کسی قسم کا فرق نہیں تھا اور حضرت کے مکان پر متوکل کی اولاد تھی اور ان میں بعض ولی عہد تھے، پس جب ان لوگوں نے آپؑ کو دیکھا تو سب کے سب کھڑے ہو گئے اور ابواحمد موفق بن متوکل جو ولی عہد تھا حضرت کی طرف بڑھا اور حضرتؑ بھی اس کی طرف ہوئے، پس موفق نے آپؑ کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور آپؑ سے معانقہ کیا اور کہا مرحباء اے میرے چچازاد۔

پس حضرتؑ رواق کے دو دروازوں کے درمیان بیٹھ گئے اور تمام لوگ آپؑ کے سامنے بیٹھے تھے اور آپؑ کے آنے سے پہلے وہ مکان باتوں اور گفتگو کی وجہ سے بازار کی طرح تھا، لیکن جب امام حسنؑ آ کر بیٹھ گئے تو تمام لوگ خاموش ہو گئے پھر سوائے چھینک یا کھانسی کے کوئی آواز سنائی نہ دیتی تھی، اس اثنا میں ایک کنیز گھر سے باہر آئی در آنحالیکہ وہ امام علی نقی علیہ السلام پر ندبہ وگریہ کر رہی تھی، امام حسن عسکریؑ نے فرمایا کوئی ایسا نہیں جو اس جاہلہ (جاریہ) کو خاموش کرے، شیعوں نے اس کی طرف سبقت کی اور وہ اندر چلی گئی، پھر ایک خادم باہر آیا اور آپؑ کے سامنے کھڑا ہو گیا حضرتؑ اٹھے اور امام علی نقی علیہ السلام کا جنازہ باہر لے آئے حضرت جنازہ کے ساتھ چلے یہاں تک کہ اسے اس سڑک تک لے گئے کہ جو موسیٰ بن بغا کے مکان کے مدمقابل تھی، پس معتمد نے حضرتؑ کی نماز

جنازہ پڑھائی اور گھر سے باہر آنے سے پہلے حضرت امام حسن عسکریؑ نے نماز جنازہ پڑھائی تھی، پس آپؑ کو اپنے مکان کے ایک کمرے میں دفن کیا گیا۔

نیز مسعودی نے مروج الذہب میں کہا ہے کہ امام علی نقی علیہ السلام نے پیر کے دن جمادی الآخر کے ختم ہونے سے چار دن پہلے ۲۵۴ ہجری میں وفات پائی اور جب حضرتؑ کے جنازہ کو لیے جا رہے تھے تو لوگوں نے سُنا کہ ایک کنیز کہہ رہی تھی ماذا لقینا فی یوم الاثنین قدیماً و حدیثاً یعنی ہم نے پیر کے دن کی نحوست سے کیسی مصیبت برداشت کی ہے۔قدیم زمانہ سے لے کر اس زمانہ تک اور اس کے اس کلمہ سے رسول خداؐ کی وفات کے دن اور خلافت منافقین طغام والبیعۃ التی عم شومھا الاسلام کی طرف اشارہ کیا اور بعید نہیں کہ یہ کنیز وہی ہو کہ جس کے ندبہ کو امام حسن عسکری علیہ السلام نے سنا تھا اور یہ کلمات چونکہ خلاف تقیہ تھے، لہذا حضرتؑ نے پسند نہ فرمائے،اور نیز مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں نقل کیا ہے کہ امام حسن عسکریؑ پر اپنے والد بزرگوار کے جنازہ کے ساتھ شارع عام تک جانے اور وہاں نماز پڑھنے اور واپس آنے کی وجہ سے گرمی کی شدت ہوئی، علاوہ اس زحمت و تکلیف کے جو آپؑ کو لوگوں کے اژدہام اور آپؑ کے گرد زیادہ جمعیت کی وجہ سے پہنچی۔

پس جب آپؑ گھر کی طرف آ رہے تھے تو ایک سبزی فروش کی دکان کے قریب سے گزرے کہ جس نے وہاں پانی کا چھڑکاؤ کیا ہوا تھا اس طرح کہ وہ جگہ ٹھنڈی تھی، جب آپؑ نے وہاں پانی کی ٹھنڈک محسوس کی تو اس شخص کو سلام کیا اور اس سے اجازت چاہی کہ ایک لحظہ بیٹھ کر وہاں ستا لیں۔اس شخص نے اجازت دی تو آپؑ وہیں بیٹھ گئے اور لوگ بھی آپؑ کے گرد کھڑے ہو گئے، اس وقت ایک نوجوان خوش رو صاف ستھرا لباس پہنے ہوئے جب کہ وہ عمدہ خچر پر سوار تھا، اور اس کی قبا کے نیچے کا لباس سفید تھا آیا اور وہ خچر سے اترا اور حضرتؑ سے خواہش کی کہ وہ اس پر سوار ہو جائیں، حضرتؑ اس پر سوار ہو کر اپنے مکان تک آئے اور پھر اس سے اتر آئے اور اسی دن کے عصر کے وقت سے توقیعات وغیرہ حضرتؑ کی جانب سے آنے لگیں جیسا کہ آپؑ کے والد بزرگوار کی طرف سے آیا کرتی تھیں، گویا لوگوں نے صرف امام علی نقی علیہ السلام کی شخصیت کو مفقود پایا اور کام اسی طرح جاری رہا۔

چھٹی فصل

حضرت امام علی نقی علیہ السلام کی اولاد کا تذکرہ

حضرتؑ کی اولاد ذکور و اناث پانچ افراد شمار ہوئی ہے، ابو محمد الحسن الامام علیہ السلام و حسین و محمد جعفر علیہ، امام حسن علیہ السلام کے حالات تو انشاء اللہ بعد میں بیان ہوں گے، باقی رہے حسین تو مجھے اس کے حالات کی اطلاع نہیں، مگر اتنی کہ جو میں نے مفاتیح میں بیان کر دی ہے اور یہ کہ حسین جلیل القدر و عظیم الشان تھے، کیونکہ میں نے بعض روایات سے استفادہ کیا ہے کہ ہمارے مولا امام حسن عسکریؑ

اوران کے بھائی حسین بن علی کو سبطین سے تعبیر کرتے تھے،اوران دو بھائیوں کوان کے دواجداد پیغمبر رحمتؐ کے نواسوں امام حسنؑ وامام حسینؑ سے تشبیہ دیتے تھے اورابوالطیب کی روایت میں ہے کہ حضرت حجتؑ کی آواز امام حسینؑ کی آواز کے مشابہ تھی اورشجرہ الاولیاء میں ہے کہ حسینؑ فرزند امام علی نقیؑ زاہد وعابد تھے اوراپنے بھائی امام حسنؑ کی امامت کا اعتراف رکھتے تھے۔بہر حال مشہور ہے کہ حسینؑ کی قبر اپنے والد بزرگواراور برادر نامدار کے ساتھ سامرہ میں اسی گنبد عالی کے نیچے ہے،باقی رہے سید محمد کہ جن کی کنیت ابوجعفر ہے تو وہ جلالت قدراور علوشان کے ساتھ مشہور ہیں اوران کی عظمت وشان کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ امامت کی قابلیت اورصلاحیت رکھتے تھے اوران کی وفات کے بعد حضرت ہادیؑ نے امام حسنؑ سے فرمایا۔

یا بنی احدث الله شکراً فقد احدث فیك امراً یعنی اے بیٹا خدا کا نئے سرے سے شکرادا کرو بتحقیق خداوند عالم نے تجھ میں ایک نیاامر ایجاد کیا ہے،یعنی حضرتؑ میں امرامامت کا ظہور،اوراحادیث بدائیہ ابوجعفر کے حالات میں کافی نقل ہوئی ہیں کہ جن میں سے بعض کو شیخ مفید وطوسی وطبرسی نے روایت کی ہے کہ بنی ہاشم کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ ہم سید محمد کی وفات کے دن امام علی نقی علیہ السلام کے مکان پر حاضر ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ امام علی نقی علیہ السلام کے لیے صحن خانہ میں ایک مسند بچھی ہوئی ہے اورلوگ آپؑ کے گرد جمع ہیں اور ہم نے ان لوگوں کا اندازہ لگایا جو ابوطالبؑ و بنی عباس وقریش سے آپؑ کے گرد تھے تو وہ ڈیڑھ سوافراد نظر آتے تھے،علاوہ غلاموں اوردوسرے لوگوں کے،پس اچانک امام حسنؑ وارد ہوئے جب کہ آپؑ نے اپنے بھائی کی موت میں گریبان چاک کیا ہوا تھا اور آپؑ اپنے والد کے دائیں طرف آکر کھڑے ہوگئے اور ہم آپؑ کو نہیں پہچانتے تھے۔کچھ دیر بعد امام علی نقی علیہ السلام نے ان کی طرف رخ کیا اورفرمایا اے بیٹا خدا کے لیے نئے سرے سے شکر کرو،پس تحقیق اس نے تیرے معاملہ میں نیاامر احداث کیا ہے۔پس امام حسن علیہ السلام نے گریہ کیا اورانا للہ پڑھا اورفرمایا الحمد لله رب العالمین ہم صرف اسی کا شکریہ اس کی دی ہوئی نعمتوں پر ادا کرتے ہیں اور ہم اللہ کے لیے ہیں اوراسی کی طرف ہماری برگشت ہے۔

پس ہم نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو لوگوں نے بتایا کہ یہ حسن عسکری امام علی نقی علیہ السلام کے فرزند ہیں اوراس وقت ہماری نظر میں ان کی عمر بیس سال ہو چکی تھی،ہم نے انہیں اسی دن سے پہچانا اوران کے والد بزرگوار کے کلام سے سمجھا کہ وہ امامؑ اوراپنے والد کے قائم مقام ہیں،اورشیخ طوسی نے شاہویہ بن عبداللہ جلابی سے روایت کی ہے کہ مجھ سے امام علی نقیؑ کی طرف سے آپؑ کے بیٹے ابو جعفر کے حق میں روایات بیان کی گئی تھیں جواُن کی امامت پر دلالت کرتی ہیں،پس جب ابوجعفر نے وفات پائی تو مجھے ان کی وفات سے قلق واضطراب ہوااور میں تحیر و پریشانی میں رہااور مجھے خوف لگا کہ اس سلسلہ میں حضرتؑ کی خدمت میں خط لکھوں،پس میں نے آپؑ کو ایک خط لکھا کہ جس میں حضرتؑ سے ان اسباب کے سلسلہ میں فرج وکشائش کے لیے دعا کی استدعا کی کہ جو مجھے بادشاہ کی طرف سے میرے غلاموں کے سلسلہ میں درپیش تھے،پس حضرتؑ کی طرف سے خط کا جواب آیا جس میں تھا کہ آپؑ نے میرے لیے دعا فرمائی ہے اور میرے غلام مجھے واپس مل جائیں گے اور خط کے آخر میں تحریر فرمایا تھا کہ تو چاہتا تھا کہ ابوجعفر کے بعد میرے جانشین کے متعلق سوال کرے اور تو اس سلسلہ میں مضطرب ہوا،غمگین نہ ہو کیونکہ خداوند عالم قوم کو ہدایت دینے کے بعد گمراہ نہیں کرتا جب انہیں

ہدایت کردے جب تک کہ ان کے لیے وہ چیز واضح نہ کردے کہ جس کی وجہ سے وہ متقی بن سکیں، تیراامام میرے بعد میرا بیٹا ابومحمدؑ ہے اوراس کے پاس وہ سب کچھ ہے کہ جس کی ضرورت واحتیاج ہوسکتی ہے اور خدا جسے چاہتا ہے مقدم اور جسے چاہے موخر کرتا ہے جو آیت ہم نسخ کرتے یا فراموش کردیتے ہیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی لے آتے ہیں۔ بیشک میں نے لکھ دیا ہے کہ جس میں بیان اور وضاحت ہے اور بیدار مغز صاحبان عقل کے لیے قناعت واکتفاء ہے، پہلے بھی ہم کسی مقام پر بتا آئے ہیں کہ اگر اس قسم کی روایات صحیح ہیں تو یقیناً یہ تاویل شدہ ہیں، کیونکہ اگر ان کے ظہور کو مان لیا جائے تو اس کا معنی یہ ہے کہ آئمہ اثناء عشر کا پہلے سے تعین وتقرر نہیں تھا، حالانکہ بات بدیہیات شیعہ میں سے ہے کہ یہ ذوات مقدسہ پہلے سے ہی معین ومقرر تھیں، لہٰذا اگر اس قسم کی روایات آئمہ اہل بیتؑ سے صادر ہوئی ہیں تو شاید ان کا مفہوم یہ ہو، بعض لوگوں کو یہ اشتباہ باقی رہتا اور اہل بیتؑ کے ماننے والے دوحصوں میں بٹ جاتے، لیکن اس امام زادے کی وفات سے اشتباہ ختم ہوگیا اور اب معاملہ صاف ہوگیا ہے۔(واللہ العالم، مترجم)

اور ہمارے شیخ نے کتاب نجم الثاقب میں فرمایا ہے کہ سید محمد مذکور کا مزار سامرہ سے آٹھ فرسخ کے فاصلہ پر بلد بستی کے قریب ہے اور وہ بزرگوار اجلاء سادات اور صاحب کرامات متواترہ میں سے ہیں، یہاں تک کہ اہل سنت وبادیہ نشین بھی آپؑ کا انتہائی احترام کرتے ہیں اور آپؑ سے ڈرتے ہیں اور کبھی بھی جھوٹی قسم ان کے نام کی نہیں کھاتے اور ہمیشہ اطراف وجوانب سے ان کے لیے نذریں لے جاتے ہیں، بلکہ اکثر جھگڑوں کا فیصلہ اطراف سامرہ میں ان کے نام کی قسم کھانے پر ہوتا ہے اور بارہا ہم نے دیکھا ہے کہ جب بھی بناء قسم کھانے پر ہوئی تو منکر مال اس کے مالکوں کو دے دیتا ہے، کیونکہ ان کے نام کی جھوٹی قسم سے انہیں تکالیف ومصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ان دنوں سامرہ میں رہائش کے زمانہ میں چند ایک کرامات ان سے دیکھی گئی ہیں اور ایک عالم ان کرامات کو جمع کرکے ان کے فضل میں رسالہ لکھنا چاہتا ہے۔ **وفقه الله تعالیٰ**، انتھی۔ سید ضامن نے تحفہ میں فرمایا ہے کہ سید محمد کی اولاد میں سے ہے شمس الدین محمد بن علی بن حسین بن محمد بن علی بن محمد الامام الہادی علیہ السلام جو کہ میر سلطان بخاری کے نام سے مشہور ہیں، کیونکہ ان کی ولادت اور نشوونما بخارا میں ہوئی ہے اور ان کی اولاد کو بخاری کہتے ہیں اور یہ شمس الدین سید باورع عابد صالح اور زاہد دنیا تھے، بڑے بڑے علماء کے ساتھ رہے اور ان سے فضائل کا اکتساب کیا اور ان کی صدر مجلس میں بیٹھے پھر بخارا سے بلاد روم کی طرف متوجہ ہوئے اور وہاں شہر بروساء میں قیام کیا اور ان سے بہت سی کرامات نقل ہوئی ہیں، اسی شہر میں ۸۳۲ھ ہجری یا ۸۳۳ ہجری میں وفات پائی۔ ان کی قبر اس جگہ مشہور ہے اور وہ زیارت گاہ ہے کہ لوگ اس کی زیارت کے لیے جاتے اور ان کے لیے نذریں لے جاتے ہیں، سید حسن براقی نے کہا ہے کہ امام زادہ سید محمد کی نسل اسی شمس الدین سے چلی ہے اور اس کی اولاد دراولاد اطراف عالم میں منتشر ہے، انہیں کی اولاد میں سے علاؤ الدین ابراہیم ہے اور اس کا بیٹا علی اور اس کا بیٹا یوسف اور اس کا بیٹا حمزہ اور اس کا بیٹا سید محمد یعاج۔ انتھی

اور باقی رہا جعفر تو اس کی مثال پسر نوحؑ پیغمبر جیسی ہے اور اس کا لقب کذاب ہے اور اس نے ناحق امامت کا دعویٰ کیا اور لوگوں کو گمراہ کیا اور اس نے ایک آزاد عورت آل جعفر میں سے فروخت کی اور اس کی مذمت میں بہت سی روایات وارد ہوئی ہیں۔ لیکن میں ان کا نقل کرنا یہاں ضروری نہیں سمجھتا اور اسے ابوکرین کہتے تھے اس لیے کہ کہا گیا ہے کہ اس کی ایک سوبیس اولادیں تھیں، مجدی

میں ہے کہ اس کی قبر اپنے باپ کے گھر سامرہ میں ہے جب اس کی وفات ہوئی تو اس کی عمر پنتالیس سال تھی، ۱۷ ۲ ہجری مین وفات ہوئی اور اس کی اولاد میں سے ابوالرضاء محسن بن جعفر ہے جس نے مقتدر کے زمانہ حکومت میں ۳۰۰ ھ میں دمشق کے علاقہ میں خروج کیا اور اس کو قتل کر دیا گیا اور اس کا سر قلم کر کے بغداد لے گئے اور پل بغداد پر سولی پر لٹکا یا گیا، نیز اس کی اولاد میں سے ہے عیسیٰ بن جعفر جو ابن رضا کے نام سے مشہور ہے جو کہ عالم و فاضل کامل تھا، اس سے شیخ اجل ابو محمد، ہارون بن موسیٰ تلعکبری نے ۳۲۵ھ میں سماع حدیث کیا اور اس سے اجازہ حاصل کیا۔ تاریخ قم سے نقل ہوا ہے کہ بریعہ جعفر بن امام علی نقی علیہ السلام کی بیٹی محمد بن موسیٰ مبرقع کی بیوی تھی، وہ اپنے شوہر کے ساتھ قم میں آئی اور اپنے شوہر محمد کے بعد وفات پائی اور اپنے شوہر کے مشہد میں اس کے پہلو میں دفن ہوئی، ان کی قبر بقعہ مشہورہ چہل دختران یا اختران میں ہے، اور بریعہ کی وفات کے بعد اس کے بھائی ابراہیم قم سے چلا گیا اور یحییٰ صوفی قم میں رہ گیا۔ اور زکریا بن آدم کے میدان میں حمزہ بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام کے مشہد کے پاس سکونت پذیر ہوا اور قم میں شہر بانو یہ امین الدولہ ابوالقاسم بن مرزبان بن مقاتل کی بیٹی کو نکاح شرعی سے اپنے عقد میں لے آیا اور اس سے ابوجعفر و فخر العرق اور ستیہ پیدا ہوئے اور ان سے کافی اولاد ہوئی اور وہ سب صوفیہ کے لقب سے مشہور تھے اور کتاب مجدی میں ہے کہ جعفر کذاب کی اولاد میں سے ہے ابوالفتح احمد بن محمد بن محسن بن یحییٰ بن جعفر مذکور۔ اور اس نے مقام آمد میں وفات پائی، اس کا باپ ابوعبداللہ محمد صاحب جلالت تھا، اور اس کا بھائی ابوالقاسم علی فاضل و ادیب و حافظ قرآن تھا اور اس نے مصر کی طرف سفر کیا اور وہ ناصبیت کے ساتھ متہم ہے۔

ساتویں فصل

حضرت ہادی علیہ السلام کے چند اصحاب کا تذکرہ

پہلا حسین بن سعید بن حماد بن سعید بن مہران مولیٰ (غلام) علی بن الحسین علیہما السلام اہوازی ثقہ جلیل القدر حضرت رضاء و حضرت ہادی علیہم السلام کے راویان حدیث میں سے ہے، اس کی اصل کوفہ ہے، لیکن وہ اپنے بھائی حسنؑ کے ساتھ اہواز کی طرف منتقل ہو گیا اس کے بعد قم میں گیا اور حسن بن ابان کے پاس قیام کیا اور قم میں ہی وفات پائی۔ اس نے تیس کتابیں تالیف کیں اور اس کے بھائی حسن نے پچاس کتابیں تصنیف کیں وہ ان تیس کتب کی تصنیف میں بھی شریک رہا یہ تیس کتابیں اصحاب کے درمیان اس طرح معروف ہیں کہ باقیوں کی کتابوں کا ان پر قیاس کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں شخص کی کتابیں حسین بن سعید اہوازی کی تیس جلدوں کی طرح ہیں اور حسن بن سعید وہی ہے کہ جس نے علی بن مہزیار اور اسحاق بن ابراہیم خضینی کو امام رضاء کی خدمت میں پہنچایا اور اس کے بعد علی بن ریان کو حضرتؑ کی خدمت میں لے گیا، ان تین افراد کی ہدایت اور ان کی مذہب حق کی معرفت کا سبب اور باعث یہ ہوا انہوں نے اس سے حدیث سنی اور اس کے ساتھ معروف ہوئے اور اسی طرح عبداللہ بن محمد خضینی کو حضرتؑ کی طرف ولالت و ہدایت

کی، احمد حسین کا بیٹا غلو کے ساتھ متہم ہے اس نے قم میں وفات پائی۔

دوسرا خیران خادم مولا (غلام) امام رضاؑ وثقہ وجلیل القدر اور حضرت ابوالحسنؑ الثالث کے اصحاب میں سے ہے، بلکہ منتہی المقال میں ہے کہ وہ حضرت رضاء و جواد و ہادی علیہم السلام کے اصحاب اور ان کے اسرار کا امین ہے، یہ وہی شخص ہے کہ سفر حج میں مدینہ میں حضرت جواد علیہ السلام کی خدمت سے شرفیاب ہوا، جب کہ آنجنابؑ ایک چبوترے پر بیٹھے تھے، اس طرح اس پر حضرتؑ کی ہیبت و دہشت طاری ہوئی کہ وہ چبوترے کی سیڑھیوں کی طرف متوجہ ہوئے بغیر چاہتا تھا کہ سیڑھیوں کے بغیر ہی اوپر چلا جائے اور آنجنابؑ نے اشارہ کیا کہ سیڑھیوں سے آؤ۔ اوپر گیا اور سلام کر کے آپؑ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور اپنے ہاتھ حضرتؑ کے چہرے پر ملے اور بیٹھ گیا اور کافی دیر تک دہشت سے آپؑ کے ہاتھ کو پکڑے رہا، جب دہشت ختم ہوئی تو اس وقت آپؑ کا ہاتھ چھوڑ دیا، پھر عرض کیا کہ آپؑ کے غلام ریان بن سبیب نے آپؑ کی خدمت میں سلام عرض کیا ہے اور التماس کی ہے کہ اس کے بیٹے کے لیے دعا فرمائیں۔

حضرتؑ نے اس کے لیے تو دعا فرمائی، لیکن اس کے بیٹے کے لیے دعا نہ کی، اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ خیران حضرتؑ کی طرف سے وکیل تھا اور ایک روایت کی ذیل میں ہے کہ آپؑ نے اس سے فرمایا اس میں اپنی رائے کو بروئے کار لاؤ، کیونکہ تیری رائے میری رائے ہے۔ اور جس نے تمہاری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور خیران کے چند مسئلے ہیں جو اس نے حضرتؑ اور حضرت ہادیؑ سے روایت کئے ہیں اور یہ خیران وہی ہے جو حضرت جواد علیہ السلام کے زمانہ میں آنجنابؑ کی خدمت کے لیے ہر وقت دروازے سے لگا رہتا تھا، ایک دفعہ حضرت جوادؑ کی طرف سے اس کے پاس ایک قاصد آیا اور اس نے کہا کہ تیرا مولا یعنی حضرت جوادؑ تجھے سلام کہہ رہے ہیں اور فرمایا ہے کہ میں دنیا سے جا رہا ہوں اور امر امامت میرے بیٹے علی کی طرف پلٹ گیا ہے، اور تمہاری گردن پر اس کے لیے وہ چیز ہے جو میرے باپ کے مختصر حالات لکھ دیئے ہیں اور یہاں ہم صرف اس حدیث پر اکتفاء کرتے ہیں کہ جن میں انہوں نے اپنا دین و مذہب اپنے امام زمانہ حضرت ہادی علیہ السلام کے سامنے پیش کیا ہے۔

شیخ صدوق اور دوسرے علماء نے حضرت عبدالعظیم سے روایت کی ہے، فرمایا میں اپنے آقا علی نقی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپؑ نے مجھے دیکھا تو فرمایا مرحبا اے ابوالقاسم تو حقیقۃً ہمارا ولی و دوست ہے، پس میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا اے فرزند رسولؐ میں چاہتا ہوں کہ اپنا دین آپؑ کے خدمت میں پیش کروں۔ پس وہ اگر رضائے الٰہی کے مطابق اور پسندیدہ ہے تو اس پر ثابت قدم رہوں یہاں تک کہ خداوند عزوجل سے ملاقات کروں، فرمایا اے ابوالقاسم لے آؤ یعنی اپنا دین پیش کرو۔

میں نے کہا میں کہتا ہوں کہ خداوند تبارک وتعالیٰ ایک ہے، اور کوئی اس کے مثل نہیں، اور وہ حد ابطال اور حد تشبیہ سے خارج ہے، وہ جسم وصورت عرض و جوہر نہیں ہے، بلکہ وہ اجسام وصور کا پیدا کرنے والا اور اعراض و جواہر کا خالق ہے، وہ ہر چیز کا پروردگار اور مالک ہے اور اسی نے ہر چیز کو بنایا ہے، میں کہتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا بندہ اور رسولؐ اور خاتم انبیاء و پیغمبران ہے اور قیامت تک ان کے بعد کوئی پیغمبر نہیں آئے گا، آپؑ کی شریعت تمام شرائع کی آخری ہے، اور قیامت تک اس کے بعد کوئی شریعت نہیں

اور کہتا ہوں کہ امام وخلیفہ اور ولی امر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں اوران کے بعد امام حسنؑ اوران کے بعد امام حسینؑ اوراس کے بعد علی بن الحسینؑ اور بعد میں محمدؑ بن علیؑ ان کے بعد جعفرؑ بن محمد بن موسیٰؑ بن جعفرؑ بعد علیؑ بن موسیٰؑ بعد محمد بن علی علیہم السلام اوران بزرگوں کے بعد آپؑ ہیں اے میرے مولا۔

پس امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا کہ میرے بعد میرا بیٹا حسن ہے، پس لوگوں کا کیا حال ہوگا اس کے بعد خلف کے زمانہ میں، میں نے عرض کیا اے مولا یہ معاملہ کیا ہوگا، فرمایا یہ اس لیے کہ اس کے وجود کو دیکھا نہیں جا سکے گا، اوراس کا نام زبان پر لانا حلال نہیں ہوگا، جب تک کہ وہ خروج نہ کرے اور وہ زمین کو عدل وانصاف نہ کرے، جیسا کہ وہ ظلم وجور سے پُر ہوگی۔

میں نے عرض کیا کہ میں نے اقرار کیا یعنی امام حسن عسکریؑ اوران کے خلفؑ کی امامت کا قائل ہوں، پھر میں نے کہا کہ میں کہتا ہوں کہ ان بزرگواراں کا دوست خدا کا دوست ہے اوران کا دشمن خدا کا دشمن ہے، ان کی اطاعت خدا کی اطاعت اوران کی نافرمانی خدا کی نافرمانی ہے۔اور میں کہتا ہوں کہ معراج حق ہے ،قبر میں سوال ہونا حق ہے، بہشت حق ہے، دوزخ حق ہے، صراط حق ہے، میزان حق ہے، اور یہ کہ قیامت آ کر رہے گی اوراس میں کوئی شک وشبہ نہیں اور خداوند عالم ان لوگوں کو جو قبروں میں ہیں زندہ کرے گا اور اٹھالے گا، اور میں کہتا ہوں کہ ولایت کے بعد واجب فرائض یعنی خدا اور رسولؐ وآئمہ علیہم السلام کی دوستی کے بعد کے واجبات نماز، زکوۃ، روزہ، حج وجہاد امر بمعروف اور نہی از منکر ہیں۔

پس امام علی نقی علیہ السلام نے فرمایا اے ابوالقاسم یہی خدا کا دین کہ جسے اس نے اپنے بندوں کے لیے پسند کیا ہے، اسی اعتقاد پر ثابت قدم رہو، خداوند عالم تمہیں دنیا وآخرت میں قول ثابت پر برقرار رکھے۔

تیسرا علی بن جعفر ہمینادی (اطراف بغداد کی ایک بستی ہے) حضرت ہادیؑ کا وکیل اور ثقہ تھا، متوکل کے پاس اس کی سعایت وچغلی گئی، متوکل نے حکم دیا اوراسے قید کر دیا گیا اوراس کے قتل کرنے کا ارادہ رکھتا تھا، یہ اطلاع علی بن جعفر کو مل گئی، تو اس نے قید خانے سے حضرت ہادیؑ کو خط لکھا کہ آپؑ کو خدا کا واسطہ ہے آپؑ میرے حال پر نظر رحمت کیجئے، خدا کی قسم مجھے خوف ہے کہ میں کہیں شک نہ کر بیٹھوں، حضرتؑ نے وعدہ فرمایا کہ جمعہ کی رات تمہارے لیے دعا کروں گا۔

پس حضرتؑ نے دعا کی، اس دن کی صبح کو متوکل کو بخار آ گیا، اس کے بخار میں پیر کے دن تک شدت رہی، یہاں تک کہ اس کے لیے چیخ وپکار بلند ہوئی، پس اس نے حکم دیا کہ ایک ایک قیدی کو رہا کرو، خصوصاً علی کا نام لیا اور حکم دیا کہ اس کو رہا کر دو، اس سے معذرت چاہو، پس رہا ہو کر حضرتؑ کے حکم سے مکہ گیا اور وہاں کی مجاورت اختیار کر لی اور متوکل کی بیماری ٹھیک ہوگئی اور وہ صحت یاب ہوا۔

چوتھا ابن السکیت بن یعقوب بن اسحاق اہوازی شیعہ آئمہ لغت میں سے ایک حامل لواء علم عربیت وادب وشعر صاحب اصلاح المنطق اور امام محمد تقی اور امام علی نقی علیہا السلام کے خواص میں سے ثقہ وجلیل ہے، اور ۲۴۴ ہجری میں متوکل نے اسے قتل کر دیا اوراس کی وجہ یہ ہوئی کہ وہ متوکل کی اولاد کا مودب ومعلم تھا، ایک دن متوکل نے اس سے پوچھا کہ میرے دو بیٹے معتز یا موئد تیرے

نزدیک بہتر ہیں یا حسنؑ وحسینؑ؟

ابن سکیت نے حسنین علیہما السلام کے فضائل شروع کر دیئے ،متوکل لعین نے اپنے ترک غلاموں کوحکم دیا کہ وہ اسے اپنے قدموں کے نیچے پھینک دیں اوراس کے پیٹ کوروندیں۔پھراسے اس کے مکان پر چھوڑآئے ،دوسرے دن اس کی وفات ہوگئی۔

ایک اورقول یہ ہے کہ اس نے متوکل کے جواب میں کہا کہ علیؑ کا غلام قنبر تجھ سے اور تیرے دونوں بیٹوں سے بہتر ہے،متوکل نے حکم دیا کہ اس مظلوم کی زبان گدی سے کھینچ لی جائے اوراسے ابن السکیت زیادہ خاموش وساکت رہنے کی وجہ سے کہتے تھےاور بڑی عجیب وغریب بات ہے کہ وہ اس چیز میں پڑا کہ جس سے اس نے تھوڑے دن پہلے یہ کہہ کرڈرایا تھا۔

یصاب الفتی من عشرۃ بلسانہ

ولیس یصاب المرمن عشرۃ الرجل

فعشرتہ فی القول تذھب راسہ

وعشرتہ فی الرجل تبر عن مھل

جوان اپنی زبان کے پھسلنے سے مصیبت میں جا پڑتا ہے،اور پاؤں کے پھسلنے سے مصیبت میں نہیں پڑتا،پس بات کا پھسلنااس کا سر لے جاتا ہےاور پاؤں کے پھسلنے میں کچھ دیر میں ٹھیک ہوجاتا ہے۔

تیرھواں باب

گیارھویں امام سبط سید البشر والد امام منتظر علیہ السلام محبوب قلب ہر نبی ووصی حضرت ابو محمد حسن بن علی عسکری صلوات اللہ علیہ کی تاریخ وسوانح، اس میں چند فصول ہیں۔

پہلی فصل

آپؑ کی ولادت اسم ولقب وکنیت اور آپؑ کی والدہ کے حالات

واضع ہو کہ آپؑ کی ولادت باسعادت مدینہ طیبہ ۲۳۲ سنہ ہجری ماہ جمادی الثانی میں ہوئی، البتہ دن کے تعین میں اختلاف ہے ،علامہ مجلسی نے فرمایا کہ زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپؑ کی ولادت کا دن جمعہ آٹھ ماہ ربیع الثانی تھا اور بعض نے ماہ مذکور کی دس تاریخ کہی ہے اور بعض نے چار کی رات کہی ہے اور ہمارے شیخ حُر عاملی نے بھی اس اختلاف کی طرف اشارہ فرمایا ہے،اور جوزہ میں آپؑ کی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں اپنے قول میں

مولدہ　شھر　ربیع　الآخر
وذاك　فی　یوم　الشریف　العاشر
فی　یوم　الا　ثنین　وقیل　الرابع
وقیل　فی　الثامن　وھو　شایع

یعنی آپؑ کی ولادت ربیع الثانی کی دس تاریخ پیر کے دن ہوئی اور بعض نے چار کہا اور بعض نے آٹھ کہا ہے جو کہ مشہور ہے۔

آپؑ کا اسم مبارک حسنؑ اور کنیت ابو محمد ہے، اور آپؑ کے زیادہ مشہور القاب زکی اور عسکری ہیں، حضرتؑ کو اسی طرح ان کے والد اور دادا کو ابن الرضاء کہتے تھے اور آپؑ کا نقش خاتم ,مقالیہ السموات والارض، اور ایک قول ہے کہ انا اللہ شہید تھا اور آپؑ کی تسبیح مہینہ کی سولہ سترہ تاریخ میں ہے، اور وہ تسبیح یہ ہے۔

" سبحان من ھو فی علوہ ودان و فی دنوہ عال وفی اشراقہ منیرٌ وفی سلطانہ قوی سبحان اللہ و بحمدہ۔

آپؑ کی والدہ ماجدہ کا نام حدیث اور ایک قول ہے کہ سُلیل تھا اور انہیں جدہ کہتے تھے، وہ نہایت صاورع وصلاح وتقویٰ تھیں، جناب الخلود میں ہے کہ وہ اپنے علاقہ کی شہزادی تھیں ان کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ امام حسن عسکری علیہ السلام کی وفات کے بعد شیعیان علیؑ کی پناہ اور دادرس تھیں اور مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں فرمایا ہے کہ جس وقت سلیل والدہ امام حسن عسکریؑ امام علی نقی علیہ السلام کی بارگاہ میں داخل ہوئیں تو آپؑ نے فرمایا سلیل ہر آفت و پلیدگی ونجاسب سے باہر نکال دی گئی ہے، اس کے بعد آپؑ نے اس مخدرہ سے فرمایا کہ خداوند عالم تجھے اپنی مخلوق پر اپنی حجت عطاء فرمائے گا جو زمین کو عدل وانصاف سے پر کرے گا جس طرح کہ وہ ظلم وجور سے پر ہوگی۔

اس کے بعد مسعودی نے کہا ہے کہ ان مخدرہ کو امام حسن عسکریؑ کا حمل مدینہ طیبہ میں ہوا، اور حضرتؑ ۲۳۱ھ ہجری مدینہ میں پیدا ہوئے، امام علی نقی علیہ السلام کا سن مبارک اس وقت سولہ سال اور چند ماہ تھا اور حضرتؑ کے ساتھ ہی ۲۳۲ھ ہجری میں آپؑ عراق کی طرف گئے، جب کہ آپؑ کا سن مبارک چار سال اور کچھ ماہ تھا، فقیر کہتا ہے کہ حضرت ہادی علیہ السلام کے حالات کے ذیل میں سید محمد کے تذکرہ میں حضرت ہادی علیہ السلام کی طرف سے امام حسن عسکریؑ کی امامت کی نصوص بیان ہو چکی ہیں۔

دوسری فصل

حضرت امام حسن عسکریؑ کے مختصر مکارم اخلاق اور نو

اور حالات کا تذکرہ اور اس میں چند خبریں ہیں

پہلی خبر! شیخ مفید اور دوسرے اعلام نے روایت کی ہے کہ بنی عباس صالح بن وصیف کے ہاں گئے جبکہ اس نے امام حسن عسکری علیہ السلام کو قید کر رکھا تھا اور اس سے کہنے لگے کہ اس پر تنگی اور سختی کرو اور اسے وسعت نہ دو۔

صالح کہنے لگا کہ میں اس کے ساتھ کیا کروں، میں نے اسے ایسے دو افراد کے سپرد کیا جو مجھے بدترین اشخاص مل سکے، ایک کا نام علی بن یارمش ہے اور دوسرے کا اقتامش اور یہ نواب وہ دونوں صاحب نماز، روزہ ہو چکے ہیں اور وہ عبادت کے مقام عظیم پر پہنچ گئے ہیں، پس اس نے حکم دیا اور ان دو افراد کو لایا گیا تو اس نے انہیں سرزنش کی اور کہنے لگا وائے ہو تم پر تمہارا اس شخص کے ساتھ کیا معاملہ ہے۔

وہ کہنے لگے ہم کیا بتائیں اس شخص کے حق میں جو دنوں کو روزے رکھتا ہے اور راتوں کو صبح تک عبادت میں مشغول رہتا ہے جو کسی سے بات نہیں کرتا اور عبادت کے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتا اور جس وقت ہم پر نظر کرتا ہے تو ہمارے بدن اس طرح کانپنے لگتے ہیں کہ گویا ہم اپنے نفس کے مالک نہیں اور اپنے آپ کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔

جب آل عباس نے یہ سنا تو انتہائی ذلت اور بدترین حالت میں اس کے پاس سے واپس چلے گئے، مولف کہتا ہے کہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرتؑ کے بیشتر اوقات قید میں گزرے، اور آپؑ لوگوں کے ساتھ میل جول نہیں رکھ سکتے تھے، اور ہمیشہ عبادت میں مشغول رہتے جیسا کہ بعد کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔

مسعودی روایت کرتا ہے کہ حضرت امام علی نقی علیہ السلام تھوڑے سے اپنے خاص دوستوں کے علاوہ زیادہ تر شیعوں سے مخفی رہتے تھے اور جب امر امامت حسنؑ تک پہنچا تو آپؑ خواص اور غیر خواص سب کے ساتھ پس پردہ گفتگو کرتے سوائے ان اوقات کے جب سوار ہو کر بادشاہ کے مکان پر جاتے اور یہ عمل آنجنابؑ کا اور ان سے پہلے ان کے والد بزرگوار کا تھا۔ حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کی غیبت کا پیش خیمہ تھا تا کہ شیعہ اس چیز سے مانوس رہیں اور غیبت سے انہیں وحشت نہ ہو اور احتجاب اور اختفاء میں ان کی عادت جاری ہو جائے۔

دوسری خبر! روایت ہوئی ہے کہ جس وقت معتمد نے امام حسن عسکریؑ کو علی بن حزین کے پاس قید رکھا اوران کے ساتھ ان کے بھائی جعفر کو بھی تو ہمیشہ معتمد علی بن حزین سے آپؑ کے حالات پوچھتا رہتا اور وہ کہتا کہ آپؑ دنوں کو روزہ رکھتے اور راتوں کو نماز میں مشغول رہتے ہیں، یہاں تک کہ ایک دن آنجنابؑ نے حالات پوچھے اور علی نے وہی جواب دیا، معتمد نے کہا کہ اسی وقت ان کے پاس جاؤ اور انہیں میرا اسلام پہنچاؤ اوران سے کہو کہ آپؑ سلامتی کے ساتھ اپنے گھر آ جائیں۔

علی بن حزین کہتا ہے کہ میں زندان کی طرف گیا تو دیکھا کہ زندان کے دروازہ پر ایک گدھا زین کسے ہوئے تیار کھڑا ہے ، میں زندان کے اندر گیا تو دیکھا کہ حضرت بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنے موزے سبز چادر اور شاش شہر کا مخصوص لباس جسے شاشہ کہتے ہیں پہنے ہوئے ہیں، یعنی زندان سے باہر نکلنے اور گھر جانے کے لیے اپنے آپؑ کو تیار کیا ہوا تھا، پس جب مجھے دیکھا تو کھڑے ہو گئے میں نے اپنا پیغام پہنچایا۔

پھر آپؑ گدھے پر سوار ہو کر کھڑے ہو گئے، میں نے آپؑ سے کہا اے میرے سید وسردار آپؑ کیوں کھڑے ہیں، فرمایا تا کہ جعفر بھی آجائے، میں نے عرض کیا کہ معتمد نے مجھے صرف آپؑ کی رہائی کا حکم دیا ہے۔

فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ ہم دونوں اکٹھے گھر سے باہر نکلے تھے، اب اگر میں واپس جاؤں اور وہ ساتھ نہ ہو تو تم سمجھتے ہو کہ کیا ہوگا۔

پس وہ شخص گیا اور واپس آکر کہنے لگا کہ وہ کہتا ہے کہ میں جعفر کو آپؑ کی خاطر رہا کرتا ہوں اور میں نے اسے اس خیانت اور تقصیر کی وجہ سے قید کیا تھا جو اس نے اپنی ذات پر وارد کی تھی اوران باتوں کی وجہ سے جو اس سے سرزد ہوئی تھیں، پس جعفر آپ کے ساتھ گھر واپس آ گیا۔

تیسری خبر! عیسیٰ بن صبیح سے روایت ہے، وہ کہتا ہے جب ہم قید میں تھے تو حضرت امام حسن عسکریؑ کو بھی قید کیا گیا، اور انہیں ہمارے ہی قید خانے میں لے آئے، میں آپؑ کو جانتا تھا اور آپؑ سے شناسائی رکھتا تھا، آپؑ نے فرمایا تیری عمر پینسٹھ برس چند ماہ اور کچھ دن ہے، اور میرے پاس ایک دعاؤں کی کتاب تھی کہ جس میں میری تاریخ ولادت لکھی ہوئی تھی، جب میں نے اس کی طرف رجوع کیا تو اسی طرح تھا جیسے آپؑ نے خبر دی تھی، پھر فرمایا خدا نے تجھے کوئی بیٹا دیا ہے میں نے عرض کیا نہیں، عرض کیا خدایا اسے ایک بیٹا عطاء فرما جو کہ اس کا بازو بنے اور بیٹا اچھا بازو وقوت ہے، پھر آپؑ نے اس شعر سے تمثل کیا۔

من كان ذا ولد يدرك ظلا متہ

ان الذليل الذی ليست له عضد

یعنی جو شخص صاحب اولاد ہے وہ ظلم کا بدلہ لیتا ہے، بیشک ذلیل وہ ہے کہ جس کا بازو اور قوت نہ ہو، میں نے عرض کیا آپؑ کا کوئی بیٹا ہے، فرمایا ہاں خدا کی قسم مجھے خداوند عالم ایک فرزند عنایت فرمائے گا جو زمین کو عدل وداد سے پر کرے گا لیکن اس وقت میرا کوئی بیٹا نہیں، اس وقت آپؑ ان دو اشعار سے متمثل ہوئے۔

لعلك يوما ان ترانی كانما
بنی حوالی الا سود اللوابد
فان تميما قبل ان يلد الحصى
اقام زمانا وهو فی الناسی واحد

شاید تو مجھے ایک دن دیکھے کہ میرے بیٹے کے گرد ببر شیر ہیں اور تمیم حصی کے پیدا ہونے سے پہلے ایک زمانہ تک لوگوں میں اکیلا رہا ہے۔

چوتھی خبر! روایت ہے کہ حضرت امام حسن عسکریؑ کونحریر کے سپرد کیا گیا اور نحریر نے آپؑ پر سختی کی، وہ آپؑ کو اذیت و تکلیف دیتا تھا اس کی بیوی اس سے کہنے لگی اے شخص خدا سے ڈر کیونکہ تجھے معلوم نہیں کہ تیرے گھر کون شخص ہے، پس اس خاتون نے حضرت عسکریؑ کے آپؑ کی صالحیت عبادت وجلالت میں سے اوصاف بیان کرنے شروع کئے اور کہنے لگی میں تیری اس بدسلوکی سے تیرے متعلق خوفزدہ ہوں۔

نحریر لعین کہنے لگا خدا کی قسم میں اسے درندہ خانے میں شیروں اور درندوں میں پھینکوں گا، پس اس نے خلیفہ سے اجازت لی تو اس نے اجازت دے دی، پھر اس نے آپؑ کو شیروں کی جگہ پر پھینک دیا، اور انہیں اس میں شک نہیں تھا کہ شیر آپؑ کو کھا جائیں گے، پس انہوں نے اس جگہ نگاہ کی کہ حضرتؑ کی حالت معلوم کریں تو انہوں نے دیکھا کہ جنابؑ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں اور درندے آپؑ کے گرد ہیں۔

پس اس نے حکم دیا تو آپؑ کو باہر لائے اور اس کے گھر لے گئے۔ مولف کہتا ہے کہ اسی معجزہ ودلیل کی طرف گیارہ تاریخ کے دن کی دعا میں اشارہ ہوا ہے، جو آپؑ سے توسل کے لیے ہے۔ وبالا امام الحسن بن علیؑ علیه السلام الذی طرح للسباع مخلصة من مرابضها وامتحن بالا واب الصعاب فذللت له مرا كبها

یعنی میں متوسل ہوتا ہوں امام حسن عسکریؑ کے ساتھ وہ آقا کہ جس کو درندوں کے درمیان پھینکا گیا، پس سلامتی کے ساتھ درندوں کی جگہ سے تو اسے باہر لے آیا اور آپؑ کا امتحان کیا گیا ایک سرکش گھوڑے اور دانہ کے ساتھ جس کو تو نے رام کیا ان کی سواری کے لیے اور اس فقرہ میں اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف کہ مستعین باللہ خلیفہ کے پاس ایک خچر تھا، شرکش اس طرح کہ کسی میں یہ طاقت نہیں تھی کہ اسے لگام چڑھائے یا اس کی پشت پر زین کس دے یا اس پر سوار ہو سکے۔ اتفاقا ایک دن حضرت خلیفہ سے ملنے گئے تو وہ آپؑ سے کہنے لگا کہ میں آپؑ سے خواہش کرتا ہوں کہ آپؑ اس خچر کے منہ میں لگام چڑھا دیں، اس کا مقصد یہ تھا کہ یا تو خچر رام ہو جائے گا یا وہ سرکشی کر کے حضرتؑ کو ہلاک کر دے گا۔

پس حضرت اٹھے اور اپنا دست مبارک خچر کی پشت پر مارا تو اس جانور کو پسینہ آ گیا، اتنا کہ وہ اس کے بدن پر جاری ہو گیا اور وہ انتہائی آرام وسکون میں ہو گیا، پس حضرتؑ نے اس پر زین کسی اور اس کے منہ میں لگام چڑھائی اور اس پر سوار ہو کر کچھ دیر اسے

مکان میں چلا یا، خلیفہ کو اس چیز سے تعجب ہوا اور وہ خچر آپؑ کو دے دیا۔

پانچویں خبر! ابن شہر آشوب نے کتاب تبدیل ابوالقاسم کوفی سے نقل کیا ہے کہ اسحاق کندی جو کہ فیلسیوف عراق تھا، اس نے اپنے زمانہ میں ایک کتاب کی تالیف تناقض قرآن میں شروع کی اور خود کو اس کام میں اتنا مشغول کیا کہ لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور اپنے گھر میں رہتا، اور ہمیشہ اسی کام میں مصروف رہتا، یہاں تک کہ اس کا ایک شاگرد امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔

حضرتؑ نے اس سے فرمایا کیا تم میں کوئی شخص رشید نہیں کہ تمہارے استاد کندی کو اس شغل سے روکے کہ جو اس نے اپنے لیے قرار دیا ہے، وہ شاگرد کہنے لگا ہم کس طرح اس پر اس امر میں اعتراض کر سکتے ہیں، ہماری طرف سے یہ کام مناسب نہیں۔

حضرتؑ نے فرمایا اگر میں تمہیں کوئی القاء کروں تو تم وہ اس تک پہنچاؤ گے، اس نے عرض کیا جی ہاں، فرمایا اس کے پاس جاؤ اور اس سے انس حاصل کرو، اس کی موانست و اعانت لطف و مدارت کر کے کرو، جب تم دونوں میں انس پیدا ہو جائے تو اس سے کہو کہ ایک مسئلہ میری نظر میں آیا ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ تجھ سے پوچھوں، پھر اس سے کہو کہ اگر تیرے پاس کوئی قرآن کے متعلق گفتگو و بحث کرنے والا آئے اور کہے کہ کیا یہ جائز و ممکن ہے کہ خداوند عالم نے اس کلام سے جو قرآن میں ہے اس معنی کے علاوہ کسی معنی کا جو تو نے گمان کیا ہے ارادہ فرمایا ہو،

وہ جواب میں کہے گا ہاں جائز ہے، کیونکہ وہ ایسا شخص ہے جو اس بات کو جو سنے سمجھ لیتا ہے پس اس سے کہو شاید خداوند عالم نے قرآن میں اس معنی کے سوا کوئی اور معنی مراد لیا ہو، جو معنی تو نے اس کا لیا ہے اور اسے خدا کی مراد و مقصد سمجھا ہے اور تو اس معنی کے علاوہ وہ معنی رکھ رہا ہے۔

پس وہ شاگرد اس کندی کے پاس گیا اور اس سے ملاطفت و موانست کی، یہاں تک کہ اس پر وہ مسئلہ القاء کیا جو حضرتؑ نے اسے تعلیم دیا تھا۔

کندی کہنے لگا اس مسئلہ کا مجھ پر اعادہ کرو، اس نے دوبارہ اسے بیان کیا اس نے اس میں غور وفکر کیا تو اس نے لغت و نظر کی بناء پر جائز اور متحمل پایا کہ کوئی دوسرا معنی مراد ہو اس نے کہا کہ میں تجھے قسم دیتا ہوں کہ مجھے بتا یہ مسئلہ تجھے کس نے تعلیم دیا ہے وہ کہنے لگا کہ یہ بات میرے دل میں آئی ہے وہ کہنے لگا اس طرح نہیں ہے جو تو کہتا ہے، کیونکہ یہ ایسا کلام نہیں جو تجھ سے سرزد ہو، کیونکہ تو ابھی اس مرتبہ کو نہیں پہنچا کہ اس کا مطلب سمجھ سکے لہذا مجھے بتا کہ تو نے یہ کہاں سے لیا ہے۔

وہ کہنے لگا کہ امام حسن عسکری علیہ السلام نے مجھے اس کا حکم دیا ہے کندی کہنے لگا اب تو نے حقیقت حال کو بیان کیا ہے اس قسم کے مطالب صرف یہی خانوادہ بیان کر سکتا ہے پھر آگ منگوائی اور جو کچھ اس سلسلے میں تالیف کر رہا تھا سب جلا دیا۔

چھٹی خبر! علامہ مجلسی نے ہمارے اصحاب کے بعض تالیف سے علی بن عاصم کوفی سے ایک خبر روایت کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں حاضر ہوا، حضرتؑ نے اسے بساط و مسند پر بہت سے انبیاء و مرسلین اور ان کے قدمون کے نشانات دکھائے علی کہتا ہے کہ میں ان پر گر پڑا اور ان کے بوسے لئے اور حضرتؑ کے ہاتھوں کا بھی بوسہ لیا اور میں نے عرض کیا کہ میں

ہاتھ سے آپؑ کی نصرت ومدد کرنے سے عاجز ہوں اور میرے پاس کوئی عمل نہیں سوائے آپؑ کی موالات ودوستی کے اور سوائے بیزاری اور لعنت کرنے کے آپؑ کے دشمنوں پر علیحدگیوں میں، پس میری حالت کیا ہوگی۔

حضرتؑ نے فرمایا مجھے حدیث بیان کی میرے باپؑ نے میرے جد رسولؐ خدا سے کہ آپؑ نے فرمایا جو ہم اہل بیتؑ کی مدد کرنے سے عاجز ہو اور تنہائیوں میں ہمارے دشمنوں پر لعنت کرے تو خداوند عالم اس کی آواز تمام ملائکہ تک پہنچاتا ہے، پس جس وقت تم میں سے کوئی لعنت کرے ہمارے دشمنوں پر تو ملائکہ اسے اوپر لے جاتے ہیں اور اس پر لعنت کرتے ہیں جو اس پر لعنت نہ کرے، پس جب اس کی آواز ملائکہ تک پہنچتی ہے تو وہ اس کے لیے استغفار کرتے ہیں اور اس کی تعریف وثناء کرتے ہیں اور کہتے ہیں خدایا رحمت نازل کر اپنے اس بندہ کی روح پر کہ جس نے اپنے اولیاء کی نصرت میں اپنی کوشش صرف کی ہے اور اگر اس سے زیادہ کی قدرت رکھتا ہوتا تو وہ بھی کرتا، پس خداوند عالم کی ندا آتی ہے کہ اے میرے ملائکہ میں نے تمہاری دعا اس بندے کے حق میں قبول کر لی ہے اور تمہاری پکار کو سن لیا ہے اور میں نے ابرار کی ارواح کے ساتھ اس کی روح پر صلوات ورحمت نازل کی ہے اور اسے چنے ہوئے اخیار اور اچھے افراد میں قرار پایا ہے۔

ساتویں خبر! بحارالانوار میں ہے کہ صاحب تاریخ قم نے مشائخ قسم سے روایت کی ہے کہ ابوالحسن حسین بن حسن (حسین نسخہ) بن جعفر بن محمد اسماعیل بن امام جعفر صادق علیہ السلام قم میں تھا اور وہ علانیہ شراب پیتا تھا، پس ایک دن کسی ضرورت کے ماتحت وہ احمد بن اسحاق اشعری کے مکان پر گیا جو قم میں وکیل اوقاف تھا اور اس نے اذن دخول چاہا، لیکن اس نے آنے کی اجازت نہ دی تو وہ سید غم واندوہ کی حالت میں اپنے گھر واپس چلا گیا۔

اس کے بعد احمد بن اسحاق حج کے لیے روانہ ہوا جب وہ سامرہ میں پہنچا تو اجازت چاہی کہ ابومحمد حسن عسکریؑ کی خدمت میں مشرف ہو تو حضرتؑ نے اجازت نہ دی، احمد نے اس سلسلہ میں طویل گریہ وزاری کی یہاں تک کہ آپؑ نے اجازت دے دی۔

جب حضرتؑ کی خدمت میں پہنچا تو عرض کیا اے فرزند رسولؐ کس وجہ سے آپؑ نے مجھے خدمت میں مشرف ہونے سے منع کیا، حالانکہ میں آپؑ کے شیعوں اور موالیوں میں سے ہوں آپؑ نے فرمایا اس وجہ سے کہ تو نے میرے چچازاد بھائی کو اپنے گھر سے واپس کر دیا تھا، پس احمد نے گریہ کیا اور قسم کھائی کہ میں نے اس کو صرف اس لیے اپنے مکان میں آنے سے منع کیا تھا کہ وہ شراب پینے سے توبہ کر لے۔

آپؑ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے لیکن ان کے احترام واکرام سے کسی حالت مین چارہ نہیں اور یہ کہ ان کو حقیر نہ سمجھو اور ان کی اہانت نہ کرو، ورنہ خاسرین اور نقصان میں رہنے والوں میں سے ہو جاؤ گے، کیونکہ یہ ہماری طرف منسوب ہیں۔

پس جب احمد قم سے پلٹ کے گیا تو اشراف لوگ اس کو دیکھنے کے لیے آئے اور حسین بھی ان کے ساتھ تھا جب احمد نے حسین کو دیکھا تو اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا اور اس کا استقبال اور عزت وتکریم کی اور اسے اپنی صدر مجلس میں بٹھایا۔ حسین نے احمد کے اس فعل کو بعید اور نیا سمجھا اور اس سے اس کا سبب پوچھا تو احمد نے وہ کچھ کہا جو اس کے اور امام حسن عسکری علیہ السلام کے درمیان گزرا تھا

جب حسین نے یہ سنا تو وہ اپنے افعال قبیحہ پر پشیمان ہوا اوران سے توبہ کی اوراپنے گھر واپس جا کر جو شراب اس کے پاس تھی وہ زمین پر پھینک دی اس کے برتن توڑ ڈالے اور وہ اتقیاء باورع صالحین اور عبادت گزاروں میں ہو گیا اور ہمیشہ مساجد میں رہتا اور مساجد میں معتکف رہا، یہاں تک کہ وفات پائی اور جناب فاطمہ بنت موسیٰ علیہ السلام کے پاس دفن ہوا۔

مولف کہتا ہے تاریخ قم میں ہے کہ سید ابوالحسین مذکور سادات حسینی میں سے پہلا شخص ہے جو قم میں آیا اور جب اس کی وفات ہوئی تو اس کو مقبرہ بابلان میں دفن کیا گیا اور اس کا گنبد جناب فاطمہ کے گنبد کے اس طرف سے ملا ہوا ہے کہ جس طرف سے شہر کی جانب سے اندر داخل ہوتے ہیں۔انتھی

واضح ہو کہ اسی واقعہ کے قریب وہ واقعہ ہے جو علی بن عیسیٰ وزیر سے منقول ہے اور وہ اس طرح ہے کہ علی بن عیسیٰ کہتا ہے کہ میں اولاد علیؑ کے ساتھ احسان کرتا تھا اور میں ہر ایک کو مدینہ طیبہ میں سال بھر کے لیے اتنی مقدار میں دیتا تھا جو اس کے طعام ولباس واہل وعیال کے لیے کفایت کرتا اور یہ کام ماہ رمضان سے لے کر اس کے اختتام تک کرتا تھا ان میں سے ایک بوڑھا شخص تھا، امام موسیٰ بن جعفرؑ کی اولاد میں سے اور میں نے اس کے سال بھر کے لیے پانچ ہزار درہم مقرر کئے ہوئے تھے۔

اس طرح کا اتفاق ہوا کہ سردیوں کے موسم میں میں ایک دن گزر رہا تھا، میں نے اسے دیکھا کہ وہ مست پڑا ہے اور اس نے قے کی ہوئی ہے اور خاک آلود بدترین حالت میں شارع عام میں پڑا ہے میں نے اپنے دل میں کہا کہ میں اس جیسے فاسق شخص کو سال میں پانچ ہزار درہم دیتا ہوں کہ وہ اسے خداوند عالم کی نافرمانی میں صرف کرے اب اس سال کا اس کا مقرر وظیفہ بند کر دوں گا۔

جب ماہ مبارک رمضان داخل ہوا تو وہ بوڑھا میرے ہاں آیا اور میرے گھر کے دروازے پر کھڑا ہوا جب میں وہاں پہنچا تو اس نے سلام کیا اور اپنے وظیفہ کا مطالبہ کیا میں نے کہا کہ نہیں تیرے لیے کوئی عزت وتکریم نہیں ہے میں اپنا مال تجھے دوں گا کہ اسے تو خدا کی نافرمانی میں صرف کرے کیا میں نے سردیوں میں تجھے نہیں دیکھا تھا کہ تو مست تھا، اپنے گھر واپس چلا جا اور پھر میرے مکان پر نہ آنا جب رات ہوئی تو میں نے پیغمبر اکرمؐ کو عالم خواب میں دیکھا کہ لوگ آپؐ کے گرد جمع ہیں پس میں آگے بڑھا تو آپؐ نے مجھ سے منہ پھیر لیا پس مجھ پر یہ بات دشوار ہوئی اور میری حالت بری ہو گئی۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ آپؐ میرے ساتھ یہ برتاؤ کر رہے ہیں، باوجود اس کے کہ میں آپؐ کی اولاد کے ساتھ احسان اور نیکی کرتا ہوں اور میری ان سے نیکی کرنے اور ان پر زیادہ انعام واکرام کرنے کا بدلہ آپؐ نے یہ دیا ہے کہ مجھ سے منہ پھیر لیا ہے۔

فرمایا ہاں، کیوں تو نے میرے فلاں بیٹے کو اپنے دروازے سے بدترین حالت میں واپس کیا ہے اسے نا اُمید کیا اور ہر سال کا اس کا وظیفہ بند کر دیا۔

میں نے عرض کیا، چونکہ میں نے اسے ایک قبیح معصیت میں مبتلا دیکھا ہے اور آپؐ کے سامنے وہ واقعہ نقل کیا، میں نے کہا کہ میں نے اپنا جائزہ اس لیے روک دیا ہے تا کہ معصیت خدا پر اعانت نہ کروں، تو آپؐ نے فرمایا تو اس کے لیے اسے دیتا تھا یا میری وجہ سے۔

میں نے عرض کیا آپؑ کی وجہ سے، آپؑ نے فرمایا پھر میری ہی وجہ سے اس کے اس فعل کو چھپا ہی لیتا جو اس سے سرزد ہوا تھا اور یہ کہ وہ میری اولاد میں سے ہے۔

میں نے عرض کیا ایسا ہی کروں گا، اس کے ساتھ اعزاز و اکرام کے ساتھ، پس میں خواب سے بیدار ہوا جب صبح ہوئی تو میں نے کسی کو بوڑھے سید کے پیچھے بھیجا جب میں دیوان (دفتر) سے واپس آیا تو میں نے حکم دیا کہ اسے میرے پاس لے آؤ میں نے غلام سے کہا کہ دس ہزار درہم دو تھیلیوں میں اسے دو اور اس سے کہا کہ اگر کسی وجہ سے کم ہو جائے تو مجھے بتانا اور خوش کر کے اُسے بھیجا جب وہ صحن خانہ میں پہنچا تو میرے پاس واپس آیا اور کہنے لگا اے وزیر کیا سبب ہے کہ کل تو نے مجھے دھتکار دیا اور آج مہربانی و نوازش کی اور دگنا عطا کیا۔

میں نے کہا سوائے اچھائی کے کوئی بات نہیں تم خوشی کے ساتھ جاؤ۔

وہ کہنے لگا خدا کی قسم میں واپس نہیں جاؤں گا جب تک اصل واقعہ مجھے معلوم نہ ہو۔

پس میں نے جو کچھ خواب میں دیکھا تھا اس کے لیے بیان کیا تو اس کی آنکھوں میں آنسو بہنے لگے اور کہنے لگا کہ میں نذر واجبی کرتا ہوں کہ دوبارہ میں اس کام کو نہیں کروں گا جو تو نے دیکھا ہے اور کبھی کسی معصیت کے پیچھے نہیں جاؤں گا اور اپنے جد بزرگوار کو یہ تکلیف نہیں دوں گا کہ آپؑ تجھ سے احتجاج کریں، پھر اس نے توبہ کر لی۔

مولف کہتا ہے کہ شراب پینا گناہ کبیرہ ہے بلکہ روایت ہے کہ خداوند عالم نے شر اور بدی کے کچھ قفل اور تالے قرار دیئے ہیں کہ جن کی چابی شراب ہے اور ایک روایت میں ہے حضرت جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ شراب ام الخبائث اور ہر بدی کا بھید ہے ،شراب پینے والے پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ جن سے اس کی عقل چھین لی جاتی ہے اس وقت وہ خدا کو نہیں پہچانتا اور کوئی گناہ نہیں چھوڑتا کہ جس کا ارتکاب نہ کرے اور نہ ہی کسی حرمت کو چھوڑتا ہے کہ جس کی ہتک حرمت نہ کرے اور نہ ہی کسی رحم کو قطع کرنے سے باز آتا ہے اور نہ ہی کسی فاحشہ اور قبیح فعل کو ترک کرتا ہے اور مست انسان کی مہار شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے اگر وہ اسے حکم دے تو وہ بت کو بھی سجدہ کرتا ہے اور وہ شیطان کے تابع فرمان ہوتا ہے جدھر چاہے وہ اُسے لے جاتا ہے۔

امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک روایت میں ہے آپؑ نے فرمایا شراب پینا انسان کو زنا کاری، چوری، قتل، نفس محترم اور خدا کا شریک قرار دینے میں داخل کر دیتا ہے اور شراب کے کام ہر گناہ سے اونچے ہیں، جس طرح کہ اس کا درخت ہر درخت سے اونچا ہے اور بہت سی روایات میں ہے کہ شراب کا عادی بت پرست کی مانند ہے اور یہ شراب پینے والا دوستی کے قابل نہیں، اس کی ہم نشینی نہیں کرنی چاہیے اور اسے امین نہیں سمجھنا چاہیے جب وہ شادی کرنا چاہیے تو اپنی شریف لڑکی اسے نہ دو، جب وہ بیمار ہو تو اس کی عیادت نہ کرو، جب وہ مر جائے تو اس کے جنازہ میں شرکت نہ کرو، اس کی بات کی تصدیق نہ کرو، اور جو شخص نشے والی چیز پئے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی اور اسے پیغمبر اکرمؐ کی شفاعت نصیب نہیں ہوتی اور وہ حوض کوثر پر نہیں جاسکے گا اور طینت خبال سے (وہ چیز ہے جو زنا کار عورتوں کی شرمگاہ سے نکلے گی) اسے سیراب کیا جائے گا۔

فقیر کہتا ہے کہ روایات اس سلسلہ میں اس سے زیادہ ہیں کہ ان کا احصار و شمار کیا جائے اور فاسد و شرور جو مسکرات کے پینے سے دیکھنے میں آتے ہیں وہ محتاج بیان نہیں، اسی لیے نقل ہوا ہے کہ بعض یورپ کے ممالک میں مسکرات کے پینے سے سختی سے ممانعت کے احکام جاری کئے گئے اور ان کے بعض جرائد اور روزناموں میں نقل کیا ہے کہ جس میں مسکرات کے معائب و مفاسد کو تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اس کے فقرات میں سے کچھ یہ ہیں کہ تمام مشروبات میں سے بہترین خالص و سادہ پانی ہے اور یہ جو بعض ممالک کے اطباء اچھے صاف و شفاف پانی کے فقدان کی وجہ سے یا ہوا کے تقاضوں کے ماتحت تھوڑی سی شراب کی تجویز کرتے ہیں کہ پانی کے ثقل کو دور کرنے کے لیے تھوڑی سی ملالی جائے اور پھر پیا جائے، ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ وہی پانی پیا جائے اور جب تک کوئی ایسی بیماری نہ ہو جو لازمی شراب پینے کی متقضی ہو تو اس کے پینے میں کوئی بھی فائدہ نہیں، تمام نشہ آور چیزیں وجود انسانی کے لیے مضر ہیں اور دانشور لوگوں نے مسکرات کے مضرات کے باب میں جو کہنے کی باتیں ہیں تفصیل سے کہی ہیں۔ مسکرات سے فائدہ کا تصور بچھو کے ڈنگ سے استفادہ کرنے کی طرح ہے جب زہر میں تریاق کی خاصیت پیدا ہو جائے تو مسکرات کے پینے سے بھی فائدہ کی توقع کوئی رکھ سکتا ہے جب ذوق سلیم رکھنے والا شخص اس کی ماہیت سے آگاہ ہو جائے اگر اس کا ہر قطرہ تازہ روح بخشنے والا ہو تب بھی وہ اپنی طبیعت کی صفائی کی بناء پر اس کے پینے سے منع کرے گا، شراب خور آج کے کام کو کل پر ڈالتا ہے اور اپنے کل کا خرچہ بھی آج ہی صرف کرتا ہے علاوہ اس کے کہ اس کے پینے سے بہت سے مفاسد ظہور پذیر ہوتے ہیں جو کہ نیک خاندانوں کی بدنامی کا سبب بنتے ہیں، شراب بہت سے بڑے خاندانوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے اور جب ہم نگاہ انصاف سے دیکھیں تو ہمیں نظر آئے گا کہ کئی ایک علل و امراض مہلکہ مسکرات کے زیادہ استعمال کی وجہ سے ہیں، کیونکہ وہ ممالک کہ جن میں شراب اور دوسرے مسکرات نہیں ہیں یا دین و دیانت کے حکم سے ممنوع ہیں وہاں کے رہنے والوں کا بعض امراض سے مامون ہونا تو آسان ہے، علاوہ اس کے وہ قوی الجسثہ اور تندرست بھی ہیں خلاصہ یہ کہ اس قسم کے کئی مقالے انہوں نے لکھے ہیں، لیکن اس مقام پر گنجائش اس سے زیادہ کی نہیں، لہذا اسی پر اکتفاء کیا جاتا ہے اور اوحدی مراغہ اصفہانی کے ان چند اشعار سے ہم گفتگو کو ختم کرتے ہیں۔

می سرخت نمد فروش کند!
بنگ سبزت گلیم پوش کند!
دل سیاہی وہند رخ زردے
خون بسوز آیدت چونافہ مشک
خوردن آب گرم و سبزہ خشک
خون بسوز آیدت چونافہ مشک
بت پرستی زمئی پرستی بہ!
مردن عاقلاں زمستی بہ!

چند گوئی کہ بادہ غم ببرد!

دین و دنیا ببیں کہ ہم ببرد!

آٹھویں خبر! ابوسہل بلخی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ ایک شخص نے امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں خط لکھا اور حضرتؑ سے درخواست کی کہ اس کے والدین کے لے دعا فرمائیں جب کہ اس کی ماں غالی اور باپ مومن تھا تو توقیع شریف آئی کہ رحم اللہ والدک، خدا تیرے باپ پر رحم کرے، ایک دوسرے شخص نے لکھا کہ اس کے والدین کے لیے دعا کریں کہ جس کی ماں مومنہ اور باپ شنوی مذہب تھا، یعنی دوخداؤں کا قائل تھا تو توقیع (تحریر) آئی کہ **رحم اللہ والدتک والتا منقوطۃ** یعنی خدا تیری والدہ پر رحم کرے، اور لفظ والدہ کا ضبط فرمایا کہ آخر میں تا نقطہ وار ہے، نہ پڑھی جائے تا کہ والدیک ہو جائے یعنی تیرے ماں باپ۔

تیسری فصل

امام حسن عسکریؑ کے دلائل ومعجزات باہرات

پہلا معجزہ! قطب راوندی نے جعفر بن شریف جرجانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دفعہ میں حج پر گیا اس کے بعد میں سامرہ میں امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں پہنچا، اور میرے ساتھ کچھ مال تھا جو شیعوں نے مجھے دیا تھا کہ وہ امام علیہ السلام تک پہنچاؤں، میں نے ارادہ کیا کہ حضرتؑ سے پوچھوں کہ یہ مال میں کس کو دوں تو میرے بات کرنے سے پہلے فرمایا کہ میرے خادم مبارک کو دے دو۔

وہ کہتا ہے کہ میں نے ایسا ہی کیا اور باہر آ گیا اور میں نے عرض کیا کہ آپؑ کے جرجان کے شیعوں نے آپؑ کو سلام کہا ہے فرمایا کیا تم حج کر کے واپس جرجان نہیں جاؤ گے، میں نے عرض کیا واپس جاؤں گا، فرمایا آج سے لے کر ایک سوستر دن کے بعد تم واپس جرجان جاؤ گے، اور اس میں جمعہ کے دن تین ربیع الثانی دن کے پہلے وقت میں داخل ہو گے تو لوگوں کو بتانا کہ میں اسی دن کے آخر میں جرجان میں آؤں گا، رشد وہدایت کے ساتھ جاؤ بیشک خدا تمہیں اور جو تیرے ساتھ ہے سب کو سلامتی کے ساتھ پہنچائے گا اور تم اپنے اہل عیال کے پاس پہنچو گے اور تمہارے بیٹے شریف کے ہاں بیٹا پیدا ہوگا تو اس کا نام صلت بن شریف بن جعفر بن شریف رکھنا وسیبلغ اللہ بہ عنقریب خداوند عالم اسے حد کمال تک پہنچائے گا اور ہمارے اولیاء میں سے ہوگا۔

میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ ابراہیم بن اسماعیل جرجانی آپؑ کے شیعوں میں سے ہے اور آپؑ کے اولیاء اور دوستوں پر بہت احسان کرتا ہے اور ہر سال ایک لاکھ سے زیادہ اپنے مال میں سے خرچ کرتا ہے اور وہ ان اشخاص میں سے ایک ہے جو جرجان

میں نعمات خداوندی میں گردش کررہے ہیں۔

فرمایا ابواسحاق ابراہیم بن اسماعیل کو خدا جزائے خیر دے ان احسانات کے بدلے جو وہ ہمارے شیعوں پر ہے اور اس کے گناہوں کو بخش دے اور اسے صحیح الاعضاء بیٹا عنایت کرے جو حق کا قائل ہو، ابراہیم سے کہنا کہ حسن بن علیؑ کہہ رہے ہیں کہ اپنے بیٹے کا نام احمد رکھنا۔

راوی کہتا ہے کہ پس میں حضرتؑ کی خدمت سے واپس ہوا اور حج کیا اور سلامتی کے ساتھ جرجان واپس آیا اور جمعہ کی صبح تین ربیع الثانی کو وہاں وارد ہوا جس طرح کہ حضرتؑ نے خبر دی تھی، جب میرے ساتھی دوست وہ احباب بھی مجھے مبارک باد دینے کے لیے آئے تو میں نے ان سے کہا کہ امامؑ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آج کے دن دن کے آخر میں یہاں تشریف لائیں گے، پس جمع ہو جاؤ اور حضرتؑ سے اپنے مسائل وحاجات کے سوال کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔

پس شیعہ حضرات ظہر وعصر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد میرے مکان پر جمع ہو گئے پس خدا کی قسم ہم ملتفت نہ ہوئے، مگر یہ کہ ہم نے حضرتؑ کو دیکھا کہ وہ اچانک ہم میں آموجود ہوئے، ہم تو جمع ہی تھے، آپ نے آتے ہی ہم کو سلام کیا، ہم نے آپؑ کا استقبال کیا اور آپؑ کے ہاتھ کے بوسے لیے پھر آپؑ نے فرمایا کہ میں نے جعفر بن شریف سے کہا تھا کہ میں اس دن کے آخر میں تمہارے پاس آؤں گا، لہذا میں نے ظہر وعصر کی نماز سامرہ میں پڑھی ہے اور تمہارے پاس آگیا ہوں تاکہ تم سے تجدید عہد کروں، پس اپنے تمام سوالات اور حاجتیں جمع کرو، سب سے پہلے جس شخص نے سوال کی ابتدا کی وہ نضر بن جابر تھا۔

عرض کیا فرزند رسولؐ چند مہینے ہوئے ہیں کہ میرے بیٹے کی آنکھیں خراب ہو گئی ہیں آپؑ خدا سے دعا کیجئے کہ وہ اس کی آنکھیں دوبارہ ٹھیک کردے۔

حضرتؑ نے فرمایا اسے لے آؤ پھر آپؑ نے اپنا دست مبارک اس کی آنکھوں پر رکھا تو وہ روشن ومنور ہو گئیں، پھر ایک ایک آتا گیا اور اپنی حاجات طلب کرتا اور حضرتؑ اسے پورا کئے جاتے، یہاں تک کہ آپؑ نے سب کی حاجات پوری کردیں اور سب کے حق میں دعائے خیر فرمائی اور اسی دن واپس چلے گئے۔

دوسرا معجزہ! ابو ہاشم جعفری سے روایت ہے کہ میں نے امام حسن عسکریؑ سے سنا آپؑ فرمارہے تھے کہ جو گناہ بخشے نہیں جاتے، ان میں سے ایک انسان کا یہ قول ہے کہ وہ کہے کاش مجھے صرف اس گناہ کا مواخذہ ہوتا، یعنی کاش میرا صرف یہی گناہ ہوتا تو میں نے دل میں کہا کہ یہ مطلب دقیق ہے اور انسان کے لیے مناسب ہے کہ اپنے نفس میں ہر چیز کی جستجو وتلاش رکھے، جب اس بات نے میرے دل میں خطور کیا تو حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا سچ کہا ہے تو نے اے ابو ہاشم، لازم پکڑ واس چیز کو جو تمہارے دل میں گزری ہے پس اس میں شک نہیں کہ لوگوں کے درمیان شرک چیونٹی کے صاف وشفاف پتھر پر چلنے اور سیاہ پلاس کے کپڑے پر حرکت کرنے سے بھی زیادہ مخفی ہے مولف کہتا ہے کہ اس قسم کے گناہوں کو محقرات سے تعبیر کیا جاتا ہے اور حضرت صادقؑ سے روایت ہے کہ گناہاں محقرات سے بچو کہ وہ بخشے نہیں جاتے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابلیس تم سے محقرات پر راضی ہو گیا ہے، اور فرمایا اے ابن مسعود آپؐ نے اُسے وصیت کرتے ہوئے فرمایا کسی گناہ کو حقیر اور چھوٹا نہ سمجھو اور اجتناب کرو بڑے گناہوں سے، کیونکہ بندہ جب قیامت کے دن اپنے گناہوں پر نگاہ کرے گا تو اس کی آنکھیں پیپ اور خون روئیں گی، خداوند عالم فرماتا ہے۔

یوم تجد کل نفس ما عملت من سوء تو دلو ان بینھا و بینہ امد بعیدا وہ دن کہ جس دن نفس موجود پائے گا جو کچھ برے عمل کر چکا ہے تو دوست رکھے گا کہ کاش ان کے اور اس کے درمیان مسافت بعیدہ ہوتی ہے اور آپؐ ابوذر سے فرمایا کہ تحقیق مومن اپنے گناہ کو اس طرح دیکھتا ہے جیسے وہ شخص ایک بہت بڑے سخت پتھر کے نیچے ہو کہ جس کا اسے ڈر ہو کہ وہ اس پر گر پڑے گا، اور کافر اپنے گناہ کو اس مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کے ناک سے گزر جاتی ہے۔

اور حضرت امیر المومنین کے کلام میں سے ہے سخت ترین وہ گناہ ہے کہ جس کو اس کا کرنے والا سُبک و آسان سمجھے اور علی بن ابراہیم قمی نے حضرت صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ خداوند عالم نے ایک سانپ خلق کیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کا احاطہ اور اس نے اپنا سر اور دم عرش کے نیچے اکٹھا کیا ہوا ہے پس جب وہ بندوں کے گناہوں کو دیکھتا ہے تو وہ غصے ہو جاتا ہے اور وہ رخصت واجازت طلب کرتا ہے کہ آسمانوں اور زمین کو کھا جائے، اور روایات اس سلسلہ میں بہت زیادہ ہیں، اور حضرت صادق علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے کہ ایک دفعہ رسول خداؐ ایک بے گیاہ زمین پر اترے تو آپؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ جلانے کے لیے لکڑیاں لے آؤ۔

انہوں نے عرض کیا کہ ہم اس زمین میں ہیں کہ جس میں کوئی گھاس وغیرہ نہیں ہے اس میں لکڑیاں نہیں مل سکتیں، فرمایا ہر شخص لے آئے جو اس کے لیے ممکن ہو، پس وہ لکڑیاں لے کر آئے اور انہوں نے آپؐ کے سامنے ایک دوسرے پر رکھ دیں، جب لکڑیاں جمع ہو گئیں تو آپ نے فرمایا کہ گناہ اس طرح جمع ہو جاتے ہیں، معلوم ہوا کہ آپؐ کا مقصد یہ تھا کہ جس طرح گھاس سے خالی بیابان میں لکڑیاں نظر نہیں آتی تھیں، جب ان کی طلب و تلاش میں نکلے تو بہت سی جمع ہو گئیں اور ایک دوسرے کے اوپر ڈالی گئیں اسی طرح گناہ بھی نظر میں نہیں آتے لیکن جب جستجو اور حساب ہو تو بہت سے گناہ جمع ہو جائیں گے۔

تیسرا معجزہ! نیز ابو ہاشم سے روایت ہے کہ ایک دن حضرت امام حسن عسکریؑ سوار ہوئے اور صحرا کی طرف گئے میں بھی آپؐ کے ساتھ سوار ہوا، پس اس اثناء میں جب کہ حضرتؑ میرے آگے آگے جا رہے تھے اور میں ان کے پیچھے تھا تو مجھے میرے قرض کی فکر دامن گیر ہوئی کہ جس کا وقت آ گیا تھا، پس میں فکر کرتا تھا کہ اسے کہاں سے ادا کروں تو حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا خدا اسے ادا کرے گا، پس اسی حالت میں کہ زین سوار تھے زمین کی طرف جھکے اور اپنے تازیانے سے زمین پر خط کھینچا اور فرمایا اے ابو ہاشم پیادہ ہو کر لے لو اور اسے مخفی رکھو، ابو ہاشم کہتے ہیں میں پیادہ ہوا تو اچانک دیکھا کہ عمدہ خالص سونا ہے، میں نے اسے اٹھا کر اپنے موزے میں رکھ لیا۔

پس کچھ راستہ اور سیر کرتے رہے، پھر میں نے فکر کی اور دل میں کہا کہ اگر اس سے میرا قرض ادا ہو گیا تو فبہا ورنہ قرض خواہ کو

اسی پر راضی کرلوں گا اور دوست رکھتا تھا کہ سردیوں کے اخراجات کپڑوں وغیرہ کے متعلق کچھ سوچوں جب یہ خیال آیا تو آپؑ نے میری طرف دیکھا اور دوبارہ زمین کی طرف جھکے اور زمین پر اپنے تازیانے سے پہلے کی طرح خط کھینچا اور فرمایا پیادہ ہو کر لے لو اور مخفی رہو۔

ابو ہاشم کہتے ہیں کہ میں اترا تو دیکھا کہ عمدہ سونا ہے اس کو بھی اٹھا کر کے اپنے دوسرے موزے میں رکھ لیا، پس کچھ راستہ چل کر حضرتؑ اپنے گھر کی طرف اور میں اپنے گھر کی طرف چلا گیا، پس میں نے بیٹھ کر حساب کیا اپنے اس قرض کا اور اس کی مقدار معلوم کی، پھر میں نے پہلے سونے کو تولا تو میں نے دیکھا کہ اس کی مقدار بغیر کسی کمی وزیادتی کے میرے قرض کے برابر تھی پھر میں نے سوچا ان چیزوں کو کہ جن کی سردیوں میں مجھے ضرورت تھی ہر لحاظ سے اتنی مقدار کہ جس سے چارہ نہیں میانہ روی کے ساتھ بغیر تنگی اور فضول خرچی کے، پھر میں نے اس دوسرے سونے کو تولا تو وہ اس کے مطابق تھا کہ جس کا میں نے سردیوں کے لیے کمی وزیادتی کے بغیر اندازہ لگایا تھا۔

ابن شہر آشوب نے مناقب میں ابو ہاشم سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ ایک وقت میں امر معاش کے لحاظ سے ضیق وتنگی میں تھا میں نے چاہا کہ حضرت امام حسن عسکریؑ سے اعانت طلب کروں مجھے شرم وحیا دامن گیر ہوئی، جب میں اپنے گھر واپس گیا تو حضرت نے میرے لیے سو اشرفی بھیجی اور لکھا تھا کہ جب تمہیں کوئی ضرورت پڑے تو شرم نہ کرو اور خجالت محسوس نہ کرو، بلکہ اس کا ہم سے مطالبہ کرو تو انشاءاللہ وہ کچھ دیکھو گے جو چاہتے ہو۔

چوتھا معجزہ! نیز ابو ہاشم سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ میں امام حسن عسکریؑ کی بارگاہ سے شرفیاب ہوا میں نے دیکھا کہ حضرتؑ خط لکھنے میں مشغول ہیں، پس نماز کا اول وقت آیا تو آپؑ نے وہ کاغذ زمین پر رکھ دیا اور نماز میں مشغول ہو گئے، پس میں نے دیکھا کہ قلم کاغذ کے اوپر چل رہا ہے اور لکھ رہا ہے یہاں تک کہ کاغذ کے آخر تک پہنچا، پس میں سجدہ میں گر گیا جب حضرتؑ نماز سے فارغ ہوئے تو قلم اپنے ہاتھ میں لے لیا اور لوگوں کو حاضر ہونے کی اجازت دے دی۔

مولف کہتا ہے کہ جو کچھ ابو ہاشم نے روایت کیا اور دیکھا ہے دلائل ومعجزات حسن عسکری علیہ السلام اس سے زیادہ ہیں کہ یہاں ذکر ہو سکیں اور انہیں سے روایت ہے کہتے ہیں کہ جب بھی میں امام علی نقی علیہ السلام اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو کوئی نہ کوئی دلیل برہان ان سے دیکھی، حضرت ہادیؑ کے دلائل ومعجزات میں بھی چند روایات اس سے نقل ہو چکی ہیں۔

پانچواں معجزہ! قطب راوندی نے فطرس (بطریق نسخہ) سے روایت کی ہے اور وہ ایک شخص تھا کہ جس نے علم طب پڑھا ہوا تھا اور اس کی عمر سو سال سے زیادہ تھی، وہ کہتا ہے کہ میں بختیشوع طبیب متوکل کا شاگرد تھا اور اس نے مجھے اپنے شاگردوں میں سے منتخب کیا ہوا تھا پس اس کی طرف حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے کسی کو بھیجا کہ وہ اپنے شاگردوں میں سے مخصوص ترین شاگرد کو بھیجے جو ان کی فصد کھولے پس بختیشوع نے مجھے اس کے لیے چنا اور کہنے لگا امام حسن عسکریؑ نے مجھ سے کسی شخص کو مانگا ہے جو ان کی فصد کھولے، پس ان کے پاس جاؤ اور یہ جان لو کہ وہ زیر آسمان رہنے والے سب لوگوں سے زیادہ عالم ہے لہذا اس سے پرہیز کرنا کہ کسی چیز میں تو تعرض کرے جس کا وہ تجھے حکم دیں۔

پس میں حضرتؑ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؑ نے مجھے حکم دیا کہ اس کمرہ میں رہو جب تک کہ میں تجھے بلاؤں نہیں، راوی کہتا ہے کہ جب میں حضرتؑ کی خدمت میں گیا تھا تو وہ وقت فصد کھولنے کے لیے عمدہ تھا لیکن آپؑ نے مجھے اس وقت بلایا جو فصد کے لیے اچھا نہیں تھا، پس آپؑ نے ایک بڑا طشت منگوایا تو میں نے آپؑ کی رگ اکحل کی فصد کھولی اور مسلسل خون آتا رہا یہاں تک کہ وہ طشت پُر ہو گیا پھر فرمایا کہ اب خون کو بند کر دو، میں نے ایسا کیا پس آپؑ نے اپنے ہاتھ دھوئے اور اس کے اوپر کپڑا باندھ دیا اور مجھے اس کمرے کی طرف واپس کر دیا کہ جس میں مجھے ٹھہرایا ہوا تھا اور میرے لیے گرم کھانا لایا گیا جس میں بہت سی چیزیں تھیں اور میں عصر تک وہیں رہا، پھر مجھے بلایا اور فرمایا کہ رگ کھولو اور وہ طشت منگوایا پس میں نے رگ کھولی تو طشت پر ہو گیا، پس حکم دیا کہ خون کو روک لو اور رگ کو باندھ دیا اور مجھے کمرے کی طرف واپس کر دیا، میں نے وہاں رات گزاری جب صبح ہوئی اور سورج نکل آیا تو مجھے بلایا اور وہ طشت منگوایا اور فرمایا کہ رگ کھولو میں نے رگ کھولی تو خون آپؑ کے ہاتھ سے سفید دودھ کی مانند باہر آیا یہاں تک کہ طشت پر ہو گیا ،پس حکم دیا کہ خون بند کر دو اور رگ کو باندھ دیا اور حکم دیا کہ ایک جامہ لباس کا اور پچاس دینار مجھے دے دیں، فرمایا یہ لے لو اور مجھے معذور سمجھو اور چلے جاؤ۔

پس میں نے وہ چیزیں لے لیں جو آپؑ نے مجھے عطاء فرمائیں اور عرض کیا میرے مولا و آقا کسی خدمت کا مجھے حکم فرمائیں گے، فرمایا ہاں میں تجھے حکم دیتا ہوں کہ اس کے ساتھ خوش رفتاری کرنا جو تمہاری رفاقت کرے اور تیرا ہمسفر ہو دیر عاقول سے پس میں بختیشوع کے پاس گیا اور اس سے واقعہ بیان کیا تو بختیشوع کہنے لگا کہ زیادہ تر خون مین جو بدن انسان میں ہوتا ہے اس کی مقدار سات من ہے (تقریباً آٹھ چھٹانک اور دس ماشے) اور یہ خون کی مقدار جو تو نقل کرتا ہے، اگر پانی کے کسی چشمے سے خارج ہوئی ہوتی تو بھی عجیب تھی اور اس سے زیادہ عجیب ہے دودھ جیسا خون کا آنا۔

پس اس نے کچھ دیر غور کیا اور پھر تین رات مسلسل کتابیں پڑھتا رہا کہ شاید اس واقعہ کا ذکر کہیں دنیا میں اسے مل جائے، لیکن اسے نہ مل سکا تو کہنے لگا کہ عیسائیوں کے درمیان اس وقت طب کا کوئی عالم دیر عاقول کے راہب سے زیادہ نہیں، پس اس نے اس کے لیے خط لکھا اور اس میں حضرتؑ کی فصد کا واقعہ بیان کیا اور میں وہ خط اس کے پاس لے گیا، جب میں اس کے گرجے کے پاس پہنچا تو اس نے گرجے کے اوپر سے مجھ پر نگاہ کی اور کہنے لگا تو کون ہے۔

میں نے کہا کہ میں بختیشوع کا شاگرد ہوں کہنے لگا اس کا خط لے کر آئے ہو، میں نے کہا کہ ہاں تو اس نے ایک زنبیل اوپر سے نیچے لٹکائی کہ جس میں میں نے خط رکھ دیا اور اس نے اسے اوپر کھینچا اور خط پڑھنے کے بعد اسی وقت گرجے سے نیچے اترا اور کہنے لگا وہ شخص تو ہے جس نے اس کی فصد کھولی ہے میں نے کہا کہ ہاں، وہ کہنے لگا طوبیٰ لامک خوش خبری ہے تیری ماں کے لیے۔

پس وہ خچر پر سوار ہوا اور چل پڑا، پس ہم سامرے میں اس وقت پہنچے جب کہ رات کی ایک تہائی باقی تھی میں نے کہا کہ کہاں جانا پسند کرتے ہو، ہمارے استاد کے گھر یا اس شخص کے گھر۔

وہ کہنے لگا اس شخص کے گھر اور ہم حضرتؑ کے دروازے پر اذان سے پہلے پہنچ گئے پس دروازہ کھلا اور ہمارے پاس ایک سیاہ رنگ کا خادم آیا اور کہنے لگا تم دونوں میں سے دیر عاقول کا رہنے والا کون ہے، راہب کہنے لگا تجھ پر قربان جاؤں میں ہوں، کہنے لگا اپنی سواری سے اترو اور مجھ سے کہنے لگا اس خچر اور اپنے خچر کی تم نگہبانی کرو، جب تک کہ راہب واپس آتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑا اور وہ دونوں مکان کے اندر چلے گئے اور میں ٹھہرا رہا یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور دن چڑھ آیا تو اس وقت راہب اس حالت میں باہر آیا کہ اس نے اپنا رہبانیت والا لباس اتارہ ہوا تھا اور سفید لباس پہنے ہوئے تھا اور اسلام لا چکا تھا۔

پھر کہنے لگا کہ اب مجھے اپنے استاد کے گھر لے چلو پس ہم بختیشوع کے گھر کے دروازے پر پہنچے جب اس کی نگاہ راہب پر پڑی تو اس نے جلدی کی اور دوڑ کر اس کی طرف آیا اور کہنے لگا کہ کس چیز نے تجھے دین نصرانیت وعیسائیت سے الگ کر دیا، اس نے کہا کہ میں نے مسیح کو پالیا ہے اور اسلام لے آیا ہوں، کہنے لگا مسیح کو پالیا ہے؟

اس نے کہا یا اس کی نظیر و مثیل کو، کیونکہ یہ فصد دنیا میں نہیں کھلوائی، مگر مسیحؑ نے اور یہ اس کا آیات و براہین میں نظیر ہے پھر وہ حضرتؑ کی خدمت میں واپس گیا اور وہیں رہا یہاں تک کہ وفات پائی۔ رحم اللہ علیہ

چھٹا معجزہ! شیخ کلینی نے ابن کردی سے محمد بن ابراہیم بن موسیٰ بن جعفر علیہ السلام سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ ہم پر امر معاش کی تنگی و سختی آ گئی، میرا باپ کہنے لگا آؤ اس شخص کے پاس جائیں یعنی ابو محمد عسکریؑ کی طرف، کیونکہ نقل ہوا ہے کہ حضرتؑ صاحب سخاوت ہیں میں نے کہا کہ اسے پہچانتے ہو، کہنے لگا پہچانتا تو ہوں، لیکن کبھی اسے دیکھا نہیں پس ہم ان کے ارادہ سے چل پڑے میرے باپ نے راستہ میں کہا کہ ہم اس چیز کی طرف کس قدر حاجت مند ہیں کہ حضرت ہمیں پانچ سو درہم دے دیں کہ جن میں سے دو سو درہم لباس وغیرہ میں خرچ کریں اور دو سو درہم اپنے قرض کی ادائیگی میں صرف کریں اور سو درہم اپنے اخراجات میں لے آئیں اور میں نے بھی دل میں کہا کہ کاش مجھے تین سو درہم مرحمت فرمائیں کہ جس میں سے سو درہم کا گدھا خریدوں اور سو درہم اپنے اخراجات مین اور سو درہم لباس پر خرچ کروں اور بلاد جبل کی طرف جاؤں۔

پس جب ہم آپؑ کے گھر کے دروازے پر پہنچے تو حضرتؑ کا غلام باہر آیا اور کہنے لگا کہ علی بن ابراہیم اور اس کا بیٹا محمد داخل ہوں، پس جب ہم اندر گئے تو ہم نے حضرتؑ کو سلام کیا تو آپؑ نے میرے والد سے کہا کہ اے علی اب تک تجھے ہمارے پاس آنے سے کس چیز نے روک رکھا تھا۔

میرے والد نے عرض کیا اے میرے آقا مجھے شرم آتی تھی کہ اس حالت میں میں آپؑ سے ملاقات کروں، پس جب آپؑ کی خدمت سے باہر نکلے تو حضرتؑ کا غلام آیا اور اس نے ایک تھیلی میرے باپ کو دی اور کہا کہ اس میں پانچ سو درہم ہیں دو سو درہم لباس کے لیے دو سو درہم قرض ادا کرنے کے اور ایک سو اخراجات ونفقہ کے لیے، اور مجھے بھی ایک تھیلی دی اور کہا کہ یہ تین سو درہم ہیں ان میں سے ایک سو درہم گدھے کی قیمت ہے سو درہم لباس کے لیے اور سو درہم اخراجات کے اور جبل کی طرف نہ جاؤ، بلکہ سوراء کی طرف جاؤ۔

اس نے ایسا ہی کیا کہ جس طرح حضرتؑ نے فرمایا تھا سوراء کی طرف گیا اور ایک عورت سے وہاں شادی کی اور وہ اتنا مالدار ہو گیا کہ آج اس کی آمدنی ہزار دینار ہے اور اس واضح و باہر معجزہ کے باوجود وہ وقف کا قائل ہے۔ ابن کردی کہتا ہے کہ میں نے اس سے کہا وائے ہو تجھ پر کیا کوئی ایسی چیز چاہیے جو اس سے زیادہ واضح اور روشن ہو کہنے لگا کہ ھذا امر قد جرینا علیہ یعنی اب تک مذہب وقف میں رہے ہیں اب بھی اسی پر باقی ہیں۔

ساتواں معجزہ! اسماعیل بن محمد بن علی بن اسماعیل بن علی بن عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کے راستہ پر بیٹھ گیا، جب آپؑ میرے قریب سے گزرے تو میں نے حضرت سے فقر و فاقہ کی شکایت کی اور میں نے قسم کھائی کہ ایک درہم سے زیادہ میرے پاس نہیں ہے اور نہ صبح کا کھانا ہے نہ شام کا۔

فرمایا جھوٹی قسم کھا رہے ہو، حالانکہ تم نے دو سو اشرفیاں دفن کر رکھی ہیں اور میں یہ بات اس لیے نہیں کہہ رہا تھا کہ تمہیں کچھ نہ دوں یعنی یہ خیال نہ کرنا کہ میں تم سے یہ بات اس لیے نہیں کہہ رہا ہوں کہ تمہیں عطیہ و بخشش سے محروم کروں، پھر آپؑ نے اپنے غلام سے فرمایا کہ جو کچھ مال تمہارے پاس ہے اسے دے دو، پس آپؑ کے غلام نے مجھے سو اشرفیاں دیں اس وقت حضرتؑ نے میری طرف رخ کیا اور فرمایا کہ تو اس دفن شدہ رقم سے اس وقت محروم ہو گا کہ جس وقت تو تمام اوقات کی نسبت اس کا زیادہ محتاج ہو گا۔

راوی کہتا ہے کہ حضرتؑ کا ارشاد سچ نکلا اور ویسا ہی ہوا جیسا کہ حضرتؑ نے فرمایا تھا، میں نے دو سو اشرفی چھپا رکھی تھی اور میں نے کہا کہ یہ میری سختی کے وقت پشت پناہ ہو گی، پس مجھے سخت ضرورت عارض ہوئی اور میں محتاج ہوا ایسی چیز کا جسے اپنے اخراجات مین خرچ کروں جب کہ روزی کے دروازے میرے اوپر بند ہو گئے تھے، پس میں اس دفینہ کے پاس گیا اور اس کو اوپر سے کھولتا کہ وہ رقم اٹھاؤں میں نے دیکھا کہ وہ رقم موجود نہیں ہے میرے بیٹے کو اس کا علم ہو گیا تھا وہ رقم کو لے کر بھاگ گیا تھا اور مجھے اس میں سے کچھ بھی نہ مل سکا اور اس سے محروم ہو گیا۔

آٹھواں معجزہ! صاحب تاریخ قم نے اس سادات کے تذکرہ میں جو کہ قم اور اس کے اطراف میں آئے تھے، کہا ہے کہ محمد خزری بن علی بن علی بن حسن افطس بن علیؑ بن علیؑ بن الحسین علیہم السلام طبرستان میں حسن بن زید کے پاس گیا اور ایک مدت تک اس کے پاس رہا، پس حسن نے اسے زہر دے دیا اور وہ مر گیا، اس کے بیٹے آبہ کی طرف واپس آ گئے اور وہاں مقیم ہو گئے، اس وقت کہا ہے کہ ابوالقاسم بن ابراہیم بن علی بیان کرتا ہے کہ ابراہیم بن محمد خزری کہتا ہے کہ مجھ پر اور میرے بھائی علی کے لیے ہمارے باپ کی خبر پوشیدہ اور اس کی قرار گاہ و جائے رہائش مشتبہ ہو گئی، ہم مدینہ سے اس کی تلاش میں نکلے اور میں نے اپنے آپ سے کہا کہ میرے لیے اپنے باپ کی تلاش میں کوئی چارہ نہیں سوائے اس کے کہ میں اپنے مولا حسنؑ بن علی عسکری علیہ السلام کا قصد کروں اور ان سے اپنے والد کے حالات دریافت کروں تا کہ وہ مجھے بتائیں اور آگاہ کریں۔

پس میں نے سامرہ کا ارادہ کیا اور ابو محمد علیہ السلام در دولت پر حاضر ہوا، گرمی کا موسم تھا میں نے وہاں کسی کو نہ دیکھا پس میں وہیں بیٹھ کر انتظار کرنے لگا کہ کوئی گھر سے باہر نکلے اچانک دروازے کے کھلنے کی آواز میں نے سنی اور ایک کنیز گھر سے نکلی جو

کہہ رہی تھی ابراہیم بن محمد خزری، پس میں نے دیکھا اور کہا لبیک میں ہی ابراہیم بن محمد خزری ہوں، پس وہ کنیز کہنے لگی کہ میرے مولا تجھے سلام کہہ رہے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ تجھے باپ تک پہنچادے گی اور مجھے ایک تھیلی دی کہ جس میں دس دینار تھے اور وہ لے کر میں واپس آ گیا پس راستے میں مجھے یاد آیا کہ میں اپنے مولاؑ سے والد کی خبر اور اس کی رہائش پوچھتا، پس میں نے چاہا کہ پلٹ جاؤں کہ مجھے اس کنیز کی بات یاد آئی جس نے کہا تھا کہ یہ تجھے تیرے باپ تک پہنچادے گی، پس میں نے سمجھا کہ میں اپنے باپ کے پاس پہنچ جاؤں گا اور میں اس کی تلاش میں طبرستان پہنچا اور وہاں حسن بن زید کے پاس اس سے جاملا، اور ان دس دیناروں میں سے ایک دینار میرے پاس رہ گیا تھا، پس میں نے یہ واقعہ اپنے باپ سے بیان کیا اور اس کے پاس رہا، یہاں تک کہ حسن بن زید نے اسے زہر دے دیا کہ جس سے اس کی وفات ہوئی اور میں آپ کی طرف منتقل ہو گیا۔

چوتھی فصل

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کے بعض حکمت آمیز کلمات

پہلا ارشاد! فرمایا جدال ونزاع نہ کرو ورنہ تمہاری خوبی اور حسن جاتا رہے گا اور مزاح وتمسخر نہ اڑاؤ ورنہ تم پر جرات کی جائے گی اور لوگ تم پر دلیر ہو جائیں گے۔

فقیر کہتا ہے کہ امام رضا علیہ کے کلمات میں نزاع وجدال کی مذمت میں اور امام موسیٰ بن جعفرؑ کے کلمات میں مزاح کی مذمت میں گفتگو ہو چکی ہے۔

دوسرا ارشاد! فرمایا زیادہ پارسا اور باورع وہ شخص ہے جو شبہ کے موقع پر توقف کرے اور سب لوگوں میں سے زیادہ عابد وہ ہے کہ جو فرائض وواجبات کو ادا کرے اور لوگوں میں زیادہ زاہد وہ ہے جو حرام کو چھوڑ دے اور تمام لوگوں کی نسبت کوشش اور مشقت اس کی زیادہ ہے جو گناہوں کو چھوڑ دے۔

تیسرا ارشاد! فرمایا تواضع میں سے ایک یہ ہے کہ جس شخص کے پاس سے گزرو اس کو سلام کرو اور یہ کہ مجلس کی شریف اور بلند جگہ سے نیچے بیٹھو، مولف کہتا ہے کہ اس کی نظیر امام محمد باقر علیہ السلام کے کلمات میں گزر چکی ہے۔

چوتھا ارشاد! فرمایا احمق کا دل اس کے منہ میں ہوتا ہے اور حکیم ودانا کا منہ دل میں ہوتا ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ بیوقوف

احمق پہلے بات کر لیتا ہے، اس کے بعد غور و تامل کرتا ہے کہ اس میں مصلحت تھی یا نہیں اس کے برعکس حکیم و دانا پہلے اس کلام میں غور و فکر کرتا ہے کہ جسے کہنا چاہتا ہے پس اگر اس میں مصلحت نظر آئی کہ اسے کہنا چاہیے تو پھر کہتا ہے۔

پانچواں ارشاد! فرمایا وہ روزی کہ جس کی ضمانت خدا نے لی ہے وہ تجھے اس عمل سے محروم نہ رکھے کہ جو تجھ پر واجب ہے۔

چھٹا ارشاد! فرمایا ادب سے بعید اور دور ہے کہ خوشحالی کا اظہار کسی محزون و غمناک کے سامنے کیا جائے، فقیر کہتا ہے کہ شاید شیخ سعدی نے اس کلمہ مبارکہ سے اپنا قول اخذ کیا ہو

چو بلینی یتیمی سرافگندہ پیش
مزن بوسہ برروئے فرزند خویش

ساتواں ارشاد! فرمایا جاہل کو رام و مطیع کرنا اور صاحب عادت کو اس کی عادت سے پھیرنا معجزہ کی طرح ہے، فقیر کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روایت ہوئی ہے آپؑ نے فرمایا میں نے بیماروں کا علاج کیا، پس وہ حکم خدا سے شفایاب ہوئے اور میں نے اذن خداوندی سے مردوں کو زندہ کیا اور میں نے احمق کا علاج کیا تو اس کی اصلاح پر قادر نہ ہوسکا۔

آٹھواں ارشاد! فرمایا کسی شخص کا اس چیز کے ساتھ اکرام نہ کرو جو اس پر دشوار ہو۔

نواں ارشاد! فرمایا جو شخص اپنے بھائی کو علیحدگی میں وعظ و نصیحت کرے اس نے اس کو زینت دی اور آراستہ کیا اور جس نے علانیہ اسے وعظ کیا اس نے اسے عیب دار کیا۔

دسواں ارشاد! فرمایا جس نے خدا سے انس حاصل کیا وہ لوگوں سے وحشت کھاتا ہے، فقیر کہتا ہے کہ اس کی فرمائش کو شیخ سعدی نے اشعار میں قلمبند کیا ہے۔

چنیں دارم از پیر دانندہ یاد
کہ شوریدہ ای سر بصحر انہاد
پدر درفراقش نخور دو نخفت
پسر را ملامت نمودند و گفت
از آنگہ کہ یارم کس خویش خواند
وگر باکسم آشنائی نماند!
بحقش کہ تا حق جمالم نمود
وگر ہر چہ ویدم خیالم نمود!
بصد قش چناں نہادم قدم
کہ بینم جہاں باوجودش عدم

وگر با کسم بر نیاید نفس
کہ باا ونماندو گر جائے کس
گراز ہستی خود خبر داشتی
ہمہ خلق رانیست پندا شتی

ارشادِ قدرت ہے **قل اللہ ثمہ ذرھم** کہو پھران سب کو چھوڑ دو،اور امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے **عظم الخالق عندك یصغر المخلوق فی عینك خالق** کی عظمت تیرے نزدیک ہوتو وہ مخلوق کو تیری آنکھوں میں حقیر کردے گی۔

گیارھواں ارشاد! فرمایا حضرتؑ نے کہ اگر اہل دنیا دانا وعقلمند ہوجاتے اور دنیا کی حقیقت کو سمجھ لیتے تو دنیا خراب وبرباد ہوجاتی۔

بارھواں ارشاد! فرمایا جود وبخشش کا ایک اندازہ اور مقدار ہے پس جب اس مقدار سے زیادہ ہوجائے تو وہ اسراف وفضول خرچی ہے اور ہوشیاری اور احتیاط کی بھی ایک مقدار ہے جب اس مقدار سے زیادہ ہوجائے تو وہ بزدلی وخوف ہے اور اقتصادِ درمیانہ روی کی ایک مقدار واندازہ ہے، پس جب وہ اس سے زیادہ ہوجائے تو وہ بخل ہے، اور شجاعت وبہادری کی ایک مقدار ہے جب اس سے زیادہ ہوجائے تو وہ تہور وبے باکی ہے اور تجھے اپنے نفس کو ادب سکھانے کے لیے تیرا ان چیزوں سے اجتناب کرنا کافی ہے جنہیں اپنے غیر سے مکروہ اور ناپسند سمجھتا ہے۔

پانچویں فصل

حضرت امام حسن عسکریؑ کی شہادت

علامہ مجلسی نے جلاء العیون میں فرمایا ہے کہ ابن بابویہ رحمہ اللہ اور دوسرے اعلام نے اہل قم کے ایک شخص سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں ایک دن احمد بن عبداللہ بن خاقان کی مجلس میں گیا جو کہ خلفاء کی طرف سے قم میں والی اوقاف وصدقات تھا اور وہ اہل بیت رسالتؐ کے ساتھ انتہائی عداوت و دشمنی رکھتا تھا، پس اس کی مجلس میں ان سادات علویہ کا جو سامرہ میں تھے اور ان کے مذاہب وصلاح وفساد اور ہر زمانہ کے خلیفہ کے نزدیک ان کی منزلت وقرب کا ذکر چھڑا تو احمد بن عبداللہ کہنے لگا کہ میں نے سامرہ میں سادات علوی میں سے کسی شخص کو علم وزہد وورع وزہادت ووقار ومہابیت وعفت وحیاء وشرف اور خلفاء کے نزدیک قدر ومنزلت کے لحاظ سے حسنؑ بن علیؑ عسکری جیسا نہیں دیکھا کہ امراء وسادات اور باقی بنی ہاشم ان کو اپنے بڑے بوڑھوں سے مقدم سمجھتے اور چھوٹے بڑے ان کا احترام اور تعظیم کرتے تھے اور اسی طرح ورزاء وامراء اور تمام افسران لشکر اور مختلف اصناف کے لوگ ان کے اعزاز واکرام میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے تھے۔

میں ایک دن اپنے باپ کے سرہانے اس کے دیوان ودفتر کے اندر کھڑا تھا کہ اچانک دربان اور خدمت گار دوڑ کر آئے اور کہنے لگے کہ فرزند رضاء علیہ السلام گھر کے دروازے پر آئے ہوئے ہیں میرے باپ نے بلند آواز سے کہا کہ انہیں آنے دو اور میرے ہاں مجلس میں لے آؤ۔

اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص گندم گوں، کشادہ چشم، عمدہ قد وقامت، خوبصورت اور اچھے جسم (کہ جس میں مجھے ہیبت وجلالت نظر آئی) داخل ہوا، جب میرے والد کی نگاہ ان پر پڑی تو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور ان کے استقبال کے لیے آگے بڑھا، حالانکہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا کہ میرا والد یہ کام بنی ہاشم یا امراء، خلیفہ یا اس کے شہزادوں کی نسبت کرتا ہو۔

جب میرا باپ ان کے قریب گیا تو ان کی گردن میں باہیں ڈال دیں اور ان کے ہاتھوں کے بوسے لئے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنی جگہ پر بٹھایا اور ادب کے ساتھ ان کی خدمت میں بیٹھا ان سے باتیں کرنے لگا۔ازروئے تعظیم انہیں کنیت کے ساتھ خطاب کرتا اور اپنی جان اور ماں باپ کو ان پر فدا کرتا میں یہ حالات دیکھ کر تعجب کر رہا تھا، اچانک دربانوں نے کہا کہ موفق (جو کہ اس وقت کا خلیفہ تھا) آ رہا ہے، اور دستور یہ تھا کہ جب خلیفہ میرے باپ کے پاس آتا تو اس سے پہلے حاجب ونقیب وچوہدار اور خدمت گار خصوصی پہلے آتے اور وہ میرے باپ سے لے کر خلیفہ کی بارگاہ تک دو صف میں آ کر کھڑے ہو جاتے یہاں تک کہ خلیفہ آتا اور واپس چلا جاتا اور باوجود خلیفہ کی آمد کے سن لینے کے بعد میرے باپ کا رخ انہیں کی طرف رہا اور ان سے باتیں کرتا رہا، یہاں تک کہ خلیفہ کے مخصوص

غلام ظاہر ہوئے تو میرے باپ نے عرض کیا آپؑ پر قربان جاؤں اگر آپؑ چاہیں تو کھڑے ہو جائیں اور اپنے غلاموں کو حکم دیا کہ انہیں لوگوں کی صف کے پیچھے سے لے جائیں تا کہ نقیب و چوبداروں کی نگاہ آپؑ پر نہ پڑے، پھر میرا باپ کھڑا ہو گیا ان کی تعظیم کی اور ان کی پیشانی پر بوسہ دیا اور انہیں روانہ کیا، پھر خلیفہ کے استقبال کے لیے گیا۔

میں نے اپنے باپ کے دربانوں اور غلاموں سے پوچھا کہ یہ شخص کون ہے کہ جس کے اعزاز و اکرام میں میرا باپ اتنا اہتمام کر رہا تھا؟

وہ کہنے لگے کہ یہ شخص اکابر عرب میں سے ہے اور اس کا نام حسنؑ بن علیؑ ہے اور ابن الرضاؑ کے لقب سے مشہور ہے تو میرا تعجب اور بڑھا اور میں اس سارا دن فکر و حیرت میں رہا، جب میرا والد اپنی عادت کے مطابق مغرب و عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر بیٹھ گیا اور لوگوں کے خطوط و عرائض دیکھنے لگا تا کہ صبح انہیں خلیفہ کے دربار میں پیش کرے تو میں اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔

پوچھنے لگے کیا کوئی حاجت و ضرورت ہے میں نے کہا ہاں اگر آپؑ اجازت دیں تو میں ایک سوال کروں، جب اس نے اجازت دی تو میں نے کہا بابا جان یہ شخص کون تھا کہ آج صبح جس کی تعظیم و تکریم میں آپ نے حد سے زیادہ مبالغہ کیا ہے اور اپنی جان اور ماں باپ کو اس پر فدا کرتے تھے۔

کہنے لگا اے بیٹا یہ رافضیوں کا امام ہے پھر تھوڑی دیر خاموشی اختیار کر کے کہنے لگا اے بیٹا اگر خلافت بنی عباس سے نکل جائے تو بنی ہاشم میں سے کوئی شخص اس کے علاوہ اس کا مستحق نہیں ہے، کیونکہ یہی شخص اپنے زہد و عبادت، فضل و علم و کمال و عفت نفس و شرافت نسب و علو حسب اور باقی صفات کمال کے ساتھ متصف ہونے کے سبب سے خلافت کے لائق ہے اگر تو اس کے باپ کو دیکھتا تو وہ شخص انتہائی شرافت و جلالت و فضیلت و علم و فضل و کمال رکھتا تھا، پس ان باتوں سے جو میں نے اپنے باپ سے سنی میرا غصہ اور بڑھ گیا اور میرا تفکر و تحیر اور زیادہ ہوا۔ اس کے بعد ہمیشہ میں ان کے حالات کی جستجو کرتا رہا تو میں نے وزراء و کتاب و امراء و سادات علومین و باقی لوگوں سے سوائے اس کی تعریف و توصیف و فضل و جلالت و علم و بزرگواری کے کچھ نہیں سنا اور تمام لوگ اسے بنی ہاشم پر تفصیل و تقدیم دیتے تھے اور کہتے کہ یہ رافضیوں کا امام ہے، پس اس کی قدر و منزلت میری نظر میں بڑھ گئی اور میں نے اس کی رفعت و شان کو پہچانا کیونکہ دوست و دشمن سے سوائے ان کی نیکی و بزرگی کے کچھ نہیں سنا، پس ایک شخص اہل مجلس میں سے کہنے لگا کہ اس کے بھائی جعفر کی کیا حالت تھی، وہ کہنے لگا جعفر کون ہے کہ کوئی شخص اس کے حالات کے متعلق سوال کرے یا امام حسنؑ کے ساتھ ملا کر کوئی اس کا نام لے، جعفر تو ایک فاسق و فاجر و شراب خور اور بدکار شخص تھا، اس کی طرح رسوائی بے عقلی اور بدکاری میں کوئی شخص میں نے نہیں دیکھا۔

پس اس نے جعفر کی بہت مذمت کی اور دوبارہ حضرتؑ کے حالات کے ذکر کی طرف پلٹا اور کہنے لگا خدا کی قسم حسنؑ بن علیؑ کی وفات کے وقت خلیفہ اور دوسرے لوگوں پر ایسی حالت طاری تھی کہ مجھے یہ گمان نہیں تھا کہ کسی کی بھی وفات پر یہ حالت ہو گی، یہ واقعہ اس طرح ہوا کہ ایک دن میرے باپ کے پاس خبر لے آئے کہ فرزند رضاؑ رنجور و علیل ہیں، میرا باپ فوراً خلیفہ کے پاس گیا اور خلیفہ کو یہ خبر دی، خلیفہ نے اپنے معتمدین خاص میں سے پانچ افراد میرے باپ کے ساتھ کئے کہ جن میں سے ایک نحریر خادم تھا جو کہ خلیفہ کا خاص محرم راز تھا

اور انہیں حکم دیا وہ مسلسل حضرتؑ کے مکان پر رہیں اور حضرتؑ کے حالات سے باخبر رہیں اور ایک طبیب کو مقرر کیا کہ ہر صبح وشام حضرتؑ کے پاس جائے اور ان کے حالات پر مطلع رہے۔ دو دن کے بعد میرے باپ کے پاس خبر لائے کہ آپؑ کی بیماری سخت ہوگئی ہے اور ان پر کمزوری کا زیادہ غلبہ ہوگیا ہے، پس میرا باپ صبح کو سوار ہو کر حضرتؑ کی خدمت میں گیا اور قاضی القضاۃ کو بلایا اور کہا کہ علماء میں سے دس افراد کو حاضر کرو جو ہمیشہ حضرتؑ کے ساتھ رہیں، یہ انتظام اس لیے کرتے تھے تاکہ وہ زہر جو انہوں نے حضرتؑ کو دیا تھا وہ لوگوں کو معلوم نہ ہو اور لوگوں کے سامنے یہ ظاہر کریں کہ حضرتؑ اپنی طبعی موت سے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں اور یہ لوگ مستقل آپؑ کے مکان میں رہے، یہاں تک کہ ماہ ربیع الاول کے چند دن گزرنے کے بعد اس امام مظلومؑ نے اس دار فانی سے دار باقی کی طرف رحلت فرمائی۔ ستمگاروں اور مخالفین کے ظلم وجور سے رہائی حاصل کی۔

جب آپؑ کی وفات کی خبر شہر سامرہ میں منتشر ہوئی تو اس شہر میں قیامت بپا ہوگئی اور تمام لوگوں کے نالہ وفغان وشیون کی آواز بلند ہوئی اور خلیفہ آپؑ کے فرزند سعادت مند کی تلاش میں لگ گیا اور اس نے ایک گروہ کو معین کیا کہ وہ آپؑ کے گھر کو گھیرے میں لے لیں اور تمام کمروں کی تلاشی لیں کہ شاید حضرتؑ کو پالیں اور دائیوں کو بھیجا کہ وہ آپؑ کی کنیزوں کی دیکھ بھال کریں کہ شاید ان میں سے کوئی حاملہ ہو۔

پس ایک دائی کہنے لگی کہ آپؑ کی ایک کنیز میں حمل کا احتمال ہے خلیفہ نے نحریر کو متعین وموکل کیا کہ وہ اس کنیز کے حالات سے باخبر رہے، یہاں تک کہ اس بات کا صدق وکذب ظاہر ہو، پھر آنجنابؑ کی تجہیز کی طرف متوجہ ہوا، تمام اہل بازار کو معلوم ہوا تو چھوٹے بڑے حقیر وشریف لوگ اس برگزیدہ خالق کے جنازہ پر حاضر ہوئے۔

میرا باپ جو کہ خلیفہ کا وزیر تھا تمام وزراء نو پسندگان وخلیفہ بنی ہاشم اور اولاد علیؑ کے ساتھ مل کر اس امامؑ زمان کی تجہیز میں حاضر ہوئے اور اس دن سامرہ لوگوں کے زیادہ نالہ وشیون وگریہ کی وجہ سے صحرائے قیامت کی طرح تھا، جب آنجنابؑ کے غسل سے فارغ ہوئے تو خلیفہ نے ابوعیسیٰ کو بھیجا تاکہ وہ آپؑ کی نماز جنازہ پڑھائے۔ جب آپؑ کا جنازہ نماز کے لیے رکھا گیا تو ابوعیسیٰ حضرتؑ کے قریب آیا اور اس نے آپؑ کے چہرہ مبارک سے کفن ہٹایا اور خلیفہ سے تہمت دور کرنے کے لیے اولاد بنی ہاشم، امراء ووزراء و کتاب وقضاۃ وعلماء اور باقی اشراف واعیان کو قریب بلایا اور کہنے لگا آکے دیکھو کہ یہ حسنؑ بن علیؑ امام رضاء علیہ السلام کے فرزند ہیں جو اپنے بستر پر اپنی موت سے فوت ہوئے ہیں اور کسی نے انہیں کوئی آزار نہیں پہنچایا اور ان کی بیماری کے زمانہ میں اطباء قضاۃ معتمدین و عدول حاضر تھے اور ان کے حالات سے مطلع تھے اور وہ اس چیز پر گواہ ہیں۔

پھر آگے کھڑے ہو کر نماز پڑھائی اور نماز کے بعد حضرتؑ کو ان کے باپؑ کے پہلو میں دفن کر دیا اس کے بعد پھر خلیفہ آپؑ کے فرزند کی جستجو وتلاش میں لگ گیا، کیونکہ اس نے سن رکھا تھا کہ آپؑ کا فرزند پورے عالم پر غلبہ وفتح پائے گا اور اہل باطل کو ختم کر دے گا، چنانچہ جتنا تلاش کیا حضرتؑ کا اثر ونشان انہیں نہ ملا اور جس کنیز کے متعلق انہیں حمل کا احتمال تھا تو سال تک اس کے حالات کی دیکھ بھال کرتے رہے تو کوئی اثر ظاہر نہ ہوا، لہذا اہلسنت کے مذہب کے موافق آپؑ کی میراث آپؑ کی والدہ اور جعفر

کذاب کے درمیان تقسیم ہوئی جو کہ آپؑ کا بھائی تھا، آپؑ کی والدہ نے دعویٰ کیا کہ میں ان کی وصی ہوں اور قاضی کے سامنے یہ بات درجہ ثبوت تک پہنچائی۔

دوبارہ خلیفہ آنجنابؑ کے فرزند کی تلاش میں لگ گیا اور جستجو سے دستبردار نہیں ہوتا تھا، پس جعفر کذاب میرے باپ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں چاہتا ہوں کہ میرے بھائی کا منصب میرے سپرد کر دیں، میں قبالہ لکھ کر دیتا ہوں کہ سالانہ دو ہزار دینار طلا دیا کروں گا۔

میرا والد یہ بات سن کر غضب ناک ہوا اور کہنے لگا اے احمق تیرے بھائی کا منصب کوئی ایسا نہیں جو مال وقبالہ سے لیا جا سکے سالہا سال گزر گئے ہیں کہ خلفاء نے تلواریں سونتی ہوئی ہیں اور لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور انہیں ڈراتے دھمکاتے ہیں تاکہ وہ تمہارے باپ اور بھائی کی امامت کے اعتقاد کو ترک کر دیں، لیکن خلفاء ایسا نہیں کرا سکے۔ اگر تو شیعوں کے نزدیک امامت کا رتبہ رکھتا ہے تو سب تیری طرف آئیں گے اور تجھے خلیفہ یا دوسرے شخص کی ضرورت نہیں اور اگر ان کے نزدیک تو یہ مرتبہ نہیں رکھتا تو پھر خلیفہ یا کوئی دوسرا شخص تجھے یہ رتبہ لے کر نہیں دے سکتا اور میرے باپ نے اس کی ان باتوں سے اس کی عقل کی کمی بے وقوفی اور عدم دیانت کو سمجھ لیا تو حکم دیا کہ پھر کبھی اسے اس کی مجلس میں نہ آنے دیں۔ اس کے بعد اسے میرے باپ کی مجلس میں آنے نہیں دیا گیا یہاں تک کہ میرا باپ فوت ہو گیا اور اب تک خلیفہ ان کے بیٹے کی تلاش میں ہے، لیکن وہ اس کے آثار پر مطلع نہیں ہوتا اور نہ اس تک دسترس حاصل کر سکتا ہے۔

ابن بابویہ نے سند معتبر کے ساتھ ابوالادیان سے روایت کی ہے کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت کیا کرتا تھا اور آپؑ کے خطوط مختلف شہروں میں لے جاتا تھا، پس اس بیماری میں کہ جس میں آپؑ نے عالم بقاء کی طرف رحلت فرمائی، ایک دن مجھے بلوایا اور چند خطوط مدائن کے لیے لکھے اور فرمایا کہ پندرہ دن کے بعد تو دوبارہ سامرہ میں آئے گا اور صدائے گریہ وزاری میرے گھر سے سنے گا اور مجھے اس وقت غسل دے رہے ہوں گے۔

ابوالادیان نے عرض کیا اے مولا جب یہ واقعہ ہائلہ رونما ہو تو امر امامت کس کے سپرد ہوگا، فرمایا جو شخص میرے خطوط کا جواب تجھ سے مانگے وہ میرے بعد امام ہے۔ میں نے عرض کیا کوئی اور علامت بیان فرمائیے، فرمایا جو شخص میری نماز جنازہ پڑھائے وہ میرا جانشین ہوگا۔

میں نے عرض کیا کچھ اور فرمائے، فرمایا جو شخص بتائے کہ تھیلی میں کیا ہے وہ تمہارا امام ہے۔

ابوالادیان کہتا ہے کہ آپؑ کی ہیبت مانع ہوئی کہ میں پوچھتا کہ کون سی تھیلیاں، پس میں باہر نکلا اور خطوط اہل مدائن تک پہنچائے اور جوابات لے کر واپس ہوا، جیسا کہ حضرتؑ نے فرمایا تھا پندرہویں دن سامرہ میں وارد ہوا تو گریہ وبکا ونالہ وفغان کی آواز اس امامؑ کے مکان منور سے بلند تھی جب میں گھر کے دروازے پر پہنچا تو میں نے جعفر کذاب کو گھر کے دروازے پر بیٹھے ہوئے دیکھا اور شیعہ حضرات اس کے گرد جمع تھے جو اسے اس کے بھائی کی وفات کی تعزیت اور اسے اس کی امامت کی مبارکباد دے رہے تھے۔

پس میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر یہ امام ہے تو پھر امامت کسی اور قسم کی ہوگئی ہے یہ فاسق کس طرح امامت کی اہلیت رکھتا ہے، کیونکہ میں پہلے سے اسے جانتا تھا کہ وہ شراب پیتا قمار بازی کرتا اور طنبورے بجاتا تھا، پس میں آگے بڑھا اور تہنیت کہی، لیکن اس نے مجھ سے کوئی سوال نہ کیا اس حالت میں عقید خادم باہر آیا اور جعفر سے خطاب کیا کہ آپ کے بھائی کو کفن پہنا چکے ہیں آؤ اور ان کی نماز جنازہ پڑھاؤ۔

جعفر کھڑا ہو گیا اور شیعہ بھی اس کے ہمراہ ہو گئے، جب ہم صحن خانہ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کو کفن دے کر تابوت میں رکھ دیا گیا ہے، پس جعفر آگے بڑھا تا کہ اپنے بھائی کی نماز جنازہ پڑھائے جب اس نے چاہا کہ تکبیر کہے تو ایک بچہ گندم گوں گھنگریالے بالوں والا کھلے کھلے دانت چاند کے ٹکڑے کی مانند باہر آیا اور جعفر کی ردا کھینچ کر کہنے لگا۔

''اے چچا پیچھے ہٹو، کیونکہ میں زیادہ سزاوار ہوں اور اپنے باپ کی نماز جنازہ کا'' پس جعفر پیچھے ہٹ گیا اور اس کا رنگ متغیر ہو گیا، وہ بچہ آگے کھڑا ہوا، اور اس نے اپنے پدر بزرگوار کی نماز جنارہ پڑھی اور آنجناب ؑ کو امام علی نقی ؑ کے پہلو میں دفن کیا اور میری طرف متوجہ ہوا اور فرمایا اے بصری ان خطوط کے جواب مجھے دے دو جو تمہارے پاس ہیں پس میں نے آپ ؑ کے سپرد کر دیئے اور دل میں کہا کہ جو نشانیاں حضرت امام حسن عسکری ؑ نے بتائی تھیں ان میں سے دو تو ظاہر ہو گئی ہیں اور ایک باقی رہ گئی ہے۔

میں باہر گیا تو حاجز دشا نے جعفر سے کہا تا کہ اس پر حجت تمام ہو جائے کہ وہ امام نہیں ہے کہ یہ بچہ کون تھا، جعفر کہنے لگا خدا کی قسم میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا اور نہ اسے پہچانتا تھا، پس اس اثناء میں اہل قم میں سے ایک جماعت آئی اور انہوں نے حضرت امام حسن عسکری ؑ کے حالات پوچھے جب انہیں معلوم ہوا کہ آپ ؑ کی وفات ہو چکی ہے تو پوچھا کہ اب امام کون ہے، لوگوں نے جعفر کی طرف اشارہ کیا۔

پس وہ اس کے قریب گئے تو تعزیت وتہنیت کہی اور کہنے لگے کہ ہمارے پاس کچھ خطوط اور مال ہے یہ بتاؤ کہ خطوط کن لوگوں کے ہیں اور مال کی مقدار کتنی ہے تا کہ ہم وہ تمہارے سپرد کر دیں۔

جعفر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کہ لوگ ہم سے علم غیب چاہتے ہیں، اسی وقت جناب صاحب الامر ؑ کی طرف سے ایک خادم باہر آیا اور اس نے کہا کہ تمہارے پاس فلاں شخص اور فلاں فلاں کے خطوط ہیں اور ایک ہمیانی ہے کہ جس میں ہزار اشرفی ہے اور ان کے درمیان دس اشرفیاں ایسی ہیں کہ جن کا سونا گھسا ہوا ہے۔

اس گروہ نے وہ خطوط اور مال سپرد کئے اور کہنے لگے کہ جس نے تجھے بھیجا ہے کہ تو یہ خطوط اور مال وصول کرے وہ امام زمانہ ؑ ہے اور امام حسن عسکری علیہ السلام کی مراد یہی ہمیانی تھی۔

پس جعفر کذاب معتمد کے پاس گیا جو کہ اس زمانہ کا ناحق خلیفہ تھا اور یہ واقعہ بیان کیا، معتمد نے اپنے خدمتگار بھیجے کہ جنہوں نے امام حسن عسکری علیہ السلام کی کنیز صیقل کو اپنی حراست میں لے لیا کہ ہمیں اس بچہ کا نشان بتاؤ، اس نے انکار کیا اور ان کے رفع مظنہ کے لیے کہا کہ میں حضرت ؑ کی حاملہ ہوں اس لیے اسے ابن ابی شوارب قاضی کے سپرد کیا گیا تا کہ جس وقت بچہ پیدا ہو تو اسے قتل

کریں، اچانک عبداللہ بن یحییٰ وزیر مر گیا اور صاحب زنج نے بصرہ میں خروج کیا اور یہ اپنے حالات مین پریشان ہوئے وہ کنیز قاضی کے گھر سے اپنے گھر واپس آ گئی۔

نیز سند معتبر کے ساتھ محمد بن حسین نے روایت کی ہے کہ حضرت امام حسن عسکریؑ نے جمعہ کے دن آٹھ ربیع الاول ۲۶۰ ہجری کو نماز صبح کے وقت دار بقاء کی طرف رحلت کی اور اس رات آپ نے اپنے دست مبارک سے اہل مدینہ کی طرف بہت سے خطوط تحریر فرمائے اور اس وقت آپ کے پاس سوائے آنجنابؑ کی ایک کنیز کے جسے صیقل کہتے تھے اور آپؑ کا غلام کہ جس کا عقید نام تھا اور وہ شخص کہ جس سے لوگ باخبر نہیں تھے یعنی حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے اور کوئی نہیں تھا، عقید کہتا ہے کہ اس وقت امام حسن علیہ السلام نے پانی مانگا جس میں مصطگی کو جوش دیا گیا تھا چاہا کہ اسے نوش فرمائیں، جب ہم نے پیش کیا تو فرمایا کہ پہلے پانی لے آؤ تا کہ نماز پڑھ لوں، جب ہم پانی لے آئے تو آپؑ نے ایک رومال اپنی گود میں بچھایا اور وضو کیا اور صبح کی نماز ادا کی۔ مصطگی جوش شدہ پانی کا پیالہ ہاتھ میں لیا تا کہ پئیں، انتہائی کمزوری اور شدت مرض کی وجہ سے آپؑ کا ہاتھ کانپنے لگا اور پیالہ آپؑ کے دندان مبارک سے ٹکرانے لگا۔ جب آپؑ پی چکے تو صیقل نے پیالہ لے لیا تو آپؑ کی روح مقدس عالم قدس کی طرف پرواز کر گئی، اکثر محدثین کا اتفاق ہے کہ آپؑ کی شہادت آٹھ ربیع الاول ۲۶۰ھ ہجری کو ہوئی۔

شیخ طوسی نے مصباح میں ماہ مذکور کی پہلی تاریخ بھی کہی ہے اور اکثر کہتے ہیں کہ وہ جمعہ کا دن تھا اور بعض نے بدھ کا، بعض نے اتوار کا بھی کہا ہے اور اس وقت آپؑ کی عمر کے انتیس سال گزر گئے تھے اور بعض نے اٹھائیس سال بھی کہے ہیں اور آپؑ کی مدت امامت تقریباً چھ سال ہے۔

ابن بابویہ اور دوسرے علماء نے کہا ہے کہ حضرتؑ کو زہر دے کر شہید کیا۔ اور کتاب عیون المعجزات میں احمد بن اسحاق سے روایت کی ہے کہ ایک دن میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں گیا، حضرتؑ نے فرمایا تمہارا حال کیسا ہے اور وہ لوگ جو میرے بعد کے امام کے سلسلہ میں شک وشبہ میں تھے۔

میں نے عرض کیا اے فرزند رسولؐ جب ہمارے آقا کی ولادت کی خبر قم میں پہنچی ہے تو چھوٹے بڑے اور قم کے تمام شیعوں نے آنجنابؑ کی امامت کا اعتقاد کر لیا، حضرتؑ نے فرمایا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ زمین کبھی امام سے خالی نہیں رہتی جو کہ مخلوق پر حجت خدا ہوتا ہے، پس ۲۵۹ھ ہجری میں حضرتؑ نے اپنی والدہ ماجدہ کو حج پر بھیجا اور انہیں دوسرے سال کے لیے اپنی وفات کی خبر دی اور ان فتنوں کی جو ان کی وفات کے بعد واقع ہوں گے، پس آپؑ نے اسم اعظم الٰہی اور مواریث انبیاء واسلحہ وکتب رسالت مآب حضرت صاحب الامر علیہ السلام کے سپرد کیں اور آپؑ کی مادر گرامی کی طرف روانہ ہوئیں اور آنجنابؑ نے ماہ ربیع الآخر ۲۶۰ھ ہجری میں دنیا سے رحلت فرمائی اور سامرہ میں اپنے والد بزرگوارؑ کے پہلو میں مدفون ہوئے اور آپؑ کی عمر شریف انتیس سال تھی (تمام ہوا وہ کلام جو جلاا لعیون سے نقل ہوا تھا)۔

شیخ طوسی نے اپنی سند سے ابوسلیمان داؤد بن غسان بحرانی سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں نے ابوسہل اسماعیل بن علی

نوبختی کے پاس پڑھا جو کہ ہمارے اصحاب میں سے متکلمین بغداد میں استاد تھا اور دین و دنیا میں صاحب جلالت تھا اور اس نے کئی کتابیں تصنیف کی تھیں جس میں سے کتاب الانوار فی تواریخ آئمۃ الاطہار علیہم السلام بھی ہے تو فرمایا کہ ولادت باسعادت حضرت حجۃ بن الحسن صلوات اللہ علیہ وعلی آبائیہ سامرہ ۲۵۶ ہجری میں ہوئی۔آپؑ کی والدہ کا نام صیقل اور آپؑ کی کنیت ابوالقاسم تھی اور اس کنیت کی رسول خداؐ نے وصیت کی تھی اور فرمایا کہ اس کا نام میرا نام اور اس کی کنیت میری کنیت ہے اور اس کا لقب مہدی ہے اور وہ حجت ہے ۔اور امام منتظر اور صاحب الزمان صلوات اللہ علیہ۔

پس ابوسہل نے کہا کہ میں امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں گیا اس بیماری میں کہ جس میں آپؑ نے دنیا سے رحلت فرمائی اور آپؑ کے پاس تھا کہ آپؑ نے اپنے خادم عقید سے فرمایا اور یہ سیاہ رنگ کا خادم نوبہ کا رہنے والا تھا اور اس نے امام علی نقی علیہ السلام کی خدمت کی تھی اور امام حسن علیہ السلام کو پالا پوسا اور بڑا کیا تھا،فرمایا اے عقید میرے لیے آب مصطگی کو جوش کرو،پس اس نے جوش دے دیا اور صیقل کنیز جو کہ حضرت حجۃ علیہ السلام کی والدہ ہیں وہ اس پانی کو امام حسن عسکریؑ کی خدمت میں لے آئیں،جب انہوں نے پیالہ حضرتؑ کے ہاتھ میں دیا اور پینا چاہا تو آپؑ کا ہاتھ لرزنے لگا اور پیالہ حضرتؑ کے دانتوں سے ٹکرانے لگا تو آپؑ نے پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور عقید سے فرمایا کہ اس کمرے میں جاؤ وہاں ایک بچہ کو سجدہ کی حالت میں دیکھو گے،اسے میرے پاس لے آؤ۔

ابوسہل کہتا ہے کہ عقید کا کہنا ہے کہ میں اس شہزادے کو لانے کے لیے اندر گیا تو اچانک میری نگاہ ایک بچہ پر پڑی جس نے اپنا سر سجدہ میں رکھا ہوا تھا انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کی ہوئی تھی،پس میں نے آنجنابؑ کو سلام کیا تو آپؑ نے نماز کو مختصر کیا اور جب نماز ختم کی تو میں نے عرض کیا کہ میرا آقا و سردار فرما رہے ہیں کہ آپؑ ان کے پاس تشریف لے چلیں۔

پس اسی اثناء میں ان کی والدہ صیقل آئیں اور ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کے والد امام حسنؑ کے پاس لے گئیں،ابوسہل کہتا ہے کہ جب وہ بچہ امام حسنؑ کی خدمت میں پہنچا تو اس نے سلام کیا تو میں نے اس کی طرف نگاہ کی **واذا هو درسی اللون وفی شعر ر اشه قطط مفلج الاسنان** یعنی میں نے دیکھا کہ ان کا رنگ مبارک روشن و چمکدار ہے اور سر کے بال گھنگریالے ہیں اور ان کے دانتوں کے درمیان فاصلہ ہے کہ ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے نہیں،جیسے ہی امام حسن علیہ السلام کی نگاہ اس پر پڑی تو آپؑ رونے لگے اور فرمایا **یا سیدا هلبیته اسقنی الماء فانی ذاهب الی ربی** اے اپنے اہل بیتؑ کے سردار مجھے پانی پلاؤ کہ میں اپنے پروردگار کی طرف جارہا ہوں،یعنی میری وفات قریب آچکی ہے۔

پس اس آقازادے نے وہ پانی کا پیالہ جس کو مصطگی کے ساتھ جوش دیا ہوا تھا اپنے ہاتھ میں لیا اور آنجنابؑ کے لبہائے مبارک کو کھولا اور انہیں پلایا جب امام حسن عسکری علیہ السلام پانی پی چکے تو فرمایا مجھے نماز کے لیے تیار کرو،پس آپؑ کے دامن پر رومال ڈالا گیا اور اس شہزادے نے اپنے والد گرامی کو وضو کرایا ایک ایک دفعہ یعنی اقل واجب اور ان کے سر و قدموں کا مسح کیا،پھر اس سے امام حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا،کہ تمہیں بشارت ہو اے میرے بیٹے کہ تم ہی صاحب الزمانؑ ہو اور تم مہدی ہو اور روئے زمین پر خدا کی

حجت اور تم ہی میرے بیٹے اور میرے بچے ہو اور میں تمہارا باپ ہوں۔تم ہو م ح م د بن حسنؑ بن علیؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن موسیٰ بن جعفرؑ بن محمدؑ بن علیؑ بن الحسینؑ بن علیؑ بن ابی طالب علیہم السلام،اور تمہارے باپ رسول خداؐ ہیں اور تم خاتم آئمہ طاہرین ہو اور تمہاری بشارت رسولؐ خدا نے دی اور تمہیں اپنا نام کنیت دی اور یہ معاہدہ ہے میری طرف میرے باپ کی طرف سے تمہارے آبا طاہرین کی طرف سے،پس اسی وقت امام حسن علیہم السلام نے وفات پائی۔صلوات اللہ علیہم اجمعین

شیخ طوسی نے امام حسن عسکری علیہم السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا سامرہ میں میری قبر دونوں طرف کے لوگوں کے لیے بلاؤں اور عذاب الٰہی سے آمان ہے۔

مجلسی اول رحمۃ اللہ علیہ نے دونوں طرف کے لوگوں کا معنی سنی وشیعہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ آپؑ کی برکت دوست و دشمن پر محیط ہے،جیسا کہ قبر کاظمین بغداد کی آمان کا سبب ہے،اور شیخ اجل علی بن عیسیٰ اربلی نے کتاب کشف الغمہ میں (جو کہ ۶۷۸ ہجری میں تالیف کی ہے)نقل کیا ہے کہ مجھ سے بعض اصحاب نے یہ واقعہ بیان کیا کہ مستنصر باللہ خلیفہ عباسی ایک سال سامرہ گیا اور عسکریین علیہم السلام کی زیارت کی،اور جب ان دونوں اماموں کے روضہ مقدسہ سے باہر نکلا تو اپنے آباؤ اجداد و خلفاء وآل عباس اور اپنے خاندان کی قبروں کو دیکھنے کے لیے گیا اور ان کی قبریں ایک گنبد میں تھیں کہ جس کی طرف خرابی اور ویرانی نے رخ کیا ہوا تھا اور ان پر بارش پڑی تھی اور ان کی قبروں پر پرندوں کی بیٹیں پڑی تھیں۔

علی بن عیسیٰ کہتا ہے کہ میں نے بھی ان قبروں کو اسی حالت میں دیکھا پس مستنصر کو لوگوں نے کہا کہ آپ حضرات روئے زمین کے خلیفہ اور پوری دنیا کے بادشاہ ہیں اور آپ کا حکم اور امر عالم میں جاری ہے اور آپ کے آباؤ اجداد کی قبریں اس حالت میں ہیں کہ نہ کوئی ان کی زیارت کرتا ہے اور نہ کسی کے دل میں ان کا خیال آتا ہے اور نہ ان کے پاس کوئی ہے جو فضلات و کثافات کو ان سے دور کرے،اور ان علویین کی قبریں اس خوبی و پاکیزگی کے ساتھ زیارت گاہ بنی ہوئی ہیں جیسا کہ آپ مشاہدہ کر رہے ہیں،پردے اور قندیلیں آویزاں اور فرش وفراش وخادم وشمع بخور وغیرہ کے ساتھ ہیں۔

مستنصر کہنے لگا یہ امر آسمانی ہے،یعنی خدا کی طرف سے ہے اور یہ ہماری کوشش وجد وجہد سے حاصل نہیں ہو سکتا اور اگر ہم لوگوں کو اس کام پر مجبور کریں بھی تو وہ قبول نہیں کریں گے اور زبردستی کی ہماری کوشش اس سلسلہ میں فائدہ مند ثابت نہیں ہوگی اور یہ اس نے سچ کہا تھا،کیونکہ اعتقادات قہر وغلبہ سے حاصل نہیں ہوتے اور اکراہ وجبر سے کسی میں اعتقاد پیدا نہیں کیا جا سکتا۔انتہی

چھٹی فصل

حضرت امام حسن عسکریؑ کے چند اصحاب کا تذکرہ

پہلا شیخ اجل ابوعلی احمد بن اسحاق بن عبداللہ بن سعد بن مالک الاحوص الاشعری ثقہ رفیع القدر اور اجلاء اہل قم میں سے ہے اس کا خانوادہ اور رشتہ دار اصحاب آئمہ اور محدثین کبار میں سے ہیں اور اصحاب حضرت صادق اور اصحاب حضرت رضاؑ کی فصل میں ان میں سے چند افراد کا ذکر ہو چکا ہے، مثلاً عمران بن عبداللہ وعیسیٰ بن عبداللہ وزکریا بن آدم اور زکریا بن ادریس رضوان اللہ علیہم اجمعین اور احمد بن اسحاق نے حضرت جواد علیہ السلام اور حضرت ہادی علیہ السلام سے روایت کی ہے اور حضرت امام حسن عسکریؑ کے خاص اصحاب میں سے تھا اور حضرت صاحب الزمان علیہ السلام کے شرف ملاقات سے مشرف ہوا جیسا کہ چودھویں باب میں انشاء اللہ آئے گا اور وہ قمیوں کا شیخ و بزرگ اور حکومت اور ان کے درمیان واسطہ تھا۔ اور سفراء ممدوحین میں سے ہے کہ جس کی مدح میں توقیع شریف (امام کا خط) آئی ہے، اور ربیع الشیعہ سے منقول ہے کہ وہ وکلاء وسفراء وابواب معروفین میں سے ہے۔

شیخ صدوق نے کمال الدین میں ایک مبسوط حدیث نقل کی ہے کہ جس کے آخر میں مذکور ہے کہ احمد نے سامرہ میں حضرت امام حسن عسکریؑ سے ایک کپڑا اپنے کفن کے لیے مانگا، حضرتؑ نے تیرہ درہم اسے دیئے اور فرمایا کہ انہیں صرف اپنے ذاتی مصارف میں خرچ کرنا اور جو کچھ تو نے خواہش کی ہے وہ تجھ تک پہنچ جائے گا۔

شیخ جلیل سعد بن عبداللہ راوی خبر کہتا ہے کہ جب ہم نے حضرتؑ کی خدمت سے مراجعت کی اور حلوان سے تین فرسخ کے فاصلہ پر پہنچے کہ جو آج کل باب ذہاب کے نام سے معروف ہے تو احمد بن اسحاق کو بخار آیا اور وہ سخت بیمار ہو گیا یہاں تک کہ ہم اس سے مایوس ہو گئے، جب ہم حلوان میں وارد ہوئے تو ایک سرائے میں ہم نے قیام کیا، احمد نے فرمایا کہ مجھے رات تنہا رہنے دو اور تم اپنی رہائش گاہ میں چلے جاؤ، ہر شخص اپنی قیام گاہ کی طرف گیا، صبح کے قریب مجھے فکر ہوئی پس میں نے آنکھ کھولی تو اچانک اپنے مولا ابو محمد علیہ السلام کے خادم کافور کو دیکھا جو کہہ رہا تھا، احسن اللہ بالخیر عزاکم وجبر بالمحبوب رزتیکم، یعنی خدا تمہاری عزا کو بہتر قرار دے اور تمہاری مصیبت کی محبوب چیز سے تلافی کرے، پھر کہنے لگا ہم تمہارے ساتھی یعنی احمد کے غسل وکفن سے فارغ ہو چکے ہیں پس اٹھ کر اسے دفن کرو، بیشک وہ تم میں سے قرب خداوندی کی وجہ سے تمہارے آقا کے ہاں زیادہ عزیز ہے، پھر وہ ہماری آنکھوں سے غائب ہو گیا اور حلوان یہی ذہاب مشہور ہے جو کہ بغداد کی طرف جاتے ہوئے کرمان شاہ کے راستہ میں ہے اور اس بزرگ کی قبر اس بستی کے رود کے قریب ہے، جنوب کی طرف تقریباً ہزار قدم کے فاصلہ پر اور اس قبر پر حقیری خراب شدہ تعمیر موجود ہے اور وہاں کے

رہنے والے بلکہ اہل کرمان اور وہاں آنے جانے والے ثروت مندوں کی بے ہمتی اور عدم معترفت کی وجہ سے بے نام ونشان رہ گیا ہے،اور ہزار افراد زائرین میں سے ایک شخص بھی اس بزرگوار کی زیارت کے لیے نہیں جاتا،حالانکہ اس شخص کے ساتھ کہ جس کے لیے امام علیہ السلام اپنے خادم کو طئی الارض کے ذریعے کفن دے کر تجہیز وتکفین کے لیے بھیجیں اور قم کی مشہور مسجد کو آنجناب ؑ کے حکم سے بنا رکھے اور جو کئی سال تک اس علاقہ میں آپ ؑ کی طرف سے وکیل رہا ہو زیادہ بہتر سلوک کرنا چاہیے اور اس کی قبر کو مزار قرار دینا چاہیے تا کہ صاحب قبر کی برکت اور اس کی وساطت سے فیوض الہیہ تک پہنچ سکیں۔

دوسرا احمد بن محمد بن مطہر ہے کہ جسے شیخ صدوق نے صاحب ابی محمد علیہ السلام کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، ہمارے شیخ نے متدرک کے خاتمہ میں فرمایا ہے کہ لفظ صاحب سے صرف یہ مراد نہیں کہ وہ حضرت عسکری علیہ السلام کے اصحاب میں سے تھا، بلکہ جو کچھ ہمارے لیے ظاہر ہوا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ؑ کے امور کے ساتھ قیام کرتا اور آپ ؑ کے کاموں کو انجام دیتا تھا اور یہ اس مرتبہ سے کاشف ہے جو کہ عدالت سے بلند ہے اور ثقہ ثبت علی بن الحسین مسعودی نے اثبات الوصیۃ میں حمیری سے اس نے احمد بن اسحاق سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام کی خدمت میں گیا تو آپ ؑ نے مجھ سے فرمایا اے احمد تمہاری حالت کیسی تھی اس چیز میں کہ جس میں لوگوں نے شک وشبہ کیا ہے۔

میں نے عرض کیا اے میری آقا جب ہمیں وہ خط ملا کہ جس میں ہمارے آقا اوران کی ولادت کی خبر تھی یعنی حضرت حجۃ ؑ کی تو ہم میں سے کوئی مرد عورت ایسا نہیں رہا جو حق کا قائل نہ ہوا ہو۔

حضرت حسن عسکری علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہیں معلوم نہیں کہ زمین حجت خدا سے خالی نہیں رہتی پس حضرت ؑ نے اپنی وفات کی خبر دی اور اپنی والدہ کو حج پر جانے کا حکم دیا ۲۵۹ ہجری میں اور انہیں خبر دی اس چیز سے جو انہیں ۲۶۰ ہجری میں پہنچنے والی تھی ،یعنی اپنی وفات کی خبر دی کہ ۲۶۰ ہجری میں ہوگی اور حضرت صاحب الامر ؑ کو حاضر کیا اور انہیں وصیت کی اور اسم اعظم و مواریث وسلاح وہتھیار ان کے سپرد کئے اور حضرت عسکری ؑ کی والدہ حضرت صاحب صلوات اللہ علیہ کے ساتھ مکہ کو روانہ ہوئیں۔

ابوعلی احمد بن محمد بن مطہر ان کے کام کا متولی اور منتظم تھا، پس جب ایک منزل پر پہنچے تو اعراب کے ایک قافلہ کے ساتھ ملاقات کی اور انہیں شدت خوف اور کمی آب کی خبر دی، پس اکثر لوگ واپس آ گئے مگر وہ جو ناحیہ (جس جگہ صاحب الامر ؑ رہے) میں تھے وہ صحیح سالم رہے، اور ایک روایت ہے کہ انہیں حضرت عسکری ؑ کا فرمان پہنچا کہ وہ چلے جائیں اور پلٹ کر واپس نہ آئیں، اور ظاہر ہے کہ شخص کو امام اپنے اہل خانہ کے امور پر قائم ومنتظم قرار دے کہ جن میں ان کی والدہ اور وہ شخص ہو کہ جو اس طولانی سفر میں ان کی مثل ہے تو وہ شخص وثاقت ومانت وفطانت کے لحاظ سے بلند مقام ہونا چاہیے اور اس روایت سے اجمال اس خبر کا واضح ہو جاتا ہے جو کافی میں ابو محمد علیہ السلام کے مولد کے باب میں ان کی اسناد سے ابوعلی مطہری سے ہے کہ اس نے قادسیہ سے حضرت ؑ کی خدمت میں لکھا کہ جس میں لوگوں کا واپس پلٹ جانا بیان کیا تھا اور یہ کہ پیاس کا خوف ہے تو حضرت نے تحریر فرمایا تم جاؤ تمہارے لیے کوئی خوف وخطر نہیں ہے انشاء اللہ۔ پس وہ صحیح وسالم چلے گئے۔ والحمد للہ رب العالمین

تیسرا ابوسہل اسماعیل بن علی بن اسحاق بن ابوسہل بن نوبخت شیخ متکلمین امامیہ بغداد اور گروہ نوبختیہ کے بزرگ تھے اور اپنے زمانہ میں دین و دنیا میں بزرگی وجلالت رکھتے تھے اور جاری مجرائے وزراء تھے اور بہت سی کتب تصنیف کی ہیں، ان میں سے ایک کتاب انوار فی تاریخ آئمہ اطہار علیہم السلام ہے۔ابن ندیم نے فہرست میں کہا ہے کہ اس شیخ نے بہت سی کتابیں جمع کر رکھی تھیں اور بہت سے نسخے اپنے ہاتھ سے لکھے تھے اور اس کی تصنیفات وتالیفات علم کلام و فلسفہ وغیرہ میں بہت ہے، اور علم فلسفہ کے ناقلین کی ایک جماعت اس کے پاس جمع ہوتی تھیں، مثلا ابوعثمان ومشقی واسحاق وثابت وغیرہ اس کے غلاموں میں سے ہے، ابوالحسن سوسنجری جو حمدونی کی لقب سے مشہور اور اس کا نام محمد بن بشیر تھا، صاحب کتاب انفاد جو بحث امامت میں ہے۔انتھی

فقیر کہتا ہے کہ محمد بن بشر مذکور صلحاء عیون اصحاب اور ان کے متکلمیں میں سے تھا اور یہ وہی شخص ہے کہ جس نے پچاس حج پا پیادہ کئے تھے اور ابوسہل ابومحمد حسن بن موسیٰ نوبختی کا ماموں فلسیوف صاحب کتاب الفرق ہے۔اور ابوسہل کی سعادت ہے وہ امام زمانہ صلوات اللہ علیہ کی ملاقات کے شرف سے مشرف ہوا جیسا کہ حضرت عسکریؑ کی وفات کے ذکر میں اس کی خبر گزر چکی ہے اور یہ شیخ جلیل حلاج کی رسوائی کا سبب بنے، کیونکہ حلاج نے سمجھا کہ وہ ابوسہل کو بھی دوسرے لوگوں کی طرح دھوکہ دے جائے گا اور حیلہ و بہانہ سے اسے بھی اپنے دام فریب میں پھنسا لے گا اور اس نے اپنے دل میں خیال کیا کہ چونکہ ابوسہل لوگوں میں بلند مرتبہ ہے اور علم وادب وعقل ودانش کے ساتھ لوگوں میں مشہور ہے اگر وہ اس دام میں پھنس گیا تو کمزور قسم کے لوگ اور عوام اس کے گروی ہوجائیں گے، لہذا ابوسہل کو خط لکھا اور اسے اپنی طرف دعوت دی اور اظہار کیا کہ میں صاحب الزمانؑ کا وکیل ہوں، اور مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تجھے دعوت دوں مبادا اس امر میں تجھے شک وشبہ ہو۔

ابوسہل جب اس کے خط کے مضمون سے مطلع ہوئے تو اسے پیغام بھیجا کہ اگر تو حضرت صاحب الزمانؑ کا وکیل ہے تو ضروری ہے کہ تیرے پاس دلائل و براہین ہوں میں اب تجھ پر ایمان لانے کے لیے ایک چھوٹی سی چیز کی خواہش کرتا ہوں تا کہ وہ تیری دعوت کی گواہ وشاہد ہو، اور وہ آسان چیز یہ ہے کہ میں کنیزوں کو دوست رکھتا ہوں اور اس وقت میرے پاس چند کنیزیں ہیں کہ جن کے وصال سے لطف اندوز ہوتا ہوں، لیکن چونکہ میرے سر اور چہرہ پر بڑھاپے نے اثر کیا ہے، لہذا میں مجبور ہوں کہ ہر ہفتہ خضاب لگاؤں تا کہ اپنے بالوں کی سفیدی ان سے چھپاؤں، کیونکہ اگر وہ میرے بالوں کی سفیدی کی طرف توجہ کریں تو مجھ سے کنارہ کشی اختیار کرلیں اور میرا وصال ہجر سے بدل جائے اور روز تاباں شب تار ہوجائے، لہذا میں ہر جمعہ کے دن خضاب کرنے کی زحمت ومشقت میں مبتلا ہوں، اگر تو اپنی دعوت میں سچا ہے تو ایسا کر کہ میری داڑھی سیاہ ہوجائے اور دوبارہ میں خضاب کا محتاج نہ رہوں، اس وقت میں تیرے مذہب میں داخل ہوجاؤں گا اور لوگوں کو بھی تیری طرف دعوت دوں گا۔

جب یہ پیغام حلاج کو ملا تو وہ سمجھا کہ اس کا تیر نشانہ پر نہیں بیٹھا اور اس اظہار میں رسوا ہو گیا ہے دوبارہ ابوسہل کو جواب نہ لکھا اور نہ کوئی قاصد اس کے پاس بھیجا، ابوسہل اس کے بعد اس چیز کو مجالس ومحافل میں بیان کرتا اور اس کو لوگوں میں بہت ذلیل کرتا اور اس

کی کارکردگی کا پردہ فاش کردیا اور اسے رسوا کیا اور لوگوں کو اس کے دام فریب سے چھڑوایا۔

رسول اکرمؐ نے فرمایا جب تم میرے بعد اہل بدعت وشک کو دیکھو تو ان سے اظہار برائت وبیزاری کرو، ان کو زیادہ سب و شتم کرنا ان کے متعلق کہو۔ان کے عیوب کو ظاہر کرو اور اچانک ان کو اپنی گرفت میں لو یا انہیں حیران وسرگران کردو اور انہیں لاجواب کردو تاکہ اسلام میں فساد کرنے کی طمع وآرزو نہ رکھیں اور لوگ ان سے ڈریں اور ان کی بدعتیں نہ سیکھیں تو خداوند عالم اس کی وجہ سے تمہارے نامہ اعمال میں حسنات اور نیکیاں لکھے گا اور آخرت میں اس چیز کی وجہ سے تمہارے درجات بلند کرے گا۔

چوتھا محمد بن صالح بن محمد ہمدانی دہقان جو امام حسن عسکری علیہ السلام کے اصحاب اور ناحیہ مقدسہ کے وکلاء میں سے ہے، شیخ مفید نے اس سے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ جب میرا باپ فوت ہو گیا اور معاملہ میری طرف پلٹا اور میرے باپ کے ذمہ مال غریم کی کچھ وصولی تھی۔

شیخ مفید فرماتے ہیں مال غریم اس زمانہ کے شیعوں کے درمیان ایک رمز تھی جسے آپس میں وہ پہچانتے تھے اور حضرتؑ کو اس لفظ سے تقیۃً خطاب کرتے تھے، پس میں نے والد کی وفات کے بعد حضرتؑ کی خدمت میں ان کے اموال کے بارے میں خط لکھا، تو حضرتؑ نے جواب میں لکھا کہ جن سے طلب گار رہو ان سے مطالبہ کرو اور میں نے ان لوگوں سے مطالبہ کیا تو سب نے مال ادا کر دیئے سوائے ایک شخص کے کہ جن کے اسٹام پر لکھا تھا کہ اسے چار سو اشرفی دینی ہوں گی۔

میں اس کے پاس گیا اور اس مال کا اس سے مطالبہ کیا تو اس نے دینے میں تاخیر کی اور اس کے بیٹے نے میرا استخفاف کیا اور بیوقوفوں والا سلوک کیا، میں نے اس کی شکایت اس کے باپ سے کی وہ کہنے لگا کہ کیا ہوا، یعنی تیرا استخفاف معمولی چیز ہے، میں نے اس کی داڑھی پکڑ لی اور اس کی ٹانگ پکڑ کر اسے مکان کے وسط میں کھینچا اس کا بیٹا اسی وقت گھر سے باہر نکلا اور اہل بغداد سے استغاثہ کیا اور کہتا تھا کہ رافضی قمی نے میرے باپ کو قتل کر دیا، پس بہت سے لوگ ان میں سے میرے گرد جمع ہو گئے، میں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور میں نے کہا اے اہل بغداد بڑا اچھا مظاہرہ کیا تم نے کہ ظالم کی طرف داری کر رہے ہو اور اسے اس مسافر مظلوم پر مسلط کر رہے ہو کہ جس نے اس سے قرض لینا ہے، میں اہل ہمدان کے اہلسنت میں سے ہوں اور یہ شخص مجھے قم کی طرف نسبت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ رافضی ہے اور چاہتا ہے کہ میرا حق ضائع کرے اور مجھے نہ دے۔

جب اہل بغداد نے یہ سنا تو انہوں نے اس پر ہجوم کیا اور چاہا کہ اس کی دوکان میں داخل ہو جائیں، میں نے انہیں روکا، پس اس شخص نے تمسک نامہ اور صورت منگوائی اور اس نے طلاق کی قسم کھائی کہ وہ یہ مال ادا کر دے گا، پس میں نے اس سے مال لے لیا ہے۔